بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام [illegible]

جلد اول غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

[illegible]

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو مل سکتی ہے جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ذیل پچ کے تین صفحہ جو سادے ہیں اُنمیں بعض کتب فقہ اُردو و فارسی و عربی و اصول فقہ عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اُردو

راہ نجات - از مولوی محمد علی مسائل نماز و روزہ و طریقہ نکاح خوانی مع خطبہ نکاح -

مفتاح الجنة - از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقة الصلوٰة مع رسالہ بے نمازان از مولوی عبد اللہ -

کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالابد منہ از مولوی نور الدین -

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل - مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرح محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ از مولوی سید محمد و مولوی محمد طیب -

ذخیرة الفقہ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - تحقیقات مسائل [illegible] مولفہ مولوی لال محمد -

[illegible] المومنین - از مولوی قربان علی

نور الہدایة - اُردو ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات میں از مولوی وحید الزمان -

ایضاً - اُردو ترجمہ جلدین اخیرین شرح وقایہ کا معاملات میں -

کنز الدقائق اُردو مسمیٰ بہ تحفة العجم - از مولوی محمد سبحان -

رسالہ چار باب - اُردو ترجمہ از مولوی کفایت اللہ -

چہل مسائل فقہ - از مولوی محمد ابراہیم بنگلوری -

اشرف المسائل معروف بہ جواہر اشرف از مولوی اشرف علی خان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمران -

احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق - جو مسائل ضروریہ فقہ میں بہت مستند ہے کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اُردو میں مرقوم ہیں مترجمہ مولوی محمد احسن صدیقی

فقہ فارسی

[illegible] منظوم - [illegible] مولوی [illegible]

نام حق - از شرف الدین بخاری -

مالابد [illegible] مسائل - از مولوی احمد اللہ

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی البحار از مولوی عبد الحق سجاولی و حاشیہ از مولوی ابراہیم

شرح مختصر وقایہ کو میری - فارسی از جلال الدین سمرقندی -

مسلک المتقین منظوم - علمائے ولایت کے اسمیں مسائل فقہ حنفیہ کے کارآمد ضروری مندرج کیے ہیں مصنفہ مولوی اللہ داد خان

[illegible] عبادات [illegible] - اسمیں مسائل فقہیہ ہیں مصنفہ مفتی محمد نصیر الدین -

بناء الاسلام فی احکام الصیام مذہب اماميہ کی کتاب ہے

ہدایہ - مع ترجمہ و شرح حل المتن منقول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علمائے نامدار نے باتفاق رائے مدون کیا یہ کتاب مختار [illegible] وکلا کے لیے مفید ہے چار جلد میں -

۱ جلد اول - کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک -

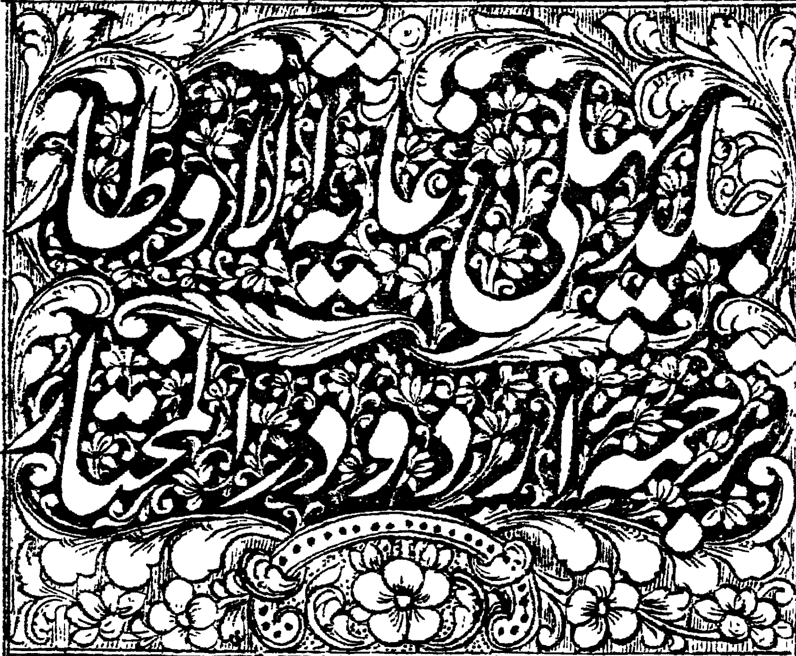
۲ جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک جلد اول و دوم یکجائی -

۳ جلد سوم - کتاب البیع سے کتاب [illegible] تک

۴ جلد چہارم [illegible] الشفعہ سے [illegible] و چہارم یکجائی -

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد لله والمنة کہ ربع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی



جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ شامی کے اقوال کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل بتحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ درّ المختار

تمت

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول [illegible] معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار [illegible]

جلد ثانی غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم جو نسخہ طحطاوی و حاشیہ مدنی کی احوال کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل تحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنة کہ یہ اردو ترجمہ **درمختار** جسکو عالم المعی فاضل لوذعی مولوی **خرم علی** صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے
ترجمہ کیا تھا لیکن بحکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایکدم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال
اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا اور ورثاے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ
غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اُس زمانہ مین جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی **محمد احسن** صاحب صدیقی
نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی **الہ یار خانصاحب** تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور
اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اولو العزم سے باعانت جناب
مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین **نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر** فرمان فرماے مصطفےٰ آباد عرف رامپور
سرور حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا
نہین ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدردانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب بہادر محتشم الیہ سے اسقدر
جلد فروخت ہوکہ مقامات دور و نزدیک سے اُنکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار مین اطراف واکناف سے اِس
عمدہ ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہیار خانصاحب تاجر کتب متذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بہ پیشکش بہا و معاوضہ
لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب بنا در الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے
خریداران بنقد دل ہاتھون ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر سہ کرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئے گی انشاء اللہ تعالی

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العلمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد فی الغدو والاصال وعلی الہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الرجف والزلزال

بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد **محمد احسن صدیقی نانوتوی** عرض کرتا ہے کہ کتاب **در المختار شرح تنویر الابصار** فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین عروج پر ہے اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جس طرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف **محمد علاء الدین** حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی جسکے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیوجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابد بن شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوون مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا اُسکے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی **خرم علی صاحب** مرحوم بلہوری نے حسب فرمایش نواب صاحب بہادر سرور والی باندہ ۱۲۵۸ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۰ہجری مین آخر کتاب تک پہونچادیا پھر محرم ۱۲۷۱ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہ گرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہ گیا تھا اُسکی تکمیل اُسی طرح پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور ازانجا کہ خود اسقدر مایہ نرکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوگئے اُسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اُسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کار نتھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھئے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر المعظم

فدوی شہامت وجلالت نقطۂ دائرہ امارت وایالت موید مراسم سیاست وعدالت مقوی ارکان ابہت وبسالت حامی دین متین ناصر اہل یقین ملجاء العلما
ملاذ الفضلا ممہد قواعد خیر وسخا موسس قوانین علم وہدی **بیت** قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا وکان * پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید وماہ یعنی
جناب **نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر** والی رامپور دامت دولتہ بتزید النعم وطالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس نائل
فیض شمائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال قدر دانی
حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکے تکمیل کی صورت بدولت
فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر رکی ہوئی تھی کہ عاجز نے عرض کی تھی اسکی [illegible] کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہ کتاب
انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ عزت جاودانی جناب مفخم الیہم کے
واسطے مقرر فرمائی **بیت** این سعادت بزور بازو نیست * تا نہ بخشد خدای بخشندہ * یہ کمترین اسکے شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے
دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے **بیت** از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ * جز آنکہ بصدق دل دعائی بکند * اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
وَاَعْطِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاجْعَلْ سُدَّتَہٗ مُلْتَزَمَ اَھْلِ الْمُنٰی وَاجْزِہٖ خَیْرًا مِنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہِ الْمُجْتَبٰی
اب چند باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اول** یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نملی اسلئے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور از انجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع سنہ ۱۲۵۸ ہجری مین کیا اور سنہ ۱۲۷۰ تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی **غایۃ الاوطار** رکھا جسمین سنہ ۱۲۶۴ ہجری نکلتے ہین جو سنہ ۵۸ اور سنہ ۷۰ کا درمیانی سال ہے
عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو **دوم** یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط
سیاہی کا کھینچدیا گیا **سوم** یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے
آخر مین لکھے ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اُسکے بعد ترجمہ مین لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کئے ہین اسی طرح
لفظ فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردیگئی ہے
چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کئے تھے تو اُنکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا۔ مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملۂ مذکور کا ہے **پنجم**
یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اُنکو اس عاجز نے
پورا کر دیا اور جس وجہ سے انہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اُسکو صاف کر دیا **ششم** یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اُسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتونکو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی و تدارک واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہے اور جہان
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا **ہشتم** یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اردو کے
لحاظ سے تذکیر وتانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دئے تھے اُن سبکو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح کر دیا ہے
نہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھ دئے ہین
دہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اُسکے دونون طرف خط مقوس کھینچدیا ہے اسطرح ( ) تاکہ

اور اسکے عبارت درمختار کی نہ سمجھے **یازدہم** [11] یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اسبات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نجانے پائے
اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم وتاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے بیان مین
کوئی قید بڑھادی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہے اُسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین
یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہے اسیطرح مقدرات
اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کردیا ہے حتے کہ ضمیرون کی جگہ انکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور
کسی طرح کا اشکال مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے **دوازدہم** [12] یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ اتنی باتون کا لحاظ رکھا ہے
۱ توضیح مطلب مسئلہ ۲ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو ۳ شارح کا تسامح جسجگہ واقع ہوا ہو ۴ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے
مجمل بیان کیا ہے ۵ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابون پر کیا ہے اُنکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُسسے متعلق تصور کیا ہے ۶ اگر
شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہے تو اسمین روایت قوی کتب مروجہ سے ۷ جس جگہ شارح نے لکھدیا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے
نہین دیکھا اسکی تصریح کتابون سے ۸ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ۹ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری
جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰ دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱ اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲ جس مسئلہ کو شارح نے اصح
اور راجح لکھا ہے اُسکا مقابل نقل کیا ہے اور اسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کئے ہین **سیزدہم** [13] یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ
حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اُسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلئے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا
حاشیہ اُسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ نہو **چہاردہم** [14] یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہے تو جس کتاب مین وہ قید
نظر پڑی ہے اُسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کردیا ہے مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہے
پانزدہم [15] یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہے آخر کو اُسکا نام اور حوالہ کردیا ہے جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی
اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہے بعض جا اُنکا بھی حوالہ کردیا ہے مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر
اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایۃ **شانزدہم** [16] یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہے تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے
لکھکر حوالے کے بعد مختصراً لکھدیا ہے اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہے تو وہان حوالے کے بعد تصرف یا ملتقطاً بڑھادیا ہے اور بعض جا ایسا بھی
ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہے تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہے **ہفدہم** [17] یہ کہ بعض موضع مین
جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہے ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بہ تبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہے **ہیجدہم** [18] یہ کہ جس
عبارت مین شارح کی کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہے اُسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہے جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور
جا بجا اسکی تصریح بھی کردی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہے **نوزدہم** [19] یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ
طحطاوی اور مدنی سے لئے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین
ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اُسکو قول شامی کا تصور فرماوین
کمتر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہے سیاق عبارت با آواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری بحث ہے نہ محشیون کا
قول **بستم** [20] یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اُس تقریر کا

ترجمہ اسیطرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہوا اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون کتابون کا نام لکھدیا ہی اور اسیطرح جو مسا
دونون مین یکسان نظر آیا ہی اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہی **بست و یکم** یہ کہ جو مسائل مفید اور فوا
عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر **ف** لکھکر کردیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہی تاکہ ناظرین
اُنکی تلاش مین وقت نہو **بست و دوم** یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولو
محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالے اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست و سوم** یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب
اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جان فشانی کی ہی اور باایہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو
ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون **بیت** نتازم بسرمایۂ فضل خویش ✤ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ✤ اور اللہ
تعالے سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب وعجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پ
ارباب دین اور اصحاب یقین پسند فرمائے اور ہمارے لئے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ۞





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتاہون مین اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

مترجم کہتا ہی شارح نے دُرالمختار کو شروع بہ تسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بفحواے حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہو وہ ابتر اور بے برکت ہی حَمِدْنَاكَ يَا مَنْ شَرَحْتَ صُدُوْرَنَا بِأَنْوَاعِ الْهِدَايَةِ سَابِقًا ہم تیری ستایش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینون کو اول کشادہ اور یا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِيْرِ الْاَبْصَارِ لَاحِقًا اور بعد اُسکے ہمارے باطن کی بینائیون کو تو نے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وَأَفَضْتَ عَلَيْنَا مِنْ اَشِعَّةِ شَرِيْعَتِكَ الْمُطَهَّرَةِ بَحْرًا رَائِقًا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے بہر صاف غیر مکدر دریا بہادیا وَاَغْدَقْتَ لَدَيْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِكَ الْمُوَفَّرَةِ نَهْرًا فَائِقًا اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنے ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہی دُرالمختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر اُنکے معانی لغویہ پر نظر کیجئے تو بھی مطلب صحیح ہی چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہوچکا اور اگر کتابین مراد لیجئے تو بھی مدعا درست ہی کہ اُنسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا وَاَتْمَمْتَ نِعْمَتَكَ عَلَيْنَا حَيْثُ يَسَّرْتَ اِبْتِدَاءَ تَبْيِيْضِ هٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ مَنْبَعِ الشَّرِيْعَةِ وَالدُّرَرِ اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتداے تبییض تو نے آسان کردی بذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنے مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے دُرالمختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا عرف مولفین مین تبییض اس سے عبارت ہی کہ کتاب محرر مرقوم ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالباً اور دُرر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہی اُس کتاب کا جسکا نام دُرر ہی کذا فی الطحطاوی وَضَجِيْعَيْهِ الْجَلِيْلَيْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْاِذْنِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُرالمختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اُس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم دُرالمختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہی کہ باذن نبوی صلعم مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہی مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور اُنکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہی اور اسیطرح

اس شرح کے فن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنے ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم میرے گھر مین تشریف لائے اور
زبان مبارک کو میرے منھ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی
مختصراً وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ حَازُوْا مِنْ مِنَحِ فَتْحِہٖ کَشْفَ فَیْضِ فَضْلِکَ الْوَافِیْ حَقَائِقًا اور رحمت خاص نازل ہو انکے آل اور اصحاب پر جنھون نے تیرے فضل
وافی کے فیض کے عطایاے نصرت کاشفہ مظہرہ سے امور محققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا علم شارح نے اسمین ان فقہ کی کتابون کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے شارح وغیرہ نے
روایات کو نقل کیا یعنے منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ فَقِیْرُ رَحْمَۃِ ذِی اللُّطْفِ الْخَفِیِّ مُحَمَّدُ عَلَاءِ الدِّیْنِ
الْحَصْکَفِیُّ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے
نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرہ ابن عمر کے مابین مین شارح کا نام محمد ہے اور
علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا
امام پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین
بن الشیخ حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لَمَّا بَیَّضْتُ الْجُزْءَ الْاَوَّلَ مِنْ خَزَائِنِ الْاَسْرَارِ وَبَدَائِعِ الْاَفْکَارِ فِیْ شَرْحِ تَنْوِیْرِ
الْاَبْصَارِ وَجَامِعِ الْبِحَارِ قَدَّرْتُہٗ فِیْ عَشْرِ مُجَلَّدَاتٍ کِبَارٍ جب پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ سے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑے بڑے
دس مجلد مین اندازہ کیا امام شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب وہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فَصَرَفْتُ عِنَانَ الْعِنَایَۃِ نَحْوَ الْاِخْتِصَارِ وَسَمَّیْتُہٗ
بِالدُّرِّ الْمُخْتَارِ فِیْ شَرْحِ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ سو پھیری مین نے اہتمام اور کوشش کی باگ اختصار کیطرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار
مین نے رکھا ہم یعنی خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کر دیا لہٰذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہو گیا اختصار
عبارت ہے تقلیل لفظ اور تکثیر معنے سے اَلَّذِیْ فَاقَ کُتُبَ ھٰذَا الْفَنِّ فِی الضَّبْطِ وَالتَّصْحِیْحِ وَالْاِخْتِصَارِ وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن مین
یعنے فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح
عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی وَلَعَمْرِیْ لَقَدْ اَضْحَتْ رَوْضَۃُ ھٰذَا الْعِلْمِ بِہٖ مُفَتَّحَۃَ الْاَزْھَارِ مُسَلْسَلَۃَ الْاَنْھَارِ
اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونے سے کھلی کلیون والا اور روان انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے
مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سے مِنْ عَجَائِبِہٖ ثَمَرَاتُ التَّحْقِیْقِ تُجْتَنٰی وَمِنْ غَرَائِبِہٖ ذَخَائِرُ التَّدْقِیْقِ تُجْتَنٰی لِلْاَفْکَارِ متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل
پکے ہوئے چنے جاتے ہین اور اسکے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے مین جنسے عقول حیرت زدہ ہین لِشَیْخِ شَیْخِنَا شَیْخِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ التُّمُرْتَاشِیِّ الْحَنَفِیِّ
الْغَزِّیِّ عُمْدَۃِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ الْاَخْیَارِ وہ متن موصوف بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا
جو عمدہ ہے علامۃ آخرین صالحین مین تمرتاش نسبت ہے تمرتاش کیطرف جو ایک محلہ ہے خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اسکو غزہ ہاشم
کہتے ہین قاموس مین ہے کہ غزہ شہر ہے فلسطین مین اسی مین امام شافعی رح پیدا ہوئے اور ہاشم بن عبد مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ
بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمہ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ متن اور اسکی شرح ہے مسمی
بمنح الغفار اور منظومہ فقہ مین مسمی بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول فقہ
اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق سے اور امین الدین

ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ و نظائر خلف الرشید ماتن انتقال کیا ماتن نے ایک ہزار دو اور چھ سال ہجری میں
غزہ ہاشم میں اور وہیں مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کذا فی الطحطاوی ملخصا فانی ارویہ عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسندہ
الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفی المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ہو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدۃ عن المشائخ
المتبحرین الکبار سو میں روایت کرتا ہوں اس فن کو یعنے علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد النبی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ ابن
نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابوحنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ
پسندیدہ تک اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد قہار سے جل جلالہ چنانچہ یہ سند مذکور مشرح اور
مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے م شعرانی میزان میں ائمہ اربعہ کی یوں سند ذکر کی ہے امام ابوحنیفہ عن عطاء عن ابن
عباس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک
الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدرر والغرر لم اعزہ الا ما ندر وما زاد عن نقلہ عزوتہ لقائلہ
فیما الاختصار اور جو قول کہ درر غرر سے نقل کیا اسکو درر غرر کیطرف منسوب نہیں کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے درر غرر سے
وہ اسکے قائل کیطرف منسوب کر دیا ہے م یعنے در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی درر غرر سے تو اختصار کے
واسطے اسکے ہر قول میں شارح نے یہ نہیں کہا کہ یہ درر غرر سے منقول ہے اسکے سوا اور کتابوں سے اسقدر بکثرت نقل نہیں تو وہاں نسبت کر دیا کہ قیل فلانی کتاب سے
ہے اور شارح کی غزیر دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعائے ریاست علمی ہے رحمۃ اللہ علیہ ماموئی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافہ
بقدر الامکان او یصفح بصفح عن تعالہ الاسرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہ ہے کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب و نقصان کا
تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیوب سے درگذر کرے بھید اور چھپی چیز کا جاننے والا م چشم رضا کی قید اسواسطے
لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے ۵ چشم بداندیش کہ برکندہ باد ۵ عیب نماید ہنرش در نظر ۵ ولعمری ان
السلامۃ من ہذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر
نادر اور عسیر ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الادمیۃ اور عدم سلامت کچھ عیب نہیں اسواسطے کہ
بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا بہ من حسد یسد باب الانصاف
ویرد عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہوں اس خطا سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اس حسد سے جو منصفی کے
دروازے کو بند کردے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے م حسد اسکو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجھکو ملے یا مطلق زوال
چاہے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک
پہونچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیوں اسکو نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح ہذا وان الحسد حسک
من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہے کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما آخر سورۃ الفلق فی اضطرابہ بالقلق
حاسد کی مذمت میں پچھلی آیت سورۂ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اسکے جل بھن جانے میں قلق کے سبب سے م سورہ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالی نے
حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ در الحسد ما
اعدلہ بدا بصاحبہ فقتلہ خدا بھلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اسکو مار ڈالا ۵

وَمَا اَنَا مِنْ كَيْدِ الْحَسُوْدِ بِاٰمِنٍ ؛ وَلَا جَاهِلٍ يُزْرِيْ وَلَا يَتَثَبَّتُ ۔ یعنے اور مین حسد کرنے والے کے مکر سے نڈر نہین اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے
میری کتاب مین) اور تامل نکرے یعنے بے سمجھے بوجھے عیب لگادے ہاں شیخ مذکور نے یہ ذکر کیا ہے کہ مصنف سے حسد اور حاسدون کے مکر مین
مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہ سرقہ کتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قسیم ہی ابن نجیم نے اپنی طرف نسبت کرلی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا
نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ ﴿ هُمْ يَحْسُدُوْنِيْ وَشَرُّ النَّاسِ كُلِّهِمْ ؛ مَنْ عَاشَ فِي النَّاسِ يَوْمًا غَيْرَ مَحْسُوْدٍ ﴾ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے
قائل کا حاسد میرے حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہی جو ایک دن بھی غیر محسود جیا یعنے جس پر کسی نے حسد نکیا ہو غیر محسود اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اسی کا ہوتا ہی جسمین
اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جس پر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہی اِذَا لَا يَسُوْدُ سَيِّدٌ بِدُوْنِ وَدُوْدٍ ؛ حَ
وَحَسُوْدٍ يَنْقُدُ ﴿ اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اس دوست کے جو اسکی تعریف بیان کرے اور بدون اس حاسد کے جو بدگوئی کرے ﴾ جب آدمی نے
اپنی بدگوئی سنی اور صبر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی کَاَنَّ مَنْ زَرَعَ الْاِحَنَ حَصَدَ الْمِحَنَ اسواسطے کہ جسنے کینون کا کھیت
بویا رنجون کو خرمن کیا فَاللَّئِيْمُ يَفْضَحُ وَالْكَرِيْمُ يُصْلِحُ سو کمینہ لوگ رسوائی اور فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہی اور درست کردیتا ہی ﴿
جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی
کرتا ہی لٰكِنْ يَا اَخِيْ بَعْدَ الْوُقُوْفِ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْحَالِ وَالْاِطِّلَاعِ عَلٰى مَا حَرَّرَهُ الْمُتَاَخِّرُوْنَ كَصَاحِبِ الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ وَالشَّيْخِ الْمُصَنِّفِ وَجَدِّنَا الْمَرْحُوْمِ وَعَزْمِيْ
زَادَهْ وَاَخِيْ زَادَهْ وَسَعْدِيْ اَفَنْدِيْ وَالزَّيْلَعِيْ وَالْاَكْمَلِ وَالْكَمَالِ وَابْنِ الْكَمَالِ لیکن اے بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہئے بعد واقف ہونے
حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علما متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور شیخ مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی
زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے یعنی تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہئے اور بحر دخنور فاتے کے اسپر حواشی ابن عابدین
صاحب بحر الرائق زین ابن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد ہی نہر الفائق تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی
اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہی اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل عنایہ شرح ہدایہ کا مصنف ہی
اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید ملقب ہی یہ نام لقب ہی عبد الواحد کا فَمُحَقِّقَاتٌ تَخْتَلِجُ بِالْبَالِ فَاقْتَبِسْهَا عَنْ فَحُوْلِ
الرِّجَالِ ساتھ ملاحظہ ان تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مردون سے حاصل کیا ہم اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی
تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب و صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنے کا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چار سو برس کے
بعد مفقود ہوگیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اسکا یہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہی اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکالات کو عبارات لطیفہ سے رفع کرنا
یا اسکا جواب دیا جانا ہی بموجب اس قول کے کہ قوت مدرکہ کا اعتبار ہی اور اسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وَيَاْبَى اللّٰهُ الْعِصْمَةَ
لِكِتَابٍ غَيْرِ كِتَابِهٖ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اسمین خطا کا احتمال نہو
پس شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا وَالْمُنْصِفُ مَنْ اغْتَفَرَ قَلِيْلَ خَطَاءِ الْمَرْءِ فِيْ كَثِيْرِ صَوَابِهٖ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی
بہت سی درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور ثواب ہوا تو اسکی خطاء قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی
صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خیانت ہی وَمَعَ هٰذَا فَمَنْ اَتْقَنَ كِتَابِيْ هٰذَا فَهُوَ الْفَقِيْهُ الْمَاهِرُ اور ساتھ اسکے یعنی باوجود عدم عصمت کے جو شخص
کہ خوب سمجھ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا وَمَنْ ظَفِرَ بِمَا فِيْهِ فَسَيَقُوْلُ بِمِلْءِ فِيْهِ كَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ
اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطالب پر وہ اپنا منھ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کیواسطے چھوڑ گیا ہی یعنی متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اسپر

بیان مترجم اول سے
ترجمہ مین تسامح ہوا طحطاوی مین
عبارت یہ ہی العبرۃ بقوۃ المدرک
ثم اسکا ترجمہ یون چاہئے تھا
بیعون اللہ تعالی اہلہ لذلک
کہ اللہ تعالی نے کذا شارح کو
اہل اس وقت کا پیدا کیا تھا
۱۲

آگاہ کر دیا اسواسطے کہ حوادث تجدد و موت جاتے ہیں زمانوں کے تجدد سے موفی الاحکام کتاب اختیار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار میں عدیم المثال ہے [illegible]
عجم میں شرح الطاہر حال ہے ومن حصلہ فقد حصل لہ الحظ الوافر فانہ البحر [illegible] جس نے اس کتاب کو حاصل کیا اسکو
اسکو بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندوں کا مینھ ہے برسنے لگا ہے ہم اس طرح عبارت کو مانند المدح بالشبہ بالذم کہتے ہیں حسن عبارات
ورمز اشارات وتنقیح معانی وتحریر مبانی حالانکہ کتاب میری [illegible] تو عبارات اور پوشیدہ اشارات واضح کرنے معانی اور آراستہ کرنے
الفاظ کے لئے ہے یعنی اسکی عبارات اچھی نہیں تعقیدات لفظیہ ومعنویہ اور تطویل لاطائل [illegible] ویستقر بہ عین التاویل [illegible]
اور خبر دیکھنے کی برابر نہیں اور تامل کرنے کے بعد دونوں آنکھیں اس کتاب سے ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر اپنے دیباچہ کتاب میں تعریف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے
صدق اور کذب کی مگر جب اسکو مطالعہ ہوگا اس کتاب کا تو میرے نزدیک [illegible] فخذ ما نظرت
من حسن [illegible] ودع ما سمعت عن الحسن یعنی لے اسکو جو تو دیکھ چکا [illegible] بعضوں کو اور اسکو [illegible] تو بصوتی وسلمی کی حکایت سنی ہے
ہم سلمہ معشوقہ کا نام ہے یعنی [illegible] کی طرف التفات نہ کر حسن معنوی اس کتاب [illegible] خذ ما نظرت ودع شیئا سمعت بہ فی طلعۃ الشمس ما یغنیک
عن زحل [illegible] دیکھا اور چھوڑ اسکو جو تو نے سنا آفتاب کے طلوع ہونے میں وہ رونق ہے جو [illegible] زحل کی روشنی سے ہم زحل کم روشن ایک ستارہ ہے جسکو فارسی میں
کیوان اور ہندی میں سنیچر کہتے ہیں ھذا وقد صارت اغراض المصنفین اغراض سہام السنۃ الحساد [illegible] اسکو مقرر اہل تصانیف کی [illegible]
حسد کی زبانوں کے تیروں کی نشانہ ہوگئیں ہیں ونفائس تصانیفھم معرضۃ بایدی [illegible] فوائد [illegible] الکساد اور اہل تصانیف کے
عمدہ تصنیفات اہل حسد کے ہاتھوں میں پڑے ہیں انکے فوائد کو لوٹتے ہیں پھر انکو [illegible] کر کے پھینکتے ہیں ع اخا العلم لا تعجل بعیب مصنف ولم
تتیقن زلۃ منہ تعرف وصاحب علم شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی میں حالانکہ [illegible] خطا کا یقین نہیں ہوا جان بوجھکر ع فکم افسد الراوی
کلاما بعقلہ وکم حرف الاقوال قوم وصحفوا بہت بگاڑا ہے روایت کرنیوالے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولونکی تحریف کی ہے ایک قوم نے اور تصحیف
کی ہے ہم تحریف عبارت ہے تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو [illegible] یعنی تاویل [illegible] غیر مراد کا ارادہ
کرنا اور تصحیف عبارت ہے خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے میں چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب افساد راوی اور خطا [illegible] تو مصنف کی خطا یقین نہیں ہو سکتا الا جو
دیگر تو عیب گوئی میں عالم کو عجلت مناسب نہیں ہے وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا وجاء بشیء لم یردہ المصنف اور بہت کاتبوں نے معنے کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے
جسکا مصنف نے ارادہ نہیں کیا وما کان قصدی من ھذا ان یدرج ذکری بین المحررین من المصنفین والمؤلفین بل النصح [illegible] وحفظ الفروع الصحیحۃ
مع رجاء الغفران ودعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا قصد نہ تھا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل تحریر میں کہ مصنفین اور مؤلفین ہیں بلکہ مقصود [illegible] کی مشق کرنا اور محفوظ
رکھنا صحیح مسائل کا بتوقع بخشش ربانی اور دعائے برادران دینی وما علی من اعراض الحاسدین عنہ حال حیاتی فسیتلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالی
بعد وفاتی اور مجھکو کچھ رنج نہیں حاسدونکی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی میں کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرلینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کہا شاعر
ع تری الفتی ینکر فضل الفتی لوما وخبثا فاذا ما ذھب لج بہ الحرص علی نکتۃ یکتبھا عنہ بماء الذھب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے دیکھتا
تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہے کم ظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جب کہ وہ جاتا رہا یعنی مر گیا بیقرار کرتی ہے اسکو حرص کسی نکتہ پر کہ لکھتا ہے اسکو
کامل محسود کے کلام کو سونے کے پانی سے فہاک مؤلفا مھذبا بالمہمات ھذا الفن مظھرا للدقائق استعملت الفکر فیہا اذا ما اللیل جن مختصرا
ارجح الاقوال واوجز العبارۃ معتمدا فی دفع الایراد الطف الاشارۃ سوای مخاطب کے اس فن کے آراستہ مجموعی کو جو ظاہر کرنیوالا ہے ان باریکیوں کو جنمیں
میں نے اپنی فکر کو استعمال کیا جب کہ رات چھائی تھی ارجح تر اقوال و مختصر عبارت کے تلاش کرتا دفع کرنے اعتراض میں لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا [illegible] فی حلیتہ

اور دلیل نخسب من لا اطلاع له ولا فهم عد ذلک عن السبیل یعنی کبھی تو مین نے مسئلہ متن میں مخالفت کی تاویل مین جسکو مطلع نہین اور فہم اسنے گمان کیا راہ سے بہکنا یعنے
ناواقفی سے میرے مخالفت کو گمراہی سمجھا اور بما غیرت تبعا لما شرح علیه المصنف کلمة او حرفا وما دریٰ ان ذلک لنکتة تدق عن نظره وتخفی
اور کاہ مین نے مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہ بدلنا اُس نکتہ باریک کے سبب ہے جو اسکی نظر سے باریک
اور پوشیدہ ہے وقد انشدنی شیخی الحبر السامی والبحر الطامی واحد زمانه وحسنة اوانه شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی اطال الله تعالیٰ بقاءه
اور البتہ اشعار آئندہ سنائے مجھکو میرے استاد علامہ بلند مرتبہ دریا ئے بالب از رفا نیکیے یکتا اور اپنے وقت کے خوب یعنی شیخ الاسلام شیخ خیر الدین رملی نے کہ الله تعالیٰ انکی
عمر کو دراز کرے رملہ شہر فلسطین مین ہین انکا انتقال ہوا انکی تصانیف عمدہ بہت ہین از انجملہ فتاوی خیریہ ہے قل لمن لم یر المعاصر شیئا + ویری
للاوائل التقدیما + ان ذاک القدیم کان حدیثا + وسیبقی هذا الحدیث قدیما + کہہ اُس شخص سے جو معاصر کو کچھ نہین سمجھتا اور اگلے لوگونکو پچھلون پر تقدم
سمجھتا ہے کہ مقرر وہ پرانا بھی اپنے وقت مین نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہریگا ھم فی الواقع معاصرت ایسی ہے کہ کامل الوجود ہو لوگون کی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے تب
معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہے چنانچہ صاحب در المختار اپنے معاصرین حاسدین سے کسقدر تنگ ہوا اور اس زمانہ مین عرب اور عجم مین در المختار اچھی ہے اور کا متداول علماء کبار ہے
ط ان المقصود والمراد ما انشد لی شیخی وبرکتی وولی نعمتی راس المحققین والنقاد محمد افندی المحاسنی وقد اجاد علاوہ برین اس
شرح کے لکھنے سے مقصود اور مراد وہ مضمون ہے جو شعر مین پڑھ کر سنایا ہے میرے استاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے
اور البتہ بہت خوب کہا ہے ھم محاسنی نسبت ہے محاسن کیطرف یعنی خوبیان الااور افندی کا لفظ بمعنے بزرگ استعمال ہے کذا فی الطحطاوی ع نحل فی الدنیا مراد
ومقصد + وان مرادی صحة وفراغ + لابلغ فی علم الشریعة مبلغا + یکون به لی فی الجنان بلاغ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہے اور البتہ میرا مقصد صحت
اور فارغ البالی ہے تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو ع ففی مثل هذا فلینافس اولوا النهی + وحسبی
من الدنیا الغرورة بلاغ + تو ایسے قصد عظیم الشان مین چاہیئے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہے مجھکو غدار دنیا سے بلاغ یعنے قدر کفایت کھانا دنیا سے
قلیل کافی ہے تو کوشش کرنا چاہیئے آسمین جس سے نعیم مولا پر سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ع فما الفوز الا فی نعیم مؤبد + به العیش رغد والشراب
یساغ + سو نہین ہے چھٹکارا مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہے اور حلق مین شربت خوشگوار ہے مقدمة اہل تصانیف کی عادت ہے
کہ قبل از شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حق علی من حاول علما ان یتصوره بحده
او رسمه ویعرف موضوعه وغایته واستمداده جو شخص کسی علم کے شروع کرنیکا قصد کرے اسپر حق اور لازم ہے کہ اُس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے
اور اُسکے موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے ھم حد اُس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم
وہ ہے جسمین تعریف بعرض لازم ہو جیسا کہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین اُنمین سے شارح نے چار کو ذکر کیا تعریف علم
اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چھ امور یہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو ان چیزون کو خود شارح نے
بیان کیا بلکہ فضیلت کو بھی باقی کا بیان یون ہے کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رضی الله عنہ ہین اور نام علم کا فقہ ہے اور شارع کا حکم یہ ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے
واجب ہے اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہے جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہے اور احکام خمسہ اسکی خبر ہے چنانچہ یہ فعل واجب ہے یا حرام مثلا اور فضیلت
علم فقہ کی یہ ہے کہ سوا علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علمون سے فقہ کا علم افضل ہے اور نسبت یہ ہے کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہے جیسے عقائد
اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی پھر فالفقه لغة العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعة تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہے شی کا پھر عرف مین
فقہ مخصوص بعلم شریعت ہے وفقه بالکسر فقها علم او فقه بکسر قاف صیغہ ماضی کا بمعنے علم ہے یعنے دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول سکون ثانی اسکا مصدر ہے بمعنی علم و فہم

وَفِقْه بِالضَّمِّ فَقَاهَةً صَارَ فَقِيهًا اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جب آدمی فقیہ ہوجائے خلاصہ یہ ہو کہ فقہ لغوی کا ماضی بکسر القاف ہی اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحر الرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسر بھی نقل کیا ہی وَاصْطِلَاحًا عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْفَرْعِيَّةِ الْمُكْتَسَبِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے ۔ احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین اُنکو احکام اصلی کہتے ہین شارح نے احکام شرعی کی قید اسلئے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسّی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اُسکا علم کہ عالم حادث ہی اور آگ جلانے والی ہی اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہیئے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہین ۱۲ ۔ تعریف سے معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہی یا مانند اسکے اسواسطے کہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وَعِنْدَ الْفُقَهَاءِ حِفْظُ الْفُرُوعِ وَأَقَلُّهُ ثَلَاثٌ اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ جسکا مسائل کا یہ ہی کہ تین مسئلے یاد ہون ھم ماتن اور شارح نے کتاب الوصیت مین کہا کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلون کو اُنکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو اسسے تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وَعِنْدَ أَهْلِ الْحَقِيقَةِ الْجَمْعُ بَيْنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سے ھم حقیقت مغز ہی شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہی اور جو حقیقت کو شریعت سے جدا بتاتا ہو اُسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہی ؎ عین حقیقت بشریعت درست ✽ پشت اگر عین نباشد شریعت ہر کہ تنگ از شرع فرا تر زدہ ✽ اللہ و یارب ہمہ زد عربدہ ✽ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست و شریعت کشتی از دریا بجز بکشتی توان گذشت بلکہ جناب مجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عاملین کے کلام سے شریعت اور حقیقت کا اتحاد بالالتزام ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہین لِقَوْلِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ إِنَّمَا الْفَقِيهُ الْمُعْرِضُ عَنِ الدُّنْيَا الزَّاهِدُ فِي الْآخِرَةِ الْبَصِيرُ بِعُيُوبِ نَفْسِهِ بدلیل قول خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے کہ فقیہ نہین ہی مگر رو گردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت مین اپنے عیوب نفس کا دانا نام یعنی عارف نفس کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطے ہوتی ہی نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کیواسطے نہین بلکہ پروردگار کی دیدار کے لیے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہی ؎ لَيْسَ قَصْدِي مِنَ الْجِنَانِ نَعِيمًا ✽ غَيْرَ أَنِّي أُرِيدُهَا لِأَرَاكَ ✽ کذا فی الطحطاوی وَمَوْضُوعُهُ فِعْلُ الْمُكَلَّفِ ثُبُوتًا أَوْ سَلْبًا اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہی ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ھم موضوع اُسکو کہتے ہین جسکے عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہی چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا یعنے اول سے آخر تک اسکے حالات کی گفتگو ہی اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہی ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنیمین ولی مخاطب ہی نہ صغیر اور مجنون وَاسْتِمْدَادُهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْقِيَاسِ اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہی ھم یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہین دریافت کرنا چاہیئے کہ قبل از اسلام کی شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہی اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہی تقریر اُسے عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اُسکو جائز رکھا اُسپر انکار نکیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد ان لوگون کا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے لائق ہی چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہی اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت اور اجماع سے مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہی قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض کی حرمت پر جو ثابت ہی

قولہ تعالی قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض اور علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ میں اذی ہے اور قیاس [illegible] حرام ہونا جیسے کہ ایک پیمانہ گیہون کا بیچنے
دو پیمانہ گیہوں کے بقیاس حرمت گیہوں کے ایک پیمانہ کے دو پیمانہ کے [illegible] سے جو ثابت ہے اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا اور علت مشترکہ
یہاں اتحاد جنس اور مقدار ہے اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ [illegible] نے زنا کی حرمت کو قیاس کیا ہے اور کنیز موطوءہ کی
حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اسمین کوئی نص نہیں ہے کتاب و سنت سے [illegible]
یعنے خوشہ اصول میں بلا اشتراط وطی کے نص [illegible] تعریف وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی سعادت دارین
کی ظفریابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فضیلت تو بہت مشہور ہے جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی شخص پر مقرر اللہ تعالی اور اسکے فرشتے اور اہل سموات و ارض یہانتک کہ چیونٹی اپنے
سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں بھلائی چاہتے ہیں انکے لئے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت ہے ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہ ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر
سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابوں میں بغیر سماع یعنی فقہ کی کتابوں کو مطالعہ کرنا بدون
اسکے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے یعنے
زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہے اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہے وجہ افضلیت کی یہ ہے کہ
اسوقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہے اور قرآن کا تعلم سنت ہے اور فرض افضل ہے سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہیں اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے یا افضلیت کی یہ وجہ
ہے کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہے اسواسطے کہ شرائع کا حدوث ہوتا ہے فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہے اور سورہ فاتحہ
اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لا بد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضرور ہے اگرچہ بعض فرض کفایہ کے طور پر حاصل ہو جمیع انواع
خواہ آدمیوں کو ضرور ہے سو طہارت اور نماز اور روزے کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہے اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اسپر فرض
ہے جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہے تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اسپر فرض ہے وعلی ہذا القیاس نکاح کرنے والا اور طلاق دینے والا وفی الملتقط وغیرہ عن محمد
لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان اخر امرہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان اخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان
اخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعرگوئی اور نحو دانی میں
مشہور ہو اسلئے کہ اسکا انجام گداگری ہے اور لڑکونکو پڑھانا اور نہ حساب دانی میں مشہور ہو کہ اسکا انجام پیمائش ہے اراضی کی اور نہ تفسیر دانی میں مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا انجام
وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہ ہے کہ اسکا علم ثابت ہو حلال و حرام میں اور انمیں جس سے چارہ نہیں ہم گداگری کو شعرگوئی کا انجام اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیائے فانی کے
طلب کیواسطے جو مدح کے لائق نہیں انکی مدح کرتے ہیں اور [illegible] ہجو کرتے ہیں اسکی ہجو [illegible] اور انکے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش میں
سرگردانی سے برباد ہوتے ہیں کما قیل اذا ما اعتز ذو علم بعلم فعلم الفقہ اولی باعتزاز فکم طیب یفوح ولا کمسک وکم طیر یطیر ولا کباز
چنانچہ کسی نے کہا ہے کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم [illegible] بہت خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں ہوتیں مشک کے مانند اور
بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور نہیں اڑتیں باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبو سے اور باز اور پرندوں سے وقد سماہ اللہ تعالی
بالحکمۃ بقولہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسرہا [illegible] بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور اللہ
تعالی نے فقہ کی [illegible] اسکا نام حکمت رکھا ہے اپنے اس قول میں ومن یؤت الحکمۃ [illegible] بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے

حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہے جو فقہ کا علم ہے دمن هنا قیل ؎ وخیر علوم علم فقہ لانہ ٭ یکون الی کل المعالی توسلا ٭ فان فقیھا واحدا متورعا ٭ علی الف ذی زھد تفضل واعتلی ٭ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے نظم میں اور سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدوں سے بزرگ و رعالیقدر ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ فقیہ اُن زاہدوں سے افضل ہے جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں دھما ماخوذان مما قیل للامام محمد ؎ تفقہ فان الفقہ افضل قائد ٭ الی البر والتقوی واعدل قاصد ٭ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ٭ فان فقیھا واحدا متورعا ٭ اشد علی الشیطان من الف عابد ٭ اور وہ دونوں شعر جو گذر گئیں ماخوذ ہیں اس نظم آیندہ سے جو امام محمد کیطرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کو سیکھ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کیطرف اور معتدل تر قریب مقصد ہے یعنی اعدل طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کرنیوالا زیادتی کا فقہ سے اور تیر اکر فوائد کے دریاؤں میں اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ھ نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ ؎ ما الفضل الا لاھل العلم انھم ٭ علی الھدی لمن استھدی ادلاء ٭ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہے کہ بزرگی نہیں مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہنما ہیں وقدر کل امرء ما کان یحسنہ ٭ والجاھلون لاھل العلم اعداء ٭ اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ھ تو صانع کی قدر اسکے حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جسنے علوم آداب خوب سیکھے تو اسکی قدر انھیں کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے اور الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ففز بعلم ولا تجھل بہ ابدا ٭ الناس موتی واھل العلم احیاء ٭ ہوشیار ہوگا اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نہ رہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی مردے ہیں اور علم والے زندے ہیں ھ یعنی جاہل مردوں کے مانند ہیں لائق شمار کے نہیں اور اُنسے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی اُنکی زندگی سے اُنکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیوں نہو کہ وہ وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو مبداء فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے از انجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانیوالا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کھانے والا حقتعالی کو ناپسند ہے اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنے کھانے میں غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانے والے کو دوسرے کا کھلانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہے اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کے اور ترا دھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور زندہ جوں زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ مذاکرہ رکھنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس مویز منقے کا نہار منھ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم کرنا چاہئے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اُس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جب تک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہیں پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی نے نصیب نہیں رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رض نے فرمایا کہ میں اُسکا غلام ہوں جسنے مجھکو ایک حرف بتایا چاہے بیچ ڈالے مجھکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہے تو بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اس امر میں اور کہا کہ میں نے اُسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اُسکو علم اور ادب سکھلائیے آپنے اُس سے یوں کیوں نفرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپکا پانوں دھووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ

شرعی کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نکرتے تھے وجہ
اسکی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کیطرف پاؤں نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم ایک
یہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رح نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر مر گیا
تو تجھکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو جیتا رہیگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہم سبق بھائیونکی تعظیم ہے اور
چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم میں مذموم نہیں اسواسطے کہ استاد اور ہم سبقونکی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ انسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وقد قیل العلم
وسیلۃ الی کل فضیلۃ اور کہا گیا ہے یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک
علم بلند رتبہ کرتا ہے غلام کو بادشاہونکی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہونکا ہم صحبت و جلیس ہو جاتا ہے لولا العلماء لهلک
الحکام اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک و تباہ ہو جاتے وجہ اسکی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہیں تو اگر فصل خصومات میں علماء دین کیطرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور
عذاب آخرت میں گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہیں امیرونکے پاس جانا آنا دنیاے فانی کے حاصل کرنیکے واسطے عالم کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ مقسوم پر راضی
رہے ہمت کو عالی رکھے لوگونکے مال میں طمع نکرے زمانہ سابق میں دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال میں طمع کی مجال باقی نرہے اور
جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہیں رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنیاتا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں انس رض سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی
علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچینگے اپنے زمانہ کے امیروں سے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت میں نفع نہ بخشے اور مروی ہے کہ بدتر علماء وہ ہیں جو
امیرونکے پاس جاتے ہیں اور بہتر امیر وہ ہیں جو عالمونکے دروازونپر آتے ہیں اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیونمیں سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ ہو جاتے ہیں اور جب بگڑے تو
سب لوگ بگڑ جاتے ہیں علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطا انما العلم لا نہایۃ بہ ولایۃ لیس لہا عزل اور سوا اسکے نہیں ہے کہ علم صاحبان علم کیواسطے وہ منصب
دائمی ہے جسکی معزولی نہیں یعنی بادشاہ ہیں منصب کو نہیں چھین سکتا ان الامیر هو الذی یضحی امیرا عند عزله اذ زال سلطان الولایۃ فهو فی سلطان فضله
البتہ اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا ہے اپنے معزول ہونیکے بعد اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے کمال کی قوت میں بہت ہے واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وهو
بقدر ما یحتاج لدینه اور معلوم کر اے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنی ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین کیواسطے تعلیم
متعلم میں ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہیں بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال میں واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلا جسپر نماز روزہ فرض
ہوا اسپر صوم و صلوۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مالدار ہوا تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوا اگر ہر علم سوع فرض ہے یا بالجملہ جس
چیز کا شغل رکھتا ہو اسپر اسکا علم فرض ہے تاکہ اسمیں ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب بقدر واجب ہے اور واجب ابہ کذا فی الطحطاوی ملخصا وفرض کفایۃ
اور علم سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر میں سب کیطرف سے کفایت کرتا ہے وهو ما زاد علیه لنفع غیره
اور فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنی ناواقفونکے بتانے کو تاکہ وہ لوگ جہالت اور محرمات سے بچیں تو ایک عالم ہر نواحی میں ضرور ہے کہ عوام
مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہیں تو عوام ضائع ہونگے ومندوبا وهو التبحر فی الفقه وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور بہتایت کا حاصل
کرنا ہے فقہ میں اور دلکے علم میں یعنی علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنے جس علم سے انواع فضائل و انکے حاصل کرنیکی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور انسے بچنے کی کیفیت دریافت ہو
اور تعلیم متعلم میں ہے اسیطرح فرض ہے علم احوال قلوب جیسے توکل و انابت اور خوف الہی و رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ سب احوال میں واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی نہیں ہے
اسیطرح اخلاق میں جیسے جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہے اور اس سے بچنا بغیر اسکے علم اور اسکی
ضد کے ممکن نہیں ہے تو علم قلب پر عطف ہے نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہے کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اسمیں تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہرایا نہ فرض وَحَرَامٌ وَهُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَةِ وَالشَّعْبَذَةِ وَالتَّنْجِيمِ وَالرَّمْلِ وَعُلُومُ الطَّبَائِعِيِّينَ وَالسِّحْرِ وَالْكِهَانَةِ
اور علم سیکھنا حرام ہوتا ہے اور وہ حرام علم یونانیوں کی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری میں بھان متی کے مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے
علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہیں یونانی حکمت سو اسواسطے حرام ہوئی کہ اسمیں عالم کا قدیم ہونا وغیرہ ذلک مِنَ الْمُكَفِّرَاتِ وَالْمُحَرَّمَاتِ داخل ہیں اور علم نجوم میں
اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہیں یا تعلیم متعلم میں ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اسکا سیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہیں اسلیئے کہ قضا و
قدر سے بچنا غیر ممکن ہے تو مسلم کو چاہیئے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع میں مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ دعا ہی محروم الاجابت
نہیں ہوتا پھر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہونچیگی لیکن دعا کی وجہ سے حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت
یہ ہے کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آئندہ بتائیں اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہیں سو غلط ہے اسکی کچھ اصل نہیں شارح نے
علم طب کو بیان نہیں کیا لیکن تعلیم متعلم میں یوں مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب میں سے ایک یہ بھی سبب ہے تو اسکا سیکھنا جائز ہے باقی اسباب
کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْيَانِ یعنی علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب کے
بدن کیواسطے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَلِيَتَعَاطَوْا وَدَخَلَ فِي الْفَلْسَفَةِ الْمَنْطِقُ اور حکمت یونانی میں منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے ہم حموی محشی اشباہ نے کہا یعنی فاضلوں
کہا کہ میں نے اپنے مذہب کے علما کی کتابوں میں تحریم منطق کا قول نہیں دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اسکا نقل کرنا مناسب تھا ہاں شافعی مذہب کی کتابوں میں اسکی بہت
تصریح ہے اور تفتیح حکم کو اگرچہ حرمت قرار دیجئے تو بعید نہیں اور یہ بھی ہے جو منطق سے اشتغال رکھتا ہے وہ غالبا فلسفہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے تو منع کرنا
از قبیل سد ذرائع کے ٹھہرا اور الا منطق میں وہ چیزیں ہیں جو شرع کے مخالف ہوا اور بعضے فاضلوں نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے نہ اہل اسلام
کی منطق اصلوبیکہ انمیں قواعد اسلام کے مخالف کوئی چیز نہیں اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہیں اسکے علم پر اعتماد نہیں اور
بوعلی سینا نے منطق کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ
عِلْمُ الْحُرُوفِ وَالْمُوسِيقِي اور حرام کی قسم سے حروف اور راگ کا علم ہے ہم شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کیطرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت میں کچھ کلام
نہیں کیونکہ اسمیں عمر اور مال دونوں برباد ہوجاتے ہیں یا مراد حرف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو اور فاق اور استخدام غیر کے
سے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ میں کہتا ہوں کہ ظاہرا علم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اس سے وقائع آئندہ کا استخراج کرتے ہیں نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام
الغیوب ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَمَكْرُوهٌ وَهُوَ اَشْعَارُ الْمُوَلَّدِيْنَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَةِ اور ہوتا ہے مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعروں کی جو عرب میں بعد اسلام کے
پیدا ہوئے ہیں مولد وہ لوگ ہیں جو عرب میں پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہیں چنانچہ ابونواس وغیرہ قاموس میں ہے کہ مغازلہ نسا عبارت ہے عورتوں کے ساتھ
بات چیت کرنے سے وَمُبَاحٌ كَاَشْعَارِهِمُ الَّتِيْ لَا سُخْفَ فِيْهَا كَذَا فِيْ فَوَائِدَ شَتّٰى مِنَ الْاَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ اور ہوتا ہے علم مباح یعنی اسکا فعل اور ترک برابر ہے
چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمیں نامعقول مضمون نہیں اسیطرح مذکور ہے اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی میں ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار میں کثرت
مضامین سخیفہ واہیہ ہوتے ہیں برخلاف عرب خالص کے ابن عباس تو اشعار عرب کی طرف لغات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا
فی الطحطاوی ثُمَّ نَقَلَ فِيْ مَسْئَلَةِ الرُّبَاعِيَّاتِ مُحَصِّلُهُ اَنَّ الْفِقْهَ هُوَ ثَمَرَةُ الْحَدِيْثِ پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات میں کلام طویل نقل کیا اور
اسکا خلاصہ یہ ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے وَلَيْسَ ثَوَابُ الْفَقِيْهِ اَقَلَّ مِنْ ثَوَابِ الْمُحَدِّثِ اور نہیں ہے فقہ کا ثواب محدث کے ثواب سے
کمتر وَفِيْهَا كُلُّ اِنْسَانٍ غَيْرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ وَبِهِ لِاَنَّ اِرَادَتَهُ تَعَالٰى غَيْبٌ اِلَّا الْفُقَهَاءَ فَاِنَّهُمْ عَلِمُوْا اِرَادَتَهُ تَعَالٰى بِهِمْ بِحَدِيْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ
مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیا علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ دارین میں

اسواسطیکہ حقتعالی کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اسکو جانتے ہین اسواسطیکہ وہ جان گئے ہین حقتعالی کے ارادے کو جو انکے ساتھ ہی رسول صادق مصدق کی اس حدیث کی دلیل
سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اسکو دین مین فقیہ کرتا ہے یعنے فہم دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہی ھم غور کرنا چاہئے کہ فقیہ سے مراد وہی ہی جو مصطلح فقہا ہی یہان تک
کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیین کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہی اور ظاہر مراد وہی ہی جو فقہ مین مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو مین
کہتا ہون یہ استدلال اسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع مین فقہ کا اطلاق فقط انہی تینون مین متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطیکہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہی
یہان تک کہ غزالی نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وَفِيهَا كُلُّ شَيْءٍ يُسْأَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْعِلْمَ لِأَنَّهُ طَلَبَ مِنْ نَبِيِّهِ
أَنْ يَطْلُبَ الزِّيَادَةَ مِنْهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا فَكَيْفَ يُسْأَلُ عَنْهُ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطیکہ
حقتعالی نے اپنے نبی کریمؐ سے یہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنے او کہہ اے میرے پروردگار مجھکو
زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے ھم یہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطیکہ ہر ادنی ہر علم ہو یا سوا اسکے شرع مین مطلوب الزیادہ ہی علامہ ابوسعود نے
کہا اس استدلال مین اعتراض ہی اسواسطیکہ حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہان تک کہ اس سے چار چیزونکا سوال ہوگا اسکی
عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنے
بوجہ حلال یا حرام اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنے علم کے موافق عمل کیا یا نہین وتمام البیان فی الطحطاوی وَفِيهَا إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا
وَمَذْهَبِ مُخَالِفِنَا قُلْنَا وُجُوبًا مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ اور اشباہ کے فوائد مین نسفی سے منقول کہ
جب ہمسے سوال کیا جاوے ہمارے مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم اس
سوال کے جواب مین کہینگے وجوبًا یعنے ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہی یعنے حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہی خطا کا یعنے چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا
مذہب خطا ہی محتمل ہی صواب کا ھم یہ جواب ہوا اسواسطے متعین ہوا کہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہئے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعًا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی
یقین کیا جاوے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نکرے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی لہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین
کرلینا جائز نہوا اختلاف مقام ہے کہ یہ کلام نظر مجتہد ہی یعنے جسطرف ہمارے امام اعظم رحم گئے ہین وہ انکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطا اسواسطیکہ مجتہد مصیب ہی اور
کبھی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدونکے جائز نا ہم حق پر ہین اجتہاد مین مصیب مین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اسکے
مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کیطرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہ ضرور نہین کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہی کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین
ہوتی مگر [illegible] تقلید [illegible] کی ضرورت یہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام کی
تقلید فقط [illegible] کرتا ہ اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کا بھی مکلف ہی نہین تو [illegible] تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب ہی کہ یہ لازم
نہین آتا [illegible] التقلید کے عدم صحت کا معتقد ہوا او ہم یہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہر صواب ہی کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالی (فَاسْأَلُوا
أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) یعنے [illegible] قول مجتہد جو [illegible] اس آیہ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا
تخطیہ کرے یعنی [illegible] ہمارے استاد نے ابن ملا فروخ مکی حنفی کے قول سے کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود وَإِذَا سُئِلْنَا
عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا قُلْنَا وُجُوبًا الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنے اہل سنت کے
عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ و خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہی تو ہم جوابمین وجوبًا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین
جن پر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جن پر ہمارے مخالفین ہین وَفِيهَا الْعُلُومُ ثَلَاثَةٌ عِلْمٌ نَضِجَ وَمَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ النَّحْوِ وَالْأُصُولِ اور اشباہ کے

فوائد مین ہی کہ علوم تین قسم مین ایک وہ علم ہی کہ پختہ ہوگیا اور محترق نہین ہوا یعنے کمال کو نہین پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہی ہم نضج علم سے مراد یہ ہی کہ قواعد
اسکے مقرر ہوگئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوچکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل دلائل اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا
پہونچنا اور تفسیر سے مراد کی نہین تو احتراق مفسد اشباہ ہی کذافی الحموی پس تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدوّن ہوگئے لیکن انکے فروع مستنبطہ ہنوز کمال کو نہین
پہونچے بلکہ انکے امام آپس مین مختلف ہین اور یہ ظاہر ہی اس شخص پر جو اصول و نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہی کذافی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ
الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيْرِ اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہوا اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہی ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع
حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کیطرف راجع ہی تو اسکی کچھ نہایت نہین کیونکہ آدمی آپس مین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہی
کہ موضوع علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیرہ ذلک کے جسکا کوئی محیط نہین ہو سکتا سوا علام الغیوب کے سو اسکی نہایت
کس طرح ہوسکے انتہی ملخصا وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہی
ہم علم حدیث نہایت مرتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور انکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ
اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کردیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثونکے حافظ ہوئے اور صحابۂ کرام مین جو راوی تھے انکو حصر کردیا اور مراد اور احکام
احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہی کہ
مجتہدین رح نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کئے اور انپر جزئیات متفرع کئے اور خلائق کے حوادث باوجود انکے اختلاف مواقع کے
بعینہا لکھدئیے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے ان امور مین تکلم کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران
ہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کمیاب اگرچہ منصوص بھی ہوتا ہی لیکن ناظر اسکے محل سے قاصر ہی فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین ملتا ہی خواہ بمفہوم
خواہ بمنطوق کذافی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکرگذاری سے آپکو عاجز جانین اللّٰھم فارحم
المجتہدین فقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ
اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَعَجَنَهُ اَبُوْ يُوْسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَاْكُلُوْنَ اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو ماندا یعنے اناج جدا کیا بھوسے سے اور ابوحنیفہ رح نے اسکو پیسا
اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح نے اسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہین ہم ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہین ابوحنیفہ رح کے اور ابوحنیفہ
شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود رض صحابی کے تو خلاصہ یہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا
اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہان تک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو
بیان کردیا اور حوادث انکے وقت مین بکثرت ہوئے تو انھون نے فقہ کو مدوّن کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہئے کہ فقہ مذکور سے
وہ فقہ مراد ہی جو ابوحنیفہ رح کے طریق سے مروی ہی اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہی نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہی امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہی شافعی
سے اور یہ مطلب نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود رض اور ابوحنیفہ رض نے وَقَدْ نَظَمَ بَعْضُهُمْ فَقَالَ ؎ اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةُ ✦ حَصَّادُهُ ثُمَّ اِبْرَاهِيْمُ دَوَّاسُ
نُعْمَانُ طَاحِنُهُ يَعْقُوْبُ عَاجِنُهُ ✦ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْاٰكِلُ النَّاسُ اور البتہ بعضے علما نے اسکو نظم کیا ہی کچھ بلکر یون کہا ہی کہ فقہ کو ابن مسعود رض نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا ہی پھر ابراہیم
مانندے والا ہی نعمان یعنی ابوحنیفہ رض اسکا پیسنے والا ہی اور یعقوب یعنی ابو یوسف رح اسکا گوندھنے والا ہی اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہین وَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُهُ
بِتَصَانِيْفِهِ كَالْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوْطِ وَالزِّيَادَاتِ وَالنَّوَادِرِ حَتّٰى قِيْلَ اِنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعِيْنَ كِتَابًا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہوگیا

انکی تصنیفات سے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہان تک کہ کہا گیا ہی کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نوسو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین
ہم جامع صغیر مین محمد روایت کرتے ہین ابو یوسف سے اور وہ امام اعظم سے اور جامع کبیر مین محمد روایت کرتے ہین امام سے بلا واسطہ ومن تلامذتہ الشافعی
رضی اللہ عنہ وتزوج بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی محمد بن حسن کے شاگرد ہین اور نکاح کیا تھا
شافعی کی مان سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا اسی سبب سے شافعی فقیہ ہو گئے ہم کہتے ہین ظاہر اول ہی حلبی نے کہا ان یون کہنا صحیح ہی کہ محمد کی کتابون
سے شافعی کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جنسے انکو قبل اسکے آگاہی نتھی اسواسطے کہ محمد سے کثرت سے استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد
سے ملنے سے پہلے بھی فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہی جو اصول فروع مین کسی کا تابع
نہو چنانچہ چارون امام اور مجتہد مقید وہ ہی جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد
الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور مقرر انصاف کیا ہی شافعی نے جہان
یون کہا ہی کہ جو شخص فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اسکو چاہئے کہ ابو حنیفہ کے شاگردونکا ساتھ پکڑے اسواسطے کہ معانی فقہ تو انکو آسان اور سہل ہو گئے ہین خدا کی
قسم ہی کہ مین فقیہ نہین ہو گیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ہم یعنے عزیز بصیرت فروع فقہیہ مین مجھکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی علی الدر المختار
وقال اسمعیل بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت
لہ فاین ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن کو
خواب مین دیکھا سو انسے کہا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنیکا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو نہ دیتا پھر مین نے
کہا تو ابو یوسف کہان ہین کہا کہ ہمسے وہ دو درجے اوپر ہین پھر مین نے کہا تو ابو حنیفہ کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالاتر مکان ہی سو یہ بلندی کی رتبہ
اضافی ہی یعنے بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلندتر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ
امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی چالیس برس ہم مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی
نماز پڑھکے لوگونکو تعلیم علم کیا کئے یہان تک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسیطرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین
گئے سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہی مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگونکی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین
قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جا کر کپڑے پہنکر نماز
کیواسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی ویسا ہی کیا صبح
تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہان تک کہ انکا انتقال ہو یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ رح کی
مسجد ہی مین مر گئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ طاعت پر کس چیز نے تو قوی کر دیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے اسکے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف
اور وہ دعا مقدمہ حرز یمانیہ مین مذکور ہی جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے
سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھکو اسکی قرات پسند آئی سو اسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اسنے تہائی
قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہان تک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے
اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابو حنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہؒ قرآن کو رمضان میں ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمرو سے سُنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو میں نے حسنؒ بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انھوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں جھپکیں چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سُنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور انکو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وَحَجَّ خَمْسًا وَخَمْسِيْنَ حَجَّةً اور امام نے پچپن حج کئے وَرَأَى رَبَّهُ فِي الْمَنَامِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَلَهَا قِصَّةٌ مَشْهُورَةٌ اور اپنے پروردگار جلشانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے ہم حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یوں مذکور کیا ہے کہ امامؒ نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو بار دیکھونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اُسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امامؒ نے پھر میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُكَ کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سُبْحَانَ الْأَبَدِيِّ الْأَبَدِ سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَيْرِ عَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلَى مَاءٍ جَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَدًا سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدًا سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی الطحطاوی وَفِي حَجَّتِهِ الْأَخِيرَةِ اسْتَأْذَنَ حَجَبَةَ الْكَعْبَةِ بِالدُّخُولِ لَيْلًا فَقَامَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى وَوَضَعَ الْيُسْرَى عَلَى ظَهْرِهَا حَتَّى خَتَمَ نِصْفَ الْقُرْآنِ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِهَا حَتَّى خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا سَلَّمَ بَكَى وَنَاجَى رَبَّهُ وَقَالَ إِلٰهِي مَا عَبَدَكَ هٰذَا الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ حَقَّ عِبَادَتِكَ لٰكِنْ عَرَفَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ فَهَبْ نُقْصَانَ خِدْمَتِهِ لِكَمَالِ مَعْرِفَتِهِ فَهَتَفَ هَاتِفٌ مِنْ جَانِبِ الْبَيْتِ يَا أَبَا حَنِيْفَةَ قَدْ عَرَفْتَنَا حَقَّ الْمَعْرِفَةِ وَقَدْ خَدَمْتَنَا فَأَحْسَنْتَ الْخِدْمَةَ وَقَدْ غَفَرْنَا لَكَ وَلِمَنِ اتَّبَعَكَ مِمَّنْ كَانَ عَلَى مَذْهَبِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور امامؒ نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریفہ کے خادموں سے ایک رات داخل ہونیکی اجازت لی تو کھڑے ہوئے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پانوں پر اور بایاں پانوں داہنے کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ آدھا قرآن ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے بائیں پانوں پر اور داہنا پانوں اسکی پشت پر رکھا یہاں تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الٰہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابو حنیفہؒ تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اُن لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بار ایک پانوں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانوں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل کو کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانوں کا دوسرے پانوں کی پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پانوں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالیٰ کی اُن صفات کے بالیقین عارف تھے جو اُسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اُسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اُسکے حلال و حرام اور فرض اور واجب و سنت و مستحب پر بموافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل و کجروی سے بچے اور یہ مراد

نہیں ہے کہ جو کوئی میرا حنفی مذہب ہوں اُسکی مغفرت ہو جائے کذا فی الطحطاوی مختصراً وَقِیْلَ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ بِمَ بَلَغْتَ مَا بَلَغْتَ قَالَ مَا بَخِلْتُ بِالْاِفَادَۃِ وَمَا اسْتَنْکَفْتُ عَنِ الْاِسْتِفَادَۃِ اور امام ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ھم امام سے کسی نے ایک بار پوچھا کہ یہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گذاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنے خدا کا شکر ہے جس نے مجھکو اس فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت و شکر گذاری سے بڑھتا گیا یعنے اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وَقَالَ مِسْعَرُ بْنُ کِدَامٍ مَنْ جَعَلَ اَبَا حَنِیْفَۃَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ رَجَوْتُ اَنْ لَّا یَخَافَ اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ رحمہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی اُنکو وسیلہ کرے اور اُنکے مذہب پر چلے مین امید رکھتا ہوں کہ اُسکو کچھ خوف نہو وَقَالَ فِیْہِ حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْہَبُ النُّعْمَانِ اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہے مجھکو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو مین نے طیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابو حنیفہ رحمہ ھم مقدمۂ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابو یوسف کی طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونون بزرگ و مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وَعَنْہُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اٰدَمَ افْتَخَرَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اِسْمُہٗ نُعْمَانُ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین ہے نام اُسکا نعمان ہے اور کنیت اسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وَعَنْہُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ سَائِرَ الْاَنْبِیَاءِ یَفْتَخِرُوْنَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ کَذَا فِی التَّقْدِمَۃِ شَرْحِ مُقَدِّمَۃِ اَبِی اللَّیْثِ اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیا میرے سبب سے فخر کرتے ہین اور مین ابو حنیفہ رحمہ کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اُسکے ساتھ محبت رکھے تو مقرر اُسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اُسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اُسنے میرے ساتھ دشمنی رکھی اسیطرح یہ دونون حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ھم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابو حنیفہ رحمہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اُس زمانہ مین موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہوگیا تھا اور سنت مین کچھ فتور طاری تھا تو انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قَالَ فِی الضِّیَاءِ الْمَعْنَوِیِّ وَقَوْلُ ابْنِ الْجَوْزِیِّ اَنَّہٗ مَوْضُوْعٌ تَعَصُّبٌ لِاَنَّہٗ رُوِیَ بِطُرُقٍ مُّخْتَلِفَۃٍ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے ھم ضیاء معنوی مقدمۂ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ یہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اُسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ برین نیست کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وَرَوَی الْجُرْجَانِیُّ فِیْ مَنَاقِبِہٖ بِسَنَدِہٖ لِسَہْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ التُّسْتَرِیِّ اَنَّہٗ لَوْ کَانَ فِیْ اُمَّۃِ مُوْسٰی وَعِیْسٰی مِثْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لَمَا تَہَوَّدُوْا وَلَمَا تَنَصَّرُوْا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنے سند کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسوی اور عیسوی مین ابو حنیفہ رحمہ کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے وَمَنَاقِبُہٗ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰی اور امام اعظم کے مناقب و فضائل حصر کرنے سے زیادہ ترہین یعنی حصر نہین ہوسکتے ھم جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رحمہ کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنیکے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی رحمہ کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ قریش کو بُرا نہ کہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقۂ زمین کو علم سے بھردیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابو حنیفہ کی بشارت دی اس حدیث مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا

ف ایک نسخہ مین ... مسعر بن کدام ...

کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لَوْ کَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ اور صحیح مسلم میں یوں ہے لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت و فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہیٰ ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحییٰ حمانی سے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اُسنے مجھکو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھوں نے کہا کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا۔ اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری خبر یاوری نکرتا ابو حنیفہؒ اور سفیانؒ کے سبب سے تو میں بھی اور آدمیوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے حجر بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں داخل ہونے سے راضی ہو انھوں نے کہا کسیکی مجلس لوگوں کو ابو حنیفہؒ کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہیں اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا ۱۵۰ھ ہجری میں کہ ابو حنیفہؒ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا ای علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیانؒ اور ابو حنیفہؒ یکجا ہوں تو انکے آگے کون شخص فتویٰ دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک شے پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن داودؒ نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیوں کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہے اور خطیب نے محمد بن سعد کاتب سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابو حنیفہؒ کیواسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کیواسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سُنا کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمٰعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سُنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہمنے ابو حنیفہؒ کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو انہیں سے کسی کو ورع یعنے متقی تر ابو حنیفہؒ سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزار سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمان تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بھیجا یعنے تھانوں کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اُسکو بیچا اور مشتری سے اُسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابو حنیفہؒ کو حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم عبد اللہ بن مبارک و ابن جریج اور عبد اللہ بن داود و شداد بن حکیم اور یحییٰ بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں اُنکے اقوال مسندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابو حنیفہ کا ثابت ہے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لَوْ کَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ کا محل صحیح امام اعظم اور اُنکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں اُنسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وَصَنَّفَ فِیْہَا سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِیِّ مُجَلَّدَیْنِ کَبِیْرَیْنِ وَسَمَّاہُ الْاِنْتِصَارَ لِاِمَامِ اَئِمَّۃِ الْاَمْصَارِ اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کئے اور اُسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنے پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لئے انتقام لینا ہم امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہیں نے کھولدیا کما لایخفی علی العلماء وَصَنَّفَ غَیْرُہٗ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ اور اسکے سوا اور علمانے اُنکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہیں اور بعضے بسوط ولحاصل اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰی بَعْدَ الْقُرْاٰنِ اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک

امام ابوحنیفہ نعمان معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہین معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل انکے وجود کے ان احادیث مین جو مذکور ہوئین عنقریب
اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اُسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہی اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور
علماء مدینہ پر محمول کیا ہی بخلاف حدیث مذکور کے کہ اُسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سوائے ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین
اسواسطے کہ معجزہ وہ ہی جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وَحَسْبُكَ مِنْ مَنَاقِبِهِ اشْتِهَارُ مَذْهَبِهِ مَا قَالَ قَوْلًا إِلَّا أَخَذَ
بِهِ إِمَامٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْأَعْلَامِ اور امام کے مناقب سے تجھکو کفایت کرتا ہی اُنکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ
اعلام سے نہ لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہی اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الْحُكْمَ لِأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ
مِنْ زَمَنِهِ إِلَى هٰذِهِ الْأَيَّامِ إِلَى أَنْ يَحْكُمَ بِمَذْهَبِهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ اور البتہ حق تعالی نے ٹھہرایا ہی حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب
اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسے علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے ہم یعنے احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین
تا زمان شارح بلکہ ابتک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہی کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے
اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ تو وافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا
ہون کہ جماعت حنفیہ کیا ایسے الفاظ موہمہ بولتے ہین ہرگز لائق کہ ایسے امور سے منقبت نہین بنسبت قائل کی ثابت ہوتی ہی ذخائر و محمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا
کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسے اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین
اسکو خوب رد کیا ہی اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہی لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور منجملہ
دلائل استحالہ تقلید اُن حضرات کے یہ ہی کہ عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابوحنیفہ مجتہد ہین اور مجتہد کبھی مخطی و کبھی مصیب لہذا
انکے صاحبین نے اکثر مین ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہی تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہی کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت مخطی و مصیب ہی مطمح نظر
جاہلونکا فرط تعصب اور عناد سے کچھ نہین مگر ابوحنیفہ کی تفضیل اگرچہ بے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام مودی الی الکفر ہو اور ان جاہلون کو علم نہین امام اعظم رح کے
اُن فضائل جمیلہ حقہ کا جنمین علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہین ولہذا انھون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہی جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہین
بلکہ خود ابوحنیفہ رح راضی نہین اور اگر ابوحنیفہ ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اُنکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل
کیواسطے ایسے اقاویل کاذبہ کی حاجت نہین جنسے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ تو ای مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت
کو لازم کر کہ وہ پناہ ہی ہوا پرستی سے اور سپر ہی سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب و ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہی ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی
ملتقطاً ہم حاشیہ طحطاوی مین محدثین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس مین حاصل کیا
پھر تین سال مین ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انھون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوق مین بند کرکے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسی علیہ السلام
قرب قیامت کے نزول کرینگے تو انکی کتابونکو نکال کر اُنکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہی خوف تطویل سے
اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست وَهٰذَا
يَدُلُّ عَلَى أَمْرٍ عَظِيمٍ اخْتُصَّ بِهِ مِنْ بَيْنِ سَائِرِ الْعُلَمَاءِ الْعِظَامِ اور یہ یعنی وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہی جو مخصوص بامام ہی باقی
علماء عظام کے مابین سے كَيْفَ لَا وَهُوَ كَالصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَهُ أَجْرُهُ وَأَجْرُ مَنْ دَوَّنَ الْفِقْهَ وَأَلَّفَهُ وَفَرَّعَ أَحْكَامَهُ عَلَى أُصُولِهِ
الْعِظَامِ إِلَى يَوْمِ الْحَشْرِ وَالْقِيَامِ امام بین العلماء کیونکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہی اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہی اور

اُس شخص کے برابر ثواب ہے جسنے فقہ کو مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک حصر دون مین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو اُنکو اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر اُنکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا مرقوم ۱۲ اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اُسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول تدوین فقہ اور تخریج فروع کی راہ نکالی تو اُنکو اُسکا ثواب ملیگا اور باقی مجتہدونکے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا جمع کرنا ۱۲ اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر اُنکے بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اس باب مین ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی تصنیف نہین کی اُنکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہوجائے تو تدوین مستحسن جانی یاد کی خرابی ۱۲ پھر تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر صلوٰۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وَقَدِ اتَّبَعَهُ عَلٰى مَذْهَبِهٖ كَثِيْرٌ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَةِ وَرَكَضَ فِيْ مَيْدَانِ الْمُشَاهَدَةِ كَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ وَشَقِيْقِ الْبَلْخِيِّ وَمَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَاَبِيْ يَزِيْدَ الْبَسْطَامِيِّ وَفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَدَاؤُدَ الطَّائِيِّ وَاَبِيْ حَامِدٍ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَيُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِيْ بَكْرٍ الْوَرَّاقِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ لَا يُحْصٰى لَهٗ عَدَدٌ اَنْ يُسْتَقْصٰى اسطرح ممتاز ہوا اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے آئے ہین اکثر اولیائے کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بصفات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور انکے سوائے جنکا شمار نہایت مشکل ہے نہیں فَلَوْ وَجَدُوْا فِيْهِ شُبْهَةً مَا اتَّبَعُوْهُ وَلَا اقْتَدَوْا بِهٖ وَلَا وَافَقُوْهُ سو اگر یہ اولیاء کاملین امام مین کچھ شبہ پاتے تو اُنکے تابع اور مقتدی ہوتے اور نہ اُنکی موافقت کرتے یعنی حقیت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کے اُنکے تابع اور مقتدی ہین وَقَدْ قَالَ الْاُسْتَاذُ اَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِيُّ فِيْ رِسَالَتِهٖ مَعَ صَلَابَتِهٖ فِيْ مَذْهَبِهٖ وَتَقَدُّمِهٖ فِيْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ سَمِعْتُ الْاُسْتَاذَ اَبَا عَلِيٍّ الدَّقَّاقَ يَقُوْلُ اَنَا اَخَذْتُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ مِنْ اَبِي الْقَاسِمِ النَّصْرَابَادِيِّ وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ اَنَا اَخَذْتُهَا مِنَ الشِّبْلِيِّ وَهُوَ اَخَذَهَا مِنَ السَّرِيِّ السَّقَطِيِّ وَهُوَ مِنْ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَهُوَ مِنْ دَاؤُدَ الطَّائِيِّ وَهُوَ اَخَذَ الْعِلْمَ وَالطَّرِيْقَةَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اور مقرر کہا ہی استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ مین باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اُنکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سُنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہ طریقہ لیا ابو القاسم نصرآبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اُسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری مفسر اور فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والون نے نہین دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ھ سنہ ہجری مین پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اُنسے روایت کی اور بہت تصانیف اُنسے مشہور ہین اور ۴۶۵ھ سنہ ہجری مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وَكُلٌّ مِّنْهُمْ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَاَقَرَّ بِفَضْلِهٖ فَعَجَبًا لَكَ يَا اَخِيْ اَلَمْ تَكُنْ لَكَ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ الْكِبَارِ اَكَانُوْا مُتَّهَمِيْنَ فِيْ هٰذَا الْاِقْرَارِ وَالْاِفْتِخَارِ وَهُمْ اَئِمَّةُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ وَاَرْبَابُ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ اور ہر ایک نے اُن کابر سے ثنا کی ہے امام پر اور اُنکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہون تجھسے اے بھائی کیا تجھکو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگون مین کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت و حقیقت والے لوگ ہین ہم شارح کا یہ خطاب اُن لوگون سے ہے جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلَهُمْ تَبَعٌ وَكُلُّ مَا خَالَفَ مَا اعْتَمَدُوْهُ مَرْدُوْدٌ وَمُبْتَدَعٌ اور جو اہل کمال کہ اُن حضرات کے بعد ہین شریعت و

۱ بیٹے حاکم عم او محمد شاذلی رحمہ اللہ ۱۲

طریقت اور حقیقت میں اُنکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کے مخالف ہے وہ مردود اور انکو ناپسند ہے وبالجملۃ فلیس لابی حنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادۃ وعلمہ وفہمہ مشارک اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی نظیر نہین وممّا قال فیہ ابن المبارک ؎ لقد زان البلاد ومن علیہا • امام المسلمین ابوحنیفۃ اور منجملہ ان ابیات کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح میں کہا یہ ابیات ہیں البتہ زینت دی شہرونکو اور شہروالونکو مسلمانون کے امام ابوحنیفہ نے ؎ باحکام وآثار وفقہ • کآیات الزبور علی الصحیفۃ زینت دی بسبب احکام شرعی اور احادیث و فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہیں ؎ فما فی المشرقین لہ نظیر • ولا فی المغربین ولا بکوفۃ • سو نہیں ہے دونون مشرق میں اُسکا نظیر اور نہ دونون مغرب میں اور نہ کوفہ میں ہم دونون مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسیطرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہئے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ یبیت مشمرا سہر اللیالی • وصام نہارہ للہ خیفۃ • رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنی مستعد عبادت راتون میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا ہے اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ رکھا کذا فی الطحطاوی ؎ فمن کابی حنیفۃ فی علاہ • امام للخلیقۃ والخلیفۃ • سو کون ہے ابوحنیفہ کے مانند بلند رتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رأیت العائبین لہ سفاہا • خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ • دیکھا میں نے اسکے عیب کرنے والونکو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ ولیف یحل ان یؤذی فقیہ • لہ فی الارض آثار شریفۃ • اور کیونکر حلال ہو اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریف زمین میں ثابت ہیں ؎ فقد قال ابن ادریس مقالا • صحیح النقل فی حکم لطیفۃ • سو البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکمتون میں ؎ بان الناس فی فقہ عیال • علی فقہ الامام ابی حنیفۃ • امام شافعیؒ کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنے بال بچے ہیں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے ہم خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ میں نے شافعیؒ سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنے لوگ ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحییٰ سے روایت کی کہ میں نے محمد بن ادریس شافعیؒ سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں فقہ میں ابوحنیفہ اُن میں ہیں جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ للسیوطی الشافعی ؎ فلعنۃ ربنا اعداد رمل • علی من رد قول ابی حنیفۃ • سو لعنت ہے ہمارے رب کی بقدر شمار ریگ کے اسپر جو ابوحنیفہؒ کے قول کو رد کرے ہم جلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہؒ کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضیون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہیں اور وہ اسپر مستحق ثواب ہیں اسوجہ سے کہ اُنھون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ائمہ کو لون کہنا الم تھا علی من لم یحفظ قدر ابی حنیفۃ انتہے طحطاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت مقدمہ تو اسکا غایت یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا اور ایسا لعنت معین نہیں بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز نہیں کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملاً کفار پر لعنت جائز ہے انتہے میں کہتا ہون یواقیت ملتمعہ میں ہے زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک نقل کی ہیں لیکن لعنت کے بیت اُسمین نہین تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظمؒ کے والد ماجد یعنے ثابت نے امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنے اُنکی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور اُنکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی ہم حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شاذان جوہری سے روایت کی کہ میرے والد اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے ہیں قسم خدا کی ہم پر رق یعنی کسی کا مملوک ہونا واقع نہیں ہوا میرے جد یعنی امام اعظمؒ پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور اُنکا باپ اُنکو لیگیا علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُنکے واسطے اور اُنکی اولاد کیواسطے اور ہم اس دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت الملتمعۃ فی مناقب الائمۃ

الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا اور اسمین خلل ہے کہ ولادت امام کی سنہ ہجری مین ثابت ہے اور وفات علی مرتضیٰ کی تیس سال سے پہلے ہی ہے لیکن کہتا ہوں تو امام کا ایسا حضور مرتضوی مین ہیم کسی امر کا ثابت کا جانا اور انکی اولاد کیواسطے دعا کرنا الثبات کچھ وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ سَمِعَ الْحَدِيْثَ مِنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ كَمَا بَسَطَ فِي اَوَاخِرِ مُنْيَةِ الْمُفْتِي وَاَدْرَكَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِيْنَ صَحَابِيًّا كَمَا بَسَطَ فِي اَوَائِلِ الضِّيَاءِ اور یہ قول صحیح ہے کہ ابو حنیفہؒ نے سات صحابیون سے حدیث سُنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین مشرح ہے اور بیس صحابیون کا زمانہ باعمر کے حساب سے پایا چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل مین مذکور ہے م سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعیؒ نے ایک جزء تالیف کیا امام ابو حنیفہؒ کی روایت مین چار صحابیون سے انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کوفہ مین سنہ ۸۰ ہجری مین اور وہان اُسوقت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ۹۰ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعدؒ نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہؒ نے انسؓ کو دیکھا اور ان دونون صحابیون کے سوا اور صحاب شہرون مین زندہ تھے تو ابو حنیفہؒ اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہؒ کو یہ امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادی کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین اور مسلم بن خالد زنجی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد مین اختلاف ہے بعضون نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایک عورت سے پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار زائد ہین اور ثانی قول پر جابرؓ اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیلؓ داخل نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اُسکے حاشیہ منیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے کوفہ مین سنہ ۸۶ یا سنہ ۸۷ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین سنہ ۹۱ یا سنہ ۹۲ یا سنہ ۹۳ ہجری مین وفات پائی اور سہل بن سعد ساعدی نے مدینہ مین سنہ ۹۱ یا سنہ ۹۵ مین انتقال کیا اور ابو الطفیلؓ نے سنہ ۱۰۲ ہجری مین وفات پائی جبکہ جامع الاصول مین ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت اُنسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ رح نے چند اصحاب کو پایا اور اُنسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون اقرب مین عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہے کہ رسول کریم م کے اصحاب امام کے زمانہ مین موجود ہون اور وہ انکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اُن شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہؓ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہؒ کا قول حق ہے جو کہتے ہین کہ امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ مین منحصر نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ شَمْسُ الدِّيْنِ مُحَمَّدٌ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاهِ الْاَنْصَارِيُّ الْحَنَفِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهِ الْاَلْفِيَّةِ الْمُسَمَّاةِ بِجَوَاهِرِ الْعَقَائِدِ وَدُرَرِ الْقَلَائِدِ ثَمَانِيَةً مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ يَرْوِيْ عَنْهُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر العقائد اور درر القلائد ہے آٹھ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہؒ خدا کی رحمت اُسپر اور اُن سبپر ہے چنانچہ کہا ہے مُعْتَقَدٌ مَذْهَبَ عَظِيْمِ الشَّانِ ٭ اَبِيْ حَنِيْفَةَ الْفَتَى النُّعْمَانِ ٭ اَلتَّابِعِيْ سَابِقِ الْاَئِمَّةِ ٭ بِالْعِلْمِ وَالدِّيْنِ سِرَاجِ الْاُمَّةِ ٭ بِجَمْعٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ اَدْرَكَا ٭ اِذْ هُمْ قَدِ اتَّقَى وَسَلَكَا ٭ طَرِيْقَةً وَاضِحَةَ الْمِنْهَاجِ ٭ سَالِمًا مِنَ الضَّلَالِ الدَّاجِيْ

علامہ مذکور نے جس مقام میں یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ جو نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم
اور دین میں امت محمدی کا اجماع ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہوگیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ه
سُدُوِیَ عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ وَابْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ کَذَا عَنْ عَامِرٍ اور تحقیق روایت کی امام نے انس بن مالک اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
تم بعض نسخہ صحیحہ میں عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے میں کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست میں یعنی معاویہ کا
انتقال ہوا ۶۰ سنہ ہجری میں پھر کیونکر اُنکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ه اَعْنِیْ اَبَا الطُّفَیْلِ فَاَبِیْ وَاثِلَةَ ۔ وَابْنِ اُنَیْسِ الْفَتیٰ وَوَاثِلَةَ ۔ مراد عامر سے
وہ ابوالطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جو امرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ه عَنِ ابْنِ جَزْءٍ قَدْ رَوَی الْاِمَامُ + بِنْتِ عَجْرَدٍ هِیَ التَّمَامُ
روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزء بفتح جیم وسکون زاء معجمہ اور ہمزہ وہ عبداللہ
بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ سنہ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا میں نے والد سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا
کہ اس میں ایک صحابی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جاکر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ
یعنے وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے مَنْ تَفَقَّهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ
مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستتر اور چند سال میں مر گئے اور اُسی تک زندہ
نہیں رہے جسمیں امام پیدا ہوئے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۶۱ سنہ ہجری میں ہے تو بموجب اس قول کے سات یا نو
برس کی عمر میں سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ه لِلْمَنْصُوْرِ تُوُفِّیْ بِبَغْدَادَ وَقِیْلَ فِی السِّجْنِ لِیَلِیَ الْقَضَا وَلَهٗ سَبْعُوْنَ سَنَةً بِتَارِیْخِ خَمْسِیْنَ وَمِائَةٍ
اور امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسوین سال ہجری میں اور اُنکی عمر ستر برس کی تھی بعضوں نے کہا بندی خانہ میں انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے تھے کہ
عہدۂ قضا کو قبول کریں ه ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ ۸۰ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی اور بعضوں نے
کہا ستر میں اور بعضوں نے کہا اکہتر میں پیدا ہوئے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابۂ کرام کے زمانہ میں اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ میں رجب یا شعبان میں
انتقال ہوا قید خانہ میں اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل میں مذکور ہے کہ منصور
دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ اُنھوں نے محمد بن عبداللہ بن حسین بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابیطالب کے
پر پوتے سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کرنیکے قِیْلَ وَیَوْمَ تُوُفِّیْ وُلِدَ
الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعُدَّ مِنْ مَنَاقِبِهٖ بعضوں نے کہا کہ جسدن امام ابوحنیفہ نے وفات پائی اسی دن امام شافعی پیدا ہوئے تو یہ ابوحنیفہ کا شافعی
مناقب میں شمار کیا گیا ه امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت
یہ ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے ه وَقَدْ قِیْلَ الْحِکْمَةُ فِیْ مُخَالَفَةِ تَلَامِیْذِهٖ اَنَّهٗ رَاٰی صَبِیًّا یَلْعَبُ فِی الطِّیْنِ فَحَذَّرَهٗ عَنِ السُّقُوْطِ فَاَجَابَهٗ
بِاَنْ اَحْذَرْ اَنْتَ مِنَ السُّقُوْطِ فَاِنَّ فِیْ سُقُوْطِ الْعَالِمِ سُقُوْطَ الْعَالَمِ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اِنْ تَوَجَّهَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِهٖ فَکَانَ کُلٌّ یَاْخُذُ
بِرِوَایَةٍ عَنْهُ وَیُرَجِّحُهَا وَهٰذَا مِنْ اِحْتِیَاطِهٖ وَوَرَعِهٖ وَعِلْمٍ بِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ مِنْ اٰثَارِ الرَّحْمَةِ فَمَهْمَا کَانَ الْاِخْتِلَافُ اَکْثَرَ کَانَتِ الرَّحْمَةُ اَوْفَرَ کَمَا قَالُوْا
اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظم نے ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ میں سو اُسکو ڈرایا پھسلنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا
کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا رپٹنا ہے تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب
اور سنت سے تمیز ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی

امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہی اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہی تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر بدلیل قول علما امام امام نے لڑکے کے کلام سے بندی یہی شان ہی عارفوں کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہیں مسند خوارزمی میں سبقت لائمہ سابقین سے منقول ہی کہ یہ بات مشہور ہی کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علما تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہاں تک کہ انھوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انھیں سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے واسطے طیار کر دیا ہی لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہی غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہی یعنی لوگ تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اُنسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تھے انکو سُنتے اور جو آپ کو علوم تھے اُسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو امام قول محقق کو ابو یوسف رحمۃ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کیطرح بذات خود متفرد نہیں ہوئے انتہی روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہی اس حدیث سے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ اور بحر الرائق میں تتارخانیہ سے یوں منقول ہی کہ اختلاف ائمہ ابدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رَسْمُ الْمُفْتِیْ یہ نشانی ہی مفتی کیواسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں اصولیوں کے نزدیک مفتی مجتہد ہی بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہی کہ ابو یوسف نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمدؒ نے فتوی دینا جائز رکھا ہی اگر درکا صواب اسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجابی سے منقول ہی کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہی کہ اہل اصول کی راے اسپر مستقر ہوگئی ہی کہ مفتی وہی مجتہد ہی اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہی تو غیر مجتہد پر واجب ہی کہ جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوی دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوی نہیں ہی بلکہ وہ نقل ہی مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سے جو سند اول ہی محمد بن حسن کی کتابوں سے اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہی انتہی کذا فی الطحطاوی اِعْلَمْ اَنَّ مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ اَصْحَابُنَا فِی الرِّوَایَۃِ الظَّاہِرَۃِ عَنْہُمْ یُفْتٰی بِہٖ قَطْعًا یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور انکے اصحاب متفق ہوگئے اُس روایت میں جو ظاہر ہی اُنسے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقیناً امام ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سواے اور روایات مرجوح عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اُسکی نزدیک امام اعظم یا انکے اصحاب سے ظاہر ہی ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہ بھی ظاہر الروایۃ ہیں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں وَاخْتُلِفَ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَالْاَصَحُّ کَمَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ وَغَیْرِہَا اَنَّہٗ یُفْتٰی بِقَوْلِ الْاِمَامِ عَلَی الْاِطْلَاقِ اور جسمیں اختلاف کیا گیا ہی جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہی یہ ہی کہ فتوی دیا جاے امام اعظمؒ کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثُمَّ بِقَوْلِ الثَّانِیْ ثُمَّ بِقَوْلِ الثَّالِثِ ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِیَادٍ پھر اگر امام اعظمؒ کا قول نہو تو ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا جاے پھر محمدؒ کے قول پر فتوی دیا جاے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہوں اور امام اعظمؒ منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہی کہ مفتی مختار ہی چاہے صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہے امامؒ کے قول پر انتہی

[illegible] ... بجادات میں مطلق امام کے قول پر ہو اور قضا کے باب میں فتوی ابو یوسفؒ کے قول پر ہو اور [illegible]

قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسفؒ اور محمدؒ ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاتا کیونکہ دونون مین فو شرائط اور راوئے
ثواب کا استجماع ہے اور اگر صاحبینؒ کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو جیسا کہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی
لے اور مزارعت اور معاملت مین اور انکے مانند مین بھی صاحبینؒ کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مفتی
مجتہد مختار ہے اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے
جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جاوے وہ مجتہد ہے اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کیواسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور
ماول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی ما فی الخانیة وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرك اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہے
مدرک بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب مراجیہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنے جس قول کی دلیل قوی ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسفؒ یا محمدؒ کا
وہی قول مقدم ہے اور صورت توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو
مراجیہ کی ترتیب مقدم ہے اسپر فتوی دے وسعد فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدهما اور کتاب الوقف بحر الرائق
وغیرہ مین ہے کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے طحطاوی نے کہا ظاہر
عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا ہر صورت ایک
قول پر قضا اور افتا جائز ہے وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقوله وعليه الفتوى وبه يفتى وبه ناخذ وعليه الاعتماد وعليه عمل اليوم وعليه
عمل الامة وهو الصحيح او الاصح او الاظهر او الاشبه او الاوجه او المختار ونحوها مما ذكر فی حاشية البزدوی انتہی اور مضمرات کے اول مین ہے کہ فتوی دینے
علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہے وعلیہ الفتوی سے
اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسیکو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آجکے دین کا
وعلیہ عمل الامة اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر ہے او الاشبہ یا حق سے مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ
ہے اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاواه وبعض الالفاظ اكد من بعض فلفظ الفتوى
اكد من لفظ الصحيح والاصح والاشبه وغيرها ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح
اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسافی یا الذیت
اور لفظ فتوی ہے اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائے جائین کذا فی الطحطاوی ولفظ به يفتى اكد من الفتوى عليه اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی
علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسیطرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے والاصح اكد من الصحيح
والاحوط اكد من الاحتياط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسکے تفصیل کے
سب صیغون کا یہی حکم ہے قلت لكن فی شرح المنية للحلبی عند قوله لا يجوز مس المصحف لا يكلف فيه اذا تعارض امامان معتبران وعبر احدهما بالصحيح
والآخر بالاصح فالاخذ بالصحيح اولى لانهما اتفقا على انه صحيح والاخذ بالمتفق اوفق فليحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح
منیہ مین ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اس طرح
کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونون اماموں نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی
اور اصحیت مین اتفاق نہین بلکہ ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر با احتیاط ہے تو اس مسئلہ کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالة آداب

المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالاصح او الاولی والاوفق ونحوھا فلہ ان یفتی بہا وبمخالفہا ایضا ایا شاء پھر مین نے دیکھا رسالہ اداب المفتی مین کہ
جب کسی معتمد مین روایت مذیل بالاصح ہو یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہے یا اولی یا اوفق ہے اور مانند اسکے چنانچہ اوجہ اور احوط تو مفتی کو اختیار ہے کہ اس روایت کا
فتوی دے اور اسکے مخالف دوسری روایت کا بھی فتوی دے جسکا چاہے دونون مین سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی مرجح ہے
کذا فی الطحطاوی واذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ بہ وبہ یفتی وعلیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو
اسکے مخالف روایت کا فتوی نہ دے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان
فی الھدایۃ مثلا ھو الصحیح وفی الکافی بمخالفہ ھو الصحیح فیتخیر ویختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتھی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کے ذیل مین
ہو الصحیح ہو اور کافی مین اسکے مخالف روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتھی
ما فی الرسالۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنے درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی
حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہے اسکا حاصل مطلب
یہ ہے کہ کچھ فرق نہین درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انھین علامات فتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اسقدر فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے
اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بحکومت حبس اور تعزیر سے اگر کوئی عمل نہ کرے اور اسکو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنے حرام اور باطل ہے
قول مرجوح چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور اولی بالبطلان بخلاف ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم
مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو مین ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہوکر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رح کے لذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا
یعنی چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب سے نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وھو المختار فی المذھب اور یہ کہ پھر جانا تقلید سے
عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب مین ہم مثلا قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے
رجوع کرنیکا قصد کیا یعنے چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہین ہے کہ یہان جواز
تقلید کی مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور سے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ مین عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اُسی مسئلہ مین یہانتک کہ اگر اُسی مسئلہ
خاص مین جسمین حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ
مین عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمان مستقبل مین ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر
عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ متقلد فیہا مین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اُسی
واقعہ مخصوصہ متقلدہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اُس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکور کے جواب مین دو قول ہین قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور
وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہے باحتمال خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ
حنفی کو تقلید شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے یہ خلاصہ ہے یحیی بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا

اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہیں اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن میں ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ میں تو اُسپر واجب ہے کہ اُس مسئلہ کی جمیع متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وَاَنَّ الخلاف خاصٌ بالقاضی المجتهد اور یہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہے یعنے امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب سے حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے کہا کہ اُسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً میں امام سے دو روایتیں ہیں اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم میں امام کے موافق ہیں اور قاضیخان نے کہا کہ مخالف ہیں کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذهبه اصلاً کما فی القنیه اور مقلد قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے ہم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلتُ وَلا سیما فی زماننا فانّ السلطان ینص فی منشورہ علی نهیه عن القضاء بالاقوال الضعیفة فکیف بخلاف مذهبه فیکون معزولاً بالنسبة بغیر المعتمد من مذهبه فلا ینفذ قضاؤہ فیه وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنهر میں کہتا ہوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلئے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کر دیتا ہے قاضی روک دیکر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اُسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد میں نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا میں یہ قول شرح مذکور ہے قال فی البرهان وهذا صریح الحق الذی یعض علیه بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن میں کہا اور یہ قول کور وہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑنا چاہیئے نعم امر الامیر متی صادف فصلا مجتهدا فیه نفذ امرہ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پالے یعنی مختلف فیہ صورت ہو جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہوجائیگا کما فی سیر التتارخانیة وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وقد ذکروا انّ المجتهد المطلق قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول و قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنے اب کوئی مجتہد نہیں ہے ہم طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنے ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور منحصر نہیں انتہی خافظ شیرازی نے فرمایا ہے ❁ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ❁ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ❁ وَاَمَّا المقید فعلی سبع مراتب مشهورة اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور اُنکے مانند جنھون نے اصول و قواعد کو مؤسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل ربعہ یعنی کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسیکے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف اور محمد وغیرہما من اصحاب ابیحنیفہ جنھون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع میں امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں انکے تابع ہین اور اسیوجہ سے امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور طحطاوی اور ابو الحسن کرخی اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین ہے چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا مقلدین سے ہے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلا قادر نہیں لیکن حافظ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنے پہلودار قول کی تفصیل پر قادر ہین اُسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ میں جو بعض مواقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اُسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ و مانند اُنکے اُنکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اسطرح کہ یہ قول اولیٰ ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے وهذا اوفق للناس هذا اوفق للقیاس چھٹا طبقہ اُن مقلدون کا ہے جو امین اقویٰ اور قوی اور ضعیف

ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہیں چنانچہ متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع انکا
رتبہ یہی کہ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ اُن مقلدین کا جو تمیز روایات پر قادر نہیں لاغر اور فربہ میں فرق نہیں کرتے شمالی کو
یمین سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کے مانند افسوس ہی انپر اور اُنکے مقلدوں پر یہ کہا ہی شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے کذا فی
طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسی طرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف
سے مختصر نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات میں داخل ہی اور صریح کلام شارح اسکے مخالف ہی اور سب کو مجتہد مقید کہتے ہیں یہ خلل ہی کہ طبقہ سابعہ
بلکہ سادسہ بھی مقلد محض ہیں کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہیں وَاَمَّا نَحْنُ فَعَلَیْنَا اِتِّبَاعُ مَا رَجَّحُوْہُ وَمَا صَحَّحُوْہُ کَمَا لَوْ اَفْتَوْا فِیْ حَیٰوتِہِمْ اور ہم لوگوں پر تو پیروی اُس قول کی لازم کہ
جسکو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہی اور تصحیح کی ہی جیسے اُس صورت میں ہمپر پیروی اُنکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح
اور تصحیح سے افتا کی تمام علامات مذکورہ مراد ہیں نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فَاِنْ قُلْتَ قَدْ یَحْکُوْنَ اَقْوَالًا بِلَا تَرْجِیْحٍ وَقَدْ یَخْتَلِفُوْنَ فِی التَّصْحِیْحِ پھر اگر تو اے سائل یوں
کہے کہ کبھی اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں ہم حاصل سوال کا یہ ہی کہ اتباع مرجح کا نہیں ہوسکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو
اور جبکہ ترجیح نہوئی یا ترجیح میں اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قُلْتُ یُعْمَلُ بِمِثْلِ مَا عَمِلُوْا مِنِ اعْتِبَارِ تَغَیُّرِ الْعُرْفِ وَاَحْوَالِ النَّاسِ وَمَا ھُوَ الْاَرْفَقُ وَمَا ظَھَرَ
عَلَیْہِ التَّعَامُلُ وَمَا قَوِیَ وَجْہُہٗ وَلَا یَخْلُو الْوُجُوْدُ عَمَّنْ یُّمَیِّزُ ھٰذَا حَقِیْقَۃً لَا ظَنًّا وَعَلٰی مَنْ لَّمْ یُمَیِّزْ اَنْ یَّرْجِعَ لِمَنْ یُّمَیِّزُ لِبَرَاءَۃِ ذِمَّتِہٖ میں سوال مذکور کا جواب دیتا ہوں کہ
صورت مذکورہ میں عمل کیا جائیگا جس طرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانیکا اور لوگونکے احوال کا اور اعتبار کرنا اُس قول کا جو لوگونپر آسان تر ہوا ور
جسپر لوگونکا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہوا ور وجود خالی نہوگا حقیقت میں نہ فقط گمان میں ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور
تعامل کو اور جسکو ایسی تمیز نہو اُسپر لازم ہی کہ اہل تمیز کیطرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونیکے واسطے ہم تعامل یعنی رواج کا رجوع عرف کیطرف ہی تو یہ تکرار ہی اور قوت
دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہی اور شہور ترتیب سابق ہی اور شخص ممیز کیطرف رجوع کرنا گاہے دشوار تر ہوتا ہی کیونکہ وہ شہر بعید میں ہی تو اضبط اور محکم
وہی ترتیب ہی جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنی امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف کے قول الخ کذا فی الطحطاوی فنسال اللہ تعالی التوفیق والقبول
بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہیں خدا تعالی سے امر خیر کی مددگاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کَیْفَ لَا
وَقَدْ یَسَّرَ اللہُ تَعَالٰی اِبْتِدَاءَ تَبْیِیْضِہٖ فِی الرَّوْضَۃِ الْمُحْتَرَمَۃِ وَالْبُقْعَۃِ الْمَاْنُوْسَۃِ تُجَاہَ وَجْہِ صَاحِبِ الرِّسَالَۃِ وَحَائِزِ الْکَمَالِ وَالْبَسَالَۃِ
وَصَحِیْبَیْہِ الْجَلِیْلَیْنِ الضَّجِیْعَیْنِ الْکَامِلَیْنِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وَعَنْ سَائِرِ الصَّحَابَۃِ اَجْمَعِیْنَ وَوَالِدِیْنَا وَمُقَلِّدِیْہِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ
اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حالانکہ حق تعالی نے ابتدا اصاف کرنا اس کتاب کے مسودہ سے مبیضہ کیطرف میسر کردی روضہ محفوظ اور مکان مانوس میں سامنے چہرہ
مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے دو ہمخوابوں کے جو جلیل القدر اور دو شیر کامل الوجود ہیں یعنی ابوبکر صدیق
اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالی اُن دونوں سے اور باقی تمام اصحاب سے اور ہمارے باپ دادوں سے اور اصحاب کے نیک پیرو دُن سے قیامت کے دن تک
ثُمَّ تُجَاہَ الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ تَحْتَ الْمِیْزَابِ وَفِی الْحَطِیْمِ وَالْمَقَامِ وَاللہُ تَعَالٰی الْمُیَسِّرُ لِلتَّمَامِ پھر ابتدا اصاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریف کے سامنے
میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم میں اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنیوالا ہی ہم تو ابتدا حقیقی تبیض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ میں
روضہ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف نبوی میں ہوئی اور ابتداے اضافی بیت اللہ میں ہوئی لہذا اس اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم
دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرلے تو اُسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہیں ع بدانرا بہ نیکان ببخشد کریم
بعد فراغ خطبہ و مقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح میں شروع کرتا ہی اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے میں

كتاب الطهارة

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاک صاف ہونیکے مسائل قُدِّمَتِ العِبَادَاتُ علی غیرھا اھتمامًا بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت سے

ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات و معاملات و مزاجر اور آداب ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم ہین نماز زکوٰۃ روزہ حج جہاد

اور معاملات بھی پانچ قسم ہین معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا

اور قطع سارق وغیرہ کا سو اکثر تصانیف نے فقہ کی کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور ہوا

نہر الفائق مین ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے نسبت بمعاملات وغیرہا آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ

بیان کرتا ہے والصلوٰۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے

والطھارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنے کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مفتاح الصلوٰۃ الطھور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن العرمانی وشرطہا المختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز

لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی

کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط الصلوٰۃ کے اسواسطے

وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہین ہے اور طہارت کا ہونا ضروری ہے الابعذر وقت کا ہونا تحریمہ کیوقت کافی ہے اور اسی طرح نیت کا علاوہ

یہ ہے کہ نیت مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے

کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف مین بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یون ہوسکتا ہے کہ طہارت نماز کیواسطے فرض ہے

اور مس مصحف و طواف کیواسطے واجب ہے تو اختصاص اعتراض کی جہت سے وَمَا قِيْلَ قُدِّمَتْ لكونها شرطًا لا يسقط اصلًا ولذا تاخر فاقد الطهورين الصلوٰة

وَمَا اورد من ان النية كذالك مردود كل ذلك اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہین ہوتی یعنے

عذر کے ہوتے بھی اور اسیواسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانیوالا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ

ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہ تینون دعوی مردود ہین پہلا دعوی یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر

متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے

شارح نے ان تینون دعوون کو علی الترتیب رد کیا فاقد الطہورین کیصورت یہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اسکی زمین اور دیوارین

نجس ہین اما النية ففي القنية وغيرها من توالت عليه الهموم تكفيه النية بلسانہ نیت کا جواب یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا مین ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا

برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہوگیا تو نیت

عدم سقوط مین طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہے تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہے اسواسطے کہ اسمین الفاظ زبانی کو نیت کا

بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب یہ دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت قلبی پر قادر نہ ہوا تو ذکر لسانی

اصل ہوگیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل مین آیا اسیقدر حصول نیت مین کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر

آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کیواسطے ہے اور یہ نہین کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہین واما الطہارۃ ففی الظہیریۃ وغیرھا

حتى قطعت يداه ورجلاه وبوجهه جراحة يصلي بلا وضوء ولا تيمم ولا يعيد في الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہی کہ ظہیریہ وغیرہ مین ہی کہ جس شخص کے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے
ہون اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بے وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین یعنی چہرہ درست ہو نیکے بعد اسپر اعادہ نماز کا نہیں ہم یہ دوسرے دعوے کا
اس صورت مین طہارت ساقط ہو گئی ظہیریہ مین سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہین تو ایسی صورت مین تیمم کا حکم ہی لیکن تیمم بھی ساقط ہو گیا
ہاتھون کے نہونے سے واما فاقد الطهورين ففي الفيض وغيره انه يتشبه بالمصلين عندهما واليه صح رجوع الامام وعليه الفتوى اور فاقد الطہورین کا
تو حال یہ ہی کہ فیض وغیرہ مین ہی کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول کی
طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہی اور اسی قول پر فتوی ہی ہم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہی ان افعال کو نماز نکہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو
نماز کا واجب ہی تو حقیقت مین یہ جواب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہی نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہو تا قلت وبه ظهر
تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر كصلوته لغير القبلة او مع ثوب نجس هو ظاهر المذهب كما في الخانية مین کہتا ہون اور ظہیریہ کے مضمون
گذشتہ سے یہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہین کر دیتا جیسے غیر قبلہ کیطرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہین کرتا اور یہی یعنی عدم
تکفیر ظاہر مذہب ہی چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین ہی ہم تینون صورتون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال و عدم استخفاف ہی اور مسئلہ ظہیریہ پر بدون طہارت نماز
پڑھنے کا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہی تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفي سير الوهبانية
وفي كفر من صلى بغير طهارة مع العمد خلف في الروايات يسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہی اور اس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے
اختلاف ہی روایات مین کہ کتابون مین مرقوم ہی ہم یعنی علماء مذہب کا اسمین اختلاف ہی اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہی چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہی بلکہ فقہانے فرمایا ہی کہ اگر
ننانوے روایتین متفق پائی جاتی ہین ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے
اور قوی روایتون پر کذا في الطحطاوي ثم هو مركب اضافي پھر ہم کہتے ہین کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہی یعنے دونون لفظون سے مرکب ہی پہلی لفظ کو
مضاف کہتے اور دوسری کو مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف مقدم ہوتا ہی مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہی مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ
دونون کے بیچ مین آتا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدأ او خبر ومفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہی
یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہم جملہ اور کلام دو قسم ہی جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہی تو وہ اسمیہ ہی اور اگر فعل ہی تو فعلیہ ہی سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہین اور دوسرے
جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید مبتدا ہی اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہین اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہی تو اگر کتاب الطہارۃ کو
مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہی یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہی یعنی ہذا کتاب الطہارت اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل اسکا
محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنے لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت مین آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا
اور مفعول ہونے مین نصب یعنے زبر ہوگا یہ سب اس تقدیر پر ہی جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فان اريد به التعداد بني على السكون پھر اگر
کتاب الطہارۃ کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون او رجزم ہوگا ہم یعنی جو کتابین متن مین مذکور ہین انکو کوئی شخص بطور اعداد گنے
تو حرف اخیر کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب مین وكسر تخلصا من الساكنين اور اسی حرف اخیر کو شمار کیصورت مین کسرہ
یعنے زیر دیا جاتا ہی اجتماع ساکنین سے خلاصی حاصل ہو پہلا ساکن بار موحدہ ہی اور دوسرا ساکن طا اولی مشددہ واضافته لامية لا منية اور کتاب الطہارۃ کی
اضافت لام والی ہی نہ من والی ہم اضافت تین قسم ہی اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مباین ہی یا عین ہی یا ظرف ہی اگر مباین ہی تو وہان اضافت بمعنی لام ہی جو
اختصاص پر دلالت کرتا ہی چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اور اگر عین ہی مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من بیانیہ کے ہوتی ہی

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہی تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہی چنانچہ صَوم الیَوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہی تو جبکہ
اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتابٌ وُضِعَ لِبیانِ مسائلِ الطہارۃ یعنے وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہی
اور چونکہ طہارت عین کتاب نہین لہذا شارح نے اُسکی نفی کی اسطرح کہ یہ اضافت من والی نہین ہی اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہی کہا ہی کہ بیان
اضافت بمعنی فی موجہ تر ہی تو مطلب ہوگا کہ یہ کتاب ہی مسائل طہارت کے بیان مین وَہَل یَتَوَقَّفُ حدُّہ لقباً علے معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام
اور لقب ہوا اُن مسائل کا اُسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہی یا نہین ہم یہ سوال ہی شارح اِسکا جواب آگے دیتا ہی المراجح نَعَمْ قول راجح
یہی کہ ہان موقوف ہی ہم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہ ہی کہ اُسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے کہ نام رکھنے
سے اُسکے معنی افرادی مسلوب ہوگئے چنانچہ عبداللہ کسیکا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہی کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کی وجہ سے
علے الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مبنی کرکے دونون مفرد یعنی مضاف اور مضاف الیہ
کا بیان شروع کرتا ہی فَالکتابُ مصدرٌ بمعنی الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ
اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتابت کے معنے جمع حروف کیے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اُسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اُسکے ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام
کھڑا ہونا جُعِلَ شرعاً عنواناً للمسائلِ المُستقلۃ بمعنی المکتوب اور اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہی بمعنے مجموع ہم یعنے
جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہی کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہی کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر جو
اُس سے پہلے اور پیچھے ہی سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہی یعنے کتاب الصلوۃ پر اُسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہ مطلب نہین کہ وہ اصل ہی
کسیکا تابع نہین کیونکہ یہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہین
ہین اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل ہی اُس صنف کے
تحت مین جسکا باب نام ہی اور باب اُس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہی اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہی جو بیچ العلم ہی تو علم مدون صنف عالی ہی اور کتاب و باب و فصل
اُسکے اصناف سافلہ ہین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہی اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہی چنانچہ کتاب اللقطہ اور اُسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع
اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہی یا کہ فِعَال کا صیغہ ہی بمعنے مفعول آتا ہی جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق و الطحطاوی
طَفِقْنا منہا والطہارۃ مصدرُ طَہُرَ بالفتح ویُضَمُّ بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہی اور مضموم العین
بھی آیا ہی یعنے بقلت ہم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردہا اور ماتن نے اسیواسطے طہارت کو مفرد
ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف نے اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے
کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعاً النظافۃ عن حدثٍ او خبثٍ اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے دم تو جمع
نظر کا لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی دیکھی کثیرۃ اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ
وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحِکمۃُ مَشروعیتہا او طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنے جن امور کیواسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل
دین مین مشہور ہین از انجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنے وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر
مترتب ہوتا ہی مباح کرلینا ہی اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ طہارت مین

تو اب لازم نہیں کہ طہارت موقوف ہو نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین وسببہا ای سبب وجوبہا ما لا یحل فعلہ فرضا کان او غیرہ کالصلوۃ وسجدۃ التلاوۃ ومس المصحف لا بہا ای بالطہارۃ
اور طہارت واجب ہونیکا سبب فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب البحر الرائق بعد سرد الاقوال نقل کلام الکمال
ان الظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل البحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن
ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہی ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب میں چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہ ہے کہ
نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوۃ سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتھا یہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہے نہ وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے
تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہوگا اگرچہ نماز پڑھے حالانکہ
ایسا نہیں ہے یعنے اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہئے کہ وضو نہ کرنیسے گنہگار ہوا اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لکن بترک
ارادۃ النفل یسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہو جاتا ہے
ایسا ذکر کیا ہے زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اُسپر واجب ہوئی پھر جب نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت
بھی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملتہ الصحیح ان سبب وجوب
الطہارۃ وجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب واجب
ہونا ہے نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی
طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجئے
وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ ہے جو شرع کے حکم سے اُسکی نجاست ثابت ہوئی
ظاہر مین کوئی نجاست بدن پر محسوس نہین وہو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنے حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا مین ساری اور طاری
ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے ہم وصف اور صفت لغت مین مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہے اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہے اور وصف
ذکر کرنا ہے موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل
فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہے یعنے بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا مین تا حد
استعمال مزیل یعنی جبتک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف ثمرہ حدث ہے یعنے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث
کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقیۃ اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی مین وہو عین مستقذرۃ شرعا
اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے چنانچہ بول و براز اور شراب شرع کی قید سے طاہر متنفر طبعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل
سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے نماز کیواسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتھا
ونسبا الی اہل الظاہر ونسادہما ظاہر اور وہ دونون قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور
دونون قولون کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین از انجملہ داؤد ظاہری
ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہین پھر کس طرح اُسکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب
نہین ہو سکتی اسکا جواب یون دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ کے ناقض ہین اور طہارت لاحقہ کے موجب ہین تو کچھ منافات نہین اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے
کہ ایک وضو چند نماز ونکے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو سبب طہارت کا قرار دیجئے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کیواسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالی اذا قمتم الی

الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو نماز کا اور بے وضو ہو تو وضو کرو من شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما
یظہر فی محل التعالیق اور سکو ... اختلاف کا نتیجہ نہیں ... تعلیقات کی ... تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری
چیز پر معلق ہو جیسا کہ مثال آئندہ سے معلوم ہوگا جیسے ان وجب علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق میں کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مجھ پر طہارت
واجب ہوگی تو تجھ پر طلاق ہے تو ہمارے ... کے نزدیک جب حدث متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث و
جنابت سے شرعی کے نزدیک ... قیام الی الصلوۃ سے ظاہریون کے نزدیک وجوب نماز سے ... نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع
علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ میں ظاہر نہ ہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہے گناہ نہ ہونے میں جب تاخیر ہو نے وضو اور غسل کے
حدث کے ... ذکر کیا ہے توشیح میں وبہ اندفع ما فی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبھا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت
صار الوجوب فیہ مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہوگا وہ جو سراج وہاج میں ثمرہ اختلاف کا ثابت کیا گناہ میں بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہے وقت کے
آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے میں وسعت ہے پھر جب وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز میں وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت
اور نماز کی گنجائش نہ رہیگی وشرائطہا ثلثۃ عشرۃ خلافا للاشباہ اور طہارت کی شرطیں تیرہ ہیں بنا بر اس بیان کے جو اشباہ میں ہے ہم شرائط جمع ہے شرط
کی اور شرط ... اور شرط وہ ہے جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا
تسع از انجملہ وجوب طہارت کی نو شرطیں ہیں ہم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہیں کہ جب وہ شرطیں مجتمع ہوا تو آدمی پر طہارت کرنا واجب ہو اور لازم ہو وشرائط
صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطیں چار ہیں ہم شرائط صحت انکو کہتے ہیں کہ طہارت ہوں ان شرطوں سے صحیح ہو اور یہ لازم نہیں کہ جب وجوب کی شرط
موجود ہو تو صحت کی بھی شرط موجود ہو دیکھو لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا اسپر واجب نہیں۔ نظمہا شیخ مشایخنا
العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ؎ شرط الوجوب العقل والاسلام ٭ وقدرۃ ماء والاحتلام اور ان شرائط کو نظم کیا ہے استادان کے
استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یوں کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ
ہو تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین یعنے جسکو پانی اور خاک پاک نہ ملے اور صغیر پر طہارت واجب نہیں ہے ؎ وحدث ونفی حیض
وعدم ٭ نفاسہا وضیق وقت قد ہجم اور وجود حدث کا ... اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کر آئے یہ نو شرطیں ہیں وجوب
طہارت کی ہم تو وضو غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوۃ کے وسعت میں طہارت واجب نہیں ہے ؎ وشرط صحۃ عموم البشرۃ ٭
بمائہ الطہور ثم فی المرۃ ٭ فقد نفاسہا وحیضہا وان ٭ یزول کل مانع عن البدن اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر طہور پانی کا گذرنا پھر
دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق میں منقطع ہونا اسکے نفاس وحیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر
چپکا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطیں ہیں اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہے تو وجوب تو خطاب کی وجہ سے اور
صحت ہی اداے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم عشرۃ اور بعضے عالموں نے طہارت کی شرطوں کو چار قسم ٹھہرایا ہے شروط وجودہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود
محسوس کی شرط ہے یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اسکے خارج میں محسوس اور مشاہد نہ ہو سو اسمیں تین شرطیں ہیں وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ
علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے جیسا کہ پانی مثلا دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے نجاست دور کیجاوے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلا تیسرے
قادر ہونا ازالہ پر یعنی مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا وشروط وجودہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہے یعنے وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت میں
معتبر نہ ہو بدون اسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہوتا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اسیطرح کی شرع میں

جو زیادہ توضیح کا خواہان ہو وہ بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے ۱۲

بعد انکے طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہی خلاصہ یہ ہی کہ جس فعل کو جس فعل کی غرض کیواسطے شریعت مین مقرر کیا ہی اُسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے جیسے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور برتن ٭ وشرط وجوبہا التکلیف والحدث یعنی تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہم یہ چار شرطین ہین عقل بلوغ اسلام حدث ٭ وشرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہی طاہر کرنیوالی چیز کا اہل تطہیر سے اُسکے محل مین مانع تطہیر کے نہونیکے ساتھ ہم اہل تطہیر سے مراد یہ ہی کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہی اور عدم مانع سے مراد یہ ہی کہ اثنا طہارت مین ناقص نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال ٭ تعلم شروطا للوضوء بہمتی ٭ مقسمۃ اربع وثمان اور بعض مذکورین نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا ای مخاطب سیکھ لے وضو کی ضروری شرطونکو جو مقسوم ہین چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطین ہین ٭ فشرط وجود الحس منہا ثلاثۃ ٭ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان ٭ مستعمل الماء الطہور ہو مطلق یعنی اُن مین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا سلامت ہونا جسکو سابق شرطین وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنیکیواسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین کی بینیکے ساتھ جسکو شرطین مین مزیل تعبیر کیا تھا ٭ وشرط وجود الشرع خذہا بامعان ٭ فطلق ماء مع طہارتہ وصف طہوریتہ القاقہ بیان اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہی اُسکے پاک ہونیکے ساتھ اور اُسکے پاک کر دینے کے بھی ساتھ سو ظفریاب ہوا اس بیان سے ہم حاصل مطلب یہ ہی وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اسکا پاک ہونا تیسرے اُسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنیوالا ان شرطون کو شرطین کون المزال بہ شرعی الاستعمال فی مثلہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہی جو بدون اضافت کے بولا جاوے اُسکے مقابل پانی مقید ہی جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہی چنانچہ گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین چنانچہ آگے معلوم ہوگا ٭ وشرط وجوب دخول سلامۃ بالغ ٭ مع احداث التمییز بالعقل بایمان اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہی جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ای مخاطب فوائد کے قصد کرنیوالے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث سو دریافت کرنا چاہیئے کہ بعض نسخے در المختار مین بجای باعانی کے بایمان مکتوب ہی سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی در المختار کے محشیون نے باعانی کی تصحیح کی ہی اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہی طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہی العنی یعنی عنایہ کا اور حلبی نے اسکو یعنی اسیر کہا ہی ٭ وشرط لتصحیح الوضوء زوال ما ٭ یعد ایصال الماء من ذلک کشمع ورمص ثم تنحلل النواقض فاعظم ذی الشان ٭ پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا باقی کو بدن پر نہ پہونچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہی زیادہ کیا صحیح کی کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے ای مخاطب بڑے شانکے بڑے ٭ وزید علی ہذین ایضا تقاطر ٭ مع الغسل لیس ہذا لدی الثانی اور ان دونون شرطون کے دھونیکے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہی یہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف کے نزدیک نہین ہی مگر تقاطر کا قول معتمد ہی ہم مذہب حنفی کی کتابون مین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رح کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن شیبانی کو جو دوسرے درجہ کے شاگرد ہین امام رح کے اور شیخین رح بولتے ہین امام اور ابو یوسف کو اور طرفین کہتے ہین امام اور محمد کو اور صاحبین کہتے ہین ابو یوسف رح اور محمد رح کو اس اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیئے ٭ وصفتہا فرض للصلوٰۃ اور صفت طہارت کی یہ ہی کہ وضو فرض ہی نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل ٭ وواجب للطواف اور واجب ہی کعبہ معظمہ کے طواف کیواسطے ٭ وقیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہی مصحف کے چھونے کیواسطے اس قول کیوجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنی اس آیت مین کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہی اور دوسرا قول یہ ہی اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین کہ کتاب سے مراد قرآن ہی جو الفاظ سے مرکب ہی جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہی یعنے ظنی ہی جس سے فرض

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کیواسطے طہارت فرض ہی تو مراد اسکی یہ ہی کہ فرض عملی ہی کذا فی الطحطاوی بالیضاح ومسنة للنوم
اور وضو سنت ہی سو رہنے کیوقت ہم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی وضو ومندوب
فی نیف وثلثین موضعًا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبة وقہقہة وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئة وللخروج من خلاف العلماء
اور وضو مستحب ہی تیس اور کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہی ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعرخوانی اور اونٹ کے گوشت
کھانے کے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعرخوانی مراد ہی جو حکمتون سے اور مدح نبوی سے خالی ہی
اور بعضون کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہی ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال جیسا کہ مس ذکر اور مس عورت
امام شافعیؒ کے نزدیک وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگجاے تو مستحب ہی کہ پھر وضو کر لے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی
الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار نے کہا مین نے خزائن کیطرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو
نقل کیا ہی کہ مستحب ہی سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور
نماز کے ہر وقت مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کیوقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور
حدیث کے پڑھنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کیواسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور وقوف عرفات وسعی کیواسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لئے انکی تعظیم کی جہت سے انتہی اور
نہر الفائق مین ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کیواسطے اور ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے
تو تیمم ہی کر لے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین ہی یہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی
انتہی ما فی دلائل الاسرار ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دہونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہوجانا ہم بحر الرائق مین ہی کہ طہارت کے
ارکان حدث اصغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دہونا اور نجاست مین سارے بدن کا دہونا اور نجاست
حقیقی مین جو نظر آتی ہو تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا
انتہی سو شارح کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین
ہین کذا فی الطحطاوی والتہ ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا
اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیة اذا قمتم الی الصلوة اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوة کی آیہ ہم پوری آیت یون ہی
یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْہَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّہَّرُوْا
وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْہِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ
مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَہِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یعنی اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے چہرے اور
ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرونکو اور پاؤن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر
یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جاے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتونکو یعنی انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ
وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ
طہارت ہی صغری اور کبری یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی دہی مدنیة اجماعًا اور وہ آیت مدنی ہی یعنے مدینہ منورہ مین

نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین ہم یہ آیت سورۂ مائدہ میں ہی اور وہ سورت قرآن میں پیچھے نازل ہوئی ہی سیوطی نے اتقان میں کہا کہ مدنی وہ ہی جو ہجرت کے بعد
نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ میں اسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہی جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہی کذا فی الطحطاوی
واجمع اهل السير ان الوضوء والغسل فرضا بمكة مع فرض الصلوة بتعليم جبرئيل عليه السلام اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ سلم کی سیرت اور احوال
کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وانه
عليه الصلوة والسلام لم يصل قط الا بوضوء اور اسپر اتفاق کیا ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم یہ جواب ہی اُس سوال کا
کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بل هو شريعة من قبلنا بدليل هذا وضوئي ووضوء الانبياء من قبلي بلکہ وضو کرنا شریعت ہی
ہمسے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور اُن پیغمبروں کا جو مجھسے پہلے تھے وقد
تقرر في الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصه الله تعالى ورسوله من غير انكار ولم يظهر نسخه اور البتہ اصول علم کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہی کہ
اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہی یعنے اہل سلام کو بھی اُسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اُسکے رسول نے حدیث میں اسکا بیان کیا
ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نکیا ہو اُسکو اور اُسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو ہم شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں کقوله تعالى وكتبنا عليهم ان النفس
بالنفس اور نبی صلے اللہ علیہ سلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ صوم عاشورا بیان کرنا چاہیئے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہی تقریر اُسکی یہ ہی کہ جب فرض
ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخہ بھی ہی تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ
ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا فقائدة نزول الاية تقرير الحكم الثابت وتاتي اختلاف العلماء الذي هو رحمة تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہی
اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہی امت کیواسطے ہم چونکہ وضو خود عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع نماز کے
تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکریں اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات میں تساہل کریں طول عہد اور انقراض باقلین کیوجہ سے بر خلاف
اُسکے جبکہ اثبات وضو کا اُس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہی تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف ہی آیت مذکورہ کے
عدد فرائض میں سو بعضے عالم کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہیں اور بعضے فقط ہاتھ لگانے پر اور جس عضو کے
مسح کرنیکا حکم ہی اُسمیں اختلاف ہی کہ کل عضو کا مسح مراد ہی یا چوتھائی کا یا اُس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب میں
مذکور ہو چکا کیف وقد اشتملت على نيف وسبعين حكما مبسوطة في تيمم الضياء عن فوائد الهداية کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول میں
حالانکہ وہ آیت شامل ہی ستر اور کئی حکموں پر جو ضیا کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحا مذکور ہیں وهي ثمانية امور كلها مثنى اور حالانکہ آیت مذکورہ
شامل ہی آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک اُنسے دو دو ہیں یعنے ہر واحد میں دو دو قسمیں ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتين الوضوء والغسل شامل ہی دو طہارت پر
کہ وضو اور غسل ہی ومطهرين الماء والصعيد اور دو پاک کرنیوالی چیزوں پر کہ پانی اور خاک ہی وحكمين الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح
کرنا ہی وموجبين الحدث والجنابة اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہی ومبيحين المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کرنیوالوں پر
کہ بیماری ہی اور مسافری ودليلين التفصيلي في الوضوء والاجمالي في الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو
میں دھونے اور مسح کرنیکے اعضا میں مفصل بتایا اور غسل میں صیغہ مجمل فرمایا کہ فاطهروا یعنے طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وكنايتين الغائط والملامسة
اور دو کنایہ پر کہ غایت اور ملامسہ ہی ہم کنایہ وہ لفظ ہی کہ معنے مراد صریحا دلالت نکرے سو غایت لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء حاجت
بشری مراد ہی اسلئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہیں یہاں مراد جماع سے کر

اسلئے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہی تو وہ بوس و کنار سے شروع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطهیر الذنوب واتمام النعمة ای بموته شهیدا لحدیث من
دام علی الوضوء مات شهیدا ذکره فی الجوهرة اور دو بزرگیون یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو گناہون سے پاک
کردینا فی قوله تعالی لیطهرکم یہ اور نعمت کو پورا کردینا فی قوله تعالی لیتم نعمته علیکم تمام نعمت ہی اُسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو وضو
کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین قدوری کی شرح ہی انما قال امنوا بالغیبة دون امنتم لیعم کل من امن الی یوم القیمة
قاله فی الضیاء وکانه تنبیه علی ان فی الایة التفاتا والتحقیق خلافه اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ انتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ
خطاب شامل ہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہی کہ آیت وضو مین التفات ہی حاضر سے
غائب کیطرف اور قول محقق اسکے مخالف ہی وہم التفات اسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو بعضے علما یا
ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہی اور انتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منادی کا مخاطب ہونے کیوجہ سے
یہ ہی کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہی کہ یہان التفات نہین ہی اسلئے کہ آمنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولات بمنزلہ غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے
راجع ہوتی ہی موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہی مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایہ خلاصہ یہ ہی کہ صنعت التفات اُسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل مین غائب کا
صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہی واتی فی الوضوء باذا التحقیقیة وفی الجنابة بان التشکیکیة للاشارة الی ان الصلوة من الامور
اللازمة والجنابة من الامور العارضة اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت مین اِن کا
لفظ لایا جو شک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تا کہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوة امور لازمہ سے ہی اور جنابت امور عارضہ سے ہم
اِذا اور اِن شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہان اِذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنے
تردد ہونے اور نہونے مین تو وہان اِن کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوة
فرمایا اسواسطے کہ نماز کیواسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہی کہ دن رات مین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے کہ اِذا کا
لفظ جو اقرب ثابت پر دلالت کرتا ہی مذکور کیا اور جنابت مین اِن کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہی اور امور عارضہ متردد وہ سے ہی کہ ہو یا نہو اسوجہ سے کہ
اِن کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنة وفرض
والحدث شرط الثانی لا الاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو
مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہی بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت وضو کی تو ایک
غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہی طحطاوی نے کہا شارح کے کلام سے
کھلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسیطرح تیمم کے وضو کے قائم مقام
ہوتا ہی یعنے عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کیوقت اور مسجد مین جانے کیواسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت ہوا ارکان الوضوء اربعة وضو کے
رکن چار ہین علم لغت مین رکن رکھتے ہین ہر چیز کیجانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہی وضاءت سے جو معنی لطافت اور حسن کے ہی اور وضو بالضم مصدر ہی اور بالفتح
وہ پانی ہی جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثه کے دہونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانه افید
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہی اسلئے کہ رکن اخص ہی فرض سے اور تا کہ معلوم ہو کہ جن
کتابون مین فرض الوضوء مذکور ہی وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہی اسلئے خاص ہوا کہ رکن اس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت

منہ

یعنے شی کی حقیقت مین داخل ہو برخلاف فرض کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونون کو فرض بولتے ہین مع سلامتہ عما یقال ان ارید
بالفرض القطعی یرد تقدیر المسوح بالربع ان ارید العملی یرد المغسول او جود سلامت رہنے اس تعبیر کے اُس اعتراض سے جسکا بیان یون ہے کہ جن کتابون مین تعبیر بفرض وضو کی
اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہے تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی مقدار معین کرنیکا عضو ممسوح مین کیونکہ یہ قطعی نہین ولہذا اسمین اختلاف ہے اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے
فرض عملی مراد ہے تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دھونا قطعی ہے نہ عملی وان اجیب عنہ بما لخصناہ فی شرح الملتقی اگرچہ اس
اعتراض کا وہ جواب پایا گیا ہے جسکو ہمنے خلاصہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہے ہم منجملہ اجوبہ شرح الملتقی کے ایک جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہے اور اعتراض مسح کا
یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی ثم الرکن ما یکون فرضا داخل الماہیۃ
واما الشرط فما یکون خارجہا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہئے کہ رکن وہ فرض ہے جو ماہیت مین داخل ہوا اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن
اور شرط دونون سے عام ہے یعنے دونون کو شامل ہے ہم لفظ ثم کا یہان ترتیب اخباری مین مستعمل ہے اور فرض لغت مین تیس اور کئی معنی کیواسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی
عن نہایۃ النہایۃ اور منجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر اور تفصیل اور تحدید اور تحریر ہے وھو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الراس اور فرض قطعی وہ عمل ہے
جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس درجہ تک کہ اُسکا منکر کافر ہوجاتا ہے یا اُسکا منکر منسوب بکفر ہوجاتا ہے چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار ہم فرض قطعی کو
فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اُسکا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی
سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہ نہین چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث مین خصوص لاحق نہوگیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق آحاد منقول
نہو اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہے اور نہر الفائق مین ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اُسکی قطعی چنانچہ
نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اُسکا قطعی ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے چنانچہ آیات ماولہ یعنی جنمین تاویل کو دخل ہے تیسری وہ ہے کہ جسکا ثبوت ظنی ہے اور اُسکی
دلالت قطعی ہے چنانچہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی
اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسیوجہ سے بعضے متاخرین نے
کہا کہ فرض عملی واجب کی دونون قسمون سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وھو ما تفوت الصحۃ بفواتہ کالمقدار
الاجتہادی فی المفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہوجانے سے عمل کی صحت فوت ہوجائے چنانچہ فرضون کی
وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے
اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کا علامہ ہے اور فرض عملی اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہین اسلئے کہ
آدمی کے اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فروض کی مقدار اجتہادی چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا
کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے
ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہے ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہے کہ دو بوند ٹپکین صحیح تر قول مین ہم غسل بفتح عین لغت مین میل کے دور کرنے کو کہتے ہین جس چیز سے
ہو اسپر پانی بہا کر اور غُسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہین اور اُس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غِسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہے جب
پانی بہانا دھونیکی حقیقت مین داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اسطرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ مین جائز نہوگا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین اور
فیض کا مصنف شیخ برہان الدین کرکی ہے کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا کا امر تکرار کرنے کا
مقتضی نہین ہم یعنی امتثال امر ایک بار کرنے سے ادا ہوگیا بار بار کرنا ضرور نہین ولہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے ایکبار اعضاء وضو کو دھونا ہے اور کا

دو دو بار اور نگاہے تین تین بار چنانچہ کتب حادیث مین مذکور ہے اور یہ نہایت ثبہ ہے تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے وھو مشتق من المواجھۃ واشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان اشھر فی المعنی شائع کاشتقاق الوعد من الوعد وکا الیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنے نکلا ہے مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق وعد کا تعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہے اسواسطے کہا کہ وعد تعاد سے نکلا ہے کیونکہ وعد بھی بمعنی اضطراب ہے اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنے دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہے اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہے کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی مجرد ہے اور مواجہہ ثلاثی مزید ہے اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب ہے کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہے اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہین بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر صیغی شرط ہے اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہے جیسے حمق بمعنی بیوقوف کا اشتقاق انحماق بمعنے استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہے تو جائز ہے کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہے چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہے انتہی تحصاصہ عندہ سطح جبھتہ الی المتوضی بقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ محنبت اسنانہ السفلی طولا کا علی شعر الاجبر یکا دھونا فرض ہے پیشانی متوضی کی سطح کے سر سے اسکی ٹھوڑی کے یعنی جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا ہے ... عند ای قول من قصاص شعرا لحاجبین علی الغالب الی المطر دلیعم الاغم والاصلع والانزع مصنف نے اور مصنفون نے من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری تھا بنابر غالب کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل ہے ہم تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ... اور کنز وغیرہ مین جو چہرہ کی حد مین من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنے سر کے بال جمنے کی منابت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہے سوا سپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر سے اتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہے جسکی پیشانی کے دونون جانبین بال سے خالی ہون تو بداہۃ چہرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونا ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتدا سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل ہے یعنے اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور انزع کو پیشانی سے زیادہ لازم نہ ہوگا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونون کانونکے دونون لو کے مابین مین بنا بر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المائی وما یظھر من الشفۃ عند انضمامھما اور جبکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنے فرض ہوگا کویون کا دھونا اور اس قدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعضے نسخون مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہے اور اس سے داڑھی مراد لی جو ماقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ داڑھی تو بالاستقلال آگے متن مین آتی ہے واللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتے اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو داڑھی اور کان کے بیچ مین ہے بسبب داخل ہونے اسجگہ کے چہرہ کی حد مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہے داڑھی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہے کہ عذار نام ہے داڑھی کے دونون جانبون کا مترجم نے سہولیت فہم کیواسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو مین فرض ہے اور ابو یوسف کے نزدیک داڑھی والے کو اسکا دھونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب وونیم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھون اور داڑھی اور مونچھ کے بالون کی جڑونکا اور مکھی کے گوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالونکی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین

ترجمہ اول ... [handwritten margin note, partly legible] ... اشتقاق صغیر اسکو کہتے ہین کہ مشتق اور مشتق منہ مین حروف اور ترتیب مین مناسبت ... اور اشتقاق کبیر ... معنی کی مناسبت ہو ...

... اور اشتقاق اکبر ... [handwritten margin note, partly legible]

نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آوے گی تو جڑ بالکا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا و غسل الیدین اسقط لفظ فرادیٰ
لعدم تقييد الفرض بالانفراد والرجلين ايضاً ... نان البحر وحقيق متون بالخف طھّما للبيد دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے ان ہاتھوں کا
اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن دونون پانوؤن کا جو ظاہر ہیں صحیح سالم اسواسطے کہ زخمی پانوؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو انکے واسطے مسح کرنا معین ہے اور مؤلف
مصنف نے ہاتھ پانوؤن مین فرادیٰ کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا کر دھونے کی قید نہین ہے یعنے اگر دونون ہاتھ یعنے دونون پانوؤن کو پانی کے اندر
ساتھ ہی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہے صاحب درر کیطرف انھون نے کہا ہے غسل الیدین فرادیٰ یعنے اُسکا مطلب ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ
دھونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی مرة لما مر یعنی ہاتھ پانوؤن کا ایکبار دھونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنے امر مقتضی تکرار کا نہین مع المرفقين والكعبين
على المذهب ہاتھونکا دھونا فرض ہے دونون کہنیونکے ساتھ اور پانوؤن دونون ٹخنونکے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے وما ذكروا من ان الثابت بعبارة النص غسل
يد ورجل والاخرى بدلالته ومن البحث فالی وفی القراء تين فی وجلكم قال في البحر لا طائل تحته بعد انعقاد الاجماع على ذلك ... جو فقہ کی کتابون
عالمون نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی عبارة النص سے ایک ہاتھ اور ایک پانوؤن کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پانوؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور
وہ بحث کہ لفظ الیٰ مین اور ارجلکم کے دونون قراءتون مین ہے کو بحر الرائق مین کہا کہ اسمین کچھ فائدہ نہین بعد منعقد ہو جانے اجماع کے دونون ہاتھونکے دھونے
پر کہنیون سمیت اور دونون پانوؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت عبارة النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام بولا گیا ہو اور دلالۃ النص اسکو بولتے ہین جو
نص سے مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پانوؤن کا دھونا بطریق عبارة النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ صیغہ جمع کا ... جمع سے قسمت علی
الآحاد کا مقتضی ہے یعنے مقابلہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک لیویں ... اور لفظ الیٰ مین یہ بحث ہے کہ غایت مغیا میں یعنی ما بعد الیٰ کا اسکے ماقبل کے حکم مین داخل ہے
یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قراءتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر ... اور جمع بین القراءتین یا تو تخییر بین
الغسل والمسح کا مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قراءت یعنی دھونا اس حالت پر محمول ہے جبکہ پانوؤن مین موزہ نہو اور زیر کی قراءت یعنی مسح کرنا موزہ پہنے پر
محمول ہے چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ زیر کی قراءت کا ظاہر با اجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنیکا قائل ہے وہ دونون ٹخنونکو مسح کی غایت قرار
نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ سب گفتگو اجماع کے منعقد ہونے سے پہلے تھی ... الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور
حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا فعل اُن لوگون کو یقین کا موجب تھا جنھون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علے
وجہ الیقین بدون متواتر ہونیکے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصراً ... بالبلل الباقي بعد غسل على المشهور لا بعد مسح الا ان يتقاطر
مطلقاً وبلل باق بعد غسل على المشهور لا بعد مسح الا ان يتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دونون کانونکے اوپر اگرچہ چہارم حصہ ... بارش کے
پانی لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی ہے کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنیکے بعد باقی رہتی ہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو
یعنے اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت باکثرت ہے کہ تقاطر ہنوز موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے اور مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور
عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا
مسح فرض ہے اور یہی روایت مشہور ہے یعنے ولہذا فقہ کی متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین
مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت مین انگلیونکی مقدار ہے بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ مین کہا
اسی پر فتویٰ ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ یہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایت ہے امام سے ظاہر الروایہ نہین کذا فی النہر الفائق مختصراً ولو مد
اصبعاً او اصبعين لم يجز الا ان يكون مع الكف او بالابهام والسبابة مع ما بينهما اور اگر ایکبار دو انگلیونکو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہ کہ انگلیونکے ساتھ

ہتھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو انکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا م طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع
کی روایت پر متفرع ہے والا اس قدر سے چہارم سر ثابت نہیں ہوتا مگر یہ کہ مد اور رفع میں تفرقہ کیا جائے یعنے کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھدینے سے اور بمیلہ
یا چند بار چند پانیوں سے مسح کرے تو درست ہے م یہ مسئلہ دونوں روایتوں پر متفرع ہو سکتا ہے یعنے اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث
اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ الاناء او خفیہ او جبیرتہ وھو محدث اجزاہ ولم
یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علے الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن میں داخل کیا یا اپنے دونوں موزوں کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ
اسکو وضو نہیں ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جاویگا بالاتفاق اگر اسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ
بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے م یعنے محمد کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلئے کہ مستعمل ہونے میں پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا نہ
بہانا پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن النہر وغسل جمیع اللحیۃ فرض یعنے عملیا ایضا علے المذہب الصحیح المفتے بہ المرجوع الیہ وما عدا ھذہ
الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام داڑھی کا یعنے بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہے بنا بر اس مذہب کے جسکو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتوی
دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتیں سب متروک ہیں چنانچہ بدائع میں مذکور ہے شارح نے کہا یہاں فرض سے
مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی م ماتن نے اپنی شرح میں کہا چونکہ دھونا داڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا میں نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن میں اور تعجب ہے اصحاب
متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنیمیں اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے میں باوجودیکہ داڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اس حد میں جو انھوں نے اپنی
کتابوں میں بیان کی ہے انتہے طحطاوی نے کہا کہ داڑھی میں روایات متروکہ غیر معتمدہ چھ ہیں ایک روایت تمام داڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی
کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق میں کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر داڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جو کھال سے ملی ہے
اسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے اسکی تصحیح دی ہے جامع صغیر کی شرح میں ثم لاخلاف فان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پھر اسمیں اختلاف نہیں کہ
ٹھوڈھی سے لٹکتی داڑھی کا نہ دھونا واجب ہے نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا مسنون ہے م منتقی میں ہے کہ مسترسل سے مراد یہ دائرہ جو چھوٹی ہوئی اور منیہ میں صریحا مذکور ہے کہ
لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمیں اختلاف نہیں کہ جو ایسی ہلکی داڑھی ہو
جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اسکے ماتحت کا دھونا لازم ہے ایسا ہی نہر الفائق میں ہے م تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرھان یجب غسل بشرۃ لم
یسترھا الشعر کحاجب شارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان میں ہے کہ اس کھال کا دھونا واجب ہے جسکو بالوں نے نہیں چھپایا مانند بھوں اور مونچھ اور
عنفقہ کے قول مختار میں م جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان ہیں انکو عنفقہ کہتے ہیں اور بعضے اہل ہند اسکو بچی بولتے ہیں ولا یعاد الوضوء بل
ولا بل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور داڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ وہ خشک نکلے
کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے موچھ اور بھوں کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اکھاڑنے سے
اسجگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا ولو کان علے اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلد رقیقۃ فتوضأ وفتأ مر الماء
علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علے ما تحتہا ولو تالم بالنزع علے الاشبہ لعدم البدل لہ بخلاف نزع الخف اور اسطرح اگر وضو کے اعضا پر
زخم ہو جیسا پھوڑا اور اسپر باریک کھال ہو پھر اسنے وضو کیا اور اس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا تو اس شخص پر لازم نہوگا دھونا کھال کے ماتحت کا اگرچہ تکلیف
درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت کے یعنی دوسری بار دھونا اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی
بخلاف موزہ اتارنیکے کہ پانوں کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے پانوں دھونے کا م فتاوی ہندیہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد نہو

تو وہاں کا دھونا لازم ہے اور اگر درد ہو اور کوئی چیز وہاں سے نکلی ہے تو وضو گیا اور اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا لازم نہیں
انتہی تو شارح کو یوں کہنا واجب تھا ان لم یتالم بالنزع علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ درد ہو یا نہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے نہونے میں تو اختلاف
نہیں علی العموم لزوم میں کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو
کھرونچا یا چھیلا یعنی یا دھو ڈالا کہ مسح قائم ہے دوسری بار مسح کرنا لازم نہیں **فروع** یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت
ہے اس کتاب میں کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو ملحق کرتا ہے کہ لوگوں کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا ترکه
متوضی کے اعضا میں انشقاق یعنی بوائی ہے تو اسکو دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے
آس پاس دھووے کذا فی العالمگیری ولو بیدیه ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اسکے ہاتھ میں انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے ھم یعنی اگر دونوں ہاتھ
پھٹے ہوں وہ پانی کا استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہوگا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہوگا ہر چند شارح نے ظاہراً ایک ہاتھ کو ذکر
کیا مگر مراد دونوں ہاتھ ہیں اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونوں ہاتھوں کو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل
القطع اور اگر ہاتھ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اس ہاتھ اور پانوں سے دھونا ساقط ہو گیا
ولو خلق له یدان ورجلان فلو یبطش بهما غسلهما ولو باحدهما فهی الاصلیة فیغسلها اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پانوں مخلوق ہوں یعنی ایک کہنی کے
اوپر دو ہاتھ اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پانوں پھوٹ نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہو تو دونوں کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اسی کو دھووے یعنی
دوسرا زائد اور بیکار ہے اسکا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح اگر دونوں پانوں سے چلتا ہو تو دونوں کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہیں وکذا الزائد ان نبتت
فی محل الفرض اور اسی طرح اس زائد ہاتھ پانوں کو دھووے جو جما ہے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پانوں پیدا ہوا
تو اسکا بھی دھونا لازم ہوگا کاصبع وکف زائدین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منهما محل الفرض غسله
وما لا فلا لکن یندب مجتبی اور اگر زائد ہاتھ پانوں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہے تو جتنا انمیں سے محل فرض کے سامنے ہو اسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل
نہو تو اسکا دھونا فرض نہیں ہے لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبی میں جو شرح ہے قدوری کی وسننه اور وضو کی سنتیں افاد انه لا واجب للوضوء
ولا للغسل والا لقدمه مصنف نے وضو اور غسل میں فروض کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا
تو اسکو سنتوں سے پہلے فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنے اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اسکے تقدیم کی مقتضی ہے جمعها لان کل سنة
مستقلة بدلیل وحکم اور مصنف سنت کو بہ صیغہ جمع لایا اسلئے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ھم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے
یعنے وضو کی آیت اور سنتوں کی دلائل احادیث جداگانہ ہیں اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یا یہ معنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری
ترک کی تو جسکو ادا کیا اسکا ثواب ملیگا بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہوگا وحکمها ما یوجر علی فعله ویلام
علی ترکه اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اسکا ثمرہ یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اسکے کرنے پر اور ملامت کیجاوے گی اسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب
ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیرا ما یعرفونه به لانه محط مواقع انظارهم [illegible] سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہیں یعنی سنت کی
ماہیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عتاب ہے [illegible] کا یہی ہے اندازہ یعنی منظور نظر فقہا بیان کرنا ہے
ثمرہ اعمال [illegible] تعریف شی میں اسکا حکم اور ثمرہ بیان کرتے ہیں ہر چند حکم شی کا اس شی کی حقیقت میں داخل نہیں [illegible] الشمنی بانها
بقوله علیه السلام [illegible] لا مستحب لکنه تعریف [illegible] یعنی سنت کی حقیقت یوں بیان کی کہ سنت وہ ہے

جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہیں شامل ہے شارح اس سند اک مین صاحب بحر کا تابع ہے حالانکہ سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہے بقولہ و لا تجب کذا فی الطحطاوی والمداومۃ علی الموکدۃ مواظبتہ مع ترک ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی کا ہے ترک بھی کیا اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل ہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور کبھی ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتکاف نہ کرنے والون پر انکار نہ فرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلئے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہیں امت پر تراویح فرض نہوجا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن شاء اللہ ... لا تذکر فی التعاریف ... کا حال ہے کہ انکا مذکور تعریف مین نہو ہم اسواسطیکہ تعریف ہوتی ہے ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین ... کہ تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت تاوح واتعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہے اور شرط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین داورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ماھو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہے بنا بر اُس قول کے جو منصور اور موید ہے دلائل سے وہ قول یہ ہے کہ اصل اشیا مین توقف کرنا ہے یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہے نہ حرام ہے ہم اسمین اختلاف ہے کہ اشیا مین اصل اباحت ہے یا حرمت یا توقف اول قول ہے شافعیہ و بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول ہی مذہب منصور ہے اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہے یعنے جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی صنفے کی ہے وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہا رحمہم اللہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہے یعنے تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہے نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہے السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ یعنے سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں جاری ہے بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہے دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہ ہے کہ سنت وہ ہے جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہے تو یہ دلیل ہے سنت موکدہ کی اور اگر ترک ہے احیاناً تو یہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہے تو یہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصر اً شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہے وہ یہ ہے السنۃ ما فعلہ علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ ولم یترکہا الا بعذر و یؤجر باتیانہا و یلام علی ترکہا یعنے سنت وہ کام ہے جسکو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب پایا جائے گا اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی البدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہے وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت مین نیت عبارت ہے عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہے ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہے نفس کا فتح القدیر مین ہے کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اسلئے کہ حدث چند قسم ہے تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوٰۃ تقربا الی اللہ تعالیٰ یعنے مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو ومصرحا بالہ بلفظہ لیس لعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون نیت کے عبادت ہی نہین ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو ...

ثواب ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کچھ علم نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہی وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہوجانا اسپر موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہی اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہی کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہی نتیجہ خلاصہ یہ ہی کہ وضو بلا نیت نماز درست ہوگی مگر وضو کو ثواب بدون نیت کے نہوگا یا نویہ بغیر کیا اور وضو کرنے والا نیت کے نکرنیسے گنہگار ہوگا عہ اسمین اختلاف ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہی یا نہین اور نہر الفائق مین اختلاف کو یون رفع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہوگئی تو گنہگار ہی اور اگر عادت نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون عدم اعتقاد اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہہ ملامت اور عتاب ہی چنانچہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہی فانہا فرض فی الوضوء المامور بہ وفی التوضی بسؤر حمار و نبیذ تمر کالتیمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا اس وضو مین جسکا شرع مین حکم ہی اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت خرمات وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی عہ مجھو کے شربت سے وضو ناجائز ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہ ہی کہ اس سے وضو جائز نہین کذا فی الطحطاوی وبانہ یبتدئ بہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنے کا وقت وضو مین چہرہ دھونیکے ساتھ ہی وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین فی الرسغین لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی لائق یون ہی یعنے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھونکے دھونیکے وقت پہونچون تک تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبیل سائر السنن کما فی التحفۃ ثم الوقت عندنا قبیل غسل الوجہ کما تفرض عند الشافعی انتہی مین کہتا ہون لیکن قہستانی شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے سوا ہی سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک منھ دھونیسے پہلے جسطرح شافعی رح کے نزدیک فرض ہی انتہی ما فی القہستانی عہ حاصل استدراک یہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہی روایت نہین اور قہستانی مین روایت ہی تحفہ سے دوسری بات یہ ہی کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیہا سبع سؤالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال ؎ سبع سؤالات لذی الفہم اتت ٭ تحکی لکل عالم فی النیۃ ٭ حقیقۃ حکم محل وزمن ٭ وشرطہا والقصد والکیفیۃ اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہی سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لئے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کیواسطے ایک سوال ہی نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اُس کے محل مین ۴ اُسکے زمانے مین ۵ اُسکی شرط مین ۶ اُسکے قصد مین ۷ اُسکی کیفیت مین عہ پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہی فعل کرنیکے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا حکم یہ ہی کہ وضو غیر ماموربہ مین نیت کرنا مسنون ہی اور وضو ماموربہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہی تیسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا محل دل ہی اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اسکو زبان سے کہنا مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن شرح البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اُس سے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہی چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا قصد کرے اُسکو جانکر کہ یہ کونسی عبادت ہی یعنے مطلق طاعت و تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کما حقہ عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا عہ شارح نے بیان نوعمل کو بیان کیا کہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینو ابتدا مین مطلوب ہی اور انمین کچھ منافات و تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہی اور تسمیہ کا محل زبان ہی اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہی اور اسی دفع تنافی کیطرف شارح نے قولا کے لفظ سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہی ہر ذکر سے

یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد وغیر ذلک سے لکن ثبتا نوار د عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام
لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہی کہ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کہے ہم طحاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہی بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہی مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہی یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہی طبرانی نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء
یعنے حضرت نے فرمایا کہ ای ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے
ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی دبوسی نے کہا افضل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تعوذ کرے ابتدا وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبی
مین ہی کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام آمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون ان علمار کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر
کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت یا ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت بڑی ہی تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایہ تقلید سے مراد
یہان یہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث مین بلا بیان مخرج و بلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق تقلید معیوب ہی اسلئے کہ علامہ
عینی خود مقلد ہی امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا ملحق بوضو ہی طہارت
ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے جانے کیوقت
فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کیوقت اور نجاست کے مکان مین خدا کا
نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتدا طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر
اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوگی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہی تاکہ وضو
خالی نہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ولیقل بسم اللہ اولہ واخرہ اور کھانیکے درمیان مین خدا کا نام لینے سے
تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ اسمین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیئے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھولجاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہی کہ اول
طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانیسے اور یہ مخالف ہی شارح کے کلام سے جو اسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والبداءۃ بغسل الیدین
الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہی دونون ہاتھونکو تین بار دھونیسے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید اسواسطے
لگائی کہ نجس ہاتھونکا دھونا فرض ہی بعضونکے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہی اور بعضونکے نزدیک بعد استنجا کرنیکے سنت ہی مجتبی مین کہا کہ اکثر کا قول یہ ہی کہ قبل اور
بعد دونون حالتون مین سنت ہی اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہی تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہی اور بعد اسکے بدایت اضافی ہی کذا فی الطحطاوی وقید الاستیقاظ اتفاقی
اور جاگنے کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی ہم یعنی یہ جو حدیث مین صحیح ہاتھونکا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہی سو اتفاقی قید ہی احتراز مقصود نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہی بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا
استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنے جب تمسے کوئی جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے
کہ پہلے دونون ہاتھ دھوئے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر فلذا لم یقل قبل
ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسیواسطے مصنف نے یون نکہا کہ ہاتھ دھونا سنت ہی برتن مین

ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا ہو کہ ہاتھ دھونیکی سنت جاجت کیوقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنے اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھون کا دھونا سنت نہید
حاجت سے مراد توہم نجاست ہے درصورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلوب نہین حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وہ قول اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہ ہے کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقا
لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست مین یعنے طاہر ہو کر سونے مین یا نہ سونے مین
سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کیحالت مین تو دھونا فرض ہوگا تو مصنف رح کا قول یعنے غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص لغیر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ
اور غیر موکدہ دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل ادخال کی قید اسواسطے لگائی کہ کتابون کے مفہوم مخالف حجت ہوتا ہین
ھم مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفہوم ما یفہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہے یعنی جو لفظ سے بوجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے
کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے جیسا نچہ قرآن مجید مین فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ
مسلمان لونڈیون سے نکاح کرلے امام شافعی رح اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم رح کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے
معلوم نہین ہو سکتا بخلاف اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنے کتاب و سنت کے اکثر مفہوم مخالف
حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جن پر صریحا نصوص دلالت کرتے ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا
مفہوم نصوص مین معتبر ہے جیسا نچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہے کہ مفہوم
مخالف معتبر ہے روایات مین بالاتفاق یعنے امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین اُنکی اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق
ومنہ اقوال الصحابۃ قال وینبغے تقییدہ بما یدرک بالرای لا ما لا یدرک بہ انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام رض کے اقوال ہین کہ اُنکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے
نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہے کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جائے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جائے انتہی ما فی النہر یعنے اگر صحابہ کا قول
ایسا ہے کہ اُسمین عقل کی مجال ہو سکتی ہے تو اُسکا مفہوم بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل و قیاس کا اُسمین دخل نہین تو اُسکا مفہوم بھی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی
قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص مین جیسا نچہ حقتعالی کے
اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اُسدن یعنے قیامت کے دن محجوب و مستور ہونگے یعنے دیدار خدا سے محروم رہین گے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان
اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ فالکثری لا کلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے
ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل قال ؎ وعظم یلی الابہام کوع وما یلی
لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط ؛ وعظم یلی ابہام رجل ملقب ؛ ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ابتدائے غسل یدین دونون پہونچون تک
سنت ہے رسغ بضم را مہملہ و سکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پانو مین ہے جیسا نچہ کسی شاعر نے کہا ہے اور وہ
ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اُسکا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونون ہڈیون کے درمیان جوڑ ہے اُسکا نام رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پانو کے
انگوٹھے سے ملی ہے اُسکا لقب بوع ہے سوائے مخاطب تو علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے فان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسراہ مضمومۃ وصب علی الیمنی
لاجل الابتداء بہا پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھ کی انگلیان ملا کر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف
سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دھووے ھم بحر الرائق مین پورا بیان یون ہے کہ ہاتھ دھونیکے دھونیکا طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن
ایسا ہو کہ اٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اُسمین ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اُسکو اُٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے تین بار اُسکو دھووے پھر برتن کو

ڈالے اپنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے تین بار دھووے پھر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے لکھا اور بڑے برتن مین انگلیان
ملا کر اسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن مین نیند سے جاگنے والے کو
حدیث مین منع ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منع اُس صورت مین ہی جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اُسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا
برتن نہو تو داخل کرنا ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف لا
اور اگر ہتھیلی کو پانی مین ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنیکا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا یعنے ضرورت کیوجہ سے اگرچہ
طلب استعمال یعنی قربت اور رافع حدث متحقق ہو کذا فی البحر ثم دھونیکے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہی کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل
نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھرے برتن مین سو اُسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک تو
پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف لشیء ودباء بخستان تیمم وصلے ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو تو کسی چیز سے
اور اُسکے دونون ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ثم توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہی کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ
ناپاک ہون تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اُسکے ہاتھ دھولاوے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا
ہاتھ مین پکڑے رہے پھر پانی سے نکال کر اُسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑ کے دونون ہاتھ
ساتھ ہی دھووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو مُنھ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا
دوبارہ پڑھنا واجب نہین وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ ینوب عن الفرض اور وہ یعنے بند دست تک ہاتھونکا دھونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام
ہونا ہی فرض کے جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہی کہ قائم مقام ہو جاتا ہی فرض کے یعنی اس محل کا دُھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا
جیسے قرآن کا پڑھنا کہ نماز مین فرض ہی الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہی ادا ہو جاتا ہی ویسن غسلہما ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے
ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہی یعنے اگرچہ بند دست تک دھونیسے سنت اور فرض دونون ادا ہو گئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ اُنکا
بھی دُھونا دوسری بار سنت ہی بحر الرائق مین مذکور ہی کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ وہ فرض ہی اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر
اور سراج اور خبازیہ مین اسکو پسند کیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہی الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہی
اور تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اُنکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا ہی اصح ہی میرے
نزدیک اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہی انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین غلط ہی دو قول کا اسواسطے
کہ جو کہتا ہی کہ غسل یدین سنت ہی اور قائم مقام ہی فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہی اور شارح
کے موافق نہر الفائق مین ذخائر اشرفیہ سے منقول ہی والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک
کرنا سنت موکدہ ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی کلی کرنے کے وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ کلی سے پہلے سنت ہی ثم مسواک کرنے کی تاکیدات
اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین از انجملہ وہ حدیث صحیح ہی جو امام مالک کے موطا مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر
میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری
امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی
کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اُس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کیگئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہی یعنے ستر درجے زیادہ ہی

ثواب مین کذا فی العینی (وهو للوضوء عندنا) اور مسواک وضو کی سنت ہی ہم حنفیون کے نزدیک ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہی اور ثمرہ اختلاف
ظاہر ہوتا ہی اوس شخص کے حق مین جسنے مسواک وضو کے ایک وضو سے چند نمازین پڑھین تو ہمارے نزدیک اُسکو ہر نماز کا ثواب ستر نماز بے مسواک کے برابر ہوگا اور امام
شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کیواسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر (الا اذا نسیہ فیندب للصلوۃ) مسواک وضو کی سنت ہی مگر جبکہ
وضو مین مسواک کرنا بھول گیا تو ثواب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا یعنی وضو کیواسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے وقت یاد آیا تو اب مسواک کرلینا مستحب ہی تاکہ
مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر والطحطاوی کیونکہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہی روایت مذہب نہین ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کردیتا (کما
یندب لاصفرار سن وتغییر رائحۃ وقراءۃ قرآن) جیسے مستحب ہی مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوی دہن کے سبب اور قرآن شریف کے پڑھنے کے وقت استحباب
مسواک کا متاکد ہوتا ہی اور نماز اور وضو اور قراءت قرآن اور منہ سے جاگنے کیوقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم سے منقول ہی کہ مسواک کرنا دین کی
سنت ہی تو سب احوال مین برابر ہی چنانچہ احمد و ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہی کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت مین ختنہ
کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی (واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل) اور ادنی درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہی اوپر کے دانتون مین تین
بار نیچے کے دانتون مین اوپر کے دانتون مین ابتدا داہنی طرف سے کرے پھر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا چاہیے کذا فی البحر عینی مین ہی کہ مسواک کرنیکی کچھ حد نہین
یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو اطمینان حاصل ہو جاوے (بمیاہ ثلثۃ) تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہین اسطرح کہ
مسواک کو تین بار دھووے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی (وندب امساکہ بیمناہ) اور مستحب ہی پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین ہم
مسواک کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر
اسیطرح مروی ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر (وکونہ لینا مستویا بلا عقد فی غلظ الخنصر وطول شبر) اور مستحب ہی ہونا مسواک کا
نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی کی مسواک درست ہی کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی
عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہی مبارک درخت منہ کو خوشبودار کرتی ہی اور بدبو دفع کرتی ہی اور وہ میری مسواک ہی
اور مجھسے اگلے انبیا کی (ویستاک عرضا لا طولا) اور مسواک کرے دانتون کے عرض مین نہ طول مین ہم اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے
ہین کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تھے نہ طول مین اور ابوداود کی سنن
مین حدیث ہی کہ جب تم مسواک کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو انتہی (ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال) اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہی
(ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور) اور اسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہی (ولا یمصہ فانہ یورث العمی) اور نہ چوسے
مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہی (ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان بہ) مسواک کرکے پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہین تو شیطان
اس سے مسواک کریگا (ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ) اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ لمبی نہو نہین تو شیطان اسپر سوار ہوگا (ولا یضعہ
بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی) اور مسواک کو پڑی نرکھے بلکہ کھڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہی یہ سب کہا ہی قہستانی نے (ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم) اور مکروہ ہی
مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہی زہر والی لکڑی سے (ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ) ومنجملہ
منافع مسواک کے یہ ہی کہ وہ شفا ہی ہر مرض کی سوا موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہی موت کے نزدیک ہم نہر الفائق مین ہی کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی
اماطۃ الاذی ہی یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہی شہادت کی مرنے کیوقت اور ابو سعود نے کہا کہ مسواک مسوڑھونکو مضبوط کرتی ہی اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر لگتی ہی
اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہی کذا فی الطحطاوی (وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ) اور جس وقت مسواک نہو

ف ان امور کا حال نہین ہی حدیث شریف مین آگیا ہی البتہ اہل کمال ہی کے ذکر حالی کو اُسکی علم سے معلوم ہوجاتی ہی اور بعض امور قہستانی بامین بعید از قیاس اور دور از عقل فقیہ شناس مسلم ہوتی ہین ۱۲

یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہے یعنی تحصیل ثواب مین کذافی النہر وغیرہ سنن احمد مین مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیونکو تین بار اور کلی کی پھر اپنی انگلی اپنے منھ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذافی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونیکے مسواک پر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہے اسکے دانتون کا تو اسکو اسکا فعل مستحب ہے کذافی الطحطاوی عن البحر

وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل للاختصار اور منھ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنی تمام داخل منھ کا دھونا اور اسیواسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لیے مصنف نے غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضا مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کیواسطے یہ عبارت اختیار کی ہے ہم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے بوافق کنز اور درر کے بجائے اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صرف استیعاب کیواسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذافی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا ہمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہے تین پانیون سے وحدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر امام شافعیؒ کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظمؒ کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جائے چنانچہ ابو داؤد اور طبرانی نے بن طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین انکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین بشرح وبسط مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نکر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت مؤکدہ ہین ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگون نے انحضرت صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سبنے ذکر کیا ہے کذافی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۳ صحابہ مین سے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا ہم لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذافی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے غیر روزہ دار کو نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذافی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اسکا منھ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہے ہم وضو کیواسطے پاک اور پاک کرنیکے لائق پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکا اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدلجاے ولو عندما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما فعل مرۃ اور اگر وضو کرنے والیکے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھوے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنی تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہین ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہے اور ایکبار دھونا وضو مین آپکے فعل سے

ثابت ہو اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اسکے حق تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماءً فمضمض ببعضہ واستنشق بباقیہ
اجزاء وعکسہ لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق کیا تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی
سے کلی کی تو کافی نہیں ہے یعنی اسواسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہوگیا اسواسطے کہ ناک میں پانی نہیں ٹھہر سکتا اور منھ میں ٹھہر رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں
ہو جاتا اور ناک سے پانی ہٹتا ہے لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وھل یدخل اصبعہ فی فمہ وانفہ الاولی نعم قہستانی اور ترجمہ یہ ہے کیا اپنی انگلی اپنے
منھ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہی ہے کہ ہاں ڈالے کذا فی القہستانی وتخلیل اللحیۃ لغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظھر کفہ الی عنقہ اور سنت ہے ڈاڑھی کا
خلال کرنا غیر محرم کو تین بار دھونے کے بعد اور خلال کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابو داؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک میں داخل کرتے تھے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے اسیطرح میرے
رب نے فرمایا پھر معلوم ہو کہ تخلیل لحیہ میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور
روایت ہے محمد سے خیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے
مالک کا جائز کا مطلب یہ ہے کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہیں اور مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی بعضے
منح الغفار میں ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کی طرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی ٹھوڑی کی طرف ہو
وتخلیل الاصابع الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادئا بخنصر رجلہ الیمنی اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال انکا
تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے
پاؤں کی چھنگلی سے اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے [illegible] نے کہا اس کیفیت کی کچھ
اصل نہیں ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع قدمین کو ملا کرتے چھنگلی سے تو حدیث بدایت
خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کو
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل با خنصر آئی ہے لیکن [illegible] چھنگلی پا اسفل سے [illegible] انتہی وھذا بعد
دخول الماء خلالھا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر اور اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے اندر پانی کا
دھونا فرض ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے ہم یعنی تین بار کرکے غسل
سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے [illegible] سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا دھونا
سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہ تین بار کا دھونا نہ ہوگا کذا
فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والا لا اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا ہم گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سنت مشہورہ کے ترک کی
عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونیکا معتقد نہو ولو زاد لطمانینۃ القلب لا والقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ
اور اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کیواسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں ہم درصورت شک خاطر جمع کیواسطے تین بار سے
زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا درحاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی العالمگیری شیخ الاسلام عینی نے کہا کہ تسکین
خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا باس بہ ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جسنے وضو کیا وضو پر اسکے واسطے

حق تعالی دس نیکیاں لکھیگا روایت کیا اسکو ابوداود اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب
شامی میں بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی ھم بحر الرائق
مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور
دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی
سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اسنے حد سے تجاوز کیا درصورت زیادت اور ظلم کیا درصورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی
کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے
اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصرًا لعلّ کراهتهم تكراره في مجلس فتنزيهية بل في القهستاني معزيًا للجواهر
الاسراف في الماء الجاري جائز لانه غير مضيع فتأمل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ
نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کر ھم یہ جواب ہی اس سوال مقدر
کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ
کہا ہی جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقًا زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ
مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ وضو پر
محمول ہی اور سراج کی کراہت چندبار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چندبار کا لفظ صریحًا اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چندبار تکرار پر محمول
کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلا شبہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے
جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقًا بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی
ما فی الطحطاوی ملخصًا لیکن قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صحیح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر
گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نهر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی
اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی و مسح کل راسه مرة مسنونة اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون
ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نرہے ھم صحیحین مین عبداللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون
ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین
مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح
کی اس حدیث مین مذکور ہی یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر
کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاے پھر دونو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے
اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علاحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین فلو ترکه ودام
علیه اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واذنیه معًا ولو بمائه اور سنت ہی دونون
کانون کا ساتھ ہی مسح کرنا یعنی یہان تقدیم یمین مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو ھم شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی
کے نزدیک کانون کے مسح کیواسطے نیا پانی ضرور ہی ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ الاذنان من الراس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو سر کے ساتھ انکا بھی مسح چاہیے

علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ مین آٹھ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباسؓ کی حدیث جو دارقطنی مین ہی ابن قطان نے اسکو صحیح
اور بزار نے اسکو جید کہا ہی انتہی لکن لو مسح عمامۃ مسنفاد لابد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کیواسطے لینا ضروری ہے
والترتیب المذکور فی النص سنت ہی وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہی یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونون ہاتھ کہنیون تک پھر مسح سر کا کرنا پھر پانون دھونا ٹخنون تک
وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض و هو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہی اور انسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے بحر الرائق
مین بعد دلائل اور بحث کے کہا حاصل مسئلہ یہ ہی کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہی اور اسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہے
والولاء بکسر الواو غسل المتاخر ومسحہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبہ لا باس اور سنت ہی ولا بکسرہ واو یعنی پے در پے وضو
کرنا عبارت ہی عضو متاخر کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسے ہوائے گرم اور تیز سے تو کچھ
مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے [illegible] مراد
مین حدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن او بعدم عذر کی قید لگائی ہی کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہوگی
اثناء وضو مین تو یہ مانع نہین پے در پے کی سنت ادا ہونے کو ومثلہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہی کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہین اور اگر کسی
عذر سے تتابع فوت ہو جاے تو کچھ ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہی کیونکہ اسمین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالک فرض اور امام مالک کے
نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو پے در پے کرنا فرض ہی ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج ومنجملہ سنتون کے عضو
مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نمارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہی حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ
دہن کے مانند ہی تو جیسے دہن یعنی منہ کا دھونا وضو مین مسنون ہی اور غسل مین واجب ہی اسیطرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہر شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا مین سنت ہی
نہ وضو کرنے کیوقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین ذکر کین اور شارح نے چار زیادہ کین کتب فقہ مین کم و بیش کو کر دیتے ہین
بعضے استحباب کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحباب مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس سنتین وضو کی مذکور ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلون سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین
الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا اور آپکے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح کے مانند اور مضمضہ اور
استنشاق اور دونون مین ترتیب اور ہر ایک کیواسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ و استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا مضمضہ کیوقت
اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پانون مین اور تخلیل اصابع اور
استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے آب جدید سے
اور تخلیل ریش ابو یوسفؒ کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک سنت ہی اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبہ ویسمی
مندوبا وادبا وفضیلۃ وهو ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف اور وضو کے مستحب ہین اور مستحب کو
مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور
پسند کیا امام اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہی جسکو ایک دو بار
کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہی اسواسطے کہ جس فعل مین شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہی اور محیط مین [illegible]
کی وہ تعریف کی ہی جو یہان مستحب کی تعریف ہی کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہی اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہی اور یہی قول ہی اصولیون کا اسیوجہ سے تحریر
مین کہا ہی کہ جسپر مواظبت نہین ہی وہ مندوب اور مستحب ہی اگرچہ اسکو نکیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ

پانون کے دھونے مین ہم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے
ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائین پانون سے شروع کرے تاکہ داہنا پانون
جوتے پہننے مین اول ہو اور اوتارنے مین آخر ہو اور انسؓ سے روایت ہی کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین پانون سے ابتدا کر
حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہی اور اسلئے باتفاق علماء داہنے کی تقدیم مستحب ہی ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہی چنانچہ وضو مین اور غسل مین اور کپڑا
اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن ترشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اُوکھاڑنے اور
سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے
دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہی امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اوتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ **ولو مسحا** داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی
درصورت موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین بھی مستحب ہی **الا الاذنین والخدین فیلغزای عضوین لا یستحب التیامن فیہما** یعنی مستحب نہین دونون
کانون کے مسح مین اور دونون رخسارون کے دھونے مین تیامن اسوجہ سے پہلی کی طرح بولے جاتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین ہم عنقریب شارح
مذکور کرچکا ہی کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہی اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہی کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کرسکتا تو اب البتہ داہنے
کان کو تقدیم ہی کذا فی العالمگیریہ **ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ** اور مستحب ہی گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پیٹھ دست کا
پانی مستعمل نہین **لا الحلقوم لانہ بدعۃ** حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہی ہم بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہی نہ بدعت
حسنہ کذا فی الطحطاوی **ومن آدابہ عشرون لانہ لما ذاد ابا اجر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال**
القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹھنا ہی شارح نے کہا مصنف متن کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہی بولا اسواسطے کہ آداب وضو
سوائے متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور کئی تک پہونچایا ہی اور مین نے خزائن الاسرار مین جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی ساٹھ اور کئی آداب
نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے جو دہ بڑھائے تو سب ہم مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ
طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹھی کا اوتار رکھنا جس پر اللہ تعالی یا اُسکے رسول کریم کا نام پاک ہی اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا
اور آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر برابر تن طشت وغیرہ کے مانند ہو اُسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور
وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہی فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور
استنشاق کیوقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور ہونٹون اور مونچھ کے نیچے پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا
اور ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہی معراج الدرایہ مین کذا فی الطحطاوی **ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی** اور مستحب ہی
اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا اور خلاصہ مین کہا ہی کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہی
خصوصًا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہی لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا فی الطحطاوی **وادخال خنصرہ المبلولۃ**
صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہی اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین اُنکے مسح کرنے کیوقت **وتقدیمہ علی الوقت**
لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہی اُسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

وھذا احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض۔ اور یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہو ان تین مسئلون سے جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہی نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہی اور وقت آنے کے بعد فرض ہی ہم قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ انمین نفل یعنی مستحب افضل ہی فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہی مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہی یعنی مفلس یون کہ مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے (وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑ دینا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہی الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ وھو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض ہی نظمہ من قال الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منہ باکثرہ الا التطہر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا ہی جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہی عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اسنے زیادہ تر کیا ہو مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتدا سلام اسیطرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمہ الواسع اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کیوقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہنچ جائے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسیطرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہونچنا معلوم نہو تو اب تحریک اسکی فرض ہی یہ مستحب وعدم الاستعانۃ بالغیر الا لعذر اور غیر سے مدد نچاہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہ کہ برتن بھاری ہو اٹھ نسکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہو کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب ہوا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارح کو تعلیم فضل ہی مستحب ہی کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مین ہی کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نکل سکا آپنے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو مین نے پانی ڈالا آپنے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کیوجہ سے استعانت تھی اور بعضون نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیونکی سی بات کا مگر اس حاجت کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہی وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو یعنی اگرچہ اصح قول مین مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہی وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وھی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر مستحب ہی اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہی اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے مکان پر ہوتا ہی اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہی جمع کرنا دل کی نیت مین اور زبان کے لفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحت صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ھذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرھہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہی زبانی قول کو مستحب کہنا بیانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہی زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ و تابعین سے منقول نہین ہم یعنی استحباب رتبہ ہی سنت کہنے و مکروہ کہنے کے درمیان مین تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کو متوسط ٹھہرا وخیر الامور اوسطھا والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا المسح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونیکے وقت مستحب ہی اور اسیطرح مسح کرنیکے وقت ہم ابتداء وضو مین بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے دھونے و مسح کرنیکے ساتھ مستحب ہی والدعاء بالوارد عندہ ای عند کل عضو اور وہ دعا جو اخبار

آثار میں وارد ہی ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے میں شرح الطحطاوی میں ہی کہ مضمضہ کرنیکے وقت کہے اللھم اعنّی علیٰ تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک
اور استنشاق کیوقت کہے اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دھونے کیوقت کہے اللھم بیّض وجھی یوم تبیض وجوہ اور لیا کر اور داہنے ہاتھ دھونیکے وقت کہے اللھم اعطنی کتابی
بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا اور بایان ہاتھ دھونیکے وقت کہے اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری اور سر کے مسح کرنیکیوقت کہے اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم
لا ظل الا ظل عرشک اور کانون کے مسح کرنیکیوقت کہے اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور گردن کے مسح کرنیکے وقت کہے اللھم اعتق رقبتی من النار اور دونون
پانون دھونیکیوقت کہے اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام رافعی شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہی اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہا کہ
اس دعا کی کچھ اصل نہین ابن صلاح نے کہا کہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتا ہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین طرق
ضعیفہ علی مرتضیٰ سے روایت کی ہی اور ابن حبان نے ضعفا مین انس سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسطرح کی روایت کی اور اسناد اسکی واہی
اور ضعیف ہی کذا فی السعی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال المحقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الا
عمال وان انکرہ النووی اور البتہ دعائے مذکور کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہی چند طریقون سے محقق شافعیہ جو ہین
یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہی ہم جب حدیث ضعیف کے چند
طریقے اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہی تو وہ حدیث صرف ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہنچجاتی ہی اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہین ابن حجر نے
شرح اربعین مین کہا کہ فضائل اعمال مین عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہی تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہی تو عمل کرنے
سے تحلیل اور تحریم کا کچھ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہی کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنیکا پہنچا سو اسنے اسپر عمل کیا تو اسکو اجر
ملیگا اگرچہ مین نے اسکو نکہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگونکو دھوکا نہو شیخ عابد سندھی مدنی نے طوالع الانوار
حاشیہ در المختار مین تصریح کی ہی کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہی **فائدہ** یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا اشتراط العمل بالحدیث الضعیف
عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہی کہ نہایت ضعیف نہو ہم شدید الضعیف وہ حدیث ہی جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے
خالی نہو قالہ الطحطاوی کذا قالہ ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہ شرط ہی کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ہم وہ قاعدہ یہان دعا کی مطلوبیت ہی کیونکہ دعا کرنا
عام ہی ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وان لا یعتقد سنیۃ ذلک الحدیث اور یہ شرط ہی کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونیکا اعتقاد نہو یعنی یہ یقین نکرے کہ یہ قولا
یا فعلا حضرت سے ثابت ہی لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ
اور موضوع حدیث پر عمل کرنا کسی حال مین جائز نہین اور اسکا نقل کرنا جائز ہی مگر جبکہ نقل کے ساتھ اسکے موضوع ہونیکو بیان کردے تو اس شرط سے البتہ روایت درست
ہی چنانچہ اسطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ہم موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہی اور بعضون نے
اسکو کفر کہا ہی حدیث صحیح مین وارد ہی جسنے مجھپر جوڑکے وہ کہا جو مین نے نہین کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ مین سے ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام
علی النبی بعدہ ای بعد الوضوء لکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہی صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے
بعد درود پڑھنے کو مستحب کہا ہی وان یقول بعدہ ای الوضوء اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور مستحب ہی کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم اجعلنی من
التوابین واجعلنی من المتطہرین مسلم مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان
محمدا عبدہ ورسولہ اسکے واسطے آٹھون دروازے بہشت کے کھولے جاوین جس دروازہ سے چاہے بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین آتا اور زیادہ ہی
اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین لیکن اسکی اسناد مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے

پھر کہے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے
رفع اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونیکی تصحیح کی ہی اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونیکی تضعیف کی
سو غلط ہی اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادة مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ
مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپنے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللھم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان یشرب بعدہ
من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر
یا بیٹھکر وفیما عداھما یکرہ قائما تنزیھا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہی یعنی اسواسطے کہ آمین طب کی راہ سے ضرر
نہ دین کی رو سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے
مروی ہی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کھاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا
کھڑے ہوئے جائز ہی ورخص للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہی مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاھد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ و
اخمصیہ اور مستحبات سے ہی خبرگیری اپنی دونون آنکھون کے کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر
ان مقامون مین پانی پہنچانا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہی اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونیکے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی سی خشکی باقی رہجاتی ہی واسطے یہ صحیح بجا ہی وعلماء مین رد
کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ہی ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کے بیچ غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہی
دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پانون کے دھونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہی صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ میری امت غر محجلین آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھاوے کرے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابو ہریرہؓ نے وضو کیا سو اپنا
چہرہ دھویا اور دونون ہاتھ کو دھویا یہانتک کہ قریب تھا کہ دونون مونڈھون تک پہونچا پھر دونون پانون دھوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین
گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہین اسکے ہاتھ پانون کی سفیدی کو اور یہ زینت ہی گھوڑے کے حق مین اور حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان
کیواسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی متوضی کا چہرہ اور ہاتھ پانون روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا طحطاوی نے علی زادہ کی
شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دھونا نصف بازو تک اور پانون کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہی وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہی دونون
پانون کا دھونا بائین ہاتھ سے وبلھما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء اور مستحب ہی دونون پانون کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم
فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضا مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یون ہی کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑ لے تیل ملنے کیطرح پھر اسپر پانی روان
کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہی کذا فی الطحطاوی والتمسح بمندیل اور مستحب ہی اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے
پونچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہی کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہی
اور معراج مین ہی کہ لائق یہ ہی کہ بمبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب
یہ ہی کہ لا باس ہی یعنی کچھ مضایقہ نہین اور ترک افضل ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح قول یہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا نکرنا مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ
ہی اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہی ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ
جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وقرءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہی سورہ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح نے

اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراھۃ اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوا وقت کراہت کے اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونون رکعتون پر متوجہ ہوکر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی ومکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیھا اور مکروہ تنزیہی ہی چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم وبیش کرنا اور کمی کی صورت یہ ہی کہ غسل اعضا مین تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہوچکا اور بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم وبیش بھی آیا ہی اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا اور استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور صاع شرعی ایک ہی چیز ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہی نام اسکا ولہان ہی تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہی تو مد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاو پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادۃً ہوگئی ہی پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاو پانی سے بخوبی وضو ہوسکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ تحریماً لو بماء النھر والمملوک لہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہی اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہی اور محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہی بجنسہ اما الموقوف علی من یتطھر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہی مدرسون کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین حلبی سے منقول ہی اور ہدایہ مین اسکو مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونیکی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منھیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہی اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہی کہ اکثر عورتونکو نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہی اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی مواضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہی وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہی طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہی کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنیکا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہی وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین برتن کے اندر وضو جائز ہی او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کے اس مکان مین جو وضو کرنیکو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو کیواسطے بنائے ہین والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تھوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہی اسواسطے کہ انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہی وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والے کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہی اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہی نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہی اور بکسر جیم اسکا نام ہی جو پاک نہو تو یہ علم ہی تو متن مین دونون طرح ہوسکتا ہی مگر فتحہ جیم کا الیق ہی کہ تکلف سے دور ہی اور لغت کی راہ سے دونون مین کچھ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہی زندہ کی قید سے مردہ

نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اُسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتادًا او لا بخس خارج عادت
کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہو جیسے کیچوا ن کا نکلنا مِنَ السَّبِيلَيْنِ او لا بول وبراز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین اِلٰی مَا يُطَهَّرُ
بالبناء للمفعول ای ما يلحقه حكم التطهير ناقض وضو ہی نکلنا نجاست کا اُس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنیکا حکم لاحق ہوتا ہے
وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست
بول و براز کی راہ سے ظاہر ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو محیط مین ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہین
ہوتا ہے مگر بسبب سیلان کرنیکے موضع نجاست سے اسلیئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اُسکے کہ نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقص
ہے اگرچہ سائل نہوئی اسواسطے کہ سبیلین نجاست کا مکان نہین ہے وہان تو نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سے معلوم ہوا تو ظہور کو
خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدر المختار وفی غیرهما عين السيلان اور سبیلین کے سوا مین خروج بعینہ سیلان ہے یعنی بہنا ہی نکلنا ہے سیلان یعنی
بہنے کی حد یہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر سے پھر وہان سے ڈھلجائے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف نے اسواسطے کہ جبتک انحدار یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا نجائیگا تو اپنے مکان
سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے موافق اور سامنے ہے وہی اُسکا مکان اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین مین خروج مین
سیلان ہے کذا فی البحر حاصل یہ ہے کہ سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہوا اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج ثابت نہوگا
بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم كلما خرج ولو تركه لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت و قابلیت
رکھتا ہو تو ناقص ہوگا اسلیئے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھا اور بہنے نہ پایا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہین وہ ناقص
نہین یعنی اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا كما لو سال في باطن عين او جرح او ذكر ولم يخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون جو بہا آنکھ کے اندر
یا زخم کے اندر یا آلہ کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو مین لازم ہے نہ غسل مین یہ مختصر ہے قول ملحقہ حکم التطہیر کا وكدمع وعرق الا
عرق مدمن الخمر فناقض على ما سيذكره المصنف ولنا فيه كلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلیئے کہ نجس نہین مگر دائم الخمر
کا پسینا تو وضو کا ناقص ہے بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب مسائل شتی مین اور ہمکو اسمین گفتگو ہے حاصل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول
ضعیف و تخریج غریب ہے تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروج غير نجس مثل ريح او دودة او حصاة من دبر اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا
مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتھری ہے ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ مین ہے مگر وضو کی ناقص ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے
اور کیڑے اور پتھری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقص وضو ہے چنانچہ درر مین مصرح ہے کذا لا خروج ذلك من جرح
ناقص وضو نہین نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ريح من قبل غير مفضاة اور ناقص وضو نہین نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو
مفضاۃ نہین ہے اما هي فيندب لها الوضوء وقيل يجب وقيل لو منتنة لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے
کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح مین تو واجب ہے وضو اور نہین تو نہین ہم مفضاۃ وہ عورت ہے جسکی دونون راہین ایک ہو گئین درمیان کا پردہ پھٹکر وذكر
لانه اختلاج اور ناقص وضو نہین نکلنا ریح کا ذکر سے اسواسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے در حقیقت خروج ریح نہین ہم مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطے وضو کی ناقص نہین کہ وہ نجاست کے مقام سے نہین اُٹھی اور ریح ناقض نہین ہوتی مگر اسیوجہ سے اور
یہ وجہ نہین ہے کہ ریح خود نجس ہے حتى لو خرج ريح من الدبر وهو يعلم انه لم يكن من الاعلى فهو اختلاج فلا ينقض یہانتک کہ اگر خارج
ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ اوپر سے نہین اُتری تو وہ بھی اختلاج ہے در حقیقت خروج نہین تو ناقص وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصة وانما قيد

[illegible]

بالریح لان خروج الدود والحصاۃ منہما ناقض اجماعاً کما فی الجوھرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی ہم اسیطرح خانیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی النہر ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا اللحم سقط منہ لطہارتہما وعدم السیلان فیما علیہما وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنھ سے اور اسیطرح ناقض وضو نہین وہ گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی غیر سبیلین مین ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت کی طہارت اُس شخص کے حق مین اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اُسکو وہ لیے ہیگا تو نماز اُسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجاً فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح ہدایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنیکے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اُسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کے مانند ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب اقوال مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا ہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری او قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے حاشیۂ شرح وقایہ مین بھی قول تمہ اور خلاصہ و کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت و فصد و مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ و مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادات مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کا مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قیء ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی ہی منھ بھر کے اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منھ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ منھ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر ای صفراء وعلق ای سوداء قی مذکور ناقض ہی صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم و تشدید را عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہی سودا سے ہم قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ منھ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہوگیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الرأس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قی ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اسمین نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہی وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قی مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قی کی ہو دودھ پیکر

فورا یہی قول صحیح ہے بسبب ملجانے نجاست معدہ کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو نوش ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہے پیٹ کی نجاست سے
مخلوط ہو کر **ولو ھو فی المری ء فلا نقض اتفاقا کما فی حیۃ او دود کثیر لطہارتہ فی نفسہ** اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں ہی تھا یعنی طعام و شراب کے مجری میں
تھا پیٹ تک نہیں پہنچا اور قی ہو گیا تو وضو کا ٹوٹنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوے یا بہت سے کیڑوں کی قے سے ناقض نہیں ہے بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات
میں یعنی اسقدر کہ نجاست انپر ہے قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی **کماء فم النائم فانہ طاہر مطلقا** به یفتی جیسے سونیوالے آدمی کی رال ناقض نہیں اسلئے
کہ وہ پاک ہے ہر طرح اسیکا فتوی ہے یعنی رال مطلقا پاک ہے خواہ سر سے اوتری یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہوا ور اس اطلاق کے مقابل وہ
قول ہے ابو نصر کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہے وہ قے کے مانند ہے اور جو سر سے اوترے وہ پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسیطرح کی ہو اور
اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی **بخلاف ماء فم المیت فانہ نجس کقئ عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ**
بالمجاورۃ برخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قے اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کیوجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب
کے اپنی اصل میں پیٹ کی نجاست ملجانے سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات کی ناپاک نہیں **کما ینقضہ قئ من بلغم**
علی المعتمد اصلا نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقا بنا بر قول معتمد کے کہ بلغم خواہ سر سے اوترا خواہ پیٹ سے چڑھا نہ تھوکے ہو یا کہ مختلط بالطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے
منھ بھر ہو ایسا ہی بحر اور نہج میں اور شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کیطرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اسلئے کہ جو بلغم سر سے اوترا اسمیں اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحطاوی **الا**
المخلوط بطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے
ہم بہتر یہ تھا کہ شارح طعام کی پری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تا کہ اس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے منھ کو بھرد ے
لہذا صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منھ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **ولو استویا فکل علی حدۃ** اور اگر بلغم و طعام
دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں **وینقضہ دم مائع من جوف او فم غلب علی**
بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منھ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے **او ساواہ احتیاطا** یا خون
برابر ہے تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونیکی نشانی یہ ہے کہ تھوک زرد
ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر **ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق** اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے **والقیح کالدم** اور پیپ خون کے مانند ہے وضو توڑنے
کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں **والاختلاط بالمخاط کالبزاق** اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تھوک
کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں **وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضوا وامتلأت من الدم ومثلہا القراد**
ان کان کبیرا لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسیطرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے پر ہو گیا اور
چچڑی جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چچڑی ہو اسلئے کہ بڑی چچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیہ **والا تکن العلقۃ والقراد**
کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چچڑی ایسی نہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو
نہیں مچھر اور مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے **وفی القہستانی لا ینقض**
مالو یتجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ مسرزخم
ورم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہوگا جبتک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا
اس موضع کیطرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا

ورم کا واجب ہوگا انتہیٰ) قولہ تو اس صورت میں تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لا یخفی ولو شدّ بالرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم
کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کیطرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہے جو فتح القدیر میں ہے اسکا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہ ہوتی تو
بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پھیرے سو تر ہوجائے ناپاک نہیں ہوا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہیں کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القیئ ویجعل کقیئ
(یعنی زخم بہتا ہوا ۱۲)
واحد لاتحاد السبب وھو الغثیان عند محمد وھو الاصح لان الاصل اضافة الاحکام الی اسبابها الا لمانع کما بسط فی الکافی
اور متفرق قے کو جو تھوڑی تھوڑی کرکے ہو جمع کیجیے وہ ایک قے اسکو شمار کیجیے بسبب متحد ہونے سے اور وجہ قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار
تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے پوری منہ کو پہنچی ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کیطرف اصل ہے
مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی میں ہے اور مانع کی مثال جیسا کہ سجدہ تلاوت ہے جبکہ اسکا سبب
مکرر ہو مجلس واحد میں کیونکہ اگر یہاں سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی متفرق قے ہو اسواسطے
انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وکل ما لیس بحدث اصلا بقرینة زیادة الباء کقیء قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز
حدث نہیں یعنی ناقض وضو کی نہیں کسیطرح جیسے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اسکو چھوڑ دیں تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہیں ابو یوسف کے نزدیک شارح نے کہا حدث میں اصلا کی
قید ہمنے لگائی باء جارہ کے زائد ہونیکے قرینہ سے ہم اسواسطے کہ باء جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے
سے اس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلاً معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق میں
حدث نہیں لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق میں حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہوا اس کلیہ کے تحت میں بالجملہ کلیہ مذکورہ
صحیح ہے کہ جو کسی وجہ سے ناقص وضو نہیں وہ ناپاک نہیں اور اسکا عکس درست نہیں یعنی جو نجس نہیں وہ حدث نہیں اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہیں مگر حدث
ہیں یعنی ناقص وضو ہیں کذا فی الطحطاوی اور یہی ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہیں کہ اعلا معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہے اور قلیل خون
غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہیں تو بفحواے آیہ کریمہ او دما مسفوحا حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکے گوشت کی حرمت پر تو
(یا خون بہتا ہوا ۱۲)
نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وھو الصحیح
رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیوں کی آسانی کیواسطے برخلاف محمد کے یعنی انکے نزدیک قے
قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوھرة یفتی بقول محمد لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح میں ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاے
اگر سائل چیز میں قلیل قے یا خون لگگیا یعنی اگر پانی وغیرہ میں تھوڑا خون لگگیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز میں لگے تو اسکو پاک سمجھئے وینقضه
حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ہم شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے
بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکته ای قوته الماسکة بحیث تزول مقعدته من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی
کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے ملجاے ہم صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی
نفسہ ناقض نہیں بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شے سے خالی نہیں اور جو
ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کے مانند ہے وھو النوم علی احد جنبیه او ورکیه او قفاه او وجهه اور نوم ناقض ہونا ہی ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر
ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لم یزل مسکته لا ینقض وان
تعمده فی الصلوة او غیرها علی المختار اور اگر ویسی نیند نہیں یعنی اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہیں کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہیں اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز میں

یا غیر نماز مین بنا بر قول مختار کے ہم علی المختار صلوٰۃ کیطرف راجع ہے اور غیر مختار ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ جب نماز مین عمدًا سو دیگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی
کالنوم قاعدًا ولو مستندًا الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین پر بیٹھکر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سوگیا ہو کہ اگر
اسکو ہٹا لیجیے تو سونیوالا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے ہم شارح نے نیند کی ان اقسام کی اب تفصیل شروع کی جنسے وضو نہین ٹوٹتا ہدایہ مین سہارے کی نیند مذکور کو
نواقض مین شمار کیا ہے اور اسکے شارحون نے کہا کہ طحطاوی نے اسکو اختیار کیا ہے مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہے اور محیط مین ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہو تو ناقص ہے
اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول اصح ہے کذا فی الدر او ساجدًا علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوٰۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبیؒ یا سونا سجدہ کرنے
مین سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سوگیا ہو وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم سجدہ مسنون کی صفت یہ ہے کہ پیٹ اونچا رکھے
رانون سے اور بازو علیحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح مین تماسک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین
سجدۂ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی قدر مین ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متورکًا یا سرین پر سونا اسطرح کہ دونون
پانون ایک جانب کو پھیلائے اور دونون سرین زمین پر جمائے او محتبیًا ورأسہ علی رکبتیہ یا سونا اکڑون بیٹھکر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چھاتی سے
ملجاوین کپڑا لپیٹ کر یا دونون ہاتھون سے تھام کر اور سر دونون گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولیٰ ناقض نہین او شبہ المنکب
یا سونا اوندھے کے مانند اسطرح کہ دونون سرین رکھے ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور سوگیا اوندھے کیطرح ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہے کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر ہم طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہی خانیہ مین ہے کہ
اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سوگیا وضو نہین ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہین ہوگئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سوگیا جسطرح کتا کرتا ہے تو اسپر وضو نہین
ابو یوسفؒ کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام کے نزدیک بھی ولو الدابۃ عریانًا فان حال الہبوط نقض والا لا اور جو سوار ہے اس حال مین کہ
جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اوتار ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہین ہم اسلیے کہ نیچے اوترنے پر سوار آگے کو جھکتا ہے تو سرین اٹھ جاتے
ہین تو تماسک جو مانع خروج ریح تھا باقی نرہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے مین یہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعدًا یتمایل فسقط ان انتبہ
حین سقط فلا نقض بہ یفتی کنا عسر نفسہم الا ما قبیل عند لہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض
وضو نہین اسی قول پر فتوی ہے جیسے وضو نہین ٹوٹتا اس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہے اکثر ان باتون کو جو اسکے پاس ہوتی ہین کذا فی الحاشیہ ہم خانیہ مین ہے کہ اگر چار زانو
سویا کسی چیز پر تکیہ کر ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ ناقض نہو گا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استرخا مفاصل نہین ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ
کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہین والعتہ لا ینقض اور اختلال عقلی اور
اختلاط کلامی ناقض وضو نہین ہم عتہ بفتح اول و سکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہوجاتا ہے مگر وہ کسیکو نہین مارتا ہے
اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل
عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا کنوم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیند وضو
کو نہین توڑتی ہم قنیہ مین مصرح ہے کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے و لہذا صحیحین مین وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو لیے یہانتک کہ
سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہے کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا اور اسپر عتراض
نہین لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب
کا ادراک دل سے متعلق نہین آنکھ کا یہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین

بلکہ نوم کے سوا اور نیند ناقض کا بھی حکم ہے تو اسوقت میں حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کیواسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی بھی نقض میں ہے کذا فی الطحطاوی وهل ینقض اغماؤهم وغشیتهم ظاهر كلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہے کہ ہان ناقض ہے هم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل پوشیدہ ہو جاتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جاوے بسبب قلب ضعیف ہو جانیکے گرسنگی وغیرہ سے بنابر قہستانی تحت آیت تو غشی نوم کے برابر ہے زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زائد ہے اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہے اغما اور اسکی قسم سے ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشا کہ مست اپنی چال مین ادھر ادھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو هم نشا کے معنے عبارت ہے اس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کرسکتا مگر مستی کی عقل زائل نہین ہو جاتی اسیواسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آیندہ هم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہے شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چند صحابیون سے مرفوع مروی ہے از انجملہ ایک طریق یہ ہے جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعریؓ سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک شخص نظر آدمی آیا اور اس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا پس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وتمام البیان فیہ هو ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز بالغ ولو امرأۃ سہوا ایقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلوتہما بہ یفتی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نہ کریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے یصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہے قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے بانی کے مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنیکو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنیکے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بطہارۃ صغری ولو تیمما مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہے نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو هم طہارت صغری عبارت ہے وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہے غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن غسل تو باطل نہو گا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہوا هم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

تو ظاہر ہے وضو منتقض ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن
خانیہ اور فتح اور نہر الفائق میں وضو ٹوٹنے کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسنے والے کو سزا دینے کیواسطے ذخائر اشرفیہ میں کہا کہ جمہور اسی قول پر ہیں کہ وضو نہیں رہتا
صلٰوۃ کاملۃ بالغ مذکر یعنی پوری نماز سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع و سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ
اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدا فانہا تبطل الوضوء لا الصلوٰۃ خلافا لزفر کما
حررہ فی امداد الفتاح اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ میں اسکو
لکھا ہے عمدا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ خروج بصنعہ محقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کی جز اخیر میں قہقہہ پایا گیا ولو قہقہ امامہ
او احدث عمدا ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق
ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہو گئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہیں
بخلاف فہما بعد کلامہ عمدا فی الاصح برخلاف اُس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح پر یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا
پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط
یعنی طہارت فوت نہیں ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نرہا برخلاف قہقہہ امام یا عمداً حدث کے
کہ اُسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان
لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بانقلابہا الیہا اور آزمایش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر بانی
مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اُسنے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اُسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے
کہ بانی کا وضو کیواسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹا بسبب باطل ہو جانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے
کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ھ یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے
کہ اسکو علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہوا اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ امر بالعکس
ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد
اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں استادگی کے ساتھ جانبین یعنی لگانے والا اور
جسکے لگا یا دونوں کے وضو کے ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ میں مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے ھ یہ قول شیخین کا ہے اور محمدؒ نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض
نہیں جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اسلیے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے
اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو ینابیع سے محمدؒ کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہے
وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد معتبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ
لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا نہیں توڑتا وضو کو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے ھ بسرہ بنت صفوان کی حدیث میں مس ذکر
سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں ترمذی نے کہا کہ یہ
حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وامرأۃ وامرد اور ناقض وضو نہیں
عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ھ امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی او لامستم النساء ھ ہماری دلیل یہ ہے کہ

لمس جب متقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پانون کا نماز کے اندر ثابت ہی
اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ کے پانو نکا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام
لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصا امام کے حق مین یعنی اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب مین لازم نہ آوے ھم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ اس مسئلے
مین یا اسکے غیر مین والا س مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لا ینتقض لو خرج من اذنہ ونحوھا
(نفی) کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وغیرہ لا بوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اُسکے جیسے اُسکی آنکھ یا پستان سے
بدون درد کے پیپ نکلا اور اُسکے مانند جیسے زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج بہ ای بالوجع
نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی ھم بحر الرائق مین کہا
کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور درد کا نہ ہونا
یہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوانی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسیطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج
مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہین رہا فدمع من بعینہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی والناس عنہ
غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھ اُٹھ آئی اور دکھتی ہی یا ایسی چوندھا اور چیپڑ کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض
وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبی مین اور لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنی
اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ھم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہو اُسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے
صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہی صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہی اور مجتبی
مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشا احلیلہ بقطنہ وابتل الطرف الظاہر
ھذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے
سے نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسیطرح کا حکم ہی
مقعد اور فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی ھم منیۃ المصلی
مین ہی کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹنا نافذ ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی
وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو
ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسیطرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب
نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب
کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اُسکا باطل ہو گیا ھم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا کرنے مین

انگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا شرط ہے اور لازم آیا صوم باطل ہو گیا کذا فی الطحطاوی بعضوں نے لف ونشر کا دھیان نہیں کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہیں ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ انگلی غائب کرنے سے وضو باطل ہوتا ہے نہ صوم اور دخال حالت استنجا سے صوم باطل ہوتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہیں ہر شے کے اعلیٰ کو اور قیم کے شریعت کو تو فروع سے مسائل حالیہ جو شریعہ مراد ہیں بطریق استعارہ کے شارحین کی عادت ہے کہ بلفظ فروع ان مسائل کو جو باب سے فوت ہوئے یا مستغرب ہیں ذکر کرتے ہیں مناسب ہے بمقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمہ اللہ علیہ آخر بحث میں فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہے اور کہا ہے تضاعیف کلام میں مناسب مقام يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَحْتَشِيَ اِنْ رَابَهُ الشَّيْطَانُ وَيَجِبُ اِنْ كَانَ لَا يَنْقَطِعُ اِلَّا بِهِ قَدْرَ مَا يُصَلِّيْ مرد کو مستحب ہے احلیل میں روئی وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک میں ڈالتا ہے قطرہ آنے کے وسوسہ سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر قطرہ منقطع نہوتا ہو ہو بدون روئی رکھنے کے تاکہ نماز حتی المقدور طہارت سے حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پھر اسنے اپنے ذکر پر تری اور تراوت دیکھی اور اسکو معلوم نہیں کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے بعد یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اسکو نجاست کا یقین نہیں ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اسکا دھیان نکرے جبتک اسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اسکو پانی جانے پیشاب کذا فی الخانیہ باسوری خَرَجَ دُبُرُهُ اِنْ اَدْخَلَهُ بِيَدِهِ اِنْتَقَضَ وُضُوْءُهُ وَاِنْ دَخَلَ بِنَفْسِهِ لَا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہو گئی تو وضو نہیں ٹوٹا لیکن اگر کچھ نجاست ظاہر ہو گی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وَكَذَا لَوْ خَرَجَ بَعْضُ الدُّوْدَةِ فَدَخَلَتْ اور ایسے اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہیں مَنْ لِذَكَرِهِ رَأْسَانِ فَالَّذِيْ لَا يَخْرُجُ مِنْهُ الْبَوْلُ الْمُعْتَادُ بِمَنْزِلَةِ الْجُرْحِ جس شخص کے ذکر کے دو سر ہوں تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہیں نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہے یعنی اس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ بہی سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہیں اَلْخُنْثٰى غَيْرُ الْمُشْكِلِ فَرْجُهُ الْاٰخَرُ كَالْجُرْحِ جو خنثیٰ کہ مشکل نہیں اسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ میں اور اکثر فقہا کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹیگا دونوں فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہو گیا ہو یا نہو نہر الفائق میں زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی وَالْمُشْكِلُ يَنْتَقِضُ وُضُوْءُهُ بِكُلٍّ اور خنثیٰ مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثیٰ مشکل اسکو کہتے ہیں کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ مُنْكِرُ الْوُضُوْءِ هَلْ يَكْفُرُ اِنْ اَنْكَرَ الْوُضُوْءَ لِلصَّلٰوةِ نَعَمْ وَلِغَيْرِهَا لَا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہیں جواب اگر اسنے وضو کا انکار کیا نماز کیواسطے تو ہاں وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہیں ہوگا ہم نماز کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالیٰ (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اسکی آیت میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شَكَّ فِيْ بَعْضِ وُضُوْئِهِ اَعَادَ مَا شَكَّ فِيْهِ لَوْ فِيْ خِلَالِهِ لَمْ يَكُنِ الشَّكُّ عَادَةً لَهُ وَاِلَّا لَا شک پڑا وضو کے بعض افعال میں یعنی کسی عضو کے غسل میں یا مسح میں تو جس فعل میں شک پڑا کہ کیا یا نہیں کیا اسکو پھر کرے اگر اثنا وضو کرنے میں شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہیں یعنی اگر اثنا وضو میں شک نہیں پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اسکو شک کی عادت خواہ اثنا وضو میں ہو یا بعد وضو ان صورتوں میں اعادہ نکرے اور شک کی طرف التفات نکرے اور اپکو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَلَوْ عَلِمَ اَنَّهُ لَمْ يَغْسِلْ عُضْوًا وَشَكَّ فِيْ تَعْيِيْنِهِ غَسَلَ الْيُسْرٰى لِاَنَّهُ اٰخِرُ الْعَمَلِ اور اگر اسکو یقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہیں دھویا اور شک پڑا اسکو عضو کے معین کرنے میں کہ ہاتھ ہے یا پاؤں تو

بائین پانون کو دھولے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہے وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہے باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دھونے کا یقین ہو
صورت مذکورہ مین تو ظاہر اسکے ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا وہذا کما فی الطحطاوی ولو ایقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور
اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہوا ور وضو کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنی وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے
یعنی پہلی صورت مین طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے
اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک
پڑے یعنی یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعاً باطہارت ہے اسواسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم
اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنے والا ہے یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہے اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہے اور تیمم مین شک ہے یقین پر عمل کرے
اور جو دونون کا یقین ہے اور تقدم و تاخر مین شک ہے تو یہ شخص باتیمم ہے ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ
اور جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس
شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ و نظائر مین ہے الیقین و
لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہے م مجتبی مین ہے کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہین
بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہو گیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے اصحاب
القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہوا سی پر فتوی ہے ینابیع مین ہے کہ
تیل طوالاحلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین محیط ہے کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر وضو کرے اور
اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہے تو التفات نکرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہے اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کیواسطے اور اگر قے چیز دماغ تک
پہونچی ناک کے سر کنے سے یا اسکے اندر نکالنے سے پھر وہ ناک سے اوتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی چبھ گئی ہاتھ
مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبداللہ اسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہے جیسے روٹی یا پھل کھایا اور اسمین
خون کا اثر دیکھا اسوڑون سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ساتھ رکھنے سے نپایا تو
وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایہ وفرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی بدن کا
دھونا ہے شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہے جو فرض اعتقادی
اور فرض عملی دونون کو شامل ہے فرض عملی وہ ہے جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاوے وجہ ارادہ یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی
ان دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوھرۃ اور غسل سے مراد غسل مفروض ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے یعنی جنابت
اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاھرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیہ والا فھما شرطان فی
تحصیل السنۃ وجوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ منہ اور ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہے بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی
یہ ہے کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین
غسل کل فمہ غسل مین فرض ہے سب منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے تقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کیواسطے ہے اور مراد کل فم اور کل انف کے دھونے
مضمضہ اور استنشاق ہے ویکفی الشرب عبا لان المج لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہے

فرض غسل

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کُلّی کا باہر پھینکنا شرط نہین ہے صحیح تر قول مین ہم یعنی جبکہ خوب منھ بھر کے پانی پیا سارا منھ اندر دھو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر
چوس کر پانی پیا فرض ادا ہوا چنانچہ ... ہے اسلیے کہ چوسنے مین سارے منھ کے اندر پانی نہین پہنچتا ہے جیسے کُلّی کا باہر پھینکنا شرط نہین قول اصح مین
... جیسا کہ فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ ... ہے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر وانفہ حتی
ما تحت المارن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہے یہانتک کہ ناک کی خشک ہڈی کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضرور ہے ہم بحر الرائق مین ہے کہ درن یابس یعنی خشک
میل ناک مین ... روٹی اور خمیر کی مانند تمام اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی وباقی بدنہ اور مضمضہ و استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے
ہم بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہے چنانچہ ... لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہے پانی کی تحمل
نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن عمر اور ابن عباس آنکھ کے اندر دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہوگئی تھی ولہذا آنکھ کا دھونا نچاہیے اگرچہ اسکے اندر ناپاک
سرمہ لگا ہو کذا فی المنح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالرأس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ
داخلۃ تبعا شرعا لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے سرین تک ہے اور جبکہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ
اور پانوں بدن سے خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہین کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین ہم خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا
اسواسطے کہ یہان بدن سے مالشمل الاطراف مراد ہے لا دلکہ لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین
اسواسطے کہ ملنا کامل کرنے والا ہے دھونے کا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ کمال دینے والا متمم شے کا اس شے کے وجود کے بعد ہوتا ہے بخلاف امام مالک کے ہم امام
مالک ابو یوسف کی ایک روایت مین ملنا غسل مین فرض ہے دلک عبارت ہے اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے تو فرض ادا
ہوگیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب واثناء
لحیۃ وشعر رأس ولو متلبدا لما فی فاطھروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہے جیسے
کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور داڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوندھے ... اسواسطے کہ فاطھروا کے لفظ مین مبالغہ نکلتا ہے ہم یعنی حق تعالی
نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطھروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہانتک ہو سکے بلا حرج اسکو
دھوئے ولہذا مضمضہ و استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے خارج بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح
کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھونٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسکے منھ مین تو وضو مین فم یعنی منھ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ
غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطھروا وارد ہے اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے مواجہہ سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور
فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منھ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے ہے
کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے ولا تدخل اصبعھا فی قبلھا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسیکا فتوی ہے یعنی غسل
مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین
دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگایا ہو وثقب انضم وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل حلقہ کا دھونا
واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی جہت سے قلفہ بضم قاف و سکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے
بل یندب ھو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب
فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہوگیا ہم یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہوگیا حاصل اعتراض کا

یہ ہے کہ اگر دہ اصل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں با وجودیکہ مقصد بیان نہ المروات تو اسکو نقل ہان کیا ہے ترجمہ کہ ترجیح مشابہ ہے کہ آفریدی ہے تحت وین دھوتا ہی
نقل ہے یہ تصحیح الاعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے اسواسطے کہ یہ ختنہ ہے بدن نہیں ہے فی المسعودی ان امکن فسخ القلفۃ
بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی میں ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہوسکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے اسی قول کو شرنبلالی نے
پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو قید تعذر کیا ہے تو جہاں تعذر نہیں وہاں دھونا بھی ساقط نہیں کذا فی الطحطاوی وکفی بل
اصل ضفیرتھا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے ترکرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالوں کا دھونا عورت پر
فرض نہیں جڑوں کا ترکردینا کفایت کرتا ہے تکلیف و مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہیں صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے
میں نے کہا یا رسول اللہ میں وہ عورت ہوں کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کرکے باندھتی ہوں کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کروں
فرمایا نہیں تجھکو تین بار دونوں ہاتھوں میں پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا تو پاک ہو جاویگی ابو داؤد میں ثوبان سے روایت ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھولڈالے اور بالوں کو دھووے یہانتک کہ بالوں کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر بالوں کا
کھولنا نہیں اسکو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالوں کا تو بالکل دھونا
فرض ہے بالاتفاق یعنی یہاں فقط جڑوں کا ترکرنا کافی ہوگا ولو لم یبتل اصلھا یجب نقضھا مطلقا ھو الصحیح اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ تر نہ ہو تو چوٹی کا
کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمیں تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالوں کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال
گوندھے ہوں یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرھا غسل راسھا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھوڑ دے یعنی ایسی صورت میں سر کا دھونا
غسل جنابت وغیرہ میں ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور بعضوں نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو و لا
تمنع زوجھا سیجیٔ فی التیمم اور منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل میں ہم یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو
چاہئے شوہر کو روکنا جماع سے نہیں پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ بقول اول غسل و مسح دونوں کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو
مسح کرے کذا فی الطحطاوی ولا یکفی بل ضفیرتہ فینقضھا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ کفایت نہیں کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا
تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی مردوں قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی
سادات و ترکی اسواسطے ان کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب و برغوث
لم یصل الماء تحتہ و طہارت کا مانع نہیں مکھی اور مچھر کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہیں پہونچا اسواسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی وحناء ولو
جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہوا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور نہ پہونچیگا
تو طہارت حاصل نہوگی اسیواسطے البحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر پر مہندی چپکائی ہو اسطرح کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور
کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دھن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے اور اسیطرح میل اور چکنائی مانع طہارت کی نہیں
شارح نے کہا کہ یہ عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونوں ہم معنی ہیں وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح
اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہیں اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونوں برابر ہیں قول اصح میں ہم اور
غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق میں ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے گنوار کے حق میں اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو پانی نفوذ نہیں کرتا ہے ایسا ہی
نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ ہر صورت پانی نفوذ کرجاتا ہے بخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے

عدم نفوذ کی وجہ سے جم گوندھے آٹے کے مانند۔ وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ جبائی ہوئی روٹی اور دبیل کی بیٹ سے ناک مین اور کھال مچھلی کی گند
فی الہجر ولا یمنع ما علی ظفر صبّاغ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر چمکتی ضرورت کی وجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی بعضون نے
مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہی کذا فی النہر ہم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہر مہندی کے مانند مانع طہارت
نہین اور اگر جرم ہی جسکو دھڑی کہتے ہین تو ظاہر آجین کے مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او فی سِنّہ المجوف بہ یفتی
وقیل ان صلبًا منع وھو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کھانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہی اسی قول
کا فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت ہی اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہی یہی قول صحیح ہی بعد مفتی مین مذکور ہوگیا اقول نیز متقدم ہی اصح وغیرہ سے
طعام ما بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہی ہر جگہہ غالبا سرایت کرجاتا ہی ایسا مذکور ہی تجنیس مین بحر الرائق مین نقل کیا ہی ابو اللیث اور
فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہی کہ اسکو نکال کے پانی اسپر بہاوے کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط
اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اسکو نکالڈالے یا ہلاوے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا گھمانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا آنا ہلانا اور
گھمانا چاہیے کہ وہان پانی پہونچ جانے کا گمان حاصل ہو ولو لم یکن بثقبہ اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ
اور اگر اسکے کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچگیا سوراخ مین کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرۃ واذن دخلہما الماء
جیسے ناف اور کان مین پانی داخل ہوگیا انپر جاری ہونے سے تو کفایت کرتا ہی یعنی انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین وان لا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ
ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ مین پانی نگیا تو قصدًا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور
مانند اسکے سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہی یعنی جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی
وہان پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نکرے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءًا من بدنہ فصلی ثم تذکر
فلو نفلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اسکا
اعادہ نکرے شروع نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہوئی تو اسکا اعادہ بھی لازم نہوگا وعلیہ
غسل وثمہ رجال لا یدعہ وان رآہ الناس اور مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھین ہم کہتے ہیں اس صورت
مین ہی کہ پردہ وہان نہین ہوسکتا اور نماز کے فوت ہوجانے کا ڈر ہی اور جو مرد اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہی والمرأۃ بین رجال او
رجال ونساء تؤخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کرے اور تاخیر
نکرے فقط عورتون مین ہم اسواسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال
ونساء او نساء فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان
عورتون کے واقع ہی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہ مسئلہ مذہب مین منصوص
ہی اور اسمین اختلاف واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلکی نقل پر واقف نہین ہوا اگر قیاس یہ چاہتا ہی
کہ مرد عورتون مین یا مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا
ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردون مین شرعًا پانی کے استعمال سے
عاجز ہی واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جائے خواہ مرد یا عورت مردون یا عورتون مین

یا دولون مین ہوا ور پھر غسل ورا ستنجا مین چھپا نہین ھم وجہ فرق یہ ہی کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہی اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین
منیہ اور اسکی شرح مین ہی کہ کشف عورت حرام ہی کسی کے سامنے اسی لئے کہ حرام ہی اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہی اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو
ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وسننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کے مانند ہین
چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سواے ترتیب کے یعنی اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وادابہ کادابہ سوی استقبال القبلۃ
لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہین سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہی ھم
منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کا ناک کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد و تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا
تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہین یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر
ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وقالو ولو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل
فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہر تو البتہ اسنے پوری سنت ادا کی یعنی وہ سنت جو اسکے
لائق ہی کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہو گئی مگر مضمضہ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ
خبث اتباعا للحدیث اور سنت ہی غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی
پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست
نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے
وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اسکا فرد کامل مراد ہوتا ہی تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نکرے اگرچہ نہایا ہی
پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد یہ کہ مستعمل پانی پاک ہی ھم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہی کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہی اور یہ بھی
اشارہ ہی کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجا لاوے ایسا کہا ہی صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدم مین بعض مشائخ کا قول ہی اور یہی صحیح تر ہی مذہب شافعی مین
اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقا اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہی مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف
الاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لان البدن فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہی کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ
غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی ھم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حدث متجزی ہی یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک
اور دوسری روایت یہ ہی کہ حدث تجزی نہین یعنی بعضے اعضا مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہی عدم تجزی حدث پر نہر الفائق
مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہی وہ مستعمل نہین ہی اسواسطے کہ تمام بدن
غسل مین ایک عضو کے مانند ہی یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہی انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیا
تو اسوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہی تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ھم مگر بطریق پاکیزگی اور فضیلت کے دھونا بہتر ہی نہ بطریق
لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہی اور اسکو مجتبی مین اصح کہا ہی وہ محمول ہی ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی
ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہی کذا فی النہر ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اسکے
بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولعل
القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسیواسطے تاخیر کو

مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضا پر کذافی البحر لَوْ اَتَوَضَّأَ اَوَّلًا لَا يَأْتِي بِهِ ثَانِيًا لِأَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ وُضُوءَانِ
لِلْغُسْلِ اتفاقًا اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کیواسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین
اَمَّا لَوْ تَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ وَاخْتَلَفَ الْمَجْلِسُ عَلَى مَذْهَبِنَا اَوْ فَصَلَ بَيْنَهُمَا بِصَلٰوةٍ كَقَوْلِ الشَّافِعِيَّةِ فَيُسْتَحَبُّ اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس
بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا دونون وضوءین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہی م یہ بحث ہی صاحب بحر کی اور
سابق مذکور ہوگیا کہ وضو پر وضو نور علی نور ہی اگرچہ مجلس نہ بدلی ہوا اور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہی وہ تیسری بار وضو کرنا ہی چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے
کلام سے وضو کے مسائل مین مذکور ہو چکی کذافی الطحطاوی ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى كُلِّ بَدَنِهِ ثَلٰثًا مُسْتَوْعِبًا مِنَ الْمَاءِ الْمَعْهُودِ فِي الشَّرْعِ لِلْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ
وَهُوَ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ پھر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر اسقدر پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور
معین ہی شرع مین وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہی م غسل کے واسطے ایک صاع پانی معین ہی اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور
ہر مد دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہی جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہی اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہی کہ اسمین ۱۰۴۰ درم بھر مونگ یا مسور سماوے
کذافی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہوچکا کہ لکھنؤ کے حساب سے مد تخمینا تین پاؤ کا ہوتا ہی اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین اور نسائی مین امام
محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ہم جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہی ایک مرد نے کہا کہ مجکو اسقدر
کافی نہین تو جابر نے کہا اس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھسے زیادہ تر تھے اور وہ تجھسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذافی التیسیر وَقِيلَ
الْمَقْصُودُ عَدَمُ الْاِسْرَافِ اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہی م شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور
شرنبلالی نے اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کر لے صاع سے کم پانی مین تو کافی
ہی اور اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کی طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہی بدائع مین اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہی کذافی الطحطاوی وَفِي الْجَوْهَرَةِ لَا اِسْرَافَ فِي الْمَاءِ الْجَارِي لِاَنَّهُ غَيْرُ مُضَيَّعٍ وَقَدْ قَدَّمْنَاهُ عَنِ الْقُهُسْتَانِيِّ اور جوہرہ
مین ہی کہ جاری پانی مین اسراف نہین ہی اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہی اور ہمنے اس مسئلہ کو مقدم ذکر کیا ہی قہستانی سے نقل کر کے م یہ قول ضعیف ہی چنانچہ
اسکی تضعیف مسائل وضو مین شرح مذکور ہوچکی یاد دلایا م عِنْدَكَيْهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ ثُمَّ رَاْسِهِ ثُمَّ عَلٰى بَقِيَّةِ بَدَنِهِ مَعَ دَلْكِهِ نَدْبًا وَقِيلَ يُثَنِّي بِالرَّاْسِ وَقِيلَ
يَبْدَاُ بِالرَّاْسِ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَالْاَحَادِيثِ قَالَ فِي الْبَحْرِ وَبِهِ يُضَعَّفُ تَصْحِيحُ الدُّرَرِ غسل مین پانی بہاوے شروع
کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے بعد بائین مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے
مونڈھے پر پانی بہاوے پھر دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہی اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی بحر الرائق
کے مصنف نے کہا اور اسیوجہ سے یعنی جونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہی یعنی درر مین جو ملا خسرو نے
تاخیر سر کی تصحیح کی ہی سو وہ ضعیف قول ہی م ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہی جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہی یعنی مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور
زیادات اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے
صحاح ستہ مین مروی ہی کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے پھر اپنے دونون
ہاتھ قبلے برتن مین پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو پھر تین بار سر پر پانی
ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اس مقام سے علیحدہ ہو گئے پھر دونون پاؤن دھوئے کذافی العینی شرح الہدایۃ و تیسیر الوصول الی جامع الاصول من صحاح ستہ

فيستحب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور انسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ جب جانتے کہ پانی پہونچ جانیکا ظن حاصل ہوتا تب اپنے سر پر تین بار پانی بہاتے پھر باقی بدن پر بہاتے پھر دونون پاؤن دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے وضو سے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤن پر اور یہی مذکور ہوا ہے مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہئے واللہ اعلم وصح نقل بلة عضو الی عضو اخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہے کہ ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دھونا اسکا ثابت ہو نہ چپڑنا مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما مران البدن کلہ کعضو واحد اور نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے یعنی برخلاف وضو کے کہ اسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر و فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل فرض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنی شرع مین اسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذافی الخانیہ فصل فی مقرہ ہو صلب الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے ویعنی ہی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑھی جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اس نماز کا جو غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے ہم اعادہ غسل کا امام محمدؒ کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی درحکم باطن کے تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذافی الطحطاوی بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہے اُس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہے درمین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہے ذکر نکیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امامؒ اور محمدؒ کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین ولوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اوتر آتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اسمین دفق نہین ہوتا اور اسمین خارج کی طرف دفع کرنیکی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہے واما اسنادہ الیہ ایضا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایۃ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق الخ سو اسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور

پیٹھ

چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مرد کی منی ہی جہت [illegible] شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہان تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی
منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہے اور حلبی محشی نے دوسرا جواب
یون دیا ہے کہ دفق سے مرد اور ترائب سے [illegible] کا شتہ مکان سے [illegible] دونون کی منی میں ثابت ہے فَالْمُسْتَدِلُّ بِهَا کَالْقُهِسْتَانِیْ تَبَعًا لِلْاَخِیْ
چلپی غَیْرُ مُصِیْبٍ تَاَمَّلْ جب آیت میں تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح
نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کر کے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کر لے اسواسطے کہ جب دلیل میں داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال
تامل کی وجہ سے شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہے اور ظاہر پر [illegible] خلاف ظاہر ہے وَلِاَنَّهُ لَیْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِلثَّانِیْ وَلِذَا قَالَ وَاِنْ لَمْ
یَخْرُجْ مِنْ رَاْسِ الذَّکَرِ بِهَا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ مذکور نکیا کہ دفق امام اور محمدؒ کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسفؒ کے
اور اسیواسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے شہوت شرط ہے گو احلیل سے نکلنے کے وقت شہوت
نہی ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی [illegible] کذافی البحر تو متعدی بمعنی دفع بشدت ہے اور بامعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے
نکلنے کے وقت دفق شرط [illegible] لازم [illegible] محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسفؒ سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب
نہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح [illegible] دفق لازم کی کذافی الطحطاوی وشرط ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے
کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسفؒ نے شرط کہا ہے اور [illegible] کا ظاہر ہوتا ہے چند مواضع میں چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے ذکر کو دابا یہانتک
کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی [illegible] غسل واجب ہے نہ ابو یوسفؒ کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل
ہوئی پھر اسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت [illegible] یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو
طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسفؒ کے نزدیک وَبِقَوْلِهٖ یُفْتٰی فِیْ ضَیْفٍ خَافَ رِیْبَةً اَوِ اسْتَحْیٰی کَمَا فِی الْمُسْتَصْفٰی اور ابو یوسفؒ
کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اس مہمان کے حق میں کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفی میں ہے یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دابا
اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے [illegible] کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی غسل اسپر واجب نہین اور مہمان
کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوائے میں طرفین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے مصرح ہے وَفِی الْقُهِسْتَانِیْ وَالتَّتَارْخَانِیَّةِ مَعْزِیًّا
لِلنَّوَازِلِ وَبِقَوْلِ اَبِیْ یُوْسُفَ نَاْخُذُ لِاَنَّهٗ اَیْسَرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ قُلْتُ وَلَا سِیَّمَا فِی الشِّتَاءِ وَالسَّفَرِ اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ
مین نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسفؒ کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصًا موسم سرما اور سفر مین ہم یعنی
ابو یوسفؒ کا قول مطلقًا ماخوذ ہے گذشتہ نمازون مین اور آیندہ [illegible] اور نصوری شرح مسعودی مین بیان ہے کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے گذشتہ نمازون
مین جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتوی ہے صلوات مستقبلہ مین کیونکہ انمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح واقع ہوئی
ہے کذافی الطحطاوی وَفِی الْخَانِیَّةِ خَرَجَ مَنِیٌّ بَعْدَ الْبَوْلِ وَذَکَرُهٗ مُنْتَشِرٌ لَزِمَهُ الْغُسْلُ قَالَ فِی الْبَحْرِ مَحْمَلُهٗ اِنْ وَجَدَ الشَّهْوَةَ وَهُوَ تَقْیِیْدُ قَوْلِهِمْ بِعَدَمِ الْغُسْلِ
بِخُرُوْجِهٖ بَعْدَ الْبَوْلِ اور خانیہ مین ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اسکا ذکر ایستادہ ہے تو غسل کرنا اسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہ مسئلہ اس
صورت پر محمول ہے جو ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی ایستادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی
کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب فقہ مین مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے
صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل انکے تعلیل کی تعلیل ہے کہ حالت ایستادگی مین خروج و انفصال سب دونون پائے گئے بطریق دفق و شہوت کے کذافی الطحطاوی وَعِنْدَ اِیْلَاجِ

حشفہ ہی ما فوق الختان آدمی احتراز من الجنی یعنی اذا لم ینزل و اذا لم یظہر لہا فی صورۃ الآدمی کما فی البحر ۔ غسل فرض ہے آدمی کے تمام حشفہ
داخل کرنے کے وقت آلہ تناسل میں حشفہ اسکا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہے جسکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن
عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا و جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو عورت پر غسل نہیں ہے جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ
ایک جن ہے خواب میں آتا ہے بارہا اور مجھکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اسپر غسل نہیں ہے بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب
ہے گویا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہوا یا نہوا اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہے کذا فی البحر او ایلاج
قدرہا من مقطوعہا یا وقت داخل کرنے بقدر حشفہ کے اس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہے و لو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم و لم ارہ
اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ میں کہا کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اھ یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے
تعلق رکھتے ہیں چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہونا اس صورت میں باقی نرہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید
کے مفہوم سے یہ نکلتا ہے کہ اسکے ساتھ کچھ حکم متعلق نرہا او عند السوال اسیکا فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ سبیلے محترز
غسل فرض ہوتا ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہے اس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہے او قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز
آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کے قید سے صغیرہ غیر قابل جماع خارج ہوا اھ اور بحر و غائب ہونے حشفہ
بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اسکو
انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عباس رض سے بتصحیح مروی ہے کذا فی العینی علیہما
ای الفاعل و المفعول لو کانا مکلفین دونوں پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان
ہوں و لو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونوں میں سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن
یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اھ مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہیں قریب
باحتلام ہے و یؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا امر کیا جاے ادب سکھانے کو طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہے ھم
دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط فان
وصیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اسنے منی نہیں ٹپکائی ھم عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے
ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے یعنی لو فی دبر غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر میں حشفہ
داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی دبر میں حشفہ داخل کیا تو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون
انزال کے ھم نہر الفائق میں کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے مگر با انزال اسواسطے کہ وہ اولی ہے صغیرہ اور میتہ سے تصور لذت میں و لا یرد الخنثی المشکل فانہ
لا غسل علیہ بالایلاج فی قبل و دبر و لا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی مشتہر و سبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا
اعتراض وارد نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسپر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ اس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے
اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اس قبل اور دبر میں ہے جو بلا شبہہ محقق او ثابت ہیں ھم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے احد سبیلین
میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ و فرج مشکوک الوجود ہے

اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہی اسکے فاعل ہونے مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہو اور اُسکا ذکر عضو زائد ہو تو اُسکا داخل کرنا بمنزلہ انگلی
داخل کرنے کے ہوا اور اسیطرح دوسرے خنثی کی فرج مین اگر اُسنے داخل کیا تو غسل دونون پر نہین کہ شاید دونون مرد ہون اور دونون فرجین زائد ہون اور خنثی
مشکل کے مفعول ہونے مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہو اور اُسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی دبر مین اگر کوئی واقعی کا ادخال ہوگا
تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہی اسواسطے کہ وہ خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہی بلاشک تو اگر شارح یون کہتا الا ان الکلام فی
حشفہ و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رؤیۃ مستیقظ خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام
اور غسل فرض ہی نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنی سوکر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اُسکو یاد نہو شارح نے کہا مستیقظ کی قید سے متوالے
اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا مثلاً یعنی اگر بعد ہوشیار ہونے کے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونون پر غسل نہین برخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہی کہ نیند
مظنہ ہی احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی اور متوالے اور صاحب
غشی مین یہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی دیکھین گے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا
معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہی اسواسطے کہ یا اُسکو یقین ہی کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہی یا اسکو شک ہی منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین
یا مذی اور ودی مین اور ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام یاد ہی یا نہین تو غسل واجب ہی بالاتفاق جب منی کا یقین ہوا احتلام یاد ہو یا نہو
یا مذی کا یقین ہوا احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہی منی یا مذی مین یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہی ان تینون صورتون مین
بھی غسل واجب ہی اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہی مذی یا ودی مین اور احتلال ہی یقین ہی مذی کا اور احتلام یاد نہین
اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصراً مذی سفید
پتلا پانی ہی جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت کے ساتھ نکلتا ہی اور ودی گاڑھا پانی سفید ہی جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہی احتلام لغت
مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہی الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی
او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہی بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا
فی الطحطاوی یا اُسکو شک ہو کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہی یا اُسکا ذکر استادہ تھا سونے سے پہلے تو اسپر غسل نہین بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف کے
اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی استادگی کے اثنا سے ہوگی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا
لیکن اگر اُسکو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اُسکا ذکر ساکن یعنی استادہ نہوگا تو اس رطوبت کو
منی قرار دینگے اور اُسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکھنا ضرور ہوا
کذا فی الحاشیہ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین بالاتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ
منی او تذکر حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر مین یہ ہی کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین
مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اسکو منی ہونے کا یقین ہوگیا یا اُسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اُسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہی کذا فی الطحطاوی
تو ان تینون صورتون مین اُسپر غسل واجب ہی اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین لا یفترض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علی رأس الذکر
بللا اجماعا غسل فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہی اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خوب یاد ہو اور حالانکہ اُسنے سر ذکر پر رطوبت کو نہین دیکھا اجماع
اتفاق سے مراد یہان شیخین اور محمد کا اتفاق ہی اور خلاف نہین مگر عورت مین کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور اسیطرح عورت کا حکم ہی مرد کے مانند بنا بر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہی سب کے نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہی عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہیں لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہی جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہی جبکہ اُسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہی اگر کوئی کہے کہ تمھارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہی تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہی انتہی ما فی المنح ملخصًا ولو وجد بین الزوجین ماءٌ ولا ممیّز ولا تذکرٌ ولا نام قبلہما غیرہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جسکے سبب سے مرد و عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونون کو احتلام یاد ہی اور نہ اُن دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہی احتیاطًا کذا فی الخانیہ ہم وجہ تمیز کی یہ ہی کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہی اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہی اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اُسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اُسپر غسل لازم ہوگا اور جو اُس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر کسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثًا ادخل حشفۃ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنح نہین پائی تو غسل واجب نہین بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت حاصل ہویا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ہذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہی حیض و نفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور روایت مستیقظ یہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہی خروج منی اور ادخال حشفہ اور روایت مستیقظ اور انقطاع حیض و نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہی بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین چنانچہ تلاوت قرآن مثلاً جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ام یعنی فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہی تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہی کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین ہین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا سبب تو فی الحقیقہ وجوب صلوۃ ہی یا ارادہ تلاوت قرآن مثلاً لا عند مذیٍ وودیٍ غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہی تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعًا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہی ودی اور بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کہ ہم اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہی یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو نکریگا رعاف سے پھر اُسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہی ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور ہین از انجملہ ایک جواب یہ ہی کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور انجملہ یہ ہی کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہی جو شارح نے ذکر کیا کذا فی

فی الطحطاوی عن البحر (ولا عند ادخال اصبع ونحوہ کالذکر غیر آدمی وذکر خنثی ومیت وصبی لا یشتہی وما یصنع من نحو خشب فی
الدبر او القبل علی المختار) اور فرض نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اسکے مانند کے چنانچہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور نابالغ
صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہیں ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہے لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتیں شہوت رانی کیواسطے بناتی ہیں جسکو اہل ہند سبورا
کہتے ہیں تو ان اشیا کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل لازم نہیں بنا بر قول مختار کے ہم دبر میں تو ترجیح متفق ہے مگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اسواسطے کہ شیخ الاسلام
ابو سعود نے نوح افندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی
غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً (ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ
او صغیرۃ غیر مشتہاۃ) اور فرض نہیں نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہیں ہم یہ محترز ہے اس قول
سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین میں ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہے زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت
کی قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہوگئی (بان تصیر مفضاۃ بالوطی) صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہے کہ جماع کرنے سے
درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاویں (غابت الحشفۃ) جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہیں اگرچہ حشفہ اندر
چھپ جاوے (ولا ینتقض الوضوء فلا یلزم الا غسل الذکر قہستانی عن النظم) اور ایسے جماع سے وضو نہیں ٹوٹتا تو سوائے آلت
دھو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہیں آتی ایسا نقل کیا ہے قہستانی نے نظم سے (وسیجئ ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ) اور آگے آویگا کہ رطوبت
فرج کی پاک ہے امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہے نہ امام کے قول پر اور یہ
اختلاف فرج داخل میں ہے اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو میں
سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی (بلا انزال لقصور الشہوۃ) اشیاء مذکورہ میں بدون انزال
کے غسل لازم نہیں لذت کے ناقص ہونے کیوجہ سے ہم یہ علت ہے اشیاء ما تقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہے مرغوب بالطبع
کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہیں (اما بہ فیحال علیہ) اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا
واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت میں انزال ہی منظور الیہ اور مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی (کما لا غسل لو اتی عذراء ولم یزل عذرتہا بضم فسکون البکارۃ فانہا تمنع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا
وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا) چنانچہ غسل لازم نہیں جو باکرہ سے جماع کیا اور اسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور
عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے یعنی فرج میں دخول حشفہ سے مانع ہے مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہوگئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے
کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہیں ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازوں کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہے
علما مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم غین بسکون ذال معجمہ عبارت ہے بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ وجہ ہے کہ حمل کے بعد ظاہر ہوگیا کہ اسنے بدون طہارت کے
نماز پڑھی (وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی) اور قول مذکور کے وجوب
غسل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنی جبکہ خروج
منی کا نہوا تو اسپر غسل واجب نہیں اگرچہ حمل رہ گیا ہو تو حاصل باکرہ پر غسل واجب نہیں ہوتا مطلقاً اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول صحیح یہ ہے کہ اسپر وجوب غسل کا
انزال سے اسوقت ہوتا ہے جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہے مرد کے انزال کی اگرچہ اسکو معلوم نہو

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا مگر جبکہ بکارت خروج منی کی مانع ہوا ور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی
تمام مسئلہ الطحطاوی وَیَجِبُ اَی یُفۡتَرَضُ عَلَی الۡاَحۡیَاءِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کِفَایَۃً اِجۡمَاعًا اَنۡ یَغۡسِلُوۡا بِالتَّخۡفِیۡفِ الۡمَیِّتَ الۡمُسۡلِمَ اِلَّا الۡخُنۡثٰی الۡمُشۡکِلَ
فَیُیَمَّمُ اور واجب ہی یعنی فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سواے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو
نہ نہلایئے بلکہ اُسکو غسل کے عوض تیمم کروائیے ھ شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب
سے فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان
ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا
انتہی شارح نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ
بعد لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہی جو
زندہ ہی آگے مریگا کَمَا یَجِبُ عَلٰی مَنۡ اَسۡلَمَ جُنُبًا اَوۡ حَائِضًا اَوۡ نُفَسَاءَ وَلَوۡ بَعۡدَ الۡاِنۡقِطَاعِ عَلَی الۡاَصَحِّ کَمَا فِی الشُّرُنۡبُلَالِیَّۃِ عَنِ الۡبُرۡھَانِ وَعَلَّلَہٗ
ابن الکمال بِبَقَاءِ الۡحَدَثِ الۡحُکۡمِیِّ جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے
موقوف ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان
کی ہی حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے اَوۡ بَلَغَ لَا بِسِنٍّ بَلۡ بِاِنۡزَالٍ اَوۡ حَیۡضٍ اَوۡ وَلَدَتۡ وَلَمۡ تَرَ دَمًا
اَوۡ اَصَابَتۡ کُلَّ بَدَنِہٖ نَجَاسَۃٌ اَوۡ بَعۡضَہٗ وَخَفِیَ مَکَانُھَا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے
خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ھ اور
اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہی فِی الۡاَصَحِّ رَاجِعٌ لِلۡجَمِیۡعِ
غسل لازم ہی صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہی وَفِی التَّتَارۡخَانِیَّۃِ مَعۡزِیًّا لِلۡمُخۡتَارِ وُجُوۡبُہٗ عَلٰی مَجۡنُوۡنٍ اَفَاقَ
قُلۡتُ وَھُوَ یُخَالِفُ مَا یَاۡتِیۡ مَتۡنًا اِلَّا اَنۡ یُحۡمَلَ اَنَّہٗ رَاٰی مَنِیًّا اور تاتارخانیہ مین مختار کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اس مجنون پر جو ہوش
مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا
کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نرہا وَھَلِ السَّکۡرَانُ وَالۡمُغۡمٰی عَلَیۡہِ کَذٰلِکَ یُرَاجَعُ اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسیطرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ھ بدائع مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے مذی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور
صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا بِاَنۡ اَسۡلَمَ طَاھِرًا اَوۡ بَلَغَ بِالسِّنِّ فَمَنۡدُوۡبٌ
اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین وَسُنَّ لِصَلٰوۃِ
جُمُعَۃٍ وَلِصَلٰوۃِ عِیۡدٍ ھُوَ الصَّحِیۡحُ کَمَا فِیۡ غُرَرِ الۡاَذۡکَارِ وَغَیۡرِہٖ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار
وغیرہ مین ہی ھ ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُس شخص
مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک ادا ہوئی
کذا فی السراج وَفِی الۡخَانِیَّۃِ لَوِ اغۡتَسَلَ بَعۡدَ صَلٰوۃِ الۡجُمُعَۃِ لَا یُعۡتَبَرُ اِجۡمَاعًا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف

اور حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں
تکلیف ہوتی ہو اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہو نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہو کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور
بعضوں کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہو کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت ادا ہو گی کذا
فی الطحطاوی مختصرا ویکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہو ایک بار غسل کرنا اس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے ہیں یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہو تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہو کذا فی الشیخ عن معراج الدرایۃ
کما لفرضی جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہو اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہو کہ انقطاع حیض کے
بعد جماع یا احتلام واقع ہو ولاجل احرام اور غسل سنت ہو احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہو عرفات کے پہاڑ میں دوپہر
ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا غسل عرفہ اسوقت سنت ہو جبکہ داخل عرفات ہو اور ابن امیر حاج نے کہا کہ غسل فقط دن کے واسطے
نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہو کذا فی الطحطاوی وندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہو اس دیوانہ کے واسطے جو ہوش میں آگیا
ہم غسل تین قسم پر ہو فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہو انزال منی ساتھ شہوت کے دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس
پانچویں غسل میت چھٹے سارے بدن میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار میں نماز جمعہ کے واسطے اور عید کی نماز
کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا انھوں سے وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار اور اسیطرح
صاحب غشی کا غسل مستحب ہو افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار میں مذکور ہو وھل السکران کذلک لم اره اور کیا مست کا بھی اسیطرح کا حکم ہو میں نے اسکو
کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہو پچھنے لگانے کے وقت
یعنی پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہو شب برات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری
کے لیے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہو اور یہ مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی وعرفۃ
اور غسل مستحب ہو شب عرفہ یعنی نویں رات ذی الحجہ میں وقدر اذا راھا اور غسل مستحب ہو شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنی جبکہ اسکو جانتا ہو بظن غالب اور
شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہو کہ غسل مستحب ہو جبکہ شب قدر کو یقینا دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد ہیں کذا فی
الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا آیا ہو علی الخصوص اکیسویں اور تئیسویں اور ستائیسویں
واللہ اعلم وبمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہو نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کی صبح کو وہاں ٹھہرنے کے
واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہو عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہو نزدیک
داخل ہونے منا کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھر مارنے کے واسطے اور اسیطرح باقی سنگساری کے واسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہو تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہو وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہو نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ
کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو وے اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسیطرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول میں بلا نسک غسل مستحب ہو حرمت مکان کی تعظیم کے واسطے
کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہو سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں بندوں
کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہو نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع وظلمۃ وریح شدید اور واسطے طلب
بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب ہو تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح

له دوزخ سے بری ہونا اور گناہوں سے بری ہونا ۱۲ ۵ اور اہل تفاسیر نے ستائیسویں کو زیادہ تر موافق شب قدر بیان کیا ہے یعنی جو دسویں تاریخ کو ہوا اسکے بعد کرنے بابت حج میں ۱۲

وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسیطرح غسل مستحب ہی مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کے واسطے غسل مستحب ہی تاکہ لوگون کو میل و پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو
اور اسکو غسل مستحب ہی جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے ھم ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہی کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے
کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہی ہمنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی او یراد قتلہ یا اُس شخص کو غسل کرنا مستحب ہی جسکے قتل کا ارادہ
کیا جاتا ہی یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا بالظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہی تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب
من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہی تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین
بدون طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہی سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمھا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہی
جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء اغتسالھا ووضوئھا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح
لانہ لا بدلھا منہ فصار کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل و وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہی اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر
مین ہی اسواسطے کہ عورت کو غسل و وضو کا پانی ضروری ہی پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہی ھم حمام کی اجرت قیاس ہی صاحب بحر کا مذہب کی
روایت نہین اور یہ جو خلاصہ مین تفصیل مذکور ہی کہ محتاج زوجہ کے غسل و وضو کا پانی زوج پر ہی اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو
بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین ھم
اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہین ہی بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہی اور اس کلام سے نکلتا ہی کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی
ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی
وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اھلھا الناس من الصلوۃ فیھا فھی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت و حیض و نفاس سے حرام ہو جاتا مسجد کا
اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہی مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ
کی کتاب الوقف مین ہی کہ جب اہل مدرسہ لوگون کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہی ھم تو مدرسہ مذکور مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا
مسجد در حکم مسجد ہی جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ
بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہی اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد مین جائز ہی ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے
مسجد کے اور طرف سے نکلنا اسکو ممکن نہین ھم ضرورت کی یہ صورت ہی کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہی اور خوب
قید ہی اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہی صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہی کہ دوسری طرف دروازہ نہین کر سکتا اور اس گھر کے سوائے اور
مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی النہر ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر
کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہی اور اگر مسجد مین ٹھہرا یا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم
کر لینا واجب ہی اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ھم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کے
واسطے وہ تیمم شرط ہی کہ عبادت مقصودہ کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون ایۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام
ہی تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے بنا بر قول مختار کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور بندر کی

اُسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرا الحائض ولا الجنب شیا من القرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور
نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر
مین اور ولوالجی نے اپنے فتاوے مین صحیح کہا ہے اور اسیطرح مصفی اور کافی مین ہے اور صاحب بدائع نے اسکو عامۂ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے تصحیح
کے ساتھ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہے اور صاحب خلاصہ نے
اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے
کہا الحاصل کمتر از آیت مین تصحیح مختلف ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ
مین مردود ہے اسواسطے کہ لفظ شیئا کا چنانچہ کافی مین ہے نکرہ ہے سیاق نفی مین تو اُسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہے تو اُسکی
بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کے مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ
حل نے الاصح قرآن کا ارادہ کر کے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہے تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع
کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہے صحیح تر قول ام عیون مین ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا
اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد نکیا تو لاباس بہ انتہی اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے اوسیند
نے کہا کہ مین اسکا فتوی نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے کذا فی الطحاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک
کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین یعنی قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورۂ
فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہے یہ تفریع ہے لو قصد الثناء پر الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر
حکمہا بقصدہ مگر جبکہ نماز گذار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کر کے تو وہ قرأت اسکو کافی ہے اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب
مقام مین ہے تو اُسکا حکم نہ بدلیگا اُسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ
نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت مین خارج نہین اور یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج
قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین
سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہے تو اب ثنا کا قصد کرنا اُسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنی اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد
ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف مستدرک بما بعدہ وھو وما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ لذکرہ فی الحیض
اور حدث اکبر سے حرام ہے چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہے اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور ماقبل
اُسکا یعنی مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہے کہ اسکو حیض کے مسائل
مین مصنف نے ذکر کیا ہے ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب ہونے طہارت کے
طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی
افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولی نہین بلکہ
طواف مین طہارت واجب ہے تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی النہر ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف
ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار او حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہان مراد وہ چیز ہے جسمین قرآن شریف کی

آیت مرقوم ہو چنانچہ دیبا اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے
چنانچہ نہر مین ہی تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور محل خلاف
مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو تو اسمین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وحل مس نحو التوراۃ کذلک
ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ انکا
چھونا حرام نہین ہم اسیطرح نہر الفائق مین مذکور ہی اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف و تبدیل واقع نہین ہوئی اسکا
چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی الا بغلاف متجاف غیر مشرز لا بمشرز بہ یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پہ
چپکا نہین پس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین اسیکا فتوی ہی ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان
اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہی اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین چولی
کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی
اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو صحیح کہا ہی اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی
عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہی واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا و
فی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے مین غیر اعضاء طہارت سے اور آستین سے جسکو دھولیا اور جنب کے
قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نکھا صحیح تر قول ہی ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت
کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور
نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھستی کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت
مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو مرجع کراہۃ
التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولی ہی اور
خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولی مین تو اصلا کراہت
نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہی ولا
بأس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ با وضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو
لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن مین جیسے
نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی انپر اور بالغ ہونے تک تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو اس ضرورت سے انکو
مس مصحف اور اسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو
لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول محمد کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جا
جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف کا قول لیا جاوے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد کا قول لیا جاوے ایسا کہا ہی حلبی نے ہم اور دوسری وجہ توفیق
یہ ہی کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد احب الی ان لا یکتب یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر

عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی وبکرہ لہ قرأۃ توراۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل منہا غیر معین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہی پڑھنا
توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہی اور جن الفاظ مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاریٰ سے وہ معلوم نہین باخذ ہو
ھم فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی نقل ہی کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت
قرأت پر یقین کیا ہی وخصہا فی النہر بما لم یبدل اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اسکے ساتھ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی ولا
قرأۃ قنوت مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہی نہ تنزیہی ولا اکلہ
وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منھ کے دھوڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا اذا احتلم
لم یأت اہلہ اور مکروہ نہین جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے
صحبت نکرے ھم یہ روایت فتح القدیر مین منتقی سے منقول ہی قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ
حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی
نے کہا کہ یہ ظاہر شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا وتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص
مسہا بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کے مانند ہی نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابون میں
ہاتھ لگانے کی رخصت دیگئی ہی نہ تفسیر مین ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر مین ہی مجمع الفتاوی سے منقول ھم شرعی کتابون سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ
کی کتابین وفی السراج المستحب ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب یہ ہی کہ شرعی کتابون کو آستین
سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ھم یہ قول مخالف نہین ہی قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین لکن فی الاشباہ
من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر
تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ مین منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب
حلال اور حرام ملجا ہو تو حرام ہی غالب ہوجاتا ہی اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چھونا محدث کے واسطے جائز رکھا اور تفصیل نہین
کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قرآن مین یعنی یہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہی اور اگر قرآن کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو
جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہوجے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی مین کہتا ہون کہ اشباہ کا قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو
ای مخاطب اسمین تامل کر ھم خلاصہ یہ ہی کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز مین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما
کا قول ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہی قابل اعتماد کے نہین بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے
نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قرآن کا چھونا جائز نہین اور اسکے سوائے کا چھونا درست ہی برخلاف مصحف کے کہ اسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر
مین ہی کہ مکروہ ہی چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابین آیات قرآنی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہی یعنی محدث وغیرہ کو
چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابون کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کی وجہ سے ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب
درر کا یہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہی کہ تفسیر کا چھونا مرخص نہین بلکہ مکروہ ہی اور یہ مطلب نہین کہ انکا چھونا حرام ہی جیسا کہ ماتن نے سمجھا ہی اسواسطے کہ اسمین حرمت کی
تصریح نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا
فروع مسائل ملحقہ شارح کے المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہوجاے یا نہایت باریک خط ہو کہ

اُسمین پڑھا سنجا سے تو دفن کیا جاے مسلمان میت کی طرح یعنی بطور لحد یا شق کے ومنع الکافر من مسّہ اور کافر یہ منع کیا جاے مصحف کے چھونے سے
وجوّزہٗ محمدٌ اذا اغتسل اور کافر کو اُسکا چھونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہو جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ھم ظاہر یہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہو کذا فی
الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسی ان یھتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے مین شاید کہ راہ پر
آجاے یعنی مسلمان ہو ھم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع ہدایت جائز ہو تو اس زمانہ مین جو بعض نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی
طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہو اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے
گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالی اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزد طمع اور حرص سے ایسی بیغیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع
المصحفِ تحت رأسہ الّا للحفظ والمقلمۃِ علی الکتابِ الّا للکتابۃ اور مکروہ ہو مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہو اور
قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہو مگر لکھنے کے واسطے جائز ہو یعنی کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ
ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر انکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر انکے اوپر علم کلام یعنی عقائد کی کتابین پھر انکے اوپر
فقہ کی کتابین پھر احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ھم لغت کی کتابین نحو کے مانند مین چنانچہ قنیہ مین ہو اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہو وتکرہ اذابۃ درھم علیہ آیۃٌ الّا اذا کسرہ مکروہ ہو پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہو مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب درست ہو
ھم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہو تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہو کذا فی الطحطاوی رُقیۃٌ
فی غلافٍ متجافٍ لم یکرہ دخول الخلاءِ بہٖ والاحتراز افضلُ جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنی تعویذ پر مڑھا ہو تو اُسکا لیجانا پاخانہ مین مکروہ
تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہو ھم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہو کہ عالمون کا اجماع ہو اسپر کہ تعویذ اور افسون تین شرطون
کے ساتھ جائز ہو ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو یا اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری
یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہو اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنی افسون تین قسم ہو ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم
نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہو کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہو کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہو پھر اگر احادیث مین منقول ہو
تو وہ مستحب ہو تیسری قسم یہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور
نہ اسکا شرع مین حکم ہو تو اسکا ترک کرنا بہتر ہو مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہو کذا فی الطحطاوی ملخصًا یجوز رمیُ
بُرایۃِ القلمِ الجدید ولا ترمی برایۃُ القلمِ المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجدِ وکناسَتِہٖ ولا تلقی فی موضعٍ یخل بالتعظیم
اور جائز ہو نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین
کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا ھم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے اسماء ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکھے جاتے ہین
علاوہ یہ ہو کہ حروف کو بذات خود احترام ہو اور قلم جدید کے تراشے مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لفُّ شیءٍ فی کاغذٍ فیہ فقہ وفی
کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسولِ فیجوز محوُہٗ لیلف فیہ شیءٌ اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل
لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہو اور اگر اُسمین اللہ تعالی اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہو ومحو بعض الکتابۃ
بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن سے جائز ہو ھم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہوگیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہو
وقد ورد النھی فی محو اسم اللہِ بالبزاقِ اور البتہ نہی وارد ہو اللہ تعالی کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآن احبُّ

ف: [illegible] کتب ۱۲

ف: تعویذ [illegible] درست ہو ۱۲

ف: مسجد کا کوڑا پھینکنا بے تعظیم جگہ مین درست نہین ۱۲

الی اللہ تعالیٰ من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانوں اور زمین سے
اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان میں ہیں ہم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی میں کذا فی الطحطاوی
یجوز قربان المرأۃ فی بیتٍ فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری میں جائز ہے جسمیں مصحف در پردہ ہے بساطاً وغیرہ کتب علیہ
الملک للہ یکرہ لبسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ فرش یا سوائے اُسکے تکیہ وغیرہ جسپر الملک للہ لکھا ہے اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہے
اور لٹکانا اُسکا آرایش کے واسطے مکروہ نہیں وینبغی ان لا یکرہ کلام الناس مطلقاً وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر
بحثہ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہووے آدمیوں کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال میں اور بعضوں نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول
اول میں زیادہ تر وسعت ہے اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے قلت ظاہرہ انتفاء الکراھۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق
او لا زین بہ اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للہ لکھا ہے خواہ اُسکو لٹکاسے یا نہیں اُسسے
آرایش کیجیے یا نہیں وھل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذا یحرر اور جو کہ پنکھوں اور جامع مسجد کی دیواروں پر لکھا جاتا ہے وہ بھی فرش
کی نوشت کے حکم میں ہے یا نہیں جواب اسکا لکھا جاوے گا ہم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع میں لکھا ہے کہ مسجد کی دیوار وغیرہ پر لکھنا لائق نہیں
اور نہایہ میں ہے کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیواروں پر خوب نہیں سقوط کتابت اور پاؤں تلے پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہے پانیوں کے مسائل میں ہم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح میں باب عبارت ہے اُن مسائل فقہ سے جسکے احکام
ماقبل اور مابعد سے جدا گانہ ہیں اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہیں کذا فی المنح جمع ماء بالمد ویقصر اصلہ موہ قلبت الواو الفاوالھاء ہمزۃ
میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جسمیں الف کے بعد ہمزہ ہے اور گاہے اُسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہیں اصل ماء کی موہ ہے واو کو الف سے بدلا اور ہا
ہوز کو ہمزہ سے وھو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالباً بصارت کا حاجب نہیں اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی
چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقاً بماءٍ مطلق وھو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر
دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن میں آجاے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ہم منح الغفار میں ہے کہ مطلق پانی
وہ ہے جو باقی ہے اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اُسمیں نجاست نہیں ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب
ہے کماء سماءٍ واودیۃٍ وعیونٍ وابارٍ وبحارٍ وثلجٍ مذابٍ بحیث یتقاطر وبردٍ وجمد ونداً مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودوں
کا اور چشموں کا اور کنوؤں کا اور دریاؤں کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنی پالا اور اُس ہم آسمان کے پانی میں اگرچہ اضافت ہے مگر
یہ اضافت تشریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمیں قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہیں بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کذا فی البحر
اور اسیطرح تربوز کا پانی آدویہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت میں اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو اور یہاں مراد جنگل کا
پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی میں اُسکو رود کہتے ہیں ھذا تقسیمہ باعتبار ما
یشاھد والا فالکل من السماء بقولہ تعالیٰ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً الایۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم
پانیوں کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت میں آسمان سے اوترے ہیں حق تعالیٰ کے اس قول کی
دلیل سے کہ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اوتارا الی آخر الآیہ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام میں عام ہوجاتا ہے

ھم ہم نکرہ اسکو کہتے ہین جو معین چیز کے واسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہی کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہی یعنی اپنے سب افراد کو شامل ہوجاتا ہی لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام احسان مین عام ہوتا ہی سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہی لفظ ماء کہ نکرہ مثبت ہی سب پانیون کے اقسام کو شامل ہوگیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہی وماء زمزم بلا کراھۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہی ھم ہر چند زمزم کنوؤن مین داخل تھا لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب وبماء قصد تشمیسہ بلا کراھۃ اور اس پانی سے طہارت درست ہی جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکرھتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک طب کی راہ سے ہی یعنی اسواسطے کہ مورث برص ہی وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہی احمد بن حنبل نے اس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا وبجزمہ بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعتہ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہی اس پانی سے کہ جمتا ہی اس سے نمک یعنی اسمین جمکر نمک ہوجانے کی استعداد ہی نہ اس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہوجاتا ہی بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدلجانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ھم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہوگیا جیسے سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہی اور سردی مین پگھلتا ہی برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات ای معتصر من شجر او ثمر لانہ مقید اور نہ وضو کیا جاوے پانی سے یعنی جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہی یعنی ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہی نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اس سے وضو جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر بخلاف ما یقطر من الکرم فانہ یجوز التوضی بہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وھو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرھان برخلاف اس پانی کے جو انگور کے درخت یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہی بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی ھم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا پھل سے خود بخود ٹپکا اسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت کتابون مین مصرح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہی تو یہی قول اولی ٹھہرا کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القھستانی وقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز پر اعتماد کیا قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہی اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہی اور انگور کے پانی کے مانند ہی دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت خرما کا ھم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے خربزے نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہوجاتا ہی اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اسکو دابوغہ بولتے ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دابوغہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہی ظاہر ایہی مناسب مقام ہی شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوغہ کا واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشیء طاھر اور طہارت جائز نہین اس پانی سے جو مغلوب ہوگیا پاک چیز کے ملجانے سے ھم مغلوب ہوگیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہوگیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہوگیا مغلوب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہی چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنی آب مطلق کا زوال اطلاق بکمال امتزاج سے ہے یا ثخانت سے الخ منح الغفار شرح المصنف
چنانچہ شارح اس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارے اور بعضوں نے
کہا قوت نفوذ اسکی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج بتشرب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو طرح
پر ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے جس نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشجار و نباتات نے
واسطے اپنے اصول دقیقہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف
یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جس کی پختت سے صاف کرنا اور میل چھڑانا منظور نہیں جس چیز میں پانی ڈال کر پکایا وہ قسم ہے
ایک یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون اور بیری کی پتیاں اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا طہارت کا مانع
نہیں مگر جبکہ رقت اور سیلان اسکا باقی نہ رہے تو اب اس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں
چنانچہ شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل و رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی وامّا بغلبۃ المخالط فلو جامدًا فبثخانۃ ما لم
یزل الاسم کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز مل جانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اسکا غالب ہونا پانی پر
پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہے تاوقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کی پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت
خرما یہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے
رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں خانیہ میں ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پچھلا قول ہے ولو مائعًا
فلو مباینًا لاوصافہ فبتغییر اکثرھا ور اگر مل جانے والی چیز پانی میں سائل اور پتلی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہے پانی
کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی مل جانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین
صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں ہیں ایک رنگ دوسرے مزہ
تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں
تو غلبہ اسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقًا کاللبن فبأحدھما یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے جیسے کہ دودھ کہ بو ہونے میں پانی
کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ
جائز ہے اور اسیطرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اسمیں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مباینًا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے
نسخہ میں فبأحدھما بالصیغۃ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلًا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا یا سائل
پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت
کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں ہم آب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی
حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زائد نہ کم تو ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے
کہا ہے کہ اسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا یعم الملقی والملاقی فی اور یہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے
اس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمیں کوئی شخص گھسا یا اسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان
دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققتہ فی النہر والنہر

تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم ہو یہ قاعدہ ہی بنا بر اس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور
منح الغفار مین مذکور ہی ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ
سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو انکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے اُنسے سوال کیا فستقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے
ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا نہین تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سواے پانی مذکور کے اور
کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جائیگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی
فی شرح الوھبانیۃ فرق بینھما مراجعۃ متأملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملتقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور اور تامل کے ساتھ ہم
خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو
صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب مجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کتا ہی
کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فستقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ
دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اس طرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون
صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اسکا گمان غالب نہو
کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی اُسکے ملتقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوا اسواسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی

ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اور جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو کہ اُسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھڑ اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ثم یعلم حکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر
حکم اس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مرگئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنی ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھڑ اور چھوٹی چچڑی
اور بڑی چچڑی کا یعنی اگر مچھڑ اور چچڑی خون پیکر قلیل پانی مین مرجاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی بقول صحیح مین
اسلیے کہ جونک اور مچھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوھبانیۃ دود القز وماءہ وبزرہ وخرءہ طاھر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور
وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بیخال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے
اوٹائے جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق
قلیل مین وہ جانور مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو
مسئلہ یہان ٹھہراے ایک اس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت مالا دم لہ الخ اسواسطے کہ
کنز پر اعتراض لگتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا
مصنف نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا
کتا اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اُسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی
الطحطاوی الا بریا لہ دم سائل وھو مالا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم والا لا مگر جنگلی مینڈک
مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین پردہ نہین ہوتا بط کی مانند تو اسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہی

صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہی اگر اُسمین خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم
لو مات ماذکر خارجہ والقی فیہ فی الاصح فلو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسیطرح کا حکم ہی یعنی
پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو بندکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین مینڈک کی مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو
اُس سے جائز ہی پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہی جو ناپاک نہین مگر اُسکا کھانا حرام ہی وینجس الماء القلیل
بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط واوز اور ناپاک ہوتا ہی تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہی خشکی مین پیدا
ہوتا ہی چنانچہ بط او چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہی لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہی لہذا ماتن نے اسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح
وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہی صحیح تر قول پر یعنی وقوع نجاست سے
قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین وہ دہ در دہ رس ہی کسی چیز کا
تو وہ فاسد یعنی ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پاؤن
کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد رح کے ایسا ذکر کیا ہی قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پاؤن
سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پاؤن کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا او بتغیر
احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہی ناپاک
ہوجاتا ہی بہت پانی اور اسیطرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع سے اور کثیر اُسکا فاعل ہی سو یہ بات ٹھیک نہین
بلکہ حق یہ ہی کہ قولہ و بتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ متعلق ہی ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہی وہ جار مجرور ہی یعنی بابہ جارہ ہی نہ یاے
تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہی بہ تغیر کا تو مطلب یہ ہی کہ ناپاک ہوجاتا ہی پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح
کے بیان مین یہ خلل ہی کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہو پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی
الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر
اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسیطرح
منقول ہی ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسیطرح نقل کیا ہی اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہی عامہ علما
کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہی نہ کثیر لیکن حد قلیل و کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر
خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہی نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے
ہم امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین نجس نہین ہوتا جبتک کہ رنگ یا مزہ یا بو اسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی
کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی امام مالک کے نزدیک قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اُسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ
ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل
الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا
چاہیے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی
نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول اور فروع مین حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنی

اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی
جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا یجوز بماءٍ خالطہ طاہرٌ جامدٌ مطلقاً کاشنان
وزعفران اور اسیطرح طہارت جائز ہی اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز لیکن غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل
کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسا کہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوئی چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز
ہی چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہی کہ اگر
زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ وورق شجر وان غیر کل
اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہون صحیح تر
قول مین ہم نہایہ مین ہی استادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود یکہ متغیر ہو جاتے
تمام اوصاف سکے اور کوئی کسیکو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے
معلوم ہو تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان نقیتہ رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اسکا باقی رہا جیسا کہ
گذر گیا آب مغلوب کے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اُس سے وضو
نہین کیونکہ عربی زبان مین اُسکا نام صبغ ہو گیا جیسا کہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجارٍ وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی
سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست
ہی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہی مشائخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریاً عرفاً
اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا کہ جاری
پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجاوے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول مشہور تر ہی کذا فی البحر وان فی صلیۃ لو یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان
ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی اگرچہ مبدا و منشا اسکا چشمہ یا جھیل یا مینہ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح
صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان
دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سد النہر من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جارٍ تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے
اسطرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر
نہراً من حوض صغیرٍ او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب توضأ فیہ وعند طرفہ الاخر اناء یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیاً وثم وثم وتمامہ فی البحر
اور اسیطرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو
کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو
کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسیطرح اور پھر چوتھی بار اسیطرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر مین
اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے
کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے اسیطرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور
جاری پانی نجس نہین ہوتا جبتک متغیر نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنی پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین

ہوا ہو اور جاری پانی مستعمل میں ہوتا استعمال کرنے سے اسیطرح منقول ہے شیخ زاہد ابو الحسن سنغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہے آب مستعمل کے نجس
ہونے پر اور فتوی ہے آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یدرک ای یعلم اثرہ تلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضأ آخر من اسفلہ
جاز ما لم یر فی الاسفل اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار جانور پڑا ہو یا اسمین
کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہے جبتک کہ جانب نشیب مین اسکا اثر معلوم نہو هم شارح نے مردار او پیشاب
کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وهو اما طعم او لون او ریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہے یا رنگ یا بو ظاهرہ
یعم الجیفۃ وغیرها وهو ما رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النهر واقرہ المصنف وفی القهستانی عن المضمرات
عن النصاب وعلیہ الفتوی اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اور اسکے غیر دونون کو شامل ہے یعنی آب جاری مین بدون ظهور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار
ہو یا غیر اسکے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے محقق کمال نے اور انکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسیکو قوی کہا ہے نهر الفائق مین اور اسی کو
ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اسمین نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وقیل ان جری
علیها نصفہ فاکثر لم یجز وهو احوط اور قول دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہین اور یہ قول زیادہ
احتیاط والا ہے اور کثر فتاوون مین یہی مذکور ہے والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارکا اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملایا ہے
حمام کے حوض کو نجس ہونے مین بدون اثر کے بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو اسطرح پر کہ مابین الغرفتین سطح پانی کا
ساکن نہوگیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھ اس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظهور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب
ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا بہ یفتی اس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہے ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہے
دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے اسکی ہر طرف سے ہر طرح اسیکا فتوی ہے هم ہر طرح یعنی وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہے تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول ہے
چونکہ آب مستعمل پاک ہے تو وضو مطلقا درست ہے کیونکہ مستعمل مغلوب ہے اور مطہر غالب ہے کعین هی خمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی قهستانی معزیا للتتمۃ
اور مانند اس چشمہ کے کہ وہ پنچ در پنچ ہے اسمین سے پانی جوش مار کے نکلتا ہے اسکے ہر طرف سے وضو جائز ہے اسیکا فتوی دیا گیا ہے چنانچہ قهستانی نے اسکو تتمہ کیطرف
منسوب کیا ہے هم پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہے اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ چھوٹے
حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا ہے اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے اور فتوی اسکے برخلاف ہے وکذا
یجوز براکد کثیر کذلک ای وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسیطرح وضو جائز ہے اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسیطرح کا ہے یعنی
جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہے بحر الرائق مین هم اور بعضون نے یہ خیال
کیا کہ عمل کرے موافق اپنی رائے کے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست سے ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح ہے اور
کرخی وغیرہ نے تحقیق کی ترجیح دی ہے مبسوط مین کہا یہی ظاهر الروایۃ ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور
ماوراء النهر نے کہا کہ غیر مرئی نجاست مین بقدر وقوع نجاست کے چھوڑ دے اصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہے مگر فتوی اسی پر ہے جو شارح نے ذکر کیا یعنی اگر
نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر مین کہا اس قول کی تصحیح لائق ہے ایسا ہی نهر الفائق مین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رأی
المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا هذا ظاهر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وهو الاصح

کہ آنی لغیرہ ... وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل اور اس آب بستہ غیر جاری کی مقدار یہ ہی جو ناپاک نہیں ہوجاتا بلا ظہور اثر نجاست
کے تجویز غالب مبتلیٰ بہ کی یعنی اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان میں عدم خلوص یعنی نہ پہونچنا نجاست کا دوسری
طرف غالب ٹھہرے تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہیں ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت اُس سے جائز نہیں یہی ظاہر
الروایہ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمدؒ نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہی اور بحرالرائق
میں ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اسی پر عمل کرنا چاہیے ھ بحرالرائق میں دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا ہی پھر یوں کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر
بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں اور محمدؒ نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی
ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہیں مگر انھیں کے حق میں اسواسطے کہ جبکہ مجتہد کے استکشاف کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہیں بلکہ امر
مختلف ہی جسکے دل میں پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر ان امور سے نہیں جسمیں عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی
شرح میں کہا چونکہ حد آب کثیر میں ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اسکی تصحیح اکثر کتب معتمدہ میں واقع تھی لہذا ہمنے اس متن میں اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ
در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہیں اور نہ ہمارے علمائے متقدمین کا مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اسپر فتویٰ ٹھہرایا ہی تو جو مذہب
میں صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما احتج بہ محمد ... وبحرالرائق میں یہ ثابت کیا ہی کہ آب
کثیر میں اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کی طرف راجع نہیں ہوتا اور جو ثبوت اسکا جواب ... امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اسکو دیا ہی صدر الشریعۃ
دہ در دہ کی یہ حدیث دلیل ٹھہرائی کہ جو کنواں کھودے تو اسکا حق کنوئیں کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اسکے گرد چاروں طرف سے ۱۰ گز ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر
یا بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودیگا تو رد کیا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئیں کی طرف نجاست سرایت کریگی اور گز دس گز کے بعد کھودیگا تو رد کیا جائیگا تو معلوم
ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت میں اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چالیس گز کا اگر ہو تو بعض کا قول ہی اور صحیح قول یہ ہی
کہ اسکا حریم ہر طرف سے چالیس گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین میں اثر سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت میں صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصر علامہ عینی نے شرح
ہدایہ میں فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب اسکو ناپا تو
مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مساحت ہشت در ہشت تھی دلیل اسپر ابوداؤد سجستانی صاحب
سنن کا قول ہی کہ میں نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور میں نے دربان سے پوچھا کہ زمانہ سابق سے اسمیں کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہیں پھر جب اسکا عرض
چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنواں مدور ہوتا تو کہتے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی
جاوے تو مقدار اسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمدؒ نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات میں احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا
انتہی کذا فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رأی لہ من العوام فلذا افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق میں ہی
کہ اے مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگوں کے حق میں جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہیں تو اسواسطے علماء کبار
متاخرین نے دہ در دہ کا فتویٰ دیا ھ قوت دلیل صاحب بحرالرائق کے کلام میں ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونوں کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا تحقیق حاصل ہوجائے
اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اسکو قابل التفات کے نہ سمجھا کذا فی الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی
المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتویٰ ہی حوض مربع میں چہل گز اور حوض مدور میں ۳۶ گز ہو اور
حوض مثلث میں ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچواں حصہ گز تینوں صورتوں میں کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی یعنی جو حوض کہ ایسا ہو آب جاری کے مانند نجاست کے

بیرون نہر اثر کے ناپاک نہین ہو سکتا اسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہی تو وہ دہ در دہ ہی یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چارون طرف سے ہم گز او سطح پانی کا
طول و عرض مین سو گز اور حوض مدور مین ۴۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور غیر ظہیریہ مین ۴۸ گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز اختیار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنی جیسے
تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو حجم گز زیادہ کیا ہی اسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہی و تمامہ
فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہی یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمایش کرتے ہین تینون قولون کی ترجیح واقع ہی اور پچھلا قول مناسب
تر ہے انتہی ہدایہ اور تجنیس مین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس
یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہی اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق
ولو له طول لا عرض لكنه يبلغ عشرا في عشر جاز تيسيرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہی اور بہت عرض نہین لیکن اگر اسکو کسر کر کے حساب کیجیے تو وہ دہ در دہ
یعنی سو گز تک پہونچتا ہی تو وضو کرنا اس سے جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاه عشرا واسفله اقل جاز حتى يبلغ الاقل اور اگر ایک
حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ سے تو وضو اس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہی تا وقتیکہ پانی کمتر کو پہونچے یعنی جب کمتر تک پانی پہونچ جائیگا
تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا ولو بعكسه فوقع فيه نجس لم يجز حتى يبلغ العشر اور جو اسکے برعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در
دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے سو اسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جبتک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ در دہ کو پہونچے یعنی جب وہان پہونچیگا
تو اب وضو کرنا اس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی ولو جمد ماؤه فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانه كالمسقف وان متصلا لا لانه
كالقصعة اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کے مانند ہو گیا پھر اسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہی آب بستہ سے تو وضو جائز ہی اسواسطے کہ
وہ پانی اسکے مانند ہی جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ
طاس اور طغاری کے مانند ہی یعنی وہ پانی قلیل ہی جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اس
اس سے جائز نہین مگر اسوقت جائز ہی جبکہ نقب دہ در دہ ہو جائے لو ولغ فيه كلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اسمین پانی پیا یعنی اس نقب سے جس سے
حوض کا پانی متصل ہی پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فيه فمات لتسفله ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اسمین گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے
یعنی اسفل مین تہ پانی کثیر ہی کتہ کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد
جريانه پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہو جاتا ہی ناپاک پانی کا اس کے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک
پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون
نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب ناپاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بناکر اسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین
کہا طہارت کا حکم اسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وكذا البئر وحوض الحمام هذا اور یہی حکم ہی کنوئین اور
حمام کے حوض کا یاد رکھ اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اس کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے
داخل ہوا اور کنوان لبالب ہو کر جاری ہوگیا دوسری صورت یہ ہی کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الكرباس
وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانيا في ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلث اصابع على القول المفتى به بالعشر في العشر ولو حكما ليعم ما لو طال
بلا عرض في الاصح وكذا البئر وعمقها عشر في الاصح اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب یہ ہی کہ کپڑے ناپنے کا گز ہی اور وہ فقط
سات مٹھی کا ہی تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیون کا ہی یہ قول ہی بنابر فتوی متاخرین کے دہ در دہ کے

کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے ہمنے کہا تاکہ دہ دردہ شامل ہوجاے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہو بدون عرض کے صحیح تر
قول مین اور اسیطرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز کا ہو صحیح تر قول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہو ایک قول یہ ہو کہ اگر اُسکا پانی بقدر
دہ دردہ کے ہو تو دہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہو اور دوسرا قول یہ ہو
کہ وہ نجس ہوجاتا ہو قاضی خان نے اسکو عامہ مشائخ کی طرف نسبت کیا ہو اور فتح القدیر مین اسکو اختیار کیا ہو اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہو تو دونون قول مصحح ہین
کذا فی الطحطاوی وحینئذٍ فلو وقعہا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہو
تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہو ہم یہ قول ضعیف ہو چنانچہ شارح عنقریب اسپر آگاہ کریگا وحینئذٍ فعمق
خمس اصابع تقریباً ثلثۃ الاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ویسعہ عزیز کل ضلع منہ طولاً وعرضاً وعمقاً ذراعان وثلثۃ
ارباع ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعاً نہج اور اسوقت مین یعنی جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا
تو پانچ انگلیون کا عمق دہ دردہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہو اور گنجایش کرتا ہو اس قدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض
اور عمق مین دو گز اور پون گز اور آدھی انگلی ہو تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہوگیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق
حکذا اقتبصر مین کہتا ہون اور قہستانی کے اس کلام مین کلام ہو یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین
تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ عمیق تنگ جانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہو
کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب جوانب مین بلاشک وصول غالب ہو اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہو نہ عمق سے کذا فی
الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہو کہ ایام گرما مین خشک ہوجاتا ہو اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست
ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب پانی نجس ہو اور اگر وہ پانی بستہ ہوگیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہوگیا تو اب
وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا ایک مکان مین جو دہ دردہ ہو پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہو اور
جو بعد اس سے جمے وہ بھی طاہر ہو جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسیطرح جس تالاب کا پانی کم ہوکر چار در چار ہوگیا اور اُسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا
پانی وہ دردہ ہوگیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہو کذا فی الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمد زال طبعہ وہو السیلان والا رواء والا
انبات بسبب طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس
پانی سے جسکی طبیعت یعنی اُسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہو زائل ہوگیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ
مگر وہ پانی جو پکا یا گیا اُس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہو چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہو اگر اُسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا
نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہوگیا او بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت
یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہو چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے مصنف نے
اُسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو
اُسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے بہ اتفاق شیخین رح ومحمد رح کے استعمال ثابت ہو خواہ فقط قربت
ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہو کہ غیر محدث یعنی با وضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل
کرے اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہو کہ محدث یعنی بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

کے ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہو اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہو اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض
بھی (من مُمَیِّزٍ اَوْ حَائِضٍ لِعَادَۃِ عِبَادَۃٍ) یا ہوا استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنے نابالغ جو وضو کرے ثواب
کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہو کہ نماز کے وقت وضو کر کے جاے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے وہ پانی بھی
مستعمل ہو تقرب کے سبب سے اس مستعمل سے بھی وضو جائز نہین (او غسل میّتٍ) یا ہوا استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنے میت طاہر ہو اگر اسکے بدن پر نجاست نہو
وہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہو کہ نجس ہو نجاست خبث تو اسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہو اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہو تو اسوجہ سے
کہ غالباً نجاست سے خالی نہین ہوتا کذا فی البحر (اَوْ یَدٍ لِاَکْلٍ) او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہوا ہاتھ کے دھونے سے کھانیکے واسطے یا کھانے سے فراغت کر کے اداے سنت کے
قصد سے ہم حدیث مین وارد ہو کہ کھانیکی برکت ہو پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہو گیا اور اگر یہ نیت
نہین چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہو نہ اقامت قربت کذا فی الطحاوی (اَوْ لِاَجْلِ) دفع حدث (وَلَوْ مَعَ قُرْبَۃٍ)
کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اسنے سر دھونے
کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے
رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل ٹھہرا (فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم ولطین بیدہ لم یصر مستعملاً
اتفاقاً) اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ
تفریع ہو اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہو قربت سے یا ازالہ حدث سے سو ان صورتون مین کوئی سبب استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ
ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہو اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود مین بلاشبہ ثواب ہو پھر کیا وجہ ہو کہ تعلیم قربت نہو
اسکا جواب یہ ہو کہ قربت تو فقط تعلیم مین ہو نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہین رہی کزیادۃ علی الثلث بلا نیۃ قربۃ
چنانچہ پانی مستعمل نہین ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنے بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہین ہوتا (وکغسل
نحو فخذ او ثوب طاہر او دابۃ توکل) اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپایہ کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضاء غیر
وضو ہین یعنے اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہو نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض
اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہو (او لاجل اسقاط فرض) یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحر الرائق مین ہو کہ پانی مستعمل
ہوجاتا ہو تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ ازالہ حدث ہو
یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پانون تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت
مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ثابت ہو گیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف
اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا
جواب یہ ہو کہ فرض ساقط ہوجاتا ہو مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحاوی
(ھو الاصل فی الاستعمال الکمال) یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہو پانی کے مستعمل ہونیکا چنانچہ اسپر آگاہ کر دیا ہو کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع
حدث مین حقیقۃً اور قربت مین حکماً اسقاط فرض موجود ہو اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہو دوسری بار کذا فی الطحاوی (فان یغسل بعض اعضائہ
او یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ) کو فع کوز (فانہ یصیر مستعملاً لسقوط الفرض اتفاقاً) اسقاط فرض کا اسلئے ہو کہ دھووے محدث

[illegible] اعضا کو یا ہاتھ پاؤں ڈالے مٹکے میں بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے میں گر گیا ہو تو البتہ اس صورت میں پانی مستعمل ہو جائیگا فرض کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے باتفاق یعنی کہ وضو یا غسل میں اس عضو کا دھونا فرض تھا تو کافی ہے خواہ یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونوں کو شامل ہے لیکن مجمع میں ابو یوسف سے مشہور روایت ہے کہ بے ضرورت عضو پانی میں ڈالنا مستعمل ہو جانے میں شرط ہے اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا اور [illegible] کی نیت سے مستعمل ہو گا چنانچہ عالمگیری میں ہے کہ بغیر پانی لینے کے صورت ہو کہ مٹی یا خمیر ہاتھ میں بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کی غرض سے ہاتھ مٹکے میں ڈالیگا تو پانی مستعمل نہ ہوگا فرض ساقط نہ ہونے کے سبب اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوئیں میں اتر کر ڈول نکالنے کو اس سے پانی مستعمل نہیں ہوتا اور الفاق سے بیان [illegible] بالاتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل ہیں جو کہ قائل نہیں کذا فی الطحطاوی [illegible] [illegible] الحدث والجنابة [illegible] [illegible] [illegible] اگر چہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہ ہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا [illegible] ہو گا بسبب عدم تجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ہے یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا تجزی نہیں ہے بارہ میں تو جبکہ دونوں زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مقتضا ہاتھ سے اسکا مقتضی ہے کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب ہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہوا جیسا ہے بحر الرائق میں شیخ قاسم نے حواشی صحیح میں کہا ہے کہ حدث کا خارج و دو صفات ہے ہونا ہے اول یعنی نالنیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا بے حلال نہیں ہے بدون طہارت کے اور یہ تجزی نہیں باتفاق امام اور صاحبین [illegible] اور ثانی معنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہے ثبوت اور ارتفاع میں بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہے [illegible] کہا کہ یہ [illegible] کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی و ینبغی ان یزاد او سنة لیعم المضمضة والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جائے لفظ او سنة [illegible] کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اس میں تامل کرو ہم یعنی یوں کہنا چاہیے اول اسقاط فرض یا اوسنة تو مطلب یہ ٹھہریگا کہ یا مستعمل ہونا پانی [illegible] سنت کے ساقط ہونے سے تو کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنیکی کچھ حاجت نہیں کہ وہ تو قربت میں داخل ہے اسواسطے کہ سنت ادا نہیں ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت بدون نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنی وجہ ہے تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی المذهب ان سب صورتوں میں پانی مستعمل ہو جاتا ہے اسوقت جبکہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز میں نہیں ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر وصحح للحرج اور قول ضعیف یہ ہے کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان میں یعنی زمین یا طشت یا کپڑے میں ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی تصحیح دی گئی ہے حرج کے سبب سے ہم لیتے اگر مجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہے تو اسمیں مشقت ہے اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہیں نہیں ٹھہرا بلکہ وہ ہوا میں ہے پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اس نے اسکو اپنی ہتھیلی میں لیا ہو تو اول قول پر اسکا وضو صحیح نہیں اور قول ثانی پر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و ترجیح بان ما یصیب مندیل المتوضئ وثیابه عفو اتفاقا وان کثر اور وہ ترجیح مردود ہے اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑوں کو لگ جاتا ہے وہ معاف ہے باتفاق شیخین کے اور محمد کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہ ہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہیں اور شیخین کے نزدیک اگرچہ اصلی روایت میں وہ نجس ہے مگر بیان ضرورت کیوجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وهو طاهر ولو من جنب علی الظاهر اور مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر عام مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ طہارت محمد کا قول ہے اور امام سے بھی مروی ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس مغلظ ہے اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہے کہ نجس مخفف ہے اور اسکو ابو یوسف نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہے لیکن علماء نے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہے یہاں تک کہ مجتبی میں ہے کہ مقرر امام اور صاحبین سے

صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہی مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ ظاہر ہونا مختار ہی ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہی محمد کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علماء سے اور سب کو محققین ماورا النہر نے اختیار کیا ہی اور محیط مین ہی کہ یہی قول مشہور ہی امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوے مذکور ہی بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہی احمد بن حنبل کا اور جدید شافعی مین یہی قول صحیح ہی اور روایت ہی امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول علماء کا اور جمہور سلف و خلف کا قول ہی لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا ولا یستعمل الا فی غسل ... لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہی گھناونے کے وجہ سے اور اسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہی وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنے اثر مترتب یہ ہی کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنے والا نہین یعنے وضو اور غسل کے لائق نہین ہی لیکن بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہی جو مجتبی اور شرح ارشاد مین ہی کہ ازالہ النجاسۃ کا مستعمل پانی سے جائز ہی ... ہونا ... کذا فی الفتح

فروع اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او تبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیہ ولا نیۃ ولا تدلک فعند الثانی ہما بحالہما لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہوا اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوے مین ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کرکے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ شخص پاک ہی اور کنوئین کا پانی مستعمل ہی اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہی یعنے جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا ہم محدث سے مراد اکبر کو بھی شامل ہی خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنے جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جائیگی بشرطیکہ اسکے اعضاء پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض و نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ مین ہی اور کنوے سے وہ مراد ہی جو دہ در دہ سے کم ہی ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مارنے سے نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہی تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائیگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہی اور دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہی اور پانی طاہر اور مطہر ہی یہ روایت ہی ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہی سو بعض کا قول ہی اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین ہوا جیسا محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی والصحیح ان المراد انہ ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء ... اور مراد یہ ہی کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضاء سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضاء سے وہ مستعمل ہی نہ تمام پانی کنوے کا مستعمل ہی بنا بر اس قول کے جو کہتے ہم یعنے ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہی یعنے جو پانی کہ ساقط ہوا اعضاء سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہی کنوئین کے باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما ... دبغ ... الا جلد خنزیر وآدمی فیصلی بہ ویتوضا منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاسے یعنے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈال کر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بنا کر اس سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرتی نہین سکتا اور اوجھڑی ہی قہستانی نے کہا تو بجائے کل اہاب ومثلہ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنے جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سبکو شامل ہو ہم چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ تعلق بہ کتاب الصید ہی اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوٰۃ سے ہی اور اسمین وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہی پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہی حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو تو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ جو

دھوپ سے خشک ہوا تھین پانی پہونچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ وہ ناپاک ہو جاویگی دوسری روایت یہ ہے کہ ناپاک نہوگی دماغھا یحلھا فلا
وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت نہ پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہے فلا یطھر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصھا فطاھر
تو پاک نہوگی دباغت سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کیچلی تو پاک ہے و فارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنے عدم احتمال
دباغت سے کما انہ لا یطھر بذکاۃ لتقییدھا بما یحتملہ جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح
مین احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہے وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہے اور ذبح کرنے سے اس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہے
جو ذبح کرنے کے لائق ہے خلا جلد خنزیر فلا یطھر وقدمہ لان المقام للاھانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سور کی کھال کے سوا سو وہ
پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنے نجاست کا تو بیان دلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا
مقتضاے بلاغت ہے و آدمی فلا یدبغ لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے
م بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک
ہوجاتی ہے دباغت سے لیکن اسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہے مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طھر وان حرم استعمالہ
حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یؤکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال دباغت کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اسکا استعمال کرنا حرام ہے یہان تک کہ اگر آدمی کی ہڈی
پیسی گئی آٹے مین تو اس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول مین اسکی تعظیم کی وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب و فیل وھو المعتمد اور مصنف کے
کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول معتمد ہے م جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو
استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما ای اھاب طھر بہ بدباغ طھر بذکاۃ علی المذھب
لا یطھر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ھذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض الفتوی علی طھارتہ اور جو کھال کہ پاک
ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا
غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض مین کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہے م معراج الدرایہ مین کہا
کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کے قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہے مگر عدم طہارت زیادہ تر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
وھل یشترط لطھارۃ جلدہ کون ذکاتہ شرعیۃ بان تکون من الاھل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظھر
لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی الزاھدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر
سوال اور کیا شرط ہے اسکے کھال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے
مقام مین بسم اللہ کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہے کہ ہان ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح
کرنا مجوسی کا اور اس مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہے
اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکھا ہے م اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہے کذا فی النہر زاہدی امام مشہور ہے قنیہ و مجتبی کا مصنف
ہے قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح ہے قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہے اور فروع مین حنفی ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب
کسنجاب ان علم دبغہ بطاھر فطاھر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام مین آتا ہے جیسے
سنجاب اگر اسکی دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنے اسکو پہنکر نماز درست ہے اور اگر اسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی

معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اسکا دھونا بہتر ہے یعنے واجب نہیں **وشعر المیتۃ غیر المخنزیر علی المذھب** اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوائے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اسواسطے بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ اسکے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہو جاتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولے پاک ہیں اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہیں ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں ناپاک ہوگا کذا فی الطحاوی **وعظمہا وعصبہا علی المشہور** اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنے پٹھے میں دو روایتیں ہیں سراج وہاج میں کہا کہ اسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر میں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنح **وحافرھا وقرنہا الخالیۃ عن الدسومۃ** اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنے بال اور ہڈی اور پٹھا اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہیں جبکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے **وکذا کل ما لا تحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح** اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمیں زندگی نہیں سماتی یعنے جانور کے بدن میں وہ چیزیں بیجان ہیں چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہاں تک کہ پیترا یعنے جبتا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہم الانفحۃ بکسر ہمزہ وفتح فاوہ دودھ ہے جو شیرخوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے یعنے پنیر مایہ جسکے ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحاوی **وشعر الانسان غیر المنتوف** اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہیں پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہیں اور اسکی بیع کا جائز ہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے **وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذھب** اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقاً پاک ہیں مذہب درست پر ہم مطلقاً خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا **واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا** اور اختلاف ہے آدمی کے کان میں سو بدائع میں ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ میں ہے کہ ناپاک نہیں **وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتتہ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر** اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمیں جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسیکے حق میں پاک ہے یعنے بالخصوص نماز میں اسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ میں اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود **ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر** اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے ہم یعنے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا پانی میں گرا اور زیادہ شمار میں آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر **ودم سمک طاہر** اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح **واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسط ابن الشحنۃ** اور اسکو جان رکھ کہ کتا نجس العین نہیں یعنے اسکی نجاست ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کروانا شرعاً درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے **فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا** جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے **ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا بعضہ ما لم یر ریقہ** اور اگر کتا کنوئیں میں سے

زندہ نکالا گیا اور اسکا منھ پانی میں نہ لگا تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی چھینٹوں سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کا
لگنا بدن پر معلوم نہو ھم یعنی اگر کنوئیں میں کتا منہ ڈالیگا یا کاٹیگا تو اسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت
سے اور گوشت اسکا ناپاک ہے ولا صلوٰۃ حامله لو کبیر او رنہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھنے میں کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ھم یعنی اسواسطے کہ ظاہر اسکا
ناپاک نہیں اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں شارح نے بقولہ لو کبیر اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت میں کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی
وَ شرط الحلوانی شد فمه اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منھ بند کر لینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اسوقت درست ہے فاسد نہیں کہ اسکا منھ بند ہوتا کہ اسکا لعاب
مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہیں ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن میں قائم ہے تو
اسکا حکم ظاہر نہیں ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہیں کتے کے
گوشت کے ناپاک ہونے میں اور اسکے بال کے پاک ہونے میں ھم بعضوں نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اسکا گوشت بھی خود کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق
حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہیں کہ اسکا ظاہر پاک ہو پس خود اسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اسکے ساتھ لعاب اسکا مختلط ہے اور لعاب پیدا
ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت میں یعنی خواہ
غذا میں خواہ دوا میں خواہ ضرورت ہو یا نہو ھم طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہیں اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا
حلال نہیں وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنی خواہ پانی
لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنابر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے ہر ایک مشک اور زباد کے ھم یعنی ہر چند مشک
اصل میں خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب تحلیل سے خوشبو ہوگیا حقیقت اسکی بدل گئی وہ دونوں پاک ہیں اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ
مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ میں ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاء معجمہ و باء موحدہ بروزن
سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی بلی کا پسینہ او رمیل ہے کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہوجاتا ہے اسکو پکڑ کے کھرچ لیتے ہیں قاموس میں ہے
کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی اسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنی جس جانور کا گوشت
کھانا حلال ہے جیسے بکری اور اونٹ اسکا پیشاب نجس ہے یہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ
عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا دوا کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ھم اور محمد کے نزدیک
مطلقا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع
کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وھنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان
وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے میں علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے لیکن مصنف نے
اپنی شرح میں وہاں یعنی کتاب الرضاع میں اور یہاں حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اسطرح اور بعضوں نے کہا کہ حرام سے دوا کرنیکی رخصت دیجاتی ہے جبکہ
معلوم ہو کہ حرام میں شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دی گئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ھم خانیہ میں ہے قال
علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہارے واسطے شفا نہیں ٹھہرائی
ان چیزوں میں جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزوں کے حق میں فرمایا جنمیں شفا نہیں ہے اور جنمیں شفا ہے اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں کیا تو نہیں جانتا کہ پیاسے
کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت

شامی مسئلہ کہا کہ یہی حال عنبر کا ہے کہ وہ بھی پاک اور حلال ہے اگرچہ اسکو بعض نا واقف

[illegible]

اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کی ناک سے روان ہوا اور بند نہو یہان تک کہ اسکے مرجانیکا خوف ہوا اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب
یا سورۂ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہی اور دوسرے قول مین رخصت ہی جیسے شرب خمر کی رخصت ہی پیاسے کو
اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوے ہی کذا فی منح المصنف مختصراً **فصل فی البیر** یہ فصل ہی کنوئین کے مسائل مین اذا وقعت
نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یشمع فلو شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ
نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دُم کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالے
جائینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنے ۲۰ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو
اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہی کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ گری اس کنوئین مین جو
کم ہی مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ کے ہم سابق مین یہ مذکور ہوچکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہی اور متاخرین کے فتوے پر دہ دردہ کثیر ہی تو اگر
کنوان دہ دردہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا او تغیرلہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہوئی لا اعتبار بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہی عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر
او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف والمسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا کسقط
یا مرا کنوئین مین یا مرا کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہی خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو
غسل دیا گیا کہ ان دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہی لیکن کافر وہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہی ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا
بچہ ناپاک کر دیتا ہی حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہوچکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا
اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا
ذکرہ الوالی جانور دموی مر کے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہی علامہ والی
محشی درر نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جائے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست
اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہی ابن کمال نے یعنے تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اس قدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر
کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو یطہر الکل تبعاً پانی نکالا جائے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ
اسکا نکالنا نہو سکے چنانچہ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونیکے ساتھ یعنے
ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانیکے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہوجانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہوجاتا ہی جبکہ شراب سرکہ بنجاے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہوجاتا ہی محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح
بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہوگیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی رہا تھا قول
صحیح مین کذا فی الخلاصہ ہم یعنے اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین قید بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث وخبث لم ینزح شیٔ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجساً نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے
کنوئین کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور نہ اسپر نجاست حکمی یا نجاست
حقیقی ہی تو کچھ پانی نکالا نہ جاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹھے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہی تو

سارا پانی نکالا جائیگا اور اگر پاک ہو یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہے ہم نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے
یا نہ مرے منھ اسکا پانی مین داخل ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی نعم یندب عشرۃ
فی المشکوک لاجل الطہوریۃ کما فی الخانیۃ ترجمہ مستحب ہے دس ڈول نکال دینا مشکوک مین مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہے ہم اور بعضون نے مزید
احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہے زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ
کذا فی حاشیۃ تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہے ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئین مین گر
اور زندہ نکلنے مین ۱۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہے ثم ھذا اذا لم تکن الفارۃ ھاربۃ من ھرۃ ولا الھرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح
کلہ مطلقا کما فی الجوھرۃ پھر یہ حکم یعنے سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت مین ہے جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے
سے اور نہ بکری درندے سے سو اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنے پانی مین اسکا منھ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ
جوہرہ مین ہے ہم جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النھر عن المجتبی المفتی علی خلافہ لان فی البول شکا
لیکن نہر الفائق مین مجتبی سے منقول ہے کہ فتوے اسکے خلاف پر ہے یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود مین شک ہے یعنے اور شک سے کوئی
چیز ثابت نہیں ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے
کنوئین کے چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اسمین تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے ہم یعنے زائد کا نکالنا لازم نہیں اور شارح نے ابن کمال سے
پہلے وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے ویؤخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وھذا
ایسر وذاک احوط عمل کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار مین ان متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب بوجھ ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنے جب ا
اندازہ کے موافق پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہے اور یہ دوسرا قول آسان
تر ہے اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے ہم دوسرا قول محمد سے روی ہے اور جبکہ انھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ فتوی
دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا طاہر ہو جانے مین بلا دلیل سمعی کیونکر
مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور ابن زبیر سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البرجندی اذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط وسخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا
اور نہ اسکے بال جھڑے ہین تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسامت مین اور اسکے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاوے
وان کان کحمامۃ وھرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین ندبا اور اگر جانور ہے کنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول
نکالے جائین ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہوچکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور تیس کا مستحب وھذا یعم المعین وغیرھا بخلاف نحو صھریج وحب
حیث یھراق الماء کلہ لتخصیص الآبار بالآثار ترجمہ اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو بخلاف حوض اور مٹکے کے اسواسطے کہ
اسکا تمام پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گر کے مرجاوے اسواسطے کہ کنوؤن کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہے
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر ہم یعنے کنوؤن کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹکے کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ ملحق
نہین کرسکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز وھو فی النتف مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے نتف

میں وَنُقِلَ عَنِ القُنْیَةِ اَنَّ حُکْمَ الرَّکِیَّةِ کَالْبِئْرِ اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئیں کے مانند ہے رکیہ بروزن عطیہ کنوئیں کو کہتے ہیں تو تشبیہ نہیں ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنے گڑھا ہو جیسا کہ شامی میں ہے اور کبھی مفرد مذکور ہو کذا فی الطحطاوی ظاہراً رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چوہا بولتے ہیں واللہ اعلم وَعَنِ الفَوَائِدِ اَنَّ الْحُبَّ الْمَطْمُوْرَ اَکْثَرُہٗ فِی الْاَرْضِ کَالْبِئْرِ وَعَلَیْہِ فَالصِّہْرِیْجُ وَالزِّیْرُ الْکَبِیْرُ یُنْزَحُ مِنْہُ کَالْبِئْرِ فَاغْتَنِمْ ہٰذَا التَّحْرِیْرَ انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکا پانی کی آدھے سے زیادہ زمین میں گڑی ہو وہ کنوئیں کے مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجتمع الماء اور بہت بڑی مٹکے سے کنوئیں کے مانند بقدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سو اس تحریر کو غنیمت جان اس تحریر کو یہاں تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی میں ہے بِدَلْوٍ وَسَطٍ وَہُوَ دَلْوُ تِلْکَ الْبِئْرِ بیس یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنے میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئیں کا ڈول ہے یعنے جس ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہے فَاِنْ لَمْ یَکُنْ فَمَا یَسَعُ صَاعًا پھر اگر اس کنوئیں کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سمائے اور صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہے وَغَیْرُہٗ یُحْتَسَبُ بِہٖ اور اسکے سوا یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جائے صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ہے کہ بیس ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے بنا بر ہونے کے ظاہر مذہب میں اسواسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وَیَکْفِیْ مِلْءُ اَکْثَرِ الدَّلْوِ اور کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار میں بھرا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ وَنَزْحُ مَا وُجِدَ اِنْ قَلَّ اور کفایت کرتا ہے نکالنا اسقدر پانی کا جو کنوئیں میں موجود ہے اگرچہ ڈولوں کے شمار سے کم ہو یعنے بیس ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئیں میں فقط دس ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے نکالنے سے پاک ہوگیا نہر الفائق میں ہے کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہوگیا تو کچھ نکالنا واجب نہیں وَجَرَیَانُ بَعْضِہٖ اور کفایت کرتا ہے کنوئیں کے تھوڑے پانی کا بہنا ہم کنوئیں کے جاری ہونیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اسمین دو چشمے ہیں ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسنے پانی بہا اگرچہ تھوڑا ہی جاری ہوا وہ پاک ہوجاویگا اسلیئے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہے وَغَوْرُ الْمَاءِ قَدْرَ الْوَاجِبِ اور کفایت کرتا ہے طہارت میں کنوئیں کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تھا اگر اسفل خشک ہوگیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہیں ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وَمَا بَیْنَ حَمَامَةٍ وَفَارَةٍ فِی الْجُثَّةِ کَفَارَةٍ فِی الْحُکْمِ اور جو جانور کہ جثے میں کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہو وہ چوہے کے مانند ہے حکم میں یعنے اسمین بیس ڈول کا نکالنا واجب ہے کَمَا اَنَّ مَا بَیْنَ دَجَاجَةٍ وَشَاةٍ کَدَجَاجَةٍ فَاُلْحِقَ بِطَرِیْقِ الدَّلَالَةِ بِالْاَصْغَرِ چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ مرغی کے برابر ہے حکم میں تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے اور دلالۃ النص اسکو کہتے ہیں کہ صریحاً مذکور نہیں مگر بطریق اولیٰ اسکو سمجھ لیتے ہیں یعنے جب مرغی میں ۴۰ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اسمین بطریق اولیٰ ۴۰ واجب ہونگے اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہیں کَمَا اُدْخِلَ الْاَقَلُّ فِی الْاَکْثَرِ کَفَارَةٍ مَعَ ہِرَّةٍ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر میں جیسے چوہا بلی کے ساتھ سراج وہاج میں ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونوں کنوئیں میں گر پڑے تو اگر دونوں زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہیں یا دونوں مردہ نکلے تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہیں اور اگر چوہا زخمی ہے یا اسنے پیشاب کردیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر وَنَحْوُ الْہِرَّتَیْنِ کَشَاةٍ اِتِّفَاقًا اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہے حکم میں بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے وَنَحْوُ الْفَارَتَیْنِ کَفَارَةٍ اور دو چوہے ہوں گے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم میں یعنے ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے وَالثَّلٰثُ اِلَی الْخَمْسِ کَہِرَّةٍ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہیں ۴۰ ڈول نکالنے میں وَالسِّتُّ کَشَاةٍ عَلَی الظَّاہِرِ اور چھ چوہے بکری کے مانند ہیں تمام پانی نکالنے میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط میں ہے اور اسکو محمد نے

لیا ہو کذا فی البحر وَیُحکم بنجاستہا مغلظۃً من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنے اور نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وھذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہو اور اس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے حق مین چنانچہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست کا بطریق استناد[1] کے ہو اور اُنکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وھذا لو تطھر من حدث او غسل من خبث الا لم یلزم شئ اجماعا جوھرۃ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہو کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الجوہرۃ یعنے نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہو اسواسطے کہ پانی کا طہارت اور نجاست مشکوک ہو اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی بخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہو یعنے حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہو کذا فی الطحطاوی ومن ثلثۃ ایام بلیالیھا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے ہم استحسان عبارت ہو احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہو قیاس کے ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہو اور بعضون نے کہا عبارت ہو احکام مین آسانی کے طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہو کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہو اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اس قیاس کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہو نہر الفائق مین ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ پانی مین حیوان وہمی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب ظاہر ہو تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہو تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر مین ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمھم شئ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہو ہم صاحبین کا قول ہی قیاس ہو اسواسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنے نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہو کہ حیوان کنوئین سے باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوانے یا کسی نادان یا چڑیا نے کنوئین مین ڈال دیا ہو نہر الفائق مین ہو کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہو اور صاحبین کا قول لوگون کو آسان تر ہو فتاوی عتابی مین ہو کہ صاحبین کا قول مختار ہو اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہو کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہو اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہو اور وہ احوط بھی ہو انتہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ہم نوادر بن رستم مین امام سے منقول ہو کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسکو محیط مین اختیار کیا ہو کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہو کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا نقب فیھا اعاد وقد عشر القطن والا فثلثۃ ایام ان منتفخۃ او متفسخۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے

[1] استناد اور اقتصار کی تفصیل جلد چہارم مین مذکور ہی یہان اسقدر معلوم کرلینا چاہیے کہ استناد اسکو کہتے مین کہ ثبوت حکم زمانہ پیشتر سے منسوب ہو اور اقتصار

[2] پیدا ہونے کے زمانہ سے ... یعنے نجاست کی وجہ ... یعنے وہ اس خبر ...

[3] یعنے استحسان

روئی بھرنے کے وقت سے اور اگر جبہ میں سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگر چوہا پھولا یا خشک ہو اور اگر چوہا پھولا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولا نزح فی بول فارة فی الاصح فیض اور کنوئیں سے پانی نکالنا لازم نہیں چوہے کے پیشاب میں صحیح تر قول میں کذا فی الفیض ولا بخرء حمام وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونها عنه اور پانی نکالنا لازم نہیں کبوتر اور کنجشک کے بیٹ پڑنے سے کنوئیں میں اور اسی طرح کا حکم ہے پرند درندوں کی بیٹ کا صحیح تر قول میں اسواسطے کہ حفاظت کنوئیں کی انسے نہیں ہوسکتی ولا یتنجس بنقط بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنهما اور نہ اس پیشاب کے ٹپکنے سے جو بہت چھوٹی چھینٹیں نہایت باریک ہیں چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ یہ دونوں معاف ہیں ولیس فی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیوں کے پڑنے سے کنوئیں کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیاں پڑ گئیں دودھ کے برتن میں دوھنے کے وقت بھیڑ بکریوں اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئیں ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دودھنے کے وقت مینگنی کرنے کی عادت ہے تو سوائے اس وقت کے عفو نہیں کذا فی النهر والتعبیر بالبعر ثنی اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکره فی الفیض وغیره اور دو مینگنیوں کا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیوں سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیره ولذا قال قیل القلیل المعفو عنه ما یستقله الناظر والکثیر بعکسه وعلیه الاعتماد کما فی الهدایة وغیرها لان ابا حنیفة لا یقدر شیئا بالرای اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیاں بھی عفو ہیں مصنف نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہیں جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہیں ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایة میں کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول میں مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیاں ہوں تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا البعد بین البئر والبالوعة بقدر ما لا یظهر للنجس اثر پانی کے کنوئیں اور نجاست کے کنوئیں اور گڑھے میں اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئیں میں ظاہر نہو ہم جب پانی اکا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنواں پاک ہے اگرچہ دونوں میں ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونوں میں دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بمسئر اسم فاعل من اسأر ای ابقی لاختلاطه بلعابه اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست میں جھوٹھا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ جھوٹھی چیز میں اس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنے انکا جھوٹھا اور لپنیه سؤر بہموز العین یعنے جھوٹھا اسکو کہتے ہیں جو پینے والے سے برتن یا حوض میں پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے ہیں بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اسکو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک میں کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امرأة تو جھوٹھا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکره سؤرها للرجل کعکسه للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وهو لا یجوز مجتبی ہاں مکروہ ہے جھوٹھا عورت کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق میں لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی المجتبی ہم یعنے یہ کراہت استلذاذ کے وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر [illegible] ہو اور مخلوق اپنے [illegible] کے ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حمامی امرد کی استعمال بطریق اولی مکروہ ہوگا

اور اسی طرح ہاتھ پاؤن کا دبوانا امرد سے وماکول لحم ومنہ الفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کھانا حلال ہے اور اسی قسم
سے ہے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسیکے مانند ہے وہ جانور جسمین دم مسفوح نہین ہم گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کے وجہ سے ہے کہ جہاد کا
آلہ ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ نہین طاہر الفم قید الکل طاہر ہو کے بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہے یعنے آدمی اور ماکول اللحم
اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ انکے منہ پاک ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنے والا ہے احداث اور اخباث سے
بلا کراہت مطلقا یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین وفی سور مختلف فیہ تفصیل سیاتی حکمہ الا سور الکافر المثالیۃ المزیۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا
سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہے اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہے اور شراب پینے والیکا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فورا ناپاک ہے
ہم چوپائے درندے جیسا کہ شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار مین فورا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے منہ اسکا دھوگیا
پھر اسنے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک نہین ولو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہے
کہ اسپر زبان نہین پہونچتی تو اسکا جھوٹھا ہمیشہ ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اسنے پانی پیا ہو وہرۃ فورا اکل فانہ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا
چوہے کھانے کے وقت فورا نجس مغلظ ہے اور اگر بلی نے چوہا کھا لیا بعد زمانہ سے اپنے منہ کو چاٹا یہانتک کہ اسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اسکا جھوٹھا
پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسور ھرۃ ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر
لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی
کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور ان درندون پرندون کا جنکے پالنے والون کو انکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے
جانورون کا پاک ہے ضرورت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے صحیح تر قول مین اگر سوائے انکے اور پانی ملے اور اگر انکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ
تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے انکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو
شامل ہوجاتا یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع طیر سے مراد جیسا کہ باز اور شکرہ اور شاہین ہے
چونکہ انکا گوشت حرام ہے تو قیاس یہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالبا
مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور انکے پالنے والے کو انکی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو
انکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہے ابو یوسف سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوے دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ قیاس چاہتا تھا
کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست انکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہے اور کراہت ثابت ہے
نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وسور حمار ولو اہلیا وبغل ام حمار اور جھوٹھا گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین اور اس خچر کا
جسکی ماں گدھی ہے مشکوک ہے وعلم بقابل الاصح بعضون کا قول ہے کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ وہ مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کی وجہ یہ ہے کہ سونگھنا امر موہوم
غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرسا او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ فلا عبرۃ بغلبۃ الشبہ لنصہم بحل اکل ذئب
ولدتہ شاۃ اعتبارا للام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اس جانور کا
جھوٹھا پاک ہے جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا ماں
کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم یہ رد ہے ملا مسکین شارح کنز پر کہ اسنے مشابہت کا اعتبار
کیا ہے ورد ما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے

سلے احداث یعنے حکمی نجاستین اور اخباث یعنے حقیقی نجاستین ۱۲

سلے وجہ ناپاکی کی یہ ہے کہ مونچھ دراز ہے بسبب نجاست ...

استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہے مشہور کے مخالف ہے یعنے معتمد نہیں ہم ٹھیک بات یہ ہے کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ سے یون نقل کیا ہے کہ
جس حیوان کا حلال ہونا مین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہین اصح قول ہین عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہے کہ مان کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور قول ہی
کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ لا حتمال وقوع قلیل عقیبہ بالاجزاء گدہے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہے اور اسکے پاک
ہونے مین شک نہین یہان تک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین پڑجاے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہے تو وضو اس سے جائز ہے چنانچہ آب مستعمل مین
اجزا کا اعتبار ہے ہم دلیل شک یہ ہے کہ ثبوت ضرورت مین تردد ہے اسواسطے کہ گدھا مکانات مین باندھا جاتا ہے تو ظروف سے پانی پیتا ہے اور ضرورت کو اسقاط نجاست
مین اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدہے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونون ہر جگہ گھر مین آمدورفت رکھتے ہین بر خلاف گدہے کے اور اگر مطلق ضرورت
ثابت نہوتی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہوی تو طہارت اور نجاست دونون
ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر وھل یطہر النجس قولان اور گدہے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہے یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہ کہ ہان
پاک کردیتا ہے اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضأ بہ او یغتسل و یتیمم ای یجمع بینھما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا
جب گدہے اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے یعنے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین
بشرطیکہ اب مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ہم نماز واحد مین جمع بین الوضو والتیمم احتیاط ہے نہ اداے واحد مین تو اگر گدہے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو
ٹوٹا اور اسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ اداے واحد مین جمع نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایھما شاء فی الاصح اور وضو اور
تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراقہ لزمہ اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدہے کا جھوٹھا
پانی گرادیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر ہونے کے احتمال سے یعنے تیمم کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ پانی مطہر نہو لہذا اسیان گرانے سے
بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہے ویقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ
اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنے فقط تیمم متعین ہے وضو اس سے جائز نہین بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے
جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہے کہ خرمے پانی مین ڈالے جائین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا
اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنے تیمم کرنا نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضو والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ
گاڑھا اور مسکر اور نشہ آور ہوجاے تو بالاتفاق وضو جائز نہین شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہے کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہے اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہے کہ تیمم کرے
اس سے وضو نکرے یہی مذہب صحیح مختار ہے کذا فی المنح ملخصا وحکم العرق کسؤر اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہے حکم مین ہم اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے
اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہیت مین کذا فی المنح فعرق
الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذھب کما فی المستصفی تو گدہے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہے
وفی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور محیط مین ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہے کپڑے اور بدن مین یعنے ہرچند نجس ہے
مگر عفو ہے اور ظاہر تقیید اسپر دال ہے کہ پانی مین معاف نہین وفی الخانیۃ انہ طاھر علی الظاھر اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ اسکا پسینہ پاک ہے ظاہر مذہب
پر یعنے نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہے تیمم کے احکام مین ثلث بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے ہم قرآن مجید مین

باب التیمم

تیمم دو مقام میں [illegible] سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ میں [illegible] عظیمۃ [illegible]

اور دیا ہے اور تیمم امر شرعی [illegible]

والحرمین [illegible] القصد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہاتھ [illegible] کذا فی البحر [illegible]

[illegible] زیادہ [illegible]

فرضیں تیمم کی [illegible]

قول کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور یہی مختار ہے [illegible] کا قول [illegible]

ہے تیمم کرنا بہ صفت خاص چاہیے عبادت [illegible] تعلیم قرآن کا [illegible] اسلیے کہ [illegible]

نماز کے حق میں شرط ہے اس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہیں [illegible] کذا فی البحر [illegible]

شیئان الضربتان والاستیعاب اور تیمم کی رکن دو چیزیں ہیں ضربتیں یعنی دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضائے تیمم پر ہاتھ پھیرنا [illegible] شرط

النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطیں ہیں [illegible] مسح [illegible] انگلیوں سے مسح کرنا

سوم مٹی کا مطہر ہونا یعنی پانی کا نہ پانا [illegible] فقدان [illegible] پانی کا استعمال [illegible]

وسننہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ واقبالھما وادبارھما ونفضھما وتفریج اصابعہ [illegible] اور تیمم کی سنتیں آٹھ ہیں اول باطن کفین

یعنی دو ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳ انگوٹھی پر سے ہوتے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴ انگو جھاڑنا

۵ مٹی پر رکھنے کے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار انکے مابین میں آجاوے ۶ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷ ترتیب یعنی اول منھ کو مسح کرنا پھر دونوں ہاتھ

پھر باطن ہاتھ کو ۸ بلا دیر بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وھبان فی الشرح الاسلام

فردتہ وضمت سنۃ الثامنۃ فی بیتہا اخر وغیرہ شطر بیتہ الاول فقلت [illegible] والاسلام شرط عندہ وضربۃ ونیۃ ومتھم والتیمم صعید مطہر وسنۃ

سمی و نظم [illegible] ونقص وزید [illegible] اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ میں تیمم کی شروط میں اسلام کو زیادہ کہا سو میں نے بھی اسکو زیادہ

کیا اور تیمم کی آٹھ سنتوں کو دوسری بیت میں لا دیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو میں نے یوں کہا ہے اور اسلام شرط ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

باعاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب [illegible] الرحیۃ شدۃ مرض

اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے [illegible] گا تو بیماری تیز ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق

مسلم یہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر جنابت والے پاس پانی [illegible] پاؤں میں سخت چوڑا پھوڑا ہو اور وہ یہ خوف غالب جانتا ہے کہ میں

اٹھکر پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اسے بھی تیمم اسکو جائز ہے [illegible] ملکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو

کرنیکی طاقت نہیں رکھتا فان وجد لو باجرۃ المثل [illegible] اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگر دستور کے

موافق مزدوری دے کر ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہو تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے [illegible] چنانچہ بحر الرائق میں ہے [illegible]

[illegible] بحر الرائق میں ہے [illegible] دوسرے کا [illegible] اسکی واجب نہیں

اور لونڈی غلام میں واجب ہے یعنی مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی [illegible]

ولا مایدفئہ یا عاجز ہو اس سردی سے جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہو یا بیمار کرتی ہو اگرچہ جنب شہر میں ہو جبکہ اسکے پاس حمام میں نہانے کی

مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے کو گرم کر دے یعنی پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہو شارح نے جنب کی قید

اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہیں صحیح قول میں معنی میں اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ توفقط وہم ہے کیونکہ وضو

میں ہلاکی یا تندرستی کی بیماری نہیں ہوتی عادت میں کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحقق بالعلۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کہ کہے

گیا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانے میں حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت

نہیں دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہیں نعم ان کان لہ مال غائب یلزم الشراء نسیئۃ والا لا ہاں اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہین خرید کرنا وعدہ پر اس چیز کا جو سہری کو ذبح کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خرید لازم نہین وہ معذور ہی تیمم کرلے
وَخَوفِ عدوٍّ اوسبعٍ او نارٍ علی نفسہ ولو من فاسقٍ او حبسِ غریمٍ او مالہ ولو امانۃً یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن
آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہی یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کرلینے
سے یا خوف ہو اپنے مال سے اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ھم اگر مدیون مفلس ہی تو خوف حبس کا البتہ عذر ہی اور اگر مقدور والا ہی تو عذر نہین اسواسطے
کہ وہ ظالم ہی ادائے قرض مین دیر لگانے سے ثُمَّ ان نشأ الخوف بسبب وعیدِ عبدٍ اعاد الصلوۃ والا لا لانہ سَمَاوِیٌّ پھر اگر خوف ہوا ہی بندے کے ڈرانے سے
تو میتیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہین ہی تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہی یعنے خدا کی طرف سے ہی کذا فی البحر بحثا م خلاصہ
اور خانیہ مین ہی کہ اگر اسیر مسلم کو کافرنے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے
کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب
اعادہ مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی او عطشٍ ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالًا او مآلًا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا
رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ھم جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا
اجنبی تو ان صورتون مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہی وکذا العجین او ازالۃ نجسٍ کما سیجیءُ اور تشنگی کے مانند ہی آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور
کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابّہ بتعذّر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایون کی تشنگی کے خوف کو مقید
کیا ہی تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے اگر وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ
مذکورہ سے ممکن ہی اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرًا وقتالہ اور سراج مین ہی کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اسسے لڑنا جائز ہی بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو والا
وہی مقدم ہی غیر سے کذا فی البحر فان قتل ربّ الماء فہدرٌ پھر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رایگان ہی یعنے نہ اسمین قصاص ہی نہ خون بہا
نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر فمضمون بقودٍ او دیۃٍ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہی تو قصاص ہی اور اگر
شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہی تو عاقلہ پر دیت ہی اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے
بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے م یعنے جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئین کا وجود اور عدم
برابر ہی اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہی تیمم جائز ہی ولو شاشًا تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ھم اور اسکے مانند
رومال و کپڑا ہی یعنے اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہی اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے مقدور ہو ایسی صورت مین تیمم جائز
نہین وان نقص بادلاءہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور
خراب ہوجاوے ھم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلا کچھ رنگ کی پگڑی ہو کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہی یا دوپٹہ وغیرہ ہی کہ نصفا نصف پھاڑنے سے
پانی تک پہونچتا ہی تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہی جسقدر سے پانی خرید سکتا ہو تو تیمم جائز نہین پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے
زیادہ تر نقصان لازم آتا ہی تو تیمم جائز ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہی بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہی توشیح مین کہا ہی کہ یہ سب
ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہی کما لو وجد من ینزل الیہ باجرٍ جیسے پایا جاوے اس شخص کو جو کنوئین مین اوترے اور پانی لاوے مزدوری کے
بدلے یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہی اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہی کذا فی البحر ویقدّم لہذہ

ترجمہ قول سے بعضا حشا کو کشتی کی تیمم کی صحت ... سے بعض ... تو ان مین مختار اور حواشی مین شک کہ شوخی ہوجاوے لیکن کسی نسخے ... کتابین ... کہ جب بچتا ہی یا ... مثل ... ... وغیرہ اور قاموس اور صراح وغیرہ کتب ... ولغت مین ... مناسب مقام

الاعذار کلہا عاجز مذکور تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنے میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلۃ آب کشی ہر واحد علت مستقلہ ہے جواز تیمم کی حتی لو تیمم لعدم الماء ثم مرض و فنا یتیمم التیمم لم یبطل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی لانصیل الخ ولو کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہوگئی جس کے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح ہوگیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م رخصت سے مراد یہان تیمم ہے (اجازت شرعی ۱۲) اور اسباب سے مراد بعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہہ حتی لو ترک شعرۃ او وترۃ منخرہ لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہان تک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑ دیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی و یدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بمرفقیہ مع مین فقید فیمسح الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نرہے یا اسکو حرکت دے یعنے اپنے مقام سے ہٹا دے اسیکا فتوی ہے یعنے وضو کی طرح یہان فقط تحریک کافی نہین بدون مسح کرنے ماتحت کے ہاتھون کا مسح کرے دو کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اسکا بھی مسح کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مار کے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون یعنے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دیوے اسکو بھی ضربتین کافی ہین اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو م حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین یعنے اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض ہین یعنے حدیث مین ضربتین ہے اور بعضے مین ضربۃ واحدہ (ایکبار ہاتھ مارنا ۱۲) اور بعضے مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین (ہتھیلیان ۱۲) اور بعضے مین یدین الی المرفقین اور بعضے مین یدین مطلق اور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہے اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہے دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی و ما یقوم مقامہما کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک رأسہ او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہو ضربتین کے یہ تعمیم ہے اسواسطے کہ خلاصہ وغیرہا مین ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کر دیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر م تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنے مبسوط مین وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر مین ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو م جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا ملحق ہے جنب مین جواز تیمم مین کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے اگرچہ اسپر گرد و غبار نہو

م تیمم دو بار ہاتھ مارنا ایک بار منہ کے واسطے ایک بار ہاتھون کے

دونون ہاتھون کہنیون تک ۱۲

ھم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہے جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاوے جیسا کہ چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہڑتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریت اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک میں یعنی سیندھا لون میں دو روایتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتوی ہے چنانچہ تجنیس میں ہے تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہے جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور متر مد نہو وہ جنس ارض سے ہے اسپر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلو یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی ضربۃ ثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل ہو انگلیوں کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہیں بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہیں کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہے تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح میں ہے۔ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں داخل ہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہیں بلکہ ضرب کف کافی ہے کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد سے روایت یہ ہے کہ اگر غبار داخل ہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہے لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہاں اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے کے واسطے اور تیسری بار بائیں ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ویہ مطلقا یجزی عن التراب او لا لانہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہے فلا یجزی باللؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر وکذا المرجان ایضا للشبہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہیں موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہو اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہے سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہیں کیونکہ وہ نبات کے مشابہ ہے اسواسطے کہ مونگا اون درختوں میں ہے جو سمندر کی تہ میں جمتے ہیں ایسی تحریر اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھم یہ رد ہے صاحب بحر پر اسواسطے کہ انھون نے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو کا حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور غایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین میں جواز ثابت ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہر یہ ہے کہ سہو نہیں اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہیں وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا منطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہیں اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاوے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جل کر جو آگ سے جل کر راکھ ہو جاوے چنانچہ درخت الا رمادا لحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص واوان من طین غیر مدھونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہے جیسے جائز ہے کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنوں سے جو روغنی نہ ہوں اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہیں ھم تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہاں اگر جنس ارض سے اسپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہے اور گیلی مٹی جسکو گارا اور بعضے کادو بولتے ہیں اگر اسمیں پانی غالب ہے مٹی پر یا برابر ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں چنانچہ متن میں مذکور ہے کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاوے بھبوت مل کر بدون ضرورت کے ھم یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہے اور اگر کریگا تو جائز ہے ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مسافر گارے کی جگہ میں ہوا اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے میں گیلی مٹی لگاوے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہے تیمم کانی چیزوں سے جو اپنے اصلی مکانوں میں ہیں یعنی جبتک انکو خاک سے جدا نہیں کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہے بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہے کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ ان لم یستبن لم یجز اور معدن میں جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونوں ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے

آگ سے پگھل جانے والی چیز اور جو چیز راکھ ہو جانے والی بعد جلنے کے ۱۲ یہ مسائل مترجم اول کا ترجمہ

تیمم کرنا جائز نہیں فکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ بخلاف حجر املس مغسول و ثلج و ماء مجمد قبل معاون کے ہر ایک وہ چیز ہو جسپر تیمم جائز نہیں مانند گیہون اور بانات کے
تو انکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہو کذا فی النہر ھ فتاوے عالمگیری مین محیط سے منقول ہو کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہو کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمد
یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہو پھر جبکہ غبار اسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑتے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اٹھاوے غبار مین
ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذھب وفضۃ دلو مسبوکین اور حکم ہو غالب چیز کا یعنے
غالب چیز کا اعتبار ہو اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جسپر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہوگئے ہون ھ
شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہو کہ اگر
تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہو تو جائز ہو اور یہ اسمین مذکور
نہین کہ جب گداختہ ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیلعی مین ہو کہ تیمم جائز ہو سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جبتک کہ وہ زمین پر
ہین اور انسے کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی
مٹی راکھ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہو اور اگر غالب نہین یعنے مغلوب یا برابر ہو تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیہ ھ یعنے زمین پر کا جھاڑ لوٹا
جل گیا اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہو اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہان تک کہ سیاہ ہوگئی تو اس سے تیمم جائز ہو اسواسطے کہ احتراق
سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہو
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا حتی یرفع الحدث اور
تیمم جائز ہو نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم سے چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہو غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہو وضو
اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل ھ یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہو اور اس سے حدث مرتفع ہوجاتا ہو باوجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز کو مباح
کردیتا ہو باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہو اور مبیح نماز ہو حالانکہ حدث حقیقۃ موجود ہو تو انکے نزدیک قبل وقت کے
جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای
کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہو نماز جنازہ کی فوت ہوجانے کے خوف سے یعنے تمام تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو ھ اور اگر فوت ہونیکا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جایگا تو اسکا انتظار ہوگا تو اسکو تیمم جائز
نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہو کذا فی البحر عن البدائع
ولو جی باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر
اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہو کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید بفراغ امام
او زوال شمس اور جائز ہو تیمم نماز عید کی فوت ہوجانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ھ یہ حکم ہو کل نماز عید کے فوت
ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء لعد شروعہ متوضیا و
سبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کرکے
نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہو کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہوجاوےگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہو

سہ پاک ہونی منتقا ۱۲

خلافاً للصاحبین کذا فی البحر بلا فرق بین کونہ اماماً او لا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے
جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت
مین خوف ہی فوت ہونیکا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہوجانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف
و سنن رواتب ولو سنۃ فجر خاف فوتھا وحدھا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے
اور موکدہ سنتون کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے م یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی
یعنے اگر خوف ہو کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہوچکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کرچکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی
تو تیمم کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنیکا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت
سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونیکا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم و سلام
ورده وان لم تجز الصلوٰۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز
نہین م اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا لکل ما لا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی وجاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف
بحر الرائق مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکیلیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی
اور جائز ہی تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین
کیا لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط
ہوگئی م یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نرہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہی یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین باتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل قولہ وللنوم
فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی الحلیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیء بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف
فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی
کے کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم ہی یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہوجانے کا ڈر ہو م
یہ تایید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء
لسجدۃ التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے م یہ تیمم راک ہی
منیۃ المصلی کی دلیل یہ ہی کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونیکا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی
خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن یجیء تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے
یہ سفر مین درست ہی نہ حضر مین م اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رایت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابوبکر بخاری

کی شرعۃ الاسلام اور اسکی شرح مین ہی وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین [illegible] شرط نہین اسمین تیمم جائز ہی باوجود پانی کے قال کذا
ظاہر الروایۃ جوازہ لذلک مع وجود الماء [illegible] یعنے صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہر ایسی چیز کے واسطے باوجود ہونے
پانی کے اگرچہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ہی اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین [illegible] قلت بل العشر [illegible] منیت
الضابط انہ یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء [illegible] تیمم مذکور جائز ہی اسواسطے [illegible]
گیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک اس عمل کے واسطے جسمین طہارت شرط نہین اگرچہ پانی [illegible] فقد [illegible] مس المصحف فلا
یجوز [illegible] للقراءۃ [illegible] اور جس عمل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا ہونا تیمم کے واسطے مانع
ہی چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہین پانی کے پانے والے کو [illegible] پڑھنے کے واسطے ہو سو اگر بے وضو ہی تو وہ اول کے حکم مین ہی [illegible]
پانی کے اسکو تیمم جائز ہی اور وہ شخص جنب ہی تو پانی کے مانند ہی یعنے پانی کے ہوتے [illegible] قالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ [illegible]
مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز
الصلوۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی شیخنا خیر الدین الرملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قراءت
پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھ کر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اسکے لکھنے کو یا اسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان
یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ
تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے
مین مذکور ہی قلت و ظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک فتامل مین کہتا ہون فتاوے مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اسکو اسکا کرنا جائز ہی یعنے تیمم کرنا سجدہ تلاوت
کے واسطے درست ہی سواے مخاطب تامل کر رحمتی محشی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا سو اسکو صحیح پایا [illegible] نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہی کہ سجدہ
تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہی کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح
کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا یتیمم لفوت جمعۃ و وقت ولو وترا لفواتہا الی بدل یعنی تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے
فوت ہونے سے اگرچہ دیر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے اپنا بدل چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدل ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدل قضا ہی بخلاف
جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین و قیل یتیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے
صاحب قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہ ہی کہ اگر چھت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے اندر پانی داخل
اندھیرے مین اسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم و یصلی ثم یعید
حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے و یجب
ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنے فرض ہی تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا
آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے تین سو گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے [illegible] تیر پرتاب [illegible] گز ہین [illegible] گز تک کذا فی المنح
شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ جس طرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب
یہ ہی کہ ہر جانب سے جدھر گمان ہوا ودھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی و فی البدائع الاصح طلبہ قدر ما لا یضر بنفسہ و رفقتہ بالانتظار
اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اسکی ذات کو اور اسکے سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے

[illegible] عبارت [illegible] نسخہ [illegible]

اور علامہ رملی نے [illegible] کیا ہی [illegible] جائز ہے یہ حکم ظاہر نہین معلوم ہوتا ۱۲

یعنے اگر ایک کو بھی ان تین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہے (ان ظن) ظنا قویا (قربہ) دون میل (امارة او اخبار عدل) تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن میں اور ظن غالب میں یہ فرق ہے کہ اگر احد الطرفین قوی ور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جھکے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اوسکا نام ظن و گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دل میں جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اوسکا نام اکبر ظن اور غالب الرائے ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور ما فوق میل بعید ہے اوسکی طلب واجب نہیں قرب پانی کی علامت یہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیاں گھومتی ہوں کذا فی الطحطاوی (والا) یغلب علی ظنہ قربہ (لا) یجب بل یندب ان رجا والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونیکا اوسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہیں (فلو صلی بتیمم ثم من یسئلہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا) اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہاں وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اس شخص نے پانی کے نزدیک ہونیکی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نپایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقا خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی (وشرط لہ) ای للتیمم فی حق جواز الصلوة بہ (نیة عبادة) مشروط ہے تیمم کے واسطے نماز جائز ہونیکے حق میں عبادت کی نیت کرنا صحیح جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوائے جیسا کہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر (ولو صلوة جنازة او سجدة تلاوة لا شکر فی الاصح) اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول میں یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ وہ عبادت نہیں امام کے نزدیک علی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب میں مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اس تیمم سے نماز صحیح ہوگی (مقصودة) تیمم کے واسطے اس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو (خرج دخول مسجد ومس مصحف) عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہیں اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ ٹھہرا اور قرارت کی نیت سے تیمم کرنے میں تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع میں ہے کہ اگر جنب نے قرارت کے واسطے تیمم کیا تو اسکو اور نمازیں پڑھنا جائز ہیں کذا فی الطحطاوی (لا تحل) ای لا تحل (لیعم قرأة القرآن للجنب بدون طہارة) تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہیں یعنے حلال نہیں بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہوجاوے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہما میں مطلق مذکور ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہیں لیکن بدائع اور غایة البیان اور مجتبیٰ میں کہا کہ اطلاق صحیح نہیں تفصیل حق یہ ہے یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازیں پڑھنا درست ہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جز ہے لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلة فعل الا بالطہارة پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہیں بلکہ بے وضو ہے تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوگی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف (خرج السلام ورده) شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہیں لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہیں تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں (فلغا تیمم کافر لا وضوءہ)

لانہ لیس باھل للنیۃ فما یفتقر الیھا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوصہ شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنے باطل ہو نہ وضو کرنا اسکا اسلیے کہ کافر نیت
کرنے کی اہلیت نہین رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کی طرف حاجت رکھتا ہو وہ کافر سے صحیح نہوگا مراسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب ادا ہوتا ہو اور
کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین ہوتا و لہذا کافر کا وضو صحیح ہو کیونکہ اسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہو
نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء بہ یفتی اور صحیح ہو جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوے ہو یعنے وضو کی نیت سے جنابت سے بھی
پاک ہوجاتا ہو و ندب لراجیہ رجاء قویا اٰخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اسکو وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑھنا مندوب
اور مستحب ہو کذا فی المنح عن الوافی ولو لم یوخر و تیمم و صلے جاز لو کان بینہ و بین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نکی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جایز ہو
اگر ہو درمیان اس شخص کے اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اس قدر سے مسافت کم ہو تو نماز جایز نہین صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی
الماء فی رحلہ و ھو مما ینسی عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اس شخص نے جو آبادی مین نہین اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے مین ہو اور کجاوہ
اس قسم سے ہو کہ اسکی چیز کے بھول جانے کی عادت ہو تو اسپر نماز کا اعادہ نہین ہم آبادی مین نہونا عام ہو خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور
اس طرح نماز پڑھے تو اعادہ واجب ہو اور جسنے مسافر کی قید لگائی ہو تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور
کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی کے ختم ہوجانیکا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ
فی عنقہ او ظہرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ
او توضا بماء نجس ثم ذکر اعاد اجماعا چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اسکی پیٹھ یا اسکے سامنے تھا سواری کی حالت مین یا
اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اسکا ہانکنے والا تھا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اسکے
پاس وہ چیز ہو جس سے ازالہ نجاست ہوسکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھیر
پڑھے بالاتفاق ہم بعض صورتون مین حکایت اجماع مین کلام ہو کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہو و یطلبہ حتما علی الظاہر من رفیقہ
ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے واجب ہو کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اسکے ساتھ ہو پھر اگر وہ پانی نہ دے
اگرچہ نہ دینا دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہو تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اسکو عاجزی کے ہم رفیق کی قید بنا بر
عادت کے ہو اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ
لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہو یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اسکے پاس وہ ثمن موجود ہو اسکی حاجت سے
زیادہ تو تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہو جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہو غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب
مذکور ہوگی ولو اعطاہ بالکثیر یعنے بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے اکثر ثمن سے
یعنے غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہو پانی کی قیمت کا اس مکان مین یا اس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہین ہو تو تیمم کرے ہم غبن فاحش سے خرید کرنا
اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اسکے جان کی حرمت کے مانند ہو اور جان مین ضرر ساقط ہو اسی طرح مال مین کذا فی البحر و اما العطشان فیجب علیہ الشراء
و لو باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہو خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ سے
یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہو مال کے حفظ پر تاہم لا یتعین المثل فی تسعۃ عشر موضعا ملخوذ من الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہین ہوگا ۱۹ مکانون مین جو اشباہ
مین مذکور ہین ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہان ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل انکو مذکور نہ کیا و قیل طلبہ الماء لا یتیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایۃ علی ما صححنا

[illegible] كما في البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنے ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ
کے [illegible] اسواسطے کہ پانی بخل کی چیز نہیں ہوتا وہ دیئے اور خرچ کرنیکی چیز ہے عادت میں چنانچہ بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اسکے دینے میں
[illegible] عادت نہو تو اسکے مانگنے میں کچھ ذلت اور خواری نہیں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیروں سے سوال کیا ہے کذا فی الطحطاوی
[illegible] طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنے اسمیں بخل
بخل کی عادت نہیں [illegible] الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا یہانتک
کہ پانی بھر لوں اگرچہ انتظار میں نماز کا وقت نکل جائے ھم اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہیں مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ولو كان في الصلوة ان ظن الاعطاء
[illegible] اور اگر متیمم نماز میں کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق میں
ہے کہ تیمم کرنے والا نماز میں ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اسکا باقی ہے پھر اگر اسنے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر
[illegible] پانی [illegible] تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لكن في القهستاني عن المحيط ان ظن اعطاء الماء والالة وجب الطلب والا لا لیکن
قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ھم یہ روایت مخالف ہے ظاہر الروایۃ میں جو متن میں
مذکور ہو چکی اور محیط کے نسخہ وافی میں بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بان حبس في مكان نجس ولا يمكنه
[illegible] وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده ورنہ پانی والا پانی اور مٹی پاک کرنے والوں کا اس طرح ہے کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان میں اور اسکو ممکن نہیں پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بند پانی کے مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہے بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر
امام کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنے اسپر نماز [illegible] ہے ایسا نقل کیا ہے نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز
پڑھے [illegible] امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ میں ہے وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجد ان وجد مكانا يابسا والا يومئ قائما ثم يعيد
كالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مشابہ بنجاوے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے
کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ھم یعنے اگر مسافر موضع اقامت میں داخل ہوا کھانیکے بعد رمضان شریف میں یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم
کا وقت باقی نرہا تو باقی دن میں اسپر امساک واجب ہے روزہ داروں کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہے کذا فی الطحطاوی به يفتى واليه صح رجوعه اي الامام
كما في الفيض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوے ہے اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ فیض میں ہے وفيه ايضا مقطوع اليدين والرجلين
اذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة فلا يتيمم ولا يعيد على الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض میں ہے کہ جسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہیں
جبکہ اسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نہ کرے اور نماز کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول پر ھم اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر ملے اور جسکے ہاتھ
شل یعنے خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنے جسکے دونوں ہاتھ کٹے ہوں وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا محل
باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی [illegible] تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر للحفظ وقد مر سيجي في صلوة المريض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصدا
نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب الطہارۃ میں اور آگے بھی آویگا
[illegible] صلوۃ المریض کے باب میں **فرع** مسائل ملحقہ شتی کی صلى المحبوس بالتيمم ان في المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھ نماز پڑھی
اگر وہ قیدی شہر میں ہے تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر میں نہیں ہے تو نہ پھیرے ھم یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر اسواسطے
کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ مل گیا اور سفر میں غالب یہی آتی ہے تو عدم متحقق ہو گیا [illegible] اسواسطے ہوا کہ مجبور متحقق

سہو اعباد کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق العبد کے اسقاط میں کذا فی الغنیۃ ہل یتیمم لسجدۃ التلاوۃ اذا کان فی السفر نعم والا لا سوال سجدۂ تلاوت
کے واسطے تیمم کرے ؟ جواب اگر وہ شخص سفر میں ہی تو وہان تیمم کرے اگر شہر میں ہو نہیں تو نکرے تیمم اگرچہ صورت پانی موجود ہونے مین بفرو ضاق تو بھی یہ ہی کہ
سطلقاً درست نہیں ... سفر میں نہ احتیاط میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہی کذا فی الحلبی الماء المسبیل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیرا
... ایضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہی جنگل مین وہ تیمم کرنیکا مانع نہین جبتک کہ بہت نہو یعنے اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے کہ وہ وضو
کے واسطے بھی ہی نہ صرف پینے کے واسطے جو پانی راہون مین وقف ہوتا ہی اسسے تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہی اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا
جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہی تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ وقف کی شرط شارع کے نص کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لیشرب بماء الوضوء
اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہی اسکا پینا درست ہی الجنب اولی بماء من حائض ومحدث ومیت لان الجنابۃ اغلظ ولانہ مقدم اور لائق تر ہی مباح پانی
استعمال کرنے مین حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنے اسواسطے کہ جنابت اشد ہی تو اسکا ازالہ اہم ہی ویحدث ... اور اگر وہ پانی ... ایک شخص کا
مملوک ہی تو وہ شخص مقدم ہی کیونکہ وہ مالک ہی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی تینون مین مشترک ہی تو اسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہی جاز
تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہی یعنے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین ہوتی یہان تک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو
اسپر بھی تیمم درست ہی کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمتنع الرجوع
تدبیر جائز ہونے تیمم کی اس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہی اور اسکو پیاس کا کھٹکا نہین یہ ہی کہ زمزم کے ساتھ اس چیز کو ملا دے جو اسپر غالب ہو جائے یا برابر جیسا کہ گلاب
وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع فی الہبہ کے ... عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہی بدون مخلوط کرنے کے
اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہر ہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ متعین اپنا کچھ فائدہ نہ رہا واللہ اعلم ناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور
تیمم کا توڑنے والا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہی یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی اگرچہ وہ اصل غسل ہی یعنے جو چیز کہ وضو کی ناقض ہی وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضو کا
اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اس تیمم کی بھی ناقض ہی جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اتنا نہین کہا کہ ناقضہ ... نہین کہا ہی تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضو کا ناقض ہی
اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوءا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہی اسواسطے کہ جو ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہی وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل
کا ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضو ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہی تیمم کا ناقض ہی انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا
لا جنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہو گیا نہ جنب یعنے اسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ... دریافت کر کہ متن مذکور تین صورت
مین شامل ہی ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہی تو اسکا ناقض وہ ہی جو اسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہی دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے ہی تو اسکا ناقض وہ ہی
جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان تیمم ٹوٹا ایک اصل
کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ انہنے مسکوت عنہ پر تفریع
کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی ... جبکہ وہ محدث ہو گیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے
اور اپنے دونون موزے اُتار کے پانون دھووے ... یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے انکو اتارے جیسا کہ زیلعی مین ہی
موزے اسواسطے اُتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہین جیسا کہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ ما لم یمر بالماء
پھر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جبتک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہی کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت
کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہو

[illegible] عبارت ... ۱۲

سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص و الکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے
اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اسکے جاری مجرا مین اور اسمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی
اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی احد قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم وکذا ضمان و قطع او اجر اور اجتماع نہین
تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جسنے مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی
اسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اسپر تاوان نہین وکذا جلد مع رجم او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از
وطن ہم اسواسطے کہ کنوارے کی حد درے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنیکے ساتھ
جمع ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا مہر و متعۃ او حد و مہر او ضمان افضائہا او موتہا من جماعہ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین اسواسطے حد مین یا مہر
اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور
اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے مراد کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ ہی تو مہر واجب ہی
اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کی بول و براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہو گئین
تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہی نہ مہر وکذا مہر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین
مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سوئر تو مہر مثل واجب ہوگا وکذا وصیۃ
ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہما
سیجئ فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدیم الاجتماع ہین جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالی نے چاہا ومن بہ
وجع رأسہ لا یستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ
جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اسکے ساتھ مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایہ سے
منقول ہی کہ وہ شخص تیمم کرے یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوی دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ
جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھپاچون کی پٹی ہی تو اسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا او نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی
وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ
اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون
بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکے سر ہی نہین جسطرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنیکا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت
قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشیء اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ الید المبتلۃ
لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین
شروط آئندہ موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر
للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اسکا نام ہی جو ڈھکے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیز سے بشرطیکہ

تقریب مجلس
باب المسح علی الخفین

ثلثۃ امور الاول کونہ ساتر محل فرض الغسل القدم مع الکعب او یکون نقصانہ اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین شرط ہین پہلے شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہو مسح کا یعنے اگر پانون کی چھوٹی تین انگلیون سے موزہ کمتر پھٹا ہی تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فیجوز علی الزربول لو مشدودا الا ان یظہر قدر ثلثۃ اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیون کے پانون کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین ہے زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی جو ایڑی پر قائم ہی اور دونون ٹخنون کی طرف مکشوف ہی دوختہ نہین جسطرح اس ملک مین بعضے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے انکو کس لیتے ہین وجوز مشائخ سمرقند ستره باللفافۃ اور سمرقند کے عالمون نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موضع مشقوق کو کپڑے سے باندھے تو مسح کرنے کو کافی ہی ہم یہ قول ضعیف ہی اور معتمد اہل بخارا کا قول ہی کہ جائز نہین مگر جبکہ شیخین یعنے گف اور سخت چیز سے ہو جسین پانی سرایت نکرے اسکو سی لے چنانچہ بانات وغیرہ کذا فی الطحطاوی لحن الحلبی والثانی کونہ مشغولا بالرجل لیمنع سرایۃ الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پانون بھرا ہو موزہ خالی نرہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم تقدم قدمہ الیہ لم یجز تو اگر موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پانون نہین پہونچا تو مسح جائز نہوا ہم فتاوے عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ معتبر نہین مسح کرنا اس موضع کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اسنے پانون کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پانون ہٹاوے تو مسح کو اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رؤیۃ رجلہ من اعلاہ اور مسح مین ضرر نہین کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث کونہ مما یمکن متابعۃ المشی المعتاد فیہ فرسخا فاکثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اسمین عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہی اور محیط مین امکان سفر مذکور ہی فلم یجز مسح زجاج وخشب وحدید تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ اسکو پہنکر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وھو جائز والغسل افضل الا لتہمۃ فالمسح افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور واجب تو پانون کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہین بل ینبغی وجوبہ علی من لیس معہ الا ماء یکفیہ او خاف فوت وقت او وقوف عرفۃ بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈرا وقت کے فوت ہونے سے اگر پانون دھووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر ہم یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفی القہستانی انہ رخصۃ مسقطۃ للعزیمۃ ولہذا لو خاض الماء فی خفیہ بنیۃ المسح یثاب لو لم یصلہا اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہی کہ التحقیق مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہو والاصح فی التعریف

اجازت ۱۲

تو مسح ایسی رخصت ہی کہ مشروعیت عزیمت کی مسقط ہی یعنے اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نرہا بر خلاف رخصت ترفیہ کے کہ اسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی جیسا چنانچہ روزہ رکھنا سفر مین کذا فی البحر لیستہ مشہورۃ مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہی جسکے

آرام دینا ۱۲

راوی دو سے زیادہ ہون ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہان تک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے تا روشن ہو گیا یعنے کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رأی الثانی کافر اور ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہی ہم اسواسطے کہ انکے نزدیک حدیث

۶ یعنی موزے کے کنارے زربول میں مسح جائز ہے جبکہ موزہ بقدر تین انگلیوں کے کھلا نہ ہو اور جراب بے تسمے میں مسح ... نہیں ... مسح ... زربول میں نہیں ... ۱۲

۵ یعنے بزرگی سمجھنا حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اور محبت رکھنی حضرت عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزون پر مسح کا جائز ہونیکا ۱۲

مشہور حدیث متواتر کے حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی و فی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی
اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہی راوی اُسکے صحابیون سے زیادہ ترین انتی سے انہی جملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ
مین مذکور کیا کہ ہمنے معانی الآثار کی شرح مین ۶۲ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی مع المخرجین وقیل بالکتاب ثم رد بانہ غیر مغیا بالکعبین
اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف یہ ہی کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہی اور یہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزے کی غایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع
تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ سے ہی ہم ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرارت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی
قرائت کو موزہ پہنے پر محمول کیا اور نصب کی قرارت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرارت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح
کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہی حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہی کہ وہ
عضو مغسول پر عطف ہی تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اُسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب
للمحدث طاھرۃ علم جوازہ للمجدد الوضوء لانہ یقال ما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہی بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا
عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنے والے کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ ہرگاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو
کے مانند ہو گیا لا لجنب وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہی جنابت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ
اُسکو تمام بدن کا دھونا لازم ہی اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان بن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اُتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی
طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر مین اُسکی تصویر
ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین
کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے
کا جائز نہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان المنفی الشرعی یفتقر
الی اثباتہ عقلا اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہی کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہی ہم یہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے
لگائی تاکہ نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہی مگر اسمین یہ خلل ہی
کہ اسمین بھی تصور مبنی کی تصریح واقع ہی تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہی اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کی صورت
کفایہ مین یون مذکور ہی کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھو وے لیٹ کر اور جرابون پر مسح کرے
کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ عینی مین اسکی تصویر شتی سے یون مذکور ہی کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہی نہ غسل
کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانون دھووے اور مسح نکرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جوازہ لمغتسل جمعۃ ونحوہ پھر ظاہر کلام متن
جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اُسکے مانند کے نہانے والے کو ہم یعنے ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ
یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک لانہ علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہی کہ لا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل جمعہ
وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فلو حسب للمتوضی لا للمغتسل تو بہتر عبارت للمتوضی لا المغتسل ہی یعنے بجاے للمحدث لا لجنب کے للمتوضی لا للمغتسل کہنا
بہتر ہی یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہو نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہی والمسئلۃ ان یخلط خطوطا بالاصابع

ف ۵ یعنے سوراخ ہو کا خراب ہو تو بیان جراب کو بیش چاہیے کہ وہ

بیں سفر حج یہ قلیلا اور سنت یہ ہی کہ مسح کرنے مین ہاتھ کی انگلیون سے خط بناوے تھوڑا سا انگلیون کو کھول کر یبدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح شروع کرے پاؤن کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا اور کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسطرح ہی کہ واہنے ہاتھ کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دھونا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہی اسی طرح مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر اصح قول پر اور یہ فرض عملی ہی اور تین انگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگجاوے تو کافی ہی اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ومحلہ علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنیکا مقام دونون موزون کا ظاہر ہی انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنے جہان تسمہ بندھا رہتا ہی حلبی مین طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہی انتہی ما فی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہرہ وباطنہ اور مسح مین مستحب ہی جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہی باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہی نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف لظاہرہ کیا اور شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین اور محیط کے سوا اور کتابون مین استحباب کی نفی ہی اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی ما فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحاً ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہی انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے حضرت علی مرتضی رضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے مین ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصراً من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہی مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پاؤن کے لپیٹے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہی جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق فارسی ہی معرب اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اسکی حفاظت کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہی تو اسپر مسح جائز ہی خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اسکو پہنا ہی تو مسح اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوت اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصراً ولا اعتماد بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوے شاذی مین ہی اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہی تو اسکی پیروی نکیجاوے اس مسئلے مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوے شاذی مین ہی کہ جو کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہی وہ موزے پر مسح کرنیکا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنے پاؤن کو اسکے موزے سے جدا کردیا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر موزے پارید گی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنے کپڑا بطریق اولے فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصراً او جوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ

الی الخف فقد ذکر الفرحی یا مسح کرے جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہو کہ انکو پہنکے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہرے رہین بدون باندھنے کے اور انکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی انمین نہ چھنے مگر اسوقت مسح جائز ہو کہ پانی نفوذ کرکے انکے نیچے موزے تک پہونچ جاے بقدر فرض کے ہم ہر چند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہو لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہو بدلیل ستنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی مختصراً ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدھما مسح الخف البادی والباقی اور اگر ایک جرموق اتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ تحتھما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہو نہ خف داخل و للنعلین بسکونین ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہو منعل بسکون نون وہ جراب ہو جسکے نیچے چمڑا لگا یا گیا یعنے انکے تلوے پر فقط چمڑا ہو نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڈھی جرابون پر مسح جائز ہو نہر الفائق مین ہو جراب مجلد وہ ہو جسکے اوپر اور نیچے چمڑا مڑھا ہو مرۃ مسح کرنا ہو ایک بار یعنے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہو کذا فی المنح لو امراۃ او خنثی مسح جائز ہو اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثی ملبوسان علی طہر مسح جائز ہو اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نکیا پھر اسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نکرے یعنے اسواسطے کہ جرموق کو اسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انکو طہارت پر پہنا ہو کذا فی الطحاوی تام خرج الناقص حقیقۃ کلمعۃ او معنی کتیمم ومعذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہو گئی ناقص حقیقی جیسا کچھ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی جیسا تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہو کہ پانی کے نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو انکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد اسکے پانی پا یا تو انکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہو کذا فی الطحاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہو یعنے معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جبتک ظہر کا وقت باقی ہو مسح جائز ہو بعد ظہر کے عصر کے وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضا ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح سالم کے مانند ہو یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہو تو تا انقضاے مدت مسح اسکو تندرست کے مانند جائز ہو عند الحدث طہر تام چاہیے وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہو فلو خفف الحدث ثم خاض الماء فابتل قدماہ ثم تمم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اسکے تر ہو گئے پھر اسنے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر وضو ٹوٹا تو اسکو مسح کرنا جائز ہو یعنے اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہو اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسی طرح اگر اسنے دونون پانون کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دھوئے پھر ایک پانون دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دھویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہو بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیھا للمسافر مسح کرنا جائز ہو مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہو یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو ٹوٹنے سے ہو نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہو چھ نمازین ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک یا وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت میں کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن لا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہیں ہوتا اگرچہ نماز سے کم کو توضأ وتخفف قبل الفجر فلما
طلع صلے فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھتا تھا پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو
ٹوٹ گیا ہم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز میں کذا فی القہستانی یعنے ظہر عصر مغرب عشا چار
نماز کے واسطے یہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کیے تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہے لا یجوز علی
عمامۃ وقلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر بسبب ہونے مشقت اور تکلیف کے ہم
اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا وفرضہ عملا
قدر ثلث اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہے طول اور عرض
میں ہر پاؤن سے نہ ہر موزے سے ہم یعنے فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پاؤن کی انگلیوں سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے بائیں سے اور مسنون مسح
پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیوں سے ہے پنڈلی تک ہر پاؤن کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پاؤن پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو انگلی
کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پاؤن سے اور اسپر وہاں مسح کیا جو پاؤن کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہوگا فمنعوا فیہ
مد الاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہوں نے مسح میں ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین انگلی کے
مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی البحر فلو مسحہ برؤس اصابعہ
وجافی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیوں کے سروں پر مسح کیا اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی سے
مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیوں کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح اب جائز ہے
ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان الماء متقاطرا جاز
والا لا پھر مصنف نے شرح میں کہا اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر انگلیوں کے سروں سے پانی ٹپکتا ہے تو مسح جائز ہے یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا غیر مستعمل پانی سے
اور اگر ٹپکتا نہیں ہے تو مسح جائز نہیں ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا پاؤن
کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے بقدر تین انگشت کے باقی ہے تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونوں پاؤن کو دھووے
مانند اس شخص کے جسکا پاؤن ٹخنوں سے کاٹا گیا یعنے ٹخنوں کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا مگر غسل کا محل باقی ہے
ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پاؤن ہے پیدائشی یا ایک پاؤن ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پاؤن کو یعنے اسکے موزے کو مسح کرے
وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبوں کے ہم ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ماسح کی
نماز ادا ہو گی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جس طرح جائز ہے دھونا مغصوب پاؤن کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا اسپر مسامحہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے
کہ کسی شخص کا پاؤن بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اپنے پاؤن دھویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ
او مثلثۃ وھو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ یمنعہ اور موزے کا بڑا یا بہت سوراخ یعنے قدم کی چھوٹی
تین انگلیوں کی برابر مانع ہے مسح کرنیکا اور جس شخص کی سب انگلیاں کٹی ہیں تو اسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیوں کا اعتبار کیا جاویگا یعنے
کہا لفظ کبیر کا باء موحدہ یا ثاء مثلثہ دونوں سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باء موحدہ کی روایت صحیح ہے اگرچہ ثاء مثلثہ
بھی بتاویل مقصود ہے الا ان یکون فوقہ خف اخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اسپر مسح کرے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہے نہ اسفل کا وَھذا لو الخرق علی غیر اَصَابِعِہٖ وَعَقبِہٖ وبری ما تحتہ اور یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہے کہ سوراخ اور دریدگی اسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پانْون نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیان ہون یعنے تو اس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جاوے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اسپر جائز ہے اور اگر انْ دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر اَکثرہٗ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہے یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ مکشوف ہے تو مسح جائز نہین ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہے اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر پڑے قدر القدر جو مسح کا مانع ہے پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پانْون اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انفتقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہے تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہین ورنہ جائز ہے اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہے اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہے بشرط ان یقع فرضہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من رجلہ فیس مسح جائز ہے دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہے وا قل خرق یجمع ما یمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہے واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہے کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنیکا ارادہ ہے اور استقبالی مسح وہ ہے جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہے کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وَمِمّا ینقض التیمم یمنع وکذا نجاسۃ وانکشاف فی حق انعقادہ کما سیجیء فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہے اور دور کرنے والا ہے تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتدا صلوۃ کی مانع ہے اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہے یہان تک کہ انعقاد صلوۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست و انکشاف عورت مانع اور رافع ہے (دور کرنے والی ۱۲) اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہا قالہ الحلبی ممنوع الخرق کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہے وہ ہے جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سُوا داخل ہو نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع الخرز لیعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو مین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا بخلاف تفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبو محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ موزون مین ہے یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور کچھ ران مین تو یہ جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوئی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے ہو جاویگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی ضحیۃ وینبغی ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے

۵۷ پہ لفظ ابتدا ہے اسکی خبر اتفق ہے جو بعد میں آویگی ۱۲

۵۸ سے مسح ... تیمم ... تیمم سے ... سوراخ ...

دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہو یعنے ایک قول یہ ہو کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا
قول یہ ہو کہ جمع نکرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہو احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی المنح وناقضہ
ناقض وضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنے والا وہ ہو جو وضو کا توڑنے والا ہو اسواسطے کہ مسح بعض ہو وضو کا یعنے جو کل کا ناقض ہو وہ بعض کا بھی ناقض
ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہو موزہ اُتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اُتارا ہو ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح
کا ناقض ہو اگرچہ اُسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب رجلہ من برد للضرورۃ گذرنا مدت کا ناقض ہو بشرطیکہ اسکو ظن غالب
خوف نہو اپنے پانون کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب سے ھم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ مسح نہین ٹوٹتا ہی مدت کے گذرنے سے
خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل یہ ہو کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین غایۃ الامر یہ ہو کہ موزہ نہ اُتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم
کرے کذا فی ابی السعود مگر اسمین یہ خلل ہو کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہو سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہو کہ لائق یہ ہو کہ فتوے دیا جاوے مسح کے
ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیناف کا پٹی کا مانند شارح نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہو اور یہی قول اعتماد کے لائق ہو کذا فی الطحطاوی فیصیر
کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقف تو خوف مذکور مین موزہ ہو جائیگا پٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے
پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنے جبتک خوف باقی ہو مسح کرتا رہے ھم پورا مسح کرنا افضل ہو اور اگر اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہو اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے
وجوب استیعاب کا بیان کیا ہو ابو سعود نے اسکو رد کیا ہو اسطرح کہ عبارت معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہو کذا فی الطحطاوی فلذا قالوا لو تمت
المدۃ وہو فی صلوٰۃ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسی واسطے یعنے ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہا ہو کہ اگر مسح
کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہو اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اُتارنے مین کچھ فائدہ
نہین کیونکہ پانی نہین جو پاؤن کو دھووے وقیل تفسد فیتیمم وہو کالمتیمم اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہو اور
وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہو روایت کی راہ سے اور راجح تر ہو فہم کی راہ سے ھم وجہ اسکی یہ ہو کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پاؤن مین
سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اسکے اعضاء وضو مین کچھ شک باقی رہا اور
پانی نہین ہو جو اسکو دھووے تو اسکو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضئ رجلیہ لا غیر لحلول الحدث
السابق قدمیہ اور موزہ اُتارنے اور مدت کے گذر جانے کے بعد با وضو شخص دھووے اپنے دونون پاؤن کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب
سرایت کرنے اگلے حدث کے اسکے دونون پاؤن کو یعنے حدث سابق کے بعد باقی اعضاء دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اسپر کچھ واجب نہین قدم دھونے
کے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد فیتیمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے ھم حلبی محشی نے کہا کہ
اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کی مانند اور تیمم تو اسوقت ہو جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی
وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی نزع وکذا اخراجہ فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکالنا ظاہر
موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ھم قدم عبارت ہو ٹخنے سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہو ٹخنے سے سر
اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور
دخول عقب کا معتبر نہین وما روی من النقض لزوال العقب فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو قصہ مین ایڑی کے ٹل جانے
سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہو سو مقید ہو اس صورت کے ساتھ جبکہ اسکا ٹلنا ہو موزہ اُتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوال العقب بنیۃ

بل لسعۃ او غیرھا فلا ینقض بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتی توہم بعضہم
انہ خرق الاجماع قنیہ لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنے محل سے قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اُسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے
باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہ قول نہایہ کی طرف منسوب ہوتا اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے
ساتھ بیان تک کہ بعضے لوگوں نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے
و ینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو دخل الماء خفہ صحح غیر واحد اور موزے میں اکثر پاؤن کے دہو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اُسنے اپنے
موزون میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کیا ہے ھم حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر پانی خود بخود موزے میں داخل ہو گیا وقیل هذا
لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وھو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یعتبر
غسلہ معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نھر فیغسلہا ثانیا بعد النزع کما مر اور بعضون نے کہا کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے
اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدث کے پہونچنے کو پاؤن
تک تو اسطرح کا دہو جانا معتبر دہونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار
دھوویگا چنانچہ مذکور ہو چکا و بقی من نواقضہ الحدث و خروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض میں سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق میں
نماز کے وقت کا نکلجانا مسح مقیم لبعد سفرہ المسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا
ایکرات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے ھم تین دن مسح
کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر کہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہ مراد نہیں کہ سر نو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو تام مسافر
لبعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پاؤن دھووے اور
اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبیرۃ ھی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع ضد
قصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو برأس کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھائے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اسکے چنانچہ زخم کی
پٹی کا اگرچہ زخم سر میں ہوا اُسکے ماتحت کے دھونے کے مانند ہے یعنے بدل نہیں ہے شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیاں ہیں جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہے فیکون فرضا
یعنی عملیا لثبوتہ بظنی وھذا قولہما والیہ رجع الامام خلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہو تو مسح کرنا
فرض ہوگا یعنے فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسیکی طرف امام نے
آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور اسی فرض پر فتوے ہے چنانچہ مجمع کی شرح میں ہے ھم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہے کہ علی مرتضی کے ہاتھ کی ہڈی
جنگ احد یا خیبر میں ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے
قوی ہو گئی ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے قدمنا ان لفظ الفتوی آکد من التصحیح والمختار والاصح
والصحیح اور ہمنے دیباچہ کتاب میں پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوے کا لفظ تصحیح میں موکد تر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ھم یعنے ہر چند بعضون نے
وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوے کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا
ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہوں سے انمیں سے مصنف نے تیرہ وجہوں کو یہاں ذکر
کیا ہے فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی یوم الا صحاح سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہیں اسواسطے کہ وہ

وھونے کے مانند ہوتا اسلیے مسح کرنے والا تندرستون کی امامت کرتا ہو یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدّلہا باخریٰ اوسقطت
العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب
نہین ہو بلکہ مستحب ہو ولا یجمع مسح جبیرۃ رجل معہ ای مع غسل الاخریٰ اور جمع کیا جاتا ہو ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ
یعنے اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکما تو غسل کے ساتھ جمع نہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزہ پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدرر لا مسح خفہا جمع
نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہو سو اسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے
قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا
جاتا ہو م صورت اسکی یہ ہو کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہو سو اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون
پر مسح کرنا جائز ہو اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہو یعنے اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت
بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہو یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہو اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک
المسح کالغسل ان ضرّ والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہو جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہو اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک کیا جا
م ضرر سے مراد وہ ضرر ہو جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل ادنے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وھو ای
مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنے جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہو ساتھ عاجز ہونیکے مسح کرنے نفس موضع سے یعنے عضو کو جب مسح نکرسکے
تب جبیرہ کا مسح صحیح ہو م عاجزی کی صورت یہ ہو کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح
علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین م محیط مین ہو کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم
غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحہا سقط اصلا حاصل کلام یہ ہو کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم ہو اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر ٹھنڈے پانی سے
دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے بھی دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح
کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنے نہ دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابۃ مع فرجتہا فی
الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہو ساری پٹی پر اس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہو صحیح تر قول
مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا م یہ وہم مصنف استیعاب مسح مین جبیرہ کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوے ہو یہ ہو کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہو اور گرہ کے پاس کی کشادگی کا
مسح کرنا کافی ہو ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہو یعنے خلاصہ مین جو وہانکے دھونے کو فرض کہا ہو سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من
یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہو کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہو جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق
رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤن کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اسپر پانی کو
بہاوے اگر ہو سکے اور اگر اسپر قادر نہو تو اسکو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطل بسقوطہا
عن برء والا لا اور مسح کو باطل کرتا ہو گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہوجانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا بر خلاف مسح موزہ
فان سقطت فی الصلوۃ استانف اور اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہ
ولم یسقط مجتبیٰ اور اسی طرح حکم تفصیلی ہو اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین کذا فی المجتبیٰ م یعنے اگر دوا صحت کے بعد نماز مین
ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یتطہر اذ النہا فان ضرہ فلا یخیر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس

صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اُتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر م یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھولنا الناضر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ بھایا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب پٹی کے نیچے آگیا ہو ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی اسی قول پر فتوے ہی م یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوے اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن مما عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین م یعنے شرح منح الغفار مین ومسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہ باب حیض کے احکام اور مسائل مین عنونت بہ لکثرتہ واصالتہ ولا فھی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنے ہر چند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کر کے آغاز کیا تو اسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونیکے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ھو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور و یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی جیسا کہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انہین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہی اگرچہ مالغبت حسیۃ و وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹجانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہوگیا و منہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ ۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات کالولوالجی وشرح النقایۃ ونفاس و ولادت کے سبب اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحواء لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونیکا پہلا سبب حوا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہ السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور وکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے یعنے فرج داخل کے کنارے کے برابر ہوجانا یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۂ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے محاذی نہو اور اگر محاذی ہوگا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہی نصاب طہر

(حاشیہ: یعنے نہی کیا گیا ہے ۱۲ — معلوم کرنا ۱۲ — مدت پاکی ۱۲)

یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو جسم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہی حکماً اگرچہ خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو بیان بھی انصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہو وعدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہو کمتر مدت حیض سے یعنے تین دن سے وان نہ بعد البلوغ اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہو وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوٰۃ و لو مبتداۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض دم صحۃ متمنی اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اسکے خارج ہونے سے ہو اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلا پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہو اور حیض صحت کا خون ہو کذا فی الشمنی ھم غیر اصح یہ قول ہو کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہو کہ جب لڑکی نے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو مجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہو اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہو تو بمقتضائے اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیھا الثلث اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ انھین دلون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہو جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہو نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ھم ساعت دو قسم ہو ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہو اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیات ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہو اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور ایسے ہی ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہو زمانہ کے ہر ایک جز سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہو حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کون لیالی ثلاثۃ الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو راتون کو انھین دلون کی راتین ہونا لازم نہین ھم رات مقدم ہوتی ہو دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہو کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقاً خواہ انھین دلون کی راتین ہون یا نہون الیسا روایت کیا ہو اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ھم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج کے ہو گئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرھما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد وآیسۃ علی ظاہر المذھب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنے تین رات دن سے کم ہو اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہو حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھی بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہو گئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہو ھم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہو اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہو اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطھر بین الحیضتین او النفاس والحیض خمسۃ عشر یوماً ولیالیھا اجماعاً اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس و حیض کے درمیان پندرہ

دن اور انکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو
کذا فی الطحطاوی ولاحد لاکثرہ ان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت
یہ ہی کہ عورت بالغہ ہوجاے عمر کے وجہ سے اور تمام عمر اسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون
سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ
ایسا خون دیکھے جو حیض ہوسکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کی مانند ہی مگر یہ کہ اسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از
سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اسکی عدت منقضی ہوگی ابتداء سن ایاس سے چنانچہ باب العدت مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا
استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنیکی احتیاج کے وقت جبکہ اسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاے یعنے سیلان دائمی
مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنیکی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ بشہرین یفتی تو طلاق کی عدت کے واسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جائینگے یہی قول
مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید نے اسی قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادۃ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنے
جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتداء رویت سے خواہ عشرہ اولی ہو
یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اسکی عدت اونتر ۷۹ دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس دن
کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا انتیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کی اور
تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر انتیس انتیس دن کے یا ایک طہر انتیس دن کا اور دو طہر بتیس بتیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت
منقضی ہوگی ۹۸ یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا
اور مصنف کا کلام بلفظ عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنے وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ
صحیح ہی اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف
کا یہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضلۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو محیرہ اور
مضلہ کہتے ہین ہم محیرہ اور مضلہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہی یا یہ کہ اسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی
اور اسکو ناسیہ اور ضالہ اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضلالہا اما بعدد او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا
بھولنا ہی کہ کتنے دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی
یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین مشرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی تکل دوڑاوے
اور خوب سوچے یعنے ظن غالب پر عمل کرے یعنے جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے ان مین نماز
روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر
کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتے ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأت لکل صلوۃ اور جبکہ
عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے وضو کرے یعنے جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی
یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض
اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی وان بینہما والدخول فیہ تغتسل لکل صلوۃ

ان الفاظ کی تفسیر

اور اگر تردد ہو حیض اور طہر میں اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے میں تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر میں داخل ہوئی ہو ویترک غیر موکدۃ وصحف ومسجد وجماع اور چھوڑے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اپنے اوپر قابو نہ دے کہ شاید حیض میں جماع واقع ہو مصر حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان علمت بدایتہ لیلا اور سارے رمضان میں روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہو اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اسکا روزہ رمضان میں سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو بیس دن کے قضا کرنے میں دس روزے بالیقین طہر میں واقع ہونگے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنی اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہوگا گیارھویں دن تو گیارہ روزے اسکے فاسد ہوگئے اور اسی قدر قضا میں کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا میں گیارہ روزے بالیقین طہر میں واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم یعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہیں پھر اسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ طواف الزیارۃ میں طہارۃ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہوا ہو وتطوف للصدر ولا تعیدہ اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت ہونیکا طواف اور اسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے وتعتد بطلاق بسبعۃ اشہر علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مفصلا اور اسی طرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرا کہ اکثر طہر اسکا دو مہینے کا ہے وما تراہ من لون ککدرۃ وتربیۃ فی مدۃ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے حبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شیء یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہیں ہے بعضوں نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہرا متخللا بین الدمین فیہما حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنے حیض کے دس دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمود ہوا اور درمیان میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض میں داخل ہے لان العبرۃ لاولہ واخرہ وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اسکے اول و آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے جیسے وجوب زکوٰۃ میں ابتدا اور انتہاء سال میں نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نرہی ہو اسی طرح حیض میں مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہیں کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون اثناء مدت میں منقطع ہے اور زکوٰۃ میں بقاء جزو نصاب اثناء سال میں مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہیں ہے نصاب پر بلکہ اسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقا ولو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو وصوما وجماعا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزوما دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے ضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر میں ایک مہینا تو قضاء صوم میں حرج نہیں اور نماز کی قضا میں وقت ہے ولو شرعت تطوعا فیہما فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے برخلاف اس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہے

کہ روزہ قضا کرے نہ نماز (و فی الفیض لو نامت طاہرۃ و قامت حائضۃ حکم بحیضہا منذ قامت) اور فیض مین ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض
کی حالت مین تو اسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی ھم یہ حکم نظر باحتیاط ہو تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اٹھی تو عشا کو قضا
کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہو (و بعکسہ منذ نامت احتیاطا) اسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا
حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ھم بعضون نے کہا کہ قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہو مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی علت ہو چنانچہ
عنقریب مذکور ہوگیا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہو کہ اگر عورت نے گدّی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوتے
تراوت دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدّی رکھنے سے پہلے اسکو پاک قرار دینے کے وجہ سے پہلے صورت مین گدّی رکھنے کے وقت سے اور
حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدّی کے جدا کرنے کے وقت سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی (و یمنع حل دخول مسجد)
اور منع کرتا ہو حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ھم اس سے معلوم ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاوے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہو اور اسی طرح خانقاہ
اور مدرسہ اور جیسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اسکے خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکل جاوے یہی قول اصح ہو اور اگر مسجد مین کسیکو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو
دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہو اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہو کذا فی الطحطاوی
مختصراً (و حل الطواف و لو بعد دخولہا المسجد و شروعہا فیہ) اور حیض حلت طواف کا مانع ہو اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین
شروع کرنیکے بعد عارض ہوا ہو (و قربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرۃ و رکبۃ و لو بلا شہوۃ) اور منع کرتا ہو حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے
یعنے اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہو اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوت کے ہاتھ
لگانا سب حرام ہو ھم یہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہو اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا
درمیان مین حائل ہو تو جائز ہو اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھونے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے
بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر (و حل ما عداہ مطلقا) اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہو مطلقا
ھم ماسوائے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہو خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہو
اطلاق کا کذا فی الحلبی (و ہل یحل النظر و مباشرتہا لہ فیہ تردد) اور کیا نظر کرنا عورت کی ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہو
یا نہین جواب اسکا یہ ہو کہ اسمین تردد ہو ھم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہو صاحب بحر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہو کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین
اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہو اس قول کے تحت مین (و حل ما عداہ مطلقاً) کذا فی الطحطاوی (و قراءۃ قرآن بقصدہ) اور حیض منع کرتا ہو قرآن
پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ھم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہو خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہو کرخی کا اور اکثر کتب مین اسکی تصحیح ہو کذا فی البحر لیکن اگر
قرآن پڑھا بقصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہو مطلقاً
اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہو اور ترک اسکا خلاف اولی ہو کذا فی الطحطاوی (و مسہ و لو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح) اور حیض
منع کرتا ہو قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین ھم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم
یا دیوار پر مصحف کا جس کسی طرح جائز نہین نہ حرف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہو برخلاف غیر مصحف کہ اسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب
کا مس جائز ہو کذا فی البحر (الا بغلافہ المنفصل کما مر) مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہو چنانچہ گذرا یعنے خریطہ ان کے ساتھ چھونا درست
ہو جولی کے ساتھ درست نہین ھم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور مین جنمین تبدیل اور تحریف واقع نہین ہوئی فقہا نے کہا ہے

کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال ہی
کذا فی النہر وکذا یمنع حمله کلوح ودرہم فیه آیة اور حیض اسی طرح منع کرتا ہی قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور ورق کا اٹھانا ممنوع ہی جسمین آیت
قرآنی مکتوب ہو ھم اور اگر آیت سے کم مکتوب ہی تو اسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس لحائض وجنب بقراءة ادعیة ومسہا
وحملہا وذکر اللّٰه تعالی وتسبیح وزیارة قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے مین اور
اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ھم لاباس کے لفظ مین اشارہ ہی کہ جنب اور حائض کو ان چیزون
مین وضو کرلینا مستحب ہی واکل وشرب بعد مضمضة وغسل ید اور کھانے پینے مین کلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد ھم تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا
پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لاباس کا خلاف اولی پر جو مرجع ہی کراہت تنزیہی کا دلالت نہین کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہا فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما
فیکرہ للجنب لا الحائض ما لم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا پینا جنب کو مکروہ ہی نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا
حکم نہو یعنے طاہر ہونیکے بعد ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ھم جنب اور حائض مین فرق یہ ہی کہ جنب کا منھ دھونا کلی سے ساقط ہوجاتا ہی تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا
مکروہ ہی ہر چند یہ تعلیل حائض مین جاری نہین برخلاف حائض کہ اسکا حدث مرتفع نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض ویکرہ تحریما مس قرآن بکم عند
الجمہور تیسیر اوصحح فی الہدایة الکراہة وھو احوط اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قرآن کا آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو
صحیح کہا اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی ھم آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے کے بدن سے متصل ہی ویحل وطؤہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا
اور حلال ہی عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہوگیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہی یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد
حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس عورت کا جماع درست ہی اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہی بلکہ مستحب ہی تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہی وان انقطع لدون اقلہ
تتوضأ وتصلی فی آخر الوقت وان انقطع لاقلہ اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنے تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت
مین ھم یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہین ہی طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا حکم بیان نہین کیا لیکن اسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر
ہوتا ہی یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق اولے حلت نہوگی وان انقطع لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا
اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہوگیا تو جماع حلال نہین اگرچہ وہ غسل کرچکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ
غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ھم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہی جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم
منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہی کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیة حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت
اہل کتاب سے ہی تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہوگیا یعنے اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر والا لا یحل
حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہی تو جماع حلال نہین یہان تک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنے آب
مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہی تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہین بالاجماع بنا بر قول اصح
او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمة یعنی من آخر وقت الصلوة لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی
وقت العید لا بد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاسے جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ
باندھنے کی یعنے نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت
نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہی کہ ظہر کا وقت گذر جاسے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہی ھم تو مراد یہ ہی

کہ ایسے وقت مین پاک ہو کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت مین پاک ہو
اور اسقدر زمانہ گذر جاوے جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہین ہرچند مصنف کی عبارت عام ہو لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم
ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہی نہ قرآن پڑھنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی ور مین ہو کہ اگر
حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا
اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت مین تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداہ ہو خواہ معتادہ انتہی وهل تعتبر التحريمة في الصوم الاصح لا
اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہی کہ
جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوا تحریمہ کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہی اور صوم مین معتبر نہین وهي من الطهر مطلقا
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہی نہ حیض مین ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وكذا الغسل لو لاكثره والا فمن
الحيض فتقضي مطلقا ان بقي قدر الغسل والتحريمة ولو لعشرة فقدر التحريمة فقط لئلا تزيد ايام على عشرة فليحفظ اور اسی طرح غسل بھی
طہر مین داخل ہی اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہین تو وہ حیض مین داخل ہی تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ
حیض کے ایام دس سے زیادہ نہو جاوین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دس سے
زیادہ ٹھہرینگے اور یہ شرع سے ثابت نہین ويطؤها يكفر مستحله كما جزم به غير واحد اور جماع کرنا حائض سے کافر ٹھہراتا ہی اسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ
اس تکفیر پر ایک نے نہین بہت فقہا نے یقین کیا ہی ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہی کذا فی الطحطاوی وكذا مستحل وطي الدبر عند
الجمهور مجتبى اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہی اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ہم حلال عورت کی دبر مراد ہی اور غلام وغیرہ کی دبر مین
ظاہرا تکفیر کا خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقيل لا يكفر في المسئلتين وهو الصحيح خلاصة وعليه المعول لانه حرام لغيره وما يجئ
في المرتد انه لا يفتى بتكفير مسلم كان في كفره خلاف ولو رواية ضعيفة اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نچاہیے دونون مسئلون مین اور
یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہی اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہی یعنے حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتد مین
آویگا کہ فتوے نہین دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے
نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہی یا حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اسکی حلت کا معتقد
کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم هو كبيرة لو عامدا مختارا عالما بالحرمة تجھے معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہی اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے
حرمت کو جان بوجھ کر لا جاهلا او مكرها او ناسيا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو
فتلزمه التوبة جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہی ويندب تصدقه بدينار او نصفه اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا
ہم دینار ساڑھے چار ماشے سونے کا ہوتا ہی اصحاب سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یون ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون مین
اور حالانکہ خون سرخ ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول و
مصرفه كزكوة اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہی وهل على المرأة تصدق قال في الضياء الظاهر لا اور کیا عورت
پر بھی خیرات کرنا مستحب ہی ضیا مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہین ہی ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتا كاملا اور استحاضہ
کے خون کا حکم نکسیر دائمی کی مانند ہی کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہی ہم خون استحاضہ چھ قسم ہی ایک وہ ہی جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہ کہ اکثر حیض سے

زیادہ ہو مثلاً یہ کہ حیض مبتداۃ سے زیادہ ہوا اور اسکا حیض دس روز کا ہے ہر مہینہ مین یا یہ کہ نفاس مبتداۃ سے زیادہ ہوا اور اسکا نفاس ۴۰ دن کا ہے یا یہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاوے یا حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مرلفتۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً و صلوٰۃ و لو نفلا و جماعا لحدیث توضئی و صلی و ان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ و شرعا دم فلو لم تره هل تکون نفساء و المعتمد نعم بخرج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا یعنے زچا ٹھیریگی یا نہین جواب یہ ہے کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے ہم تو اسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء و الا فذات جرح و ان ثبت له احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی ٹھہریگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام ولد کے یہ ہین کہ اسکی مان کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہریگی اور اسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقیب ٹیلا ذا کثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا نفاس ثابت ہوتا ہے اور لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنے اضعف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقله فتتوضأ ان قدرت او تیمم و تومی بصلوۃ و لا تؤخر فما عذر الصحیح القادر نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا چنگے بھلے قادر شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھکرے رکھے یا گڑہا کھودلے اور بیٹھکر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی و حکمه کالحیض فی کل شیء الا فی سبعة ذکرتها فی الخزائن و شرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے مانند ہے ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبرا اور عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منها انه لا حد لا قله منجملہ ان سات چیزون کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیه لعدۃ کقوله اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدره الامام بخمسة و عشرین یوما مع ثلث حیض و الثانی باحد عشر و الثالث بساعة اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہے سو اس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضون کے ساتھ اور ابو یوسفؒ نے گیارہ دن کی اور محمدؒ نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہان امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امامؒ کے نزدیک اسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ادنی مدت تصدیق کے ۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور انکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے

اور محمدؒ کے نزدیک نفاس کی مدت تصدیق کے ۲۵ دن اور ایکساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور باقی طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی
والکثرہ اربعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ وکانت الکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ
محدثین نے روایت کی ہی اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہارچند ہی ہم اکثر حیض دس دن کا ہی تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہارچند ہونیکی یہ وجہ ہی کہ چار مہینے
کے بعد بچے مین جان پڑتی ہی تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہی واللہ اعلم والزائد علی
الکثرہ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتدأہ ہی یعنی پہلے پہل جنی ہی اسکی عادت مقرر نہین
ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون
۴۵ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہی یعنی اگر مبتدأۃ مین دس دن سے زیادہ خون آئی رہا
ہو تو زائد استحاضہ ہی اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرھما او قبلہ فالکل نفاس وکذا
حیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہی اور حیض مین تمام حیض ہی اگر
ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری طہر یعنی پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہی یعنی اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو
عادت کے موافق نفاس اور حیض ہی اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی ہم حیض کی صورت یہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو چھ دن
خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہی پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر ۱۵ دن
ایک روز بڑہا
طہر رہا تو اب ۶ دن کی اسکی عادت ٹھہریگی اور نفاس کی صورت یہ ہی کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۳۱ دن خون آیا پھر ۱۴ دن طہر ہوا
پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وھی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی اد تمامہ
فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدل جاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہی
ہم مثلاً مبتدأۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبارہ ایکطرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت مین ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نہین اسی قول پہ فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبار کے والنفاس لام توامین
من الاول لو بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہی توامین وہ دو بچے ہین
جنکے مابین مین آدھی برس سے کم زمانہ ہی یعنی اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین الاول والثالث
اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہی اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی
اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق
سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے
اور نماز پڑھے بعد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر فاتفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب
متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر
او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنی جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا
پانون یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرح مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط
کے ہی اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہی لفظا و معنی اسواسطے کہ

سقط لازم ہے اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہے خواہ آپ گر جائے یا اسکو کوئی گرادے فتصیر المرأة به نفساء والامة ام ولد ويحنث به في
تعليقه وتنقضي به العدة جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا
اور اس سے عدت منقضی ہوجاویگی ھ لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اسکا مولی دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق
وغیرہا کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر
مرگیا ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظهر له شئ فلیس بشئ پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین
والمرئي حيض ان دام ثلثا وتقدمه طهر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جائے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن
والا استحاضة اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نرہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے
ولو لم يدر حاله ولا عدة ايام حملها ودام الدم تدع الصلوة ايام حيضها بيقين ثم تغتسل ثم تصلي كمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض
خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلاً اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے
یقینی دنون مین پھر نہاوے پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا يحل اياس بمدة بل هو ان تبلغ من السن ما لا يحيض مثلها فيه فاذا بلغته
وانقطع دمها حكم باياسها اور محدود نہین ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی
عورت کو اس عمر مین حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہوگیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا قہ حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم
ایاس کا قاعدہ یہ ہے کہ اسکی عدت مہینون سے ٹھہریگی اگرچہ اثنا عدت مین خون ہو فما رأته بعد الانقطاع حيض فيبطل الاعتداد بالاشهر وتفسد
الانكحة پھر جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہوجاوینگے ھ طلاق کی عدت تین حیض سے
منقضی ہوتی ہے اور ایاس مین تین مہینون سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے
فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقيل يحد بخمسين سنة وعليه المعول والفتوى في زماننا مجتبى وغيره تيسيرا اور بعضون نے
کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہے آسانی کے واسطے وحده
في العدة بخمس وخمسين قال في الضياء وعليه الاعتماد اور مصنف نے باب العدة مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیا مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے
وما رأته بعدها اي بعد المدة المذكورة فليس بحيض في ظاهر المذهب الا اذا كان دما خالصا فحيض حتى يبطل به الاعتداد بالاشهر ان كان
قبل تمامها لا بعده حتى لا تفسد الانكحة وهو المختار للفتوى جوهرة وغيرها ومحققة في العدة اور جو خون کہ عورت دیکھے بعد مذکورہ کے بعد
یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہین ہے ظاہر مذہب مین مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہوجاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون
سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد تمام ہونیکے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ
جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہے اور ہم آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدة مین وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن
وانفلات ريح او استحاضة او بعينه رمد او عمش او غرب وكذا كل ما يخرج بوجع ولو من اذن وثدي وسرة اور صاحب عذر یعنے معذور وہ
شخص ہے جسکو سلس البول کی بیماری ہے یعنے جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہے یعنے دست آتے ہین یا ریح نکلتی
یا استحاضہ ہے یا اسکی آنکھ مین جوش ہے یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہے کیچڑ بہتا ہے یا گوشہ چشم مین ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے
نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے ھ جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ خبر دیتا ہے عذر کی

ان استوعب عذرہ تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا عن الحدث لشرطیکہ گھیرے عذر اُسکا نماز فرض کے تمام وقت کو اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت مین ایسا زمانہ پایا نجائے جسمین وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہ صورت ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اسمین ادائے نماز اس سے خالی ہوکر نہو سکے کذا فی الطحطاوی وھذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت مین شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق مین یعنے ثبوت عذر اولاً اسی طرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق مین عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعابہ الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقۃً شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے ہم انقطاع حقیقی کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت مین موجود رہا تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوب ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اسکے یعنے بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر یہ حالت ہے کہ جو کپڑا دھویا جائے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجائے تو اب کپڑا دھونا لازم نہین اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی دلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض مین وقت ہے جیسا کہ قرآن مجید مین لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنے نماز کو قائم کر سورج ڈھلنے کے وقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت مین چند فرض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کے واسطے ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولے پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہے یعنے جبکہ نفل باوجودیکہ ضرور نہین جائز ہے تو واجب بطریق اولے جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل بالخروج مالم یطرأ حدث اخر او یسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب نہین تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانیکے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سے جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اس صورت مین خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے وقت وضو نہین کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنے اگر عذر کے وقت وضو کرکے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بیرون نزع خف مسح روا نہین اور اگر انقطاع عذر مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وفائدتہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کے قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہین تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوٰۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار والمعتمد اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہے جو اسطرح ہو کہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہوجاے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر ناپاک نہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہین یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے کذا مر یض لا یبسط ثوبا

لانہ تنجس قوراً لا تو کہ اور اسی طرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچھاتا ہے کپڑے کو مگر فوراً ناپاک ہوجاتا ہے تو اسکو ترک فرش جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ زمین پر یک مکان نہیں پاتا ہے نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اسکے زخمون کی نجاست مالوث قبل اتمام ناپاک ہوجاتا ہے تو اب اسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فوراً اسے مراد ظاہراً قبل تمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ اسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اسکا عذر سابق بند تھا پھر اسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اسکی باقی نرہیگی پہلی صورت مین نقض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اسکی شرح مین ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہوگیا تو اسکا وضو باقی ہے جب تک کہ وضو نماز کا باقی ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیاً واجب ہے ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کردینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے ہم یعنے اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اسکو ہٹاوے نہیں تو کم کردے بحر الرائق مین ہے کہ جب معذور تھا در ہوبند سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب ہے یعنے فرض ہے تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر میلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبرہ یخرج لان یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنے تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنے اگر حائض حیض کا سیلان روکدے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کی مانند ہے اور بعضون نے کہا حائض کی مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنے مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنیکا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وھو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفاً یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنے حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص ہے نجاست ذاتیہ سے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہین تو وہ عام ہے مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور ناپاک ... کہینگے اور ... مین نجاست لگ گئی اسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور حدث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے ... حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی ... مختصراً ویجوز رفع نجاسۃ حقیقیۃ عن محلہا ولو انائا او ماکولاً علم محلہا اولا بماء ولو مستعملاً بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اسکے

مقام سے یعنے جہان وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھوکر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے ہم طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے و بکل مائع طاہر قالع للنجاسة ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بالحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست اکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہان تک کہ منھ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کی مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر خوار کی قے سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع یہ خلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہیں دور کرتا یعنے اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن وبول ما یوکل مزیل فخلاف المختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہ قول غیر مختار ابو یوسفؒ کا قول ہے ویطہر خف ونحوه کنعل تنجس بذی جرم هو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرها کخمر وبول اصابه تراب به یفتی بدلک یزول به اثرها اور موزہ اور اسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوے دیا جاتا ہے ہم موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا جرم لها فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنیکے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہان تک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ویطہر صقیل لا مسام له کمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنیة مدهونة او خراطی وصفائح فضة غیر منقوشة بمسح یزول به اثرها مطلقا به یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسها ای جفافها ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو یہ خلاف فرش اور اسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنیکے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک نہو گی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکھتی ہو تو اتنا پانی اسپر ڈالے کہ اسکے پاک ہو جانیکا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اسکے اسفل مین گڑھا کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اسکا دھونا ممکن نہین بلکہ اسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کردے اور گچ کی زمین ہو تو اسپر پانی ڈالے پھر اسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اسکا خشک کرلے تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نرہے پھر اسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی عن السراج والخلاصة والمحیط وذهاب اثرها کلون وریح لاجل صلوة علیها لا لتیمم بها اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہے نہ اس سے تیمم کرنیکے لیے ہم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ کان المشہد

لا للطہارۃ ولہ الطہرت اسواسطے کہ نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر و
نحوہ کلبن مفروش وخص بالخاء المعجمۃ سطح وشجر وکلاء قائمین فی ارض کذلک ای کارض فیطہر بجفاف اور حکم کچی اینٹ مفروش اور اسکے
مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی ہو اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے اسی طرح کا ہے یعنے زمین کے
مانند ہے کہ پاک ہوجاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہوجانے سے مثل زمین کے اور خص بخاء معجمہ چھپت کی اوٹ ہے ہم خص بضم خاء معجمہ وصاد مہملہ گھر ہے
بانس یا نرکل کا اور یہاں مراد وہ ستر یعنے اوٹ ہے جو چھتوں پر ہوتی ہے یعنے ٹٹیاں کھڑی کرکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا
فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر ہوجاتی ہے وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہے چنانچہ دہلیز اسواسطے کہ اسکے
متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل لاغیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے چنانچہ
غیر مفروش اینٹ یا ٹینہ چوبی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہے نہ اسکے غیر سے مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے
ہم بحر الرائق میں ہے کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا ویطہر منی ای محلہ یابسہ بفرکہ ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ
کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہوجاتا ہے مل ڈالنے سے اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی
سے استنجا کیا ہو ہم ملنا اس صورت میں کافی ہے جبکہ راس ذکر طاہر ہو اسطرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کرلیا
کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج فنزع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون متفرعا علی قولہما بنجاستہا
اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک
منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے
قول پر کہ اسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم رح کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں ولا یکون یابسا
او لا راسہ طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی
ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور مجتبی کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور
خشک ہوگیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہوگیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ ولو رقیقا لمرض بہ ومنیہا ولا
بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہوگئی ہو اور درمیان منی عورت کے
اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت کی راہ سے ہم اور اسی طرح
قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض میں اسکو صحیح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی میں خلاف قیاس
رخصت وارد ہے تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب
اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے ہم یعنے در صورت طہارت
مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ
المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہے یا نہیں جواب وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول
میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہوگیا بدون سائل چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوجاتی ہے
ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیرہ ذلک بحر الرائق میں ہے الحاصل تصحیح اور اختیار طہارت کے ہر مسئلہ میں مختلف ہے مگر طہارت

اعتبار ہر صورت مین اولے ہی جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین وقد انہیت فی الخزائن المطہرات الی نیف و ثلثین و غیوت نظم ابن
وہبان بغفلت اور النیہ مین نے پہونچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اوپر تیس تک اور بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا
ہے وغسل و مسح و الجفاف مطہر ونحت و قلب العین و الحفر یذکر اور دھونا اور پوچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور
ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور پوچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا
بدل جانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر کرتا ہی ہے و دبغ و تخلیل ذکوۃ تخلل و فرک و دلک و الدخول التغور
اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے
کا رگڑنا اور حوض بخس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ رواں ہوجاوے اور کنوئین کے پانی نا پاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہی
ہے نقص فر فی البعض ندف و نزحہا و نار و غلی غسل بعض تقور تعرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھنا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک
چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گڑہا کر دینا ہم تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بیلون سے جدا ہوتا ہی
بیلون کے روندنے سے تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانیکے واسطے ہو خواہ
بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھننے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور
اسکے مانند جیسا کہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈال کر اوبالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی
کہان ہی تو ایک طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گر کے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گردپیش کے گھی کو
نکال ڈالے کہ گڑھا بنجاوے تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ اور پاک
ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوی ہی بوجہ بلوے یعنے اس سے بچاو دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین
روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ
ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانیکے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی
شارح ہی منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے
نجاست بقدر درم کے معاف کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست
کے ساتھ نماز صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی ہم
اگر درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
مل سکتا ہو اور دوسری جماعت پا سکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے و فوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل
کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا لوقت الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانیکے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے بیس قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی
قعر کف دست کے ہی پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑ کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گو ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہی بعضون نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہی
تو درم کے وزن کا اعتبار ہی اور اگر پتلی ہی تو مساحت درم کا اعتبار ہی بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہی اور زاہدی اور زیلعی نے
اسکو صحیح کہا ہی امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہ ہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور اُنکے سابقین کا جسمین
اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہی جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اُسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی تعریف مین اتنا
زائد اور ہی کہ اُسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً و کذا کل ما یخرج منہ موجباً لوضوء او غسل مغلظا اور اسیطرح جو چیز کہ آدمی کے
بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہی جیسا کہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قی منہ بھر کے اور خون حیض کا یہ سب
نجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر بیچ کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہی پر طاہر ہی و بول غیرہ اگر لم یولد او صغیر لم یطعم الا بول الخفاش و
خرءہ فطاهر اور جیسا کہ جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اُسکی بیٹ پاک ہی و کذا بول الفارۃ
لتعذر التحرز عنہ و علیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہی یعنی معاف ہی بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اسسے اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ
تاتارخانیہ مین ہی حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام مین ہی نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ہی لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی مقدم ہی
کذا فی الطحطاوی و سیجیء آخر الکتاب ان خرءہا لا یفسد ما لم یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اُسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا طعم
روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھائے کہ وہ پاک ہی کذا فی البحر و فی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو و علیہ الفتوی
اور اشباہ مین ہی کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہی اور اسی پر فتوی ہی و دم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ
الا ما بقی فی لحم مہزول و عروق و کبد و طحال و قلب و ما لم یسل و دم سمک و قمل و برغوث و بق اور نجاست غلیظہ ہی خون روان تمام حیوانات کا مگر
شہید کا خون پاک ہی جبتک اُسکے جسم پر ہی اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگون اور کلیجے اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی
اور جون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین الخ جو خون کہ کلیجے وغیرہ مین باقی رہتا ہی وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت
نہین زاد فی السراج و کتان و ہی کما فی القاموس کرمان دویبۃ حمراء لساعۃ اور سراج وہاج مین ہی اور خون کتان بر وزن رمان کا جیسا کہ قاموس مین ہی
چھوٹا سا کیڑا ہی سرخ رنگ بسیار گزندہ ہم شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہی واللہ اعلم فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین و خمر
و فی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ و التخفیف و الطہارۃ رجح فی البحر الاول و فی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہی اور باقی مسکر شراب مین
تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین بحر الرائق مین اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہی اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہی مصاحب
نہر نے نتیجہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہی کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہی حلبی نے کہا یہ نص ہی
تخفیف نجاست مین تو صاحب نہر ہی کا قول ہی اسواسطے کہ فرع منصوص کیطرف رجوع ہی اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہی و خرء کل طیر لا یذرق
فی الہواء کبط اہلی و دجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اُس پرندہ کی جو ہوا مین نہین اُڑتا جیسا کہ خانگی بط اور مرغی اما ما یذرق فیہ فان ماکولا
فطاہر و الا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اُڑا کرتا ہی تو اگر وہ حلال ہی جیسے کبوتر اور گنجشک تو اُسکی بیٹ پاک ہی اور اگر حرام ہی تو اسکی بیخال ناپاک بنجاست
خفیفہ ہی جیسا کہ باز اور شکرا اور چیل لیکن اُنکی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہی کذا فی الطحطاوی و روث و خثی
اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ہم بحر الرائق مین ہی کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو
بعر یعنی مینگنی اور فضلہ انسان کو غائط یعنی گوہ بولتے ہین افاد بہما نجاسۃ خرء کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے

فضلے کی نجاست کو جتا دیا سواے چڑیون کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہ ہے کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت ہوگی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجاست خفیفہ ہیں ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہے کہ اور درندے جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہے اور عموم بلوے کے سبب سے بھی کہ راہین اس سے پر رہتی ہین برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوکھ جاتی ہے کذا فی الزیلعی وطہرہما محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد خلیفہ کے ساتھ رے مین داخل ہوئے اور تکلیف اور مشقت لوگونکی دیکھی کہ راہین اور سرائین اس سے پر ہین تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کرکے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من

نجاسۃ بینظہر نجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہے یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہوگی ثم متی اطلقوا النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کیدو کم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہے اس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسکی چوتھائی سے کم ہونے کے معافی پر فتوی ہے حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہے نجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے اور شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول اور چنانچہ بیٹ غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہے اور اسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے حلبی نے کہا کہ طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ودم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونیکا ہے وبول انتضح کرؤس ابر الاصعاف ہے پیشاب چھینٹین ہو کر لگا سوئیون کے سرون کی مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کی نوک کی برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر اور اسیطرح ہر سوزن کی مانند سوئی کی دوسری طرف ہے جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہو جاوین پانی لگجانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنے اس سے بچاؤ دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد جوہرۃ لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت سے نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہو جاے یا پانی ہلجاے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے نقل کیا باوجود اسکے اگر

کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گریگی تو ناپاک ہوگا کذا فی الحلبی و فی القنیۃ لو انتضح البول و البسط و زاد علی قدر الدرہم ینبغی ان یکون کالدہن النجس
انتہی البسوط اور قنیہ مین ہے کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کی مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک تیل کے مانند مانع نماز ہون جبکہ
وہ پھیل جاتے ہیں اسی صورت مین ہے جب گرنے کے وقت کپڑے پر نمودار ہو جیسا کہ قہستانی مین ہے کرمانی سے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وطین شارع
و بخار نجس و غبار سرقین و محل کلاب و انتضاح غسالۃ لا تظہر مواقع قطرہا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع عام یعنی بڑے رستے کی
اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا غبار اور کتون کے مقام اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ انکے قطرات کے مقامات نمودار نہین برتن مین یہ سب معاف ہین
یعنی ضرورت کی وجہ سے ہم اصح قول یہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اسکا غسالہ ناپاک نہین ہے مگر محمد نے جو نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالبا میت کا
بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اسکو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہے لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک
نہین ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ماء ولو ملحا و کذا
حتی علی المختار و نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ و لو اقل لا کمنیتہ فی المجاسۃ لفظ سہو لکن قدمنا ان العبرۃ للاکثر اور جو پانی
کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا تو ناپاک ہے وہ ناپاک ہے بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اس سے گذر گیا
تو وہ ناپاک نہین جیسا کہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہتا جاتا ہو تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن
ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر نجاست کا اعتبار ہے یعنے جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ہم ورود عام ہے جریان اور سختگی سے اور یہان حکم بھی عام ہے
تو بہتر یہ تھا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا یا پانی گذرنا نجاست پر اسطرح ہے کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالہ کے پاس نجاست
پڑی ہو بحر الرائق مین ہے کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا ناپاک نہین ہوتا جبتک نجاست پاک مین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی
بعکسہ ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ اذا کان التنجس ما لم ینفصل فلیحفظ جیسے اسکے
عکس مین ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز اسکو ملی اور نکلی
نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک پانی ہو جاوے نجاست کی اول ملاقات ہی لیکن یہ
قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغارے مین ہو اور پانی اسپر ڈالا جاوے یا پانی تغارے مین ہو اور ناپاک کپڑا اسمین ڈالا جاوے ہم
حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہوا اور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہے کہ کپڑے تغارے مین رکھے بدون پانی
کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تغارے مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے خلاف نہو اسواسطے کہ انکے نزدیک پانی مین ناپاک
کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہے انتہی مختصرا الا ان یکون نجسا رماد قذر و الا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکھ
چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہے ولا ملح کان حمارا
او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأۃ لانقلاب العین بہ یفتی اور نہ وہ
گندگی ناپاک ہے جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بنگئی بسبب بدل جانے اسکی ذات کے اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنے
گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہے کہ انکی حقیقت بدل گئی اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت
نجاسۃ محلا منہ ونسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار اور اس کپڑے یا بدن کا دھونا جسکے ایک مکان پر نجاست
لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہے اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہے ہم یہ دہر بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدلا ہے

کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہے اور اسبیجابی نے اُنکی پیروی کرکے دھونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی ثم ظہر انہا فی طرف اخر ہل یعید فی الخلاصۃ
نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوٰۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جو بالکل نہین دھویا تو دھو کا اعادہ
کرے یا نکرے خلاصہ مین ہے کہ ہان دھووے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اُسنے نجاست کو دیکھا ہو یہ غفلت ہے شارح سے صاحب
نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ مغایر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے ظہیریہ مین یون ہے کہ نماز پڑھنے والے نے
اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہے تو امام کی روایات مختلف سے قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اُسمین نماز کا جسمین وہ مشغول ہے
کذا فی الحلبی کما لو بال حمر خصہا بالتغلیظ بولہا اتفاقا علی حنطۃ تدوسہا فقسم وغسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل او بیع کما مر
چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ ماندتے ہین یعنی روندکر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے سے دھوئے
گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے
پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہے حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے کہ باقی گیہون پاک
ہوجاتے ہین اور اسیطرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنی ہوسکتا ہے کہ جسقدر گیہون بعد تصرف
کے باقی رہے ناپاک گیہون انہین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوئے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناپاک گیہون انہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے
ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست دھوجانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما
عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسیطرح خشکی کے
بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہے اُسکے اُکھاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنے عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل ہوجانے سے اگرچہ
زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی
غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر سے خواہ آب بستہ سے خواہ تغاری مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی
یقل لفسلہ لیعم نحو الدلک والفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل ہے یعنی طہر فقط دھونے پر منحصر نہین
بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہے ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء
حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جسکا زوال دشوار ہے اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو
مسلمان پر تکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکے مانند اور چیز کی طرف ہم مانند اسکے وہ برتن ہے جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنی دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بمتنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہے
وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھوڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہے نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ
یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہے اُسکا دھونا یہان تک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی
لا یدبغ بہ جلد ولا یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا طاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر

طہارت ہے کیونکہ عین نجاست ہے یہان تک کہ اس سے چمڑے کو دباغت نکیجیے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہ اسکا چراغ مین جلانا چاہیے وَیَطْہُرُ مَحَلُّ غَیْرِہَا اَیْ غَیْرِ مَرْئِیَّۃٍ
بِغَلَبَۃِ ظَنِّ غَاسِلٍ لَوْ مُکَلَّفًا وَاِلَّا فَمُسْتَعْمِلٍ طَہَارَۃَ مَحَلِّہَا بِلَا عَدَدٍ بِہٖ یُفْتٰی اور جو نجاست نمودار نہین اسکا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب
اسکے محل کے پاک ہوجانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا مکلف
یعنے عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون تو اسکے استعمال کرنے والے کا ظن غالب کا اعتبار ہے ہم دھونے کی حالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان
غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَقُدِّرَ
ذٰلِکَ لِمُوَسْوِسٍ بِغَسْلٍ وَعَصْرٍ ثَلٰثًا اَوْ سَبْعًا فِیْمَا یَنْعَصِرُ مُبَالِغًا بِحَیْثُ لَا یَقْطُرُ اور یہ دھونا وسواسی کے حق مین اندازہ کیا گیا ہے ساتھ دھونے اور نچوڑنے کے
تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچڑ سکتی ہے بحالت مبالغہ اس طرح کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اوہام سے حاصل نہین لہذا اسکے
حق مین یہ اندازہ شرع مین مقرر ہوا فقہاے عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاے بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب سراج نے دونون قولون مین توفیق دی
کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب نہین مستحب ہے تا اختلاف شافعی کا نہو اور اشتراط العصر علی العموم یعنی
کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحر الرائق مین حلوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح ہے جلانا اور چھیلنا
اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اسکے اجزا مین گھس گئی تو جلایا جاے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل
ڈالا جاے اور اگر پرانی کا ہے تو دھویا جاے اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہے اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھ ڈالا جاے اور اگر چکنا نہین کھردرا ہے تو دھویا جاے اور
ذخیرہ مین ہے کہ اگر بدن مین نجاست لگی تو تین بار پے درپے دھویا جاے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے درپے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ کَانَ لَوْ عُصِرَ
غَیْرُہٗ قَطَرَ طَہُرَ بِالنِّسْبَۃِ اِلَیْہِ دُوْنَ ذٰلِکَ الْغَیْرِ اور اگر یہ حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہوگیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر
شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شخص مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا وَلَوْ لَمْ یُبَالِغْ لِرِقَّتِہٖ ھَلْ یَطْہُرُ الْاَظْہَرُ نَعَمْ لِلضَّرُوْرَۃِ
اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا کپڑے کے باریک ہونیکی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان مین
عدم طہارت کو پسند کیا ہے وَقُدِّرَ بِتَثْلِیْثِ جَفَافٍ اَیْ اِنْقِطَاعِ تَقَاطُرٍ فِیْ غَیْرِہٖ اَیْ غَیْرِ مُنْعَصِرٍ مِمَّا یَتَشَرَّبُ النَّجَاسَۃَ وَاِلَّا فَبِقَلْعِہَا کَمَا مَرَّ
اور ٹھہرایا گیا ہے دھونے مین تین بار کا خشک ہونا یعنے تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر مین یعنے جو چیز نچڑ نہین سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو سوکھ سکتی ہے اور
اگر سوکھ نہین سکتی تو ازالہ نجاست سے پاک ہوجاتی ہے یعنے اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وَھٰذَا کُلُّہٗ اِذَا غُسِلَ فِیْ اِجَّانَۃٍ اَمَّا لَوْ
غُسِلَ فِیْ غَدِیْرٍ اَوْ صُبَّ عَلَیْہِ مَاءٌ کَثِیْرٌ اَوْ جَرٰی عَلَیْہِ الْمَاءُ طَہُرَ مُطْلَقًا بِلَا شَرْطِ عَصْرٍ وَتَجْفِیْفٍ وَتَکْرَارِ غَمْسٍ ھُوَ الْمُخْتَارُ اور یہ سب یعنی تین بار
دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیزون مین اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر مین اسوقت ہے جبکہ دھویا جاے برتن اور طغاری مین لیکن اگر جوہڑ اور تالاب
مین دھویا جاے یا اسپر پانی بہت سا ڈالا جاے یا اسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہوجاتا ہے مطلقًا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار
اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا بقدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے
کذا فی الطحطاوی عن المحیط وَیَطْہُرُ لَبَنٌ وَعَسَلٌ وَدِبْسٌ وَدُہْنٌ یُغْلٰی ثَلٰثًا اور پاک ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے
ان چیزون کے پاک کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا نجس حصہ پانی اسمین ڈالکر جوش دے کہ پانی جل جاے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر
طَبْخُ لَحْمٍ طُبِخَ بِخَمْرٍ فَیُغْلٰی وَیُبَرَّدُ ثَلٰثًا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور خشک کرنا ہے یہ قول ہے ابو یوسف
اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وَکَذَا دَجَاجَۃٌ مُلْقَاۃٌ حَالَۃَ غَلْیٍ لِلنَّتْفِ قَبْلَ شَقِّہَا فَتْح اور اسیطرح پاک ہوتی ہے تین بار

دھونے و خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہو گی ابو یوسف کے
نزدیک پاک ہی چنانچہ فتح القدیر میں ہی تو بہتر یہ ہی کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اُسکے پیٹ کی آلائش نکالڈالی و محل فریح میں جو خون لگا ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وَ
فی التجنیس حنطۃ طُبِخَتْ فی خمرٍ لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس میں ہی کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہی م یہ امام کا
قول ہی اور ابو یوسف کے نزدیک کے بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہی وَلَو انتفخت من بولٍ نُقِعَتْ وَجُفِّفَتْ ثَلٰثًا اور جو گیہون
پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جاے اور سکھایا جاوے ولو عُجِنَ خُبْزٌ بخمرٍ صُبَّ فیہ خَلٌّ حتّٰی یذھب اثرھا فیطھر
اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اُسمین سرکہ ڈالا جاے یہان تک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی
بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکرے ٹکرے کرکے اُسمین ڈالی جاے **فروع** چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جاے گوشت کے شوربے میں
نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جاے تو پاک ہو اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جاے کذا فی الطحطاوی

فصل

یہ فصل ہی استنجا کے احکام میں م ایک نسخہ میں فصل ہی تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجا ہی الاستنجاءُ ازالۃُ نجسٍ عن سبیلٍ
فلا یُسَنُّ من ریحٍ وحصاۃٍ ونومٍ وفصدٍ استنجا دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قُبُل یا دُبُر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے
اور فصد کے خون سے م اسواسطے کہ ریح اور پتھری اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قُبُل اور دُبُر سے نہیں جو اُسکا ازالہ مسنون ہو وھو سنۃٌ مؤکدۃٌ مطلقا
اور استنجا سنت مؤکدہ ہی ہر حال میں یعنی خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ بے وضو کرے یا جنب یا حائض وما
قیل من افتراضہ لنحو حیضٍ ومجاوزۃِ مخرجٍ فتسامحٌ اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے میں سو قول تحقیقی نہیں م حیض کے مانند
جنابت اور نفاس و ارکانہ اربعۃ شخصٌ مستنجی وشیءٌ مستنجی بہ کحجرٍ ونجسٌ خارجٌ من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارجٍ وان قام من موضعہ
علی المعتمد ومخرجٌ دبرٌ او قبلٌ اور ارکان استنجا کے چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہی جیسے پانی اور پتھر تیسرے نجاست
نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہی استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجاے اگرچہ وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اُٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہی
نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل بنحو حجرٍ منقٍ ھو کل طاھرٍ مزیلٍ بلا ضررٍ لیس متقوما ولا محترما استنجا سنت ہی پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنیوالی
ہی جسکی کچھ قیمت نہیں جیسا پتھر صاف کرنیوالا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہی اور دیوار اور زمین ہی اگرچہ مکان غیر مملوک ہی بدون کراہت
استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہی کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کر کے بیٹھے تاکہ جب بدن ڈھیلا ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہی کہ بعد استنجا اُٹھنے سے کپڑے سے موضع استنجا
پونچھ ڈالے اور کپڑون کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتھون کو دھووے کذا فی الطحطاوی لانّہ ھو المقصود فیختار الابلغ والاسلم
عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنیوالے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور نہایت سلامت رکھنے والی
ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقیّد باقبالٍ وادبارٍ شتاءً وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں م اقبال یہ کہ پیچھے کیطرف سے آگے ڈھیلا
لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہی یہ مسنون کہ مرد جاڑون میں پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا
اول کے مانند اور گرمی میں اُسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہی اور زیلعی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا
ولیس العدد ثلثا بمسنونٍ فیہ بل مستحبٌّ اور تین ڈھیلون کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہی م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ
ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلون کا ذکر جو بعض احادیث میں ہی بنا بر غالب عادت کے ہی یعنی غالبا اسقدر سے پاکی حاصل ہو لی
وتغسل بالماء الی ان یقع فی قلبہ انّہ طھر مالم یکن موسوسا فیقدّر بثلثٍ کما مرّ اور پانی سے دھونا یہان تک کہ استنجا کرنے والے کے دل میں گمان حاصل ہو

کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہوگیا یہ حد اُسکے حق مین ہی جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دھونا ٹھہرایا جاے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین گذرا
بعدہٗ ای الحجر بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دھونا ڈھیلون کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسی کے روبرو یعنے اس شخص کے روبرو جس سے جماع
ستنجی کو حرام ہی ھم عمدہ مرتبہ یہ ہی کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا پھر اسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما
مع ترکہ کما مرّ اور کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک کرے چنانچہ غسل کی سنتون سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے
کے واسطے اُسنے بدن کھولا تو گنہگار ہوگا یہ جاوید کا ھم بحر الرائق مین ہی کہ ایسی صورت مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام جاری
اکثر ایسا کرتے ہین لا لو کشف لاغتسال و تغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا ہگنے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح
وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہی سنۃ مطلقا بہ یفتی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا سنت ہی ہر زمانے مین اسی کا
فتوی ہی کذا فی السراج ھم یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہمارے زمانے مین سنت ہی صحابہ کرام کے وقت مین
مستحب تھا و یجب ای یفترض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہی محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز
کی مانع ہی یعنی اگر قدر درم سے زائد ہی مخرج عام ہی قبل ہو یا دبر و یعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط
شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست ماورائے موضع استنجا مین معتبر ہی اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر
وہ شرعا ساقط الاعتبار ہی اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو و لہذا اُس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہین ھم قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج
اسواسطے ممکن ہی کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ استنجا سنت ہی کذا فی الطحطاوی
وکرہ تحریما بعظم و طعام و روث یابس کعذرۃ یابسۃ و حجر استنجی بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور
خشک لید سے جیسے مکروہ ہی آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایک بار استنجا کیا گیا مگر اُسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین
استنجا کرنا مکروہ نہین و آجر و خزف و زجاج و شیء محترم کخرقۃ دیباج و یمین ولا عذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہی پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور
حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت مین کہ اُسکے بائین ہاتھ مین کچھ عذر نہین ھم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین کراہت موضع کا
ضرر ہی اور محترم چیز سے اُسکی تضییع کا محل ہی اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہی تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین
سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈھیلا لے اور اُسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اُسپر رگڑے بائین ہاتھ سے کذا فی البحر فلو مشلولۃ ولم یجد ماء جاریا
ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوے اور نہ اُس شخص کو جو اُسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے علم اور
اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جسے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا کمریض و مریضۃ لم یجد امن یحل جماعہ
اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہوگیا یعنی ڈھیلون سے بھی اور پانی سے بھی اُس بیمار مرد اور عورت کے مانند جنھون نے اُس شخص کو نپایا جسکا جماع
کرنا حلال ہی کہ اُسنے بھی استنجا مطلقا ساقط ہی یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو اُنسے استنجا کروا لے وفحم و علف
حیوان و حق غیر و بکل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون
اذن کے اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ
مع الکراہۃ لحصول الانقاع پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہی کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے صفائی کے ھم قہستانی
نظم سے منقول ہی یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نپاوے تو پتھر سے کرے پھر اگر اُسکو بھی نپاوے تو مٹھی بھر خاک سے ان تین چیزون کے سوا

استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے سور شفقری ہوا اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہو کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے
اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دھووے کہ دانے
چکنائی دور ہو کر کھُرڈرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر اسیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی
ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہو آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وَفِیْہِ نَظَرٌ لِمَا مَرَّ اَنَّہٗ مُنَقٍّ
لَا غَیْرُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ لَا یَکُوْنَ سُنَّۃً اِلَّا بِالنَّھْیِ عَنْہُ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہو خلل ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ استنجا سنت ہو نہ کچھ اور تو لازم یہ ہو کہ نہو آدمی قائم کرنیوالا سنت کا ممنوع چیز سے صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ نجاست کا ہو
اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہو غایۃ الامر یہ ہو کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہو اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ
غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کَمَا کُرِہَ تَحْرِیْمًا اِسْتِقْبَالُ قِبْلَۃٍ وَاسْتِدْبَارُھَا لِاَجْلِ بَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ
جیسے مکروہ تحریمی ہو قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنا یا ہگنے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہو اور یہ جو حدیث مین
وارد ہو کہ مشرق مغرب کیطرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو انکے حق مین ہو جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کیطرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کیطرف ہی
فَلَوْ لِلْاِسْتِنْجَاءِ لَمْ یُکْرَہْ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہو کیونکہ ترک ادب ہی
کذا فی الطحطاوی وَلَوْ فِیْ بُنْیَانٍ لِاِطْلَاقِ النَّھْیِ اور استقبال اور استدبار قبلہ مکروہ ہو اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہو بسبب مطلق ہونے
نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہو فَلَوْ جَلَسَ مُسْتَقْبِلًا لَھَا غَافِلًا ثُمَّ ذَکَرَ انْحَرَفَ نَدْبًا
لِحَدِیْثِ الطَّبَرِیِّ مَنْ جَلَسَ یَبُوْلُ قُبَالَۃَ الْقِبْلَۃِ فَذَکَرَھَا فَانْحَرَفَ عَنْھَا اِجْلَالًا لَھَا لَمْ یَقُمْ مِنْ مَجْلِسِہٖ حَتّٰی یُغْفَرَ لَہٗ سو اگر قبلہ کے سامنے
بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے پھر اسکو یاد پڑا سو پھرا
اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا اِنْ اَمْکَنَہٗ وَاِلَّا فَلَا بَأْسَ بِہٖ اگر ممکن ہو قبلہ کیطرف سے
پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وَکَذَا یُکْرَہُ ھٰذِہِ تَعُمُّ التَّحْرِیْمِیَّۃَ وَالتَّنْزِیْھِیَّۃَ لِلْمَرْأَۃِ اِمْسَاکُ صَغِیْرٍ لِبَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ نَحْوَ الْقِبْلَۃِ
اور اسیطرح عورت کو مکروہ ہو تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کیطرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی
دونون کو وَکَذَا مَدُّ رِجْلِہٖ اِلَیْھَا اور اسیطرح پاؤن پھیلانا قبلہ کیطرف مکروہ ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی وَاسْتِقْبَالُ شَمْسٍ وَقَمَرٍ لَھُمَا
اَیْ لِاَجْلِ بَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ اور مکروہ ہو سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے وَکَذَا بَوْلٌ وَغَائِطٌ فِیْ مَاءٍ وَلَوْ جَارِیًا فِی الْاَصَحِّ وَفِی الْبَحْرِ اَنَّھَا فِی الرَّاکِدِ
تَحْرِیْمِیَّۃٌ وَفِی الْجَارِیْ تَنْزِیْھِیَّۃٌ اور مکروہ ہو بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہو کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہی
اور آب رواں مین کراہت تنزیہی ہی ہم طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو وَعَلٰی طَرَفِ نَہْرٍ اَوْ بِئْرٍ اَوْ حَوْضٍ
اَوْ عَیْنٍ اَوْ تَحْتَ شَجَرَۃٍ مُثْمِرَۃٍ اَوْ فِیْ زَرْعٍ اَوْ فِیْ ظِلٍّ یُنْتَفَعُ بِالْجُلُوْسِ فِیْہِ اور مکروہ ہو بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلدار
درخت کے نیچے یا کھیت مین یا اُس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اسمین بیٹھکر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہو کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہو کذا فی
الطحطاوی انتفاع بالجلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اسکے نیچے بول و براز مکروہ نہین وَبِجَنْبِ مَسْجِدٍ وَمُصَلّٰی عِیْدٍ وَفِیْ
مَقَابِرَ وَبَیْنَ دَوَابَّ وَفِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اور مکروہ ہو مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین
قبرستان مین وجہ کراہت یہ ہو کہ میت کو تکلیف ہوتی ہو جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہو اور ظاہر اسکی کراہت تحریمی ہو اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوئی ہوا سمین چلنا حرام ہی تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مھب ریح وحجر فارۃ او حیۃ او نملۃ وثقب اور ہوا چلنے کے مکان مین
اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وفی موضع یعبر علیہ احد او یقعد علیہ وجنب طریق او قافلۃ او خیمۃ دفی
اسفل الارض الی اعلاھا عینی مین اتنا زیادہ لکھا ہی اور مکروہ ہی اس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین
پر بیٹھکر بلند زمین کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہی یعنی عود نجاست کی وجہ سے والتکلم علیہما اور مکروہ ہی بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر
ناخوش ہوتا ہی اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت
شرمگاہ اور بول براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور چپ رہے بہت نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کیطرف سر نہ اٹھاے
اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہی اور درد جگر حادث ہوتا ہی چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہی اور مستحب ہی کہ نماز کی کپڑون کو وہان نہ لیجاے
اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نجاے اور وہان داخل ہوتے کہے اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث
واعوذبک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور مکروہ ہی وہان مع انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قران لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان پانون
اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پانون کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد للہ الذی
رفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او مجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہی پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا کپڑون سے
برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہی اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب
کیا گھٹنے کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ھو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ
یا مکروہ ہی پیشاب کرنا اس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہی یا اسمین غسل کرتا ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ مین
اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر واجب یعنی فرض ہی
استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہی کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے
کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہی ہم استبرا عبارت ہی ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع الناس
اور استبرا مختلف ہوتا ہی لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنے کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہی کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکھارنے وغیرہ سے ومحل طہارۃ
المغسول تطھر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہی یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہوگیا اسکے علیحدہ
دھونیکی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سوا اسکے ویشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت مین
شرط ہی دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہرچند دھوتا ہی بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہی اور لوگ اس
شرط سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہی اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی استنجی
المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا با وضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے
استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا کیا تو وضو نہ ٹوٹا نام او مشی علی نجاسۃ ان ظھر عینہا تنجس والا لا سویا یا چلا نجاست
اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ واقع ہی
اور یہی بہتر ہی کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نھر فاصاب ثوبہ ان ظھر اثرھا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین
پھر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر جیسے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لف طاھر فی نجس مبتل بماء ان بحیث

الٰہی مین پناہ مانگتا ہون ناپاک شیطانون اور ناپاکیون سے اور تیری پناہ مانگتا ہون ناپاک نجس پلید شیطان مردود سے ۱۲
سب حمد ہی اس اللہ کو جسنے مجھے تکلیف دور کی اور مجھکو سلامتی عنایت کی ۱۲

لو عصر قطر تنجس والا لا پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر ہو کہ جو اسکو نچوڑیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو ولو لف فی مبتل بنحو بول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اُسکی تراوت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر تراوت یا اثر نمایان نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت فی خمر فرمیت فتخللت ان متفسخۃ تنجس والا لا چوہا نکلا شراب مین جو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پھٹا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین ہم تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین مل گئے تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزا منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وقع خمر فی خل ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ ولو کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک قطرہ مین مزہ ہوتا ہے لوجہ سے انقلاب عین [illegible] کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اسکا مزہ اور بو باقی نہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ فلم یدر ہل ماتت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحمل علی القمقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اسکا مرنا لوٹے مین محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اسکی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ وخلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی جامدا فالعسل او متلطخا فالدبس تین مشکین ہین گھی و شہد اور شیرہ خرما کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اسمین مردہ چوہا نکلا تو اوس مخالط تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھے پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا اگر چپچپا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنے اسلیے کہ دھوپ سے گھی پگھل جاتا ہے اور شہد جمتا ہے اور شیرہ خرما نرم ہو جاتا ہے یعمل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبخبر الحل فی ماء وطعام عمل کیا جاے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین ہم یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنی ایک متقی کہتا ہے کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ مین اسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کر کے اصل پر عمل کرنا چاہیے یتحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنی سوچے اور اٹکل دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین ہم جب سوچنے سے ایک پاک ٹھہرا تو اُسی مین نماز پڑھا کرے لفظ تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی واوان اکثرہا طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن لا نحو سمن ولبن حرام ہے کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا یعنی بخلاف سڑے گوشت کے فحلۃ ذبحت او کدت صلب بول کل بعد غسلہ وفی خثی لا جو نکلے سوکھی مینگنی بالیدین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو کھائے جاوین مراد اکل جو ان کبولہ وجرتہ کبلہ پیشاب جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسی ہی رس سے اور جیسا کہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ دردہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب او ماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے کہ باہم مخلوط ہوگئی اسی کا فتوی ہے یعنی پانی اور

تنی سے جوگارا بناکر اُسمین سے ایک بھی پاک ہو تو گارا پاک ہے ہم یہ قول ضعیف ہے بحرالرائق مین ہے کہ جب گارا بنا ناپاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے
دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضیخان اور فقیہ ابو اللیث کا اور خلاصہ مین جو طہارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہین ہے اسواسطے کہ اس سے
لازم آتا ہے کہ جن کھانون کا پانی یا مٹی نجس ہے وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سے اور شی ہوگئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ اُنکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی
حمام ونحوہ لا ینجس ما لم یعلم انہ غسالۃ نجس پیادہ پا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان مین جیسے غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جب تک یہ معلوم ہوجائے کہ جو پانی پانون مین لگا وہ نجاست
کا دھوون ہے ہم مراد یہ ہے کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دھوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینبغی اخذ الماء من الانبوبۃ الا بعد
الصاء والکف یانی لینا اُس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہے نہ چاہیے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہوجائیگا ہم شاید کہ ہاتھ مین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض
مین نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اُسمین گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلیٰ سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے
التبکیر الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علی الصباح حمام مین غسل کے واسطے جانا مروت کے خیال سے نہین ہے یعنی بے شرمی ہے اسواسطے کہ اسمین مقلوب
کنایہ کا اظہار ہے ہم مقلوب کنایہ نیک ہے بمعنی جماع یعنی لوگون کے سامنے حمام مین جا نا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجا مقلوب
کنایہ یقلوب کا ن کہتا اور وہ مقلوب نیاک ہے بمعنی جماع ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین ہم یعنے اُنکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہے
تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہے کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دیباج اھل فارس نجس
لجعلھم فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اُسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کے واسطے ہم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اسکو
ناپاک کہا اسیطرح جس انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے کہ کپڑون مین اصل حالت ہے
رأی فی ثوب غیرہ نجسا مانعا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہ وجب والا لا فالامر بالمعروف علی ھذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست
دیکھی جو وہ نماز کی مانع ہے یعنی درم سے زیادہ ہے اگر اسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن
غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے ہم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہین
اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہے کہ خود مرتکب ہوتا ہو اُس فعل کا
جو منہی عنہ سے عظم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا للماد ۃ
اولی ما یسأل العبد فی القبر الطھارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانے مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث
شریف مین وارد ہے کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے
کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد
بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے لم تخل عنھا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی
قدیمی ہے کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لا مثلہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت
محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے اجزا سے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے ہم یعنے چونکہ
ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان مین داخل نہین بلکہ اسکی شاخ ہے

باعتبار فعل کے اور باعتبار اُسکے حکم کے یعنی اُسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہی اسواسطے کہ ایمان عبارت ہی جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق
سے کذا فی الطحطاوی وَهِيَ لُغَةً الدُّعَاءُ فَنُقِلَتْ شَرْعًا اِلَى الْاَفْعَالِ الْمَعْلُوْمَةِ فَهُوَ الظَّاهِرُ لِوُجُوْدِهَا بِدُوْنِ الدُّعَاءِ فِي الْاُمِّيِّ وَالْاَخْرَسِ
اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہی پھر شرع مین منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہی بسبب موجود ہونے نماز کے
بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین ؎ شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہی منقول شرعی وہ ہی جسمین معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہی
کہ صلوۃ دعا مین حقیقت ہی افعال مخصوصہ کو صلوۃ اسواسطے کہا کہ اُنمین دعا بھی داخل ہی کذا فی الطحطاوی هِيَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ بِالْاِجْمَاعِ
نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہی ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام ؎ اجماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہی کسی امت کو یہ اجماع حاصل نہوا اور
عشا کی نماز بھی اسی اُمت کو خاص ہی کسی نے نہین پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہی
چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہی اور نماز مین اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہی چنانچہ جلال الدین سیوطی
نے اسموقع مین بیان کیا ہی اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی
شرح ہدایہ مین ہی کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اُنکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب
کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہی انتہی مختصرًا اور فرضیت
اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہی قرآن مجید کی کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنے اے مسلمانون قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فُرِضَتْ فِي الْاِسْرَاءِ
لَيْلَةَ السَّبْتِ سَابِعَ عَشَرَ رَمَضَانَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَةٍ وَنِصْفٍ وَكَانَتْ قَبْلَهُ صَلٰوتَيْنِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا شُمُنِّيٌّ نماز فرض ہوئی معراج
مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اُسکے
ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی ؎ یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین ذکر کیا سو ایک قول ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور
یہی لوگون مین مشہور ہی اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسکو ذکر کیا ہی وَاِنْ وَجَبَ ضَرْبُ ابْنِ عَشْرٍ عَلَيْهَا بِيَدٍ لَا بِخَشَبَةٍ لِحَدِيْثِ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ
بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ نماز فرض ہی عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہی دس برس والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے
نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور اُنکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہون ؎ ہرچند حدیث
مین مطلق ضرب مذکور ہی لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکافات کی جنایت مین وارد ہی اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اُسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی
ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اُسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجائے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے
قُلْتُ وَالصَّوْمُ كَالصَّلٰوةِ عَلَى الصَّحِيْحِ كَمَا فِي صَوْمِ الْقُهُسْتَانِيِّ مَعْزِيًّا لِلزَّاهِدِيِّ وَفِي حَظْرِ الْاِخْتِيَارِ اَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَ
يُنْهٰى عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ لِيَأْلَفَ الْخَيْرَ وَيَتْرُكَ الشَّرَّ مین کہتا ہون اور روزہ نماز کے مانند ہی حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی
کتاب الصوم مین زاہدی سے منقول ہی اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہی کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے
تاکہ اُسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے ؎ مراد یہ ہی کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب
کی کچھ خصوصیت نہین وَيَكْفُرُ جَاحِدُهَا لِثُبُوْتِهَا بِدَلِيْلٍ قَطْعِيٍّ اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہی بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن
واحادیث اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہی جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہی کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہی وَتَارِكُهَا عَمْدًا مَجَانَةً اَيْ تَكَاسُلًا

فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوٰۃ واحدۃ حدًا وقیل کفرًا اور نماز کا قصدًا چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاے یہان تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض یعنے امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوٰۃ مارا جاے یہان تک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوٰۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ہم اسیطرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہے اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مقرر تارک الصلوٰۃ مثل کافر اصل لازم القتل ہے مگر کسیکے نزدیک وہ کافر نہین سوائے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلھا بشروط اربعۃ ان یصلی فی الوقت مع جماعۃ موتمًا متمًّا اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہے لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اسمین نفل کا احتمال ہے باعتقاد وفرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت منفرد ہی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ اسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت اوسجد للتلاوۃ او زکی السائمۃ صار مسلمًا اور اسیطرح اگر اسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوٰۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت او منفردًا او اماما او افسدھا او فعل بقیۃ العبادات لانھا لا تختص بشریعتنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین ہم باقی عبادات چنانچہ زکوٰۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قران کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہیے کذا فی النہر ونظمھا صاحب النھر فقال ؎ وکافر فی الوقت صلی باقتداء متممًا صلوٰتہ لا مفسدًا او اذن ایضًا معلنًا اولی بسوائم کان سجد تلی فمسلم لا بالصلوٰۃ منفردًا ولا الزکوٰۃ والصیام والحج ذا اور خصوصیات مذکورۂ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہے اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرندے جانورون کی زکوٰۃ ادا کی مانند سجدۂ تلاوت کرنے کے پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوٰۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وھی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیھا اصلًا ای بالنفس کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانھا انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اسمین نیابت نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہے فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہے یعنی مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہے اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقًا جائز نہ ہوئی وھو نعمۃ قدرتہ بین النھی سببھا ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب اور پے ہونا ہے احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا آنا ہم سبب

عبارت ہے مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ میں تواتر نعمات ہے پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ
کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا تمام پھر سبب ظاہری وقت ہے اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی
ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر
وقت سبب ہے یعنی اسکا پہلا جز سبب ہے اگر اسکے ساتھ ادائے نماز متصل ہوا اور اگر جزاول میں نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جز سے ادائے نماز کا اتصال ہوگا وہی جز
سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہ ہوئی تو وقت کا پچھلا جز سبب ہوگا ام خلاصہ مقام یہ ہے کہ جو نماز میں سستی کرے تو جزاول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر
سے مثلاً گنہگار ہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جز ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہے کذا فی الطحطاوی ولو ناقصاً حتی تجب
علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہے اگرچہ
ناقص ہو جیسے عصر میں دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ وہ دونوں ہوش میں آگئے پچھلے جز میں اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر
کہ دونوں پاک ہو گئیں اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہو گیا اور مرتد پر کہ جز اخیر میں مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت میں نماز پڑھی ہو ام جز اخیر سے مراد وہ جز ہے
جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جس میں اللہ اکبر کہنا نہ ہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہے تو اسپر وقت
کی نماز اسپر واجب ہوگی ورنہ نہیں تو نہیں اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر میں مثلاً اسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ
معاذ اللہ مرتد ہو گیا پھر ظہر کے آخر وقت میں اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہو گئی کذا فی الطحطاوی مختصراً وبعد خروجہ
یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے
مضاف ہوتا ہے سبب جمیع وقت کیطرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال یہی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا
کامل وقت میں نہ ناقص میں یہی قول صحیح ہے ام تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر میں غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ
وہ ناقص وقت ہے وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لاخلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے
دونوں طرفوں میں یعنے اسکے اول اور آخر میں خلاف نہیں اتفاق ہے امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ام اور یہ جو بعضوں نے اول فجر میں اختلاف کیا ہے کہ اول صبح ہے
یا انتشار اسکا اور آخر وقت قدر سے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہے یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد
کے نہیں کذا فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے
پہلے ہے واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر شب معراج میں ۵۰ نمازیں فرض ہوئیں پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ پانچ ٹھہر گئیں پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہیں بدلتی تمکو پانچ وقت
کی نمازوں میں ۵۰ وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وقدم محمد الظہر لانہ اولیٰ ظہوراً وبیاناً
اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر میں ظہر کو اول مذکور کیا ہے اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ام
یہ قول مبنی ہے اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمیں دو روایتیں ہیں
مشہور تر یہی روایت ہے کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء اور پوشیدہ نہیں موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نکی شب معراج کی صبح کو ام یہ جواب ہے سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب ہوگئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہی کہ طریقۂ ادا نماز کا معلوم نتھا اور بدون اُسکے
ادا کرنا واجب نہین اور یہ سوال وارد ہوتا ہی مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھ
استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب مین اسلام لایا اور شرائع کو اسنے مجملاً معلوم کیا تو اُسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی
ثُمَّ هَلْ كَانَ قَبْلَ الْبَعْثَةِ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعٍ أَحَدٍ الْمُخْتَارُ عِنْدَنَا لَا بَلْ كَانَ يَعْمَلُ بِمَا ظَهَرَ لَهُ مِنْ كَشْفٍ صَادِقٍ مِنْ شَرِيعَةِ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرِهِ
پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی
کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اُسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے
وَصَحَّ تَعَبُّدُهُ فِي حِرَاءٍ بحر اور صحیح ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہی کذا فی البحر ہم ابن اسحٰق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوٰة
والسلام ہر سال ایک مہینے حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
مِنْ أَوَّلِ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُنْتَشِرُ الْمُسْتَطِيرُ لَا الْمُسْتَطِيلُ نماز فجر کا وقت ہی ابتداء طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنے
فجر ثانی سفیدی ہی پھیلی کنارۂ آسمان مین عریض اور چوڑی یعنی ہم فجر دو قسم ہی اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہی جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بھیڑیے کی دُم وہ
سفیدی مشکل ستون کے ہوتی ہی پھر سیاہی وہان ہوجاتی ہی لہذا اُسکو صبح کاذب کہتے ہین اُسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہی اور صائم کو سحر کھانا درست ہی صبح کی نماز اُسوقت
جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر یعنے داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہی دمبدم اُسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہی اُسکو
صبح صادق بولتے ہین وہی وقت ہی ابتداء نماز فجر کا اُسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہین إِلَى قُبَيْلِ طُلُوعِ ذُكَاءَ بِالضَّمِّ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ اِسْمُ الشَّمْسِ
نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہی آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہی ہم چونکہ
حدیث امامت جبرئیل موافقت نماز مین اصل ہی اور مشہور لہذا اُسکا ذکر کرنا جیسا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہی اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے
کہ اُس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی از انجملہ ابن عباسؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور
انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسیٰ اشعری اور براء بن عازب اور جابر بن رضی اللہ عنہم سوا ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے
روایت کیا اُسنے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت
کہ سایۂ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کے مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا
وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسی چیز کے
برابر ہوگیا کل کے عصر کے وقت پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے دوچند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر
صبح پڑھی جبکہ زمین روشن ہوگئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد یہ وقت ہی تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہی ما بین ان دونون
وقتون کے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی
کذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ للعینی وَوَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِهِ أَيْ مَيْلِ ذُكَاءَ عَنْ كَبِدِ السَّمَاءِ إِلَى بُلُوغِ الظِّلِّ مِثْلَيْهِ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے
یعنے آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دوچند پہونچنے تک ہم ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہی امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہی یعنی دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت مین بدائع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایہ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول صحیح ہی اور محبوبی نے
اسی کو اختیار کیا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعۃ نے اسکو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ اصحاب متون نے اسکو

پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحاوی عن البحر وعنہ مثلہ وھو قولھما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وھو الماخوذ بہ وفی البرھان وھو الاظھر لبیان جبریل وھو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی

اور امام سے ایک مثل کی روایت ہے یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہوگیا ظہر کا وقت آخر ہوگیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار مین ہے کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنے اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل ہی باب موقیت مین نص صریح ہے اور فیض مین ہے اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسی کا فتوی ہے اھ بحر الرائق مین ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحاوی سوی فیء یکون للاشیاء قبیل الزوال سواء اُس سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا اھ یعنے ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اُسی سایہ کو فیء بروزن شیء اور سایہ اصلی کہتے ہین طحاوی نے کہا فی الزوال کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کا اعتبار کیجئے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جائے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنے اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہوتا ہے ویختلف باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے اھ یعنے سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما مین چھوٹا اور جو ملک معتدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہین وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کے مانند ہے وہان سایۂ اصلی ایک دن بالکل منعدم ہوتا ہے یعنے جبکہ آفتاب نقطہ سرطان مین داخل ہو اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہے وہان کا سایۂ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وھی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابھامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اُسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کیطرف سے اھ یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اسمین یون ہے کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین اُنمین صحیح تر یہ ہے یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین چاشت کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادہ اور نقصان سے تو یہ وقت ہی ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایۂ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لنبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور مجتبی مین ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو جبکہ آفتاب ابرو کے راست پر آیا ڈھل گیا کذا فی الطحاوی بتصرف علمی مین یون ہے کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی ھم یمین اور یسار کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج الوہاج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایۂ مثلین سے ہے آفتاب کے ڈوبنے تک

لحظہ بھر پہلے طحاوی نے کہا یہی قول معتمد ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہے فلو غربت ثم عادت ھل یعود الوقت الظاہر نعم
سو اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہیں جواب ظاہر یہ ہے کہ ہاں وقت پھر اویگا ہم یہ بحث ذکر کرتے ہیں بدلیل حدیث
ردشمس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰؓ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ الٰہی علیؓ تیرے
اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ اُنہون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ خیبر میں ہوا تھا اسکو
طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت کیا ہے اور جسنے اسکو موضوع
کہا چنانچہ ابن جوزی نے اُسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کذا فی الطحاوی وھی الوسطی علی المذھب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے
بنا بر مذہب صحیح کے کہ قرآن مجید میں فرمایا (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ) یعنے محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی
افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین پر بیس قول ہین جو وہبانیہ اور اسکی شرح مین مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہے جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم ووقت المغرب
منہ الی غروب الشفق وھو الحمرۃ عندھما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہا فکان ھو المذھب اور مغرب کا
وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہے شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے صاحبین کے نزدیک اور یہی
کہا ہے تینون اماموں نے اُس قول کیطرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہریگا امام اعظم کے
نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہؓ کا اور ایک روایت ہے ابن عباسؓ اور
ابوہریرہؓ سے اور یہی مذہب ہے عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابوداؤد مین حدیث ہے
کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاے ابن حبان نے اسکو اپنے صحیح مین روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور نسائی
اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا
کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اسوا سطے کہ امام
کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہے کہ افق غائب ہو جاے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ
آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح ہے
انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا
یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اس مسئلہ مین سراج مین ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور مجتبی وغیرہ مین ہے کہ
یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہے نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد جائز نہین لہذا امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہین مگر بسبب ضعیف دلیل کے
بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چارون اُمور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب مین
ہو چنانچہ اس مسئلہ مین لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل علی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے
عمل کرے اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد نہین تو اصح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین تصحیح کی ہے اور دوسرا جواب
یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل بیجا ہے از انجملہ صاحب ہدایہ ہے اُسنے تجنیس مین کہا کہ میرے
نزدیک واجب ہے کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاے کذا فی الطحاوی ملخصاً ووقت العشاء والوتر الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق
سے صبح تک ہے ولکن لا یصح ان یقدم علیھا الوتر الا ناسیا لوجوب الترتیب لانھا فرض عندہ لا دلیل لیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھول کر بسبب

واجب ہونے ترتیب کے واسطے کہ عشا اور وتر دونوں فرض ہیں امام کے نزدیک م لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات و فاقد وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن سو اسطے کہ بلغار میں فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما میں م قاموس میں ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالبہ نہایت جانب شمال کے شدید البرد اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال میں وہاں عشا کا وقت نہیں ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح میں مذکور ہی یعنے اول صیف میں جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان میں تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت میں اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما اور نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف ان دونوں کا یعنی اسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرلے ان دونوں نمازوں کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر ہوتی تھی اسیقدر مدت کے بعد دونوں کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا نہ ہونے کے سبب سے اسیکا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے م قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہیں جسکا وقت ہو اور فوت ہوجاے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہیں واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکی پیروی کی بیچ الغاز میں سو اسکی تصحیح کی ہی تو مصنف نے اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن میں داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا م شارح نے یہیں تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح میں اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما اور بعضوں نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نہ پانے والا مکلف ان دونوں نمازوں کا نہیں انکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہی اور انتفا سبب مستلزم ہی انتفا مسبب کو وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر میں وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسی کا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور انکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے م مجتبی میں ہی کہ برہان الائمہ کے وقت میں استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر میں عشا کا وقت نہیں پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہیں تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب نہیں اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسیکا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم میں سیف السنۃ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو انھوں نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو انکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا انکے پاس خوارزم میں کہ مجمع میں انسے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق میں جو پانچ فرضوں میں سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہیں تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کاٹے گئے اسکے وضو میں کتنے فرض ہیں سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہیں بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسیطرح پانچویں نماز بھی فرض نہیں اسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ میں انکے موافق ہوگئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی وقواہ الشیخ المحقق ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمیں بہت گفتگو کی ہی اور نہیں مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہی م خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض میں اور عدم سبب جعلی میں جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمس جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی اور اسیطرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہریگا

فرمایا ہو دن ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنون کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن
کہ سال کے برابر ہو اُسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہین اُسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہی تو اُسدن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز
واجب ہوتی مثل یا مثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب حلبی یہ ہو کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اُسیطرح وجوب کے واسطے
اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہین کہ بدون اُنکے وجوب نہین پایا جاتا ہو تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام ہے اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہو تو مسلم ہو اور تمکو مفید نہین
اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقاً مراد ہو تو باطل ہو اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اُسپر اُسدن فقط چار نمازین واجب
ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہو تو اُسپر غیر کو قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعدہ
حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلا قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما
فیہما فقد فقد الامران مین کہتا ہون کہ کمال الدین کو مساعدت نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہونے
زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہو نہ زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا
اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہو اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہو کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کے برابر ہو
بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بعد مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہو ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہو تو چوبیس چوبیس ساعت
یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہو تو اُسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا
اور بمنزلہ یوم دجال کے ہو گیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہو مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی شرق ہو اور محکم
بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ جاڑا ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہو اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دو بار
کھاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعضے اور بلاد مین ہمیشہ
اندھیرا رہتا ہو وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم
بہ ھو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد "۱" اور مرد کو مستحب ہو شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین
یہی قول مختار ہو اسطرح پر کہ یہ آیت کو ادائے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا
ظاہر ہو مع فساد کی صورت ہو کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم وقول ضعیف
یہ ہو کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہو کم بحر الرائق مین ہو لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا لحاج
بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمراۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین نماز افضل ہو جیسے عورت کو
مطلقاً خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیری مین نماز بہتر ہو اسواسطے کہ بنا حال نسوان پردہ داری پر ہو سو وہ اندھیرے مین حاصل ہو وفی غیر الفجر الافضل
لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہو یعنی جب مردون کی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد مین
نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ
اور مستحب ہو دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقاً کی تفسیر یہ ہو کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا مع صیف کی قید مین اشارہ ہو کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہو اور تاخیر
کی حد یہ ہو کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین ہو کہ وقت مکروہ وہ ہو جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شئے کا مثلکے برابر ہوا تو اختلاف مین داخل ہوا

اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ شہر کی دیواروں کا سایہ انکی بلندی کی سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وممّا فی الجوھرۃ وغیرھا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور یہ کہ جو جوہرہ وغیرہ میں ہے مشروط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہیں انمین خلل ہے وجمعۃ کظھر اصلًا واستحبابًا فی الزمانین لانھا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل و استحباب کی راہ سے دونوں موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا هم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہے اور شاہ مین ہے کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین سو شاید اس مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سواحد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہے کذا فی الطحاوی و تاخیر عصر صیفًا وشتاءً توسعۃً للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجائش کے واسطے هم ابوداؤد مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر ما لم تتغیّر ذکاءٌ بان لا تحار العین فیھا فی الاصح تاخیر عصر کی تب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین هم مراد یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ شعاع دیوارون پر بدل جاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاے کذا فی الطحطاوی عن السراج و تاخیر عشاءٍ الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرھا بالشتاء امّا الصیف فیندب تعجیلھا اور مستحب ہے دیر کر کر پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑون کے ساتھ اور گرمیون مین تو جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخّرھا الی ما زاد علی المنصف کرہ لتقلیل الجماعۃ امّا الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات تک تو تاخیر مباح ہے هم نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو اور نامۂ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تا کہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حق تعالی نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ (نیکیاں برائیون کو دفع کرتی ہین) اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پہر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی و آخر العصر الی اصفرار ذکاءٍ اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیّر فمدّہ الیہ لا یکرہ پھر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین فآخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتھا کرہ التاخیر لا الفعل لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چھٹک جانے تک یعنی انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز اس وقت کا اسواسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریمًا الا بعذر کسفر وکون علی اکل تاخیر عشا از اندازہ نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین هم کراہت تحریمی تینون صورتون سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ مین اسکی تصریح کر دی و تاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو سو وقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہے والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سو گیا بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا هم ظاہر اغیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقًا تعجیل افضل ہی کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظھر شتاءٍ اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین هم شتا وہ زمانہ ہے جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتا وہ ہے جسمین دو چیزون کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمین دونون چیزون کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہے جسمین ایک ہی چیز کی حاجت ہو نہ دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن التاترخانیۃ عن البحر ... تخفیف ... ساتھ ... ملحق ہے اور
سوتم گرما کے ساتھ ... ہے صاحب بحر کی انقول مذہب کے مخالف ہے واسطے اسکے کہ الی سنۃ جمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف مین تعجیل
ظہر کی مستحب ہے اور انکا قول ... کا جو عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے دن مین یعنی
اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغرب مطلقا
اور جلدی پڑھنا مغرب کا جاڑے موسم سرما اور صیف مین مستحب ہے اور اطلاق سے مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو ... مستحب ہے اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی ...
وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سواے اور نمازون مین ابر کے دن
تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہے
کہ قبل از غروب پڑھا جاوے ... وھذا فی دیارہم لکثرۃ ... رعایۃ لاوقاتہا وجعل ... تعجیل عصر ... اور تاخیر انکے سواے کا ابر کے دن ان ملکون مین ہے
جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ اور انکے ... مین اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے
ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقا اور عشا کی تا ثلث لیل او تعجیل ظہر سرما اور تاخیر ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور
صاحب بحر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا وتاخیرا اور اذان کا حکم نماز کے مانند ہے تعجیل و تاخیر مین تفصیل سابق
کے موافق وکرہ تحریما وکل ما لا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو لا شکر قنیۃ مع شروق
اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اسوقت
مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا
اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارع غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہے خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ یا خطا ہو
فقیہ پر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جب تک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر
قدرت رکھتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہوا اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تغیر مصحح کی مناسب ہے چنانچہ
سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا
کما فی القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ مین ہے اور بعض سے یہان امام شافعی مراد ہین کذا فی الطحطاوی واستواء الا یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد
کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک
دوپہر کو مگر جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف کے قول مصحح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف کے قول
پر فتوی ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسط
صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اسکے ادا
ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث آپس مین متعارض ہین تو ساقط الادا ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ
نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اسی دن کی عصر جائز ہے یعنی کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے
یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہے یعنی عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے

وہ باطل ہوجاویگی وقت اولکے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہو کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے
عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس
حدیث مین اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہو تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کیطرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا
یہی حکم ہو تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم یعنی کراہت تحریمی کے
ساتھ منعقد ہوتی ہو نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنے تو اسکا قطع کرنا اور اسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہو م جسکا نماز نام ہو اگرچہ مجازاً
اسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہو فرض واجب نفل اول قسم عملی ہو اور قطعی تو فرض عملی وتر ہی اور فرض قطعی کفایہ ہو اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہی اور
فرض عین نماز پنجگانہ او جمعہ اور سجدہ صُلبیہ ہو اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہو یعنے جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہو یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے
فعل سے واجب کر لیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے
فاسد کر دیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا
اور غروب ہی اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز
کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو انھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو انھین وقتون مین
آیا اور سجدۂ تلاوت اُس آیت کا جو انھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ جمیع نمازین کراہت کے ساتھ تو انکو قطع کرنا اور کامل
وقت مین قضا کرنا واجب ہی مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سوا نفل اور واجب
لغیرہ کے کہ اسکا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہی تو اسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہی کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ
کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتأدی ناقصا
اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھ ملحق ہی چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی
اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ
فعلہما ای تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا فعل مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین م تحریمی کی
قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ اور تحفہ مین ہو کہ بہتر یہ ہو کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی
تاخیر نکرے م صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہو کذا فی الطحطاوی وصح مع الکراہۃ تطوع بدأ بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ
فیہا وقضاء تطوع بدأ بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہو کراہت کے ساتھ وہ نفل جسکو شروع کیا انھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو
ادا کیا انھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انھین مین کی اور اُس نفل کی قضا جسکو انھین اوقات مین شروع کیا پھر اسکو فاسد کر دیا وجہ صحت
نقصان وجوب ہو م وظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت مین چنانچہ
بحر الرائق مین ہو وفیہ عن البغیۃ الصلوۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قراءۃ القرآن کانہ لانہا من ارکان الصلوۃ فالاولی
ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق مین بغیہ سے منقول ہو کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہو قرآن کے پڑھنے سے
اور شاید کہ وہ اسواسطے ہو کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہو تو جو نماز کا رکن ہو اسکا ترک اولے ہو م بغیہ بالضم یا بالکسر بمعنی مطلوب ہی اور یہان کتاب کا
نام ہو جو حنفیہ کا مختصر کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کنذر و

وركعتي طواف وسجدتي سهو والذي شرع فيه ثم افسده ولو سنة الفجر بعد صلوة الفجر وصلوة عصر اوليه فجر
اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور ہر نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہو وہ بھی مکروہ ہے کہ وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو
چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتیں اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا ہو یا مستحب ہو مگر اس وقت میں اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو
یہ رد ہے اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر بعد طلوع کے ادا کرے
کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اس وقت میں مکروہ ہے اگرچہ قطع کرنے کے واسطے شروع کیا تھا اور شرع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی
نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہے کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل ہے بعد فجر کے ادا ہوئی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام
نہیں ہو سکتی صحیح تر قول میں کذا فی الطحاوی ثم المجموعة بعد ... نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھی ہو عرفات میں کذا فی النہر عن
القنیة لا يكره قضاء فائتة ولو وترا او سجدة تلاوة وصلوة جنازة مکروہ نہیں قضا فائتہ کی اگرچہ فائتہ وتر ہو یا سجدہ تلاوت کا اور
نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنته لشغل الوقت به تقديرا
اور اسی طرح مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اس وقت
یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت میں نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوائے سنت فجر کے کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم
کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی تو نہیں پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتیں اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مستحب یہ ہے کہ سنت فجر میں تخفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمر کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں قل یا ایها الکافرون اور قل هو اللہ پڑھتے تھے کذا فی العینی حتى لو نوى تطوعا كان سنة الفجر بلا تعيين نية
یہاں تک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے یہ مبنی ہے اس قول راجح پر کہ تعیین نیت
شرط نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحاوی وقبل صلوة مغرب لكراهة تاخيره الا يسيرا اور مکروہ ہے نفل اور واجب
لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں ہم قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اسوقت بلا کراہت جائز ہے اور
پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ فضیلت کا بیان ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ
پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرة او قيامه
لصعود المنبر ان لم يكن له حجرة للخطبة تم ... الى القيام لصلوة اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے
کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آویگا کہ خطبے دس ہیں خطبہ
جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید اضحی اور تین خطبہ حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتة فانها لا تكره
بخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقيده المصنف في الجمعة بواجبة الترتيب والا فيكره وبه يحصل التوفيق بين
کلامی النهاية والصدر اور مصنف نے فائتہ میں باب الجمعہ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اسکی قضا
خطبہ کے وقت مکروہ ہے اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونوں کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ
مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر
وكذا يكره تطوع عند اقامة صلوة مكتوبة اى اقامة امام مذهبه لحديث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة اور اسی طرح نفل مکروہ ہے

نماز فرض کی اقامت کے وقت کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے شارح کی عبارت سے کیونکہ مخالف مذہب کے اقامت میں نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے
یا معلوم نہ ہو اور بحر الرائق میں یوں ہے کہ یہ مراد ہے کہ معلوم ہو توافق کہ مکروہ نہیں اور یہ مستثنیٰ ہے اس نفل سے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم یخف
فوت الجماعۃ ... الا کہ اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہونے کا
خوف نہ ہو اگرچہ حصول اسکے ... سے فوت جماعت ... سنتوں کو ترک کرے ... یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع کے اور بعد
طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا ... صاحب بحر کے کلام پر اعتبار کیا ہے لیکن صاحب
نہر الفائق نے ... اپنا مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے کیونکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی
... یہ حیلہ کہ قضا سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہیں ... مقبول نہیں ہم از انجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت کو شروع
کرے ... تو اسپر ... واجب ہو گئی تو اسکی قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پھر فرض میں شروع کرے بدون قطع کے
پھر اسکی قضا کرے قبل طلوع کے ... شروع ... کا کرنا قطع کے واسطے ... ان حیلوں میں قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ
واجب وغیرہ کو فجر کے وقت میں ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسیطرح مکروہ ہے نفل وغیرہ
سوائے وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور ... سب مکروہ ہیں اور ضیق وقت سے وقت مستحب
مراد ہے کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یوں فرماتا کذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی
یعنی غیر وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت و قبل صلوۃ العیدین مطلقا اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں بھی
اور گھر میں بھی و بعدھا بمسجد لا ببیت فانہ ... اور بعد نماز عیدین کے مسجد میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح تر قول میں ہم یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر میں
نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی و بین صلوتی الجمع بعرفۃ
و مزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل ان دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ اور مزدلفہ میں ہم یعنی عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور مزدلفہ میں
مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کے وقت سوان دو دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدھما ... اور اسیطرح نفل مکروہ ہے ان
دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو بمجموعۃ بعرفۃ ہم ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازوں کی طرف راجع ہے فقط مزدلفہ کی نمازوں کی طرف بھی
اگرچہ کلام شارح اسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی و عند مدافعۃ الاخبثین او احدھما او الریح
اور مکروہ ہے نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت و وقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے
حاضر ہونے کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے
باز رکھے اور نماز کے خشوع و خضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسواں حصہ ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف و ثلثون وقتا تو یہ چند اوپر تیس وقت ہیں جنمیں نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر
اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دس خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نہ رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا اور اقامت کہنے
جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نہ کرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال یعنی یسرع یعنے سرعت کرے فلو ترسل لم یعدھا فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے اذان کے
مانند تو اسکا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول مین ھم لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان مین تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز
اور تکبیر مین تکرار شریف مین ثابت نہین ویزید قد قامت الصلوٰۃ بعد فلاحہا مرتین اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت الصلوٰۃ (نماز قائم ہوئی)
وعند الثلثۃ ھی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور
شخص اذان و اقامت مین قبلہ رخ ہوجاے ھم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کے سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال
قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ تنزیہی ہے ھم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو حسن کہا ہے صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا ترک
مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے
یعنے اسی لفظ کا اسکے محل مین اعادہ کرے مثلا حی علی الفلاح کو حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انھین دونون کلمون کا صحیح طور پر کردے تمام اذان کا اعادہ
ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نہ کرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنے سلام کا جواب نہ دے نہ اپنے دل مین
اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھکھارنا بھی کلام مین داخل ہے مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانفہ سو اگر اذان اور
اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت مین بلاوے سب نمازیون کو
بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو ھم تثویب یعنے اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے
ٹھہر جاے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا فی البحر
مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا
لوقت الندب اور موذن بیٹھ جاے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ھم جیسے صبح مین اسفار کا اور (روشنی ہونا)
ظہر صیف مین براد کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نہ چاہیے تو موذن
چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ھم بدلیل اس حدیث کے
کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے **فائدہ** فائدہ لطیفہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث
فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب
ثم فیہا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین عشا کی نماز مین دوشنبہ
کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون مین سواے مغرب کے پھر مغرب مین بھی دوبار سلام کہنا رائج ہوگیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ھم یہ
فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب
کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ سنہ ہجری مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور سیوطی کی اس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی
بدعت حسنہ وہ ہے جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یؤذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا بیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان
دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کہے
وکذا یسنان لاولی الفوائت لا لفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کے واسطے نہ ناقص نماز کے واسطے یعنی جسکا اعادہ

وقت مین وَيُخَيَّرُ فِيهِ لِلْبَاقِي لَوْ فِي مَجْلِسٍ وَفِعْلُهُ أَوْلَى وَيُقِيمُ لِلْكُلِّ اور آگے تو اذان اور اقامت مین مختار ہی قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک مجلس مین
اور اگر چند مجالس مین قضاؤن کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہی اور اقامت کہے سب نمازون قضا مین اسواسطے
کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی وَلَا يُسَنَّانِ ذَلِكَ فِيمَا تُصَلِّيهِ النِّسَاءُ
أَدَاءً وَقَضَاءً وَلَوْ جَمَاعَةً كَجَمَاعَةِ صِبْيَانٍ وَعَبِيدٍ اور یہ یعنے اذان اور اقامت مسنون نہین اُس نمازمین جسکو عورتین پڑھتی ہین ادا و قضا اگرچہ جماعت سے
پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین ہم اگر شارح بجاے وَلَوْ جَمَاعَةً کے وَلَوْ مُنْفَرِدَةً کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون
کی جماعت مشروع نہین ہی کذا فی الشامی وَلَا يُسَنَّانِ أَيْضًا لِظُهْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي مِصْرٍ اور یہی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن شہر کی نماز کے واسطے ظہر مین
ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہی مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانون مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین وَلَا فِيمَا يُقْضَى مِنَ الْفَوَائِتِ فِي مَسْجِدٍ لِأَنَّ فِيهِ
تَشْوِيشًا وَتَغْلِيطًا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اس نمازمین فوائت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط
اندازی ہی یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے وَيُكْرَهُ قَضَاؤُهَا فِيهِ لِأَنَّ التَّأْخِيرَ مَعْصِيَةٌ فَلَا يُظْهِرُهَا بَزَّازِيَّةٌ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہی
اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہی تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیہ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہی نہ منفرد مین اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہی مگر
تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہی خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے وَيَجُوزُ بِلَا كَرَاهَةٍ أَذَانُ صَبِيٍّ مُرَاهِقٍ وَعَبْدٍ اور بلا کراہت جائز ہی اذان
صغیر مراہق یعنے عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہی جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ سوا انکے اور شخص
اولی ہی تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی وَلَا يَحِلُّ إِلَّا بِإِذْنٍ كَأَجِيرٍ خَاصٍّ اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولی کے اذن سے خاص نوکر
کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین
وَأَعْمَى وَوَلَدِ زِنًا وَأَعْرَابِيٍّ اور جائز ہی اذان اندھے اور ولد الزنا اور دہقانی کی وَإِنَّمَا يَسْتَحِقُّ ثَوَابَ الْمُؤَذِّنِينَ إِذَا كَانَ عَالِمًا بِالسُّنَّةِ وَالْأَوْقَاتِ وَلَوْ غَيْرَ
مُحْتَسِبٍ بَحْرٌ اور اذان کہنے والا موذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر
محتسب ہو کذا فی البحر یعنے اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا وَلَوْ غَيْرَ مُحْتَسِبٍ یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب
بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہی وَيُكْرَهُ أَذَانُ جُنُبٍ وَإِقَامَتُهُ وَإِقَامَةُ مُحْدِثٍ لَا أَذَانُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ اور مکروہ ہی اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی
اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہر المکروہ تحریمی ہی اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہی کہ وہ لوگون کو
نماز کے لیے بلاتا ہی اور خود اُسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی وَأَذَانُ امْرَأَةٍ وَخُنْثَى وَفَاسِقٍ وَلَوْ عَالِمًا لَكِنَّهُ أَوْلَى بِإِمَامَةٍ وَأَذَانٍ مِنْ جَاهِلٍ تَقِيٍّ اور مکروہ ہی
اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہی جاہل پرہیزگار سے یعنے جہان سوائے اُس فاسق کے
دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وَسَكْرَانَ وَلَوْ بِمُبَاحٍ اور اذان مکروہ ہی متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو جیسا کہ خراسانی اجوائن سے كَمَعْتُوهٍ
وَصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ جیسے بیہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہی وَقَاعِدٍ إِلَّا إِذَا أَذَّنَ لِنَفْسِهِ اور مرد نشستہ کی اذان مکروہ ہی مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان
کہے تو مکروہ نہین وَرَاكِبٍ إِلَّا لِمُسَافِرٍ اور سوار کی اذان مکروہ ہی مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین وَيُعَادُ أَذَانُ جُنُبٍ نَدْبًا وَقِيلَ وُجُوبًا اور پھر کہی جاے
اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لَا إِقَامَتُهُ لِمَشْرُوعِيَّةِ تَكْرَارِهِ فِي الْجُمُعَةِ دُونَ تَكْرَارِهَا اور دوبارہ نکہی جاے اقامت
جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار
اذان درست ہی وَكَذَا يُعَادُ أَذَانُ امْرَأَةٍ وَمَجْنُونٍ وَمَعْتُوهٍ وَسَكْرَانَ وَصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ لَا إِقَامَتُهُمْ لِمَا مَرَّ اور اسیطرح اعادہ کیا جاے عورت

اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ انکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنے تکرار اذان شرعاً ثابت ہی نہ تکرار اقامت ویجب استقبالہما
لموت مؤذن وغشیتہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہی شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب
مرجانے موذن کے اذان کہنے مین اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے مین اور بسبب اسکے غش مین آجانے اور گونگا ہوجانے اور رک جانے اور بند ہوجانے اور حالانکہ
وہان کوئی بتانے والا نہین اور بسبب اسکے جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ ہم موذن اور مقیم کا پانچون صورتون مین یکسان حکم ہی شارح نے
فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہی شامی مین کہا کہ پچھلی صورت مین یعنے اثناء اذان واقامت مین بے وضو ہوجانے مین مؤذن اور
مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جاے کیونکہ جب ابتدا بے وضو پوری اذان کہ سکتا ہی تو ناقص کو بطریق اولی تمام کرسکتا ہی لکن علیٰ فی السراج
ینبدب لیکن سراج وہاج مین بلفظ یندب بیان کیا ہی یعنے کہا کہ پانچون صورتون مین شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا مستحب اور مندوب ہی واجب نہین
وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہی مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور مدہوش و صغیر غیر عاقل کا قلت
وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات مین کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہین بسبب مقبول نہونے انکے قول کے دین کے کامون مین شامی مین
کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہی اور یہان شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کی طرف سے مناسب نہوئی
وکرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہی مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ہم یہان چار صورتین ہین سو دو صورتین مکروہ
ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کہنا دوسری
یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز مین ان بندگان خدا کا جو نظر نہین آتے وکذا ترکہا
لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور اسیطرح مسافر کو مکروہ ہی چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقون کے یعنے اذان تو اعلام کے واسطے شروع ہی پھر جب
سفر کے رفیق ساتھ ہوئے تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ
برخلاف اس نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہی اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اس گانون مین نماز پڑھتا ہی جسمین مسجد ہی تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا
مکروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اسکو کفایت کرتی ہی ہم اور اگر گانون مین مسجد نہو یا ہو مگر اسمین اذان واقامت نہوتی ہو تو وہان کا نمازی اذان اور اقامت ترک
نکرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہی او مصل فی مسجد بعد صلوۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد علی طریق فلا باس بذلک جوہرہ
یا برخلاف اس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہی اسمین جماعت ہوجانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہی
مگر راہ کی مسجد مین اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرۃ یعنے راہ کی مسجد مین تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہی لاباس کے لفظ سے یہ نکلا کہ
اسکا نکرنا اولی ہی کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا اقامت کہی او شخص نے سواے اذان کہنے والے کے موذن کی
غیبت مین تو مطلقا مکروہ نہین یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہی اگر اسکو
وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا موذن کا حق ہی بدلیل حدیث من اذن فہو یقیم یعنے جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہی
اقامت کہنے مین چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور واجب ہی جواب دینا زبان سے اسکو
جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہی اور قدم سے اجابت واجب ہی یعنے اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کے لیے
حاضر ہوجانا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف قرآن نہ جواب دے
اذان کا اگر سامع ہو حائض او زچہ اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز مین اور جنازہ مین اور صحبت کرنے مین اور پاخانہ مین اور نہ کھانے اور علم سکھانے

اور علم کے سیکھنے میں برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے یان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وھو
ما کان عربیا لا لحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے موذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ موذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے جو بطور عرب کے ہو
اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو ہم اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوئے ہوں سواب جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑھا
گھٹا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد کی
اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو موذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لاحول ولا قوۃ الا
باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے اس
کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیۃ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیۃ ولم یذکر ھل یستمر
الی فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان
قصر الفصل اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کر
اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر نگیا ہو ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا موذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے
تمام ہونے پر اسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہیں کذا فی الشامی
ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ہم دعاء وسیلہ
مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر
درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اسکے بدلے اسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت
میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندوں سے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت
اسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی امت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب وشرحہا اور دعاء وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم
وغیرہ میں جابر سے یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ ات محمد الوسیلۃ والفضیلۃ
وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ تو اسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے
بعد انک لا تخلف المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ
ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اسنے اذان سنی تو اسپر جواب دینا لازم نہیں اور اگر مسجد کے باہر
ہو تو جواب دے اسکی طرف قدم سے چل کر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وھذا بناء علی ان الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ھو قول الحلوانی
اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چل کر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی
قول ہے حلوانی کا فیقطع قرأۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور موجب اسی
قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں
قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وھذا متفرع علی قول الحلوانی والظاھر وجوبھا بلسانہ لظاھر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النھر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعها و یجیب ولا یشتغل بغیر الاجابة اور یہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہی حلوانی کے
قول پر اور ظاہر قول واجب ہوتا ہی اجابت کا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہی کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اُس قول کے جو موذن کہتا ہی چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہی بحر الرائق میں اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہی نہر الفائق میں محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی
وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرأت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز اجابت کے
قال و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمه اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعة لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے
کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں
بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے هم عدم اجابت لسانی کی یہ وجہ ہی کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ میں آویگا
کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہین خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہی اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیة انما یجیب اذان
مسجده اور تاتارخانیہ میں ہی کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد کی اذان کا هم یعنی جواب قدم سے چل کر اپنی مسجد کو مخصوص ہی یہ متفرع ہی حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر
پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کہ کذا فی الطحطاوی وسئل ظہیر الدین عمن سمع فی وقت من جهات ماذا یجب علیه قال اجابة اذان مسجده بالفعل اور ظہیر الدین
سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان سنی کئی طرف سے اُسپر کیا واجب ہی کہا کہ اُسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چل کر واجب ہی ویجیب الاقامة
ندبا اجماعا کالاذان و یقول عند قد قامت الصلوة اقامها الله وادامها اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے
قد قامت الصلوة کے وقت اقامها الله وادامها ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہی اسقدر زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض وجعلنی من صالحی
اهلها یعنی اللہ تعالی نماز کو قائم و دائم رکھے جب تک آسمان و زمین ہین اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندون میں کرے وقیل لا یجیبها وبه جزم الشمنی اور
بعضون نے کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہی شمنی شارح نقایہ نے هم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہین کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہی اور انعقاد اجماع
استحباب پر ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح صلی السنة بعد الاقامة او حضر الامام بعدها لا یعیدها بزازیة مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت
کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیة وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنی مستحب ہی کہ اگر اقامت اور نماز مین
مدت زیادہ ہو جاے یا پایا جاے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاے دخل المسجد والموذن
یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاه ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہی تو بیٹھ جاے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر
یسن لمؤذن الا ینتظر احدا الا یکون شریرا ولو وقت فسحة رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاے جب تک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہی تو اسکی
انتظاری جائز ہی اور اگر وقت تنگ ہی تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو یکره له ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہی اذان کہنا دو مسجدون میں هم یہ کراہت
اُسوقت ہی جبکہ موذن پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایة الاذان والاقامة لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کو واسطے
ہی ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگون کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامة لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہی اگر عادل ہی
فاسق نہو الافضل کون الامام هو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہی هم امام ابو حنیفہ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انه علیه الصلوة و
السلام اذن فی سفر بنفسه واقام وصلى الظهر وقد حققناه فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہی کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور
اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی اور التبصرہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہی خزائن الاسرار میں هم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی
مع جماعة الرملی اور آپکا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث میں مروی ہی اور نووی نے اسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین

یون ہی کہ بلال رضؓ کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا ہان عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ھم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے لسوا ٹرھیی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کے واسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین
جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی
شرطین ہین نہ نماز کے وجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل وبالغ ہونا و ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے و ازانجملہ وقت ہی
ھی ثلثۃ انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ھم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضروری ہی ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر
آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جب تک امور مذکورہ
اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا لیکن نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ
اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ھم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک وشرط بقاء
فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وھو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کے بعد موجود ہوجانے نماز کے تو انمین آگے ہونا اس شرط
کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قرآت ہی ھم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثناء نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے
اور قرات اسیطرح کی ہی کہ اثناء نماز مین اسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم وخصوص مطلق ہی
شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقاء عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتداء نماز مین اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجائیگی اور اگر حالت بقاء
مین اسکے وجود کو شروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سواے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط
بقا کی مثال قرات ہی کہ اثناء نماز مین حادث ہوکر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرآت کہ امام کی قرات گویا اسکی قرات ہی کذا فی الشامی
تھہرت فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرآت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے
جانے قرات کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرآت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ھم رکن اسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو
اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد
جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قرات کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی
الشامی تھہرت وکذا الحجۃ استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرات کا سب ارکان مین ضروری ہی امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر مین ہو
جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ ھم پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی
چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو وشرعا مایتوقف علیہ الشیء ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین
داخل نہو یعنی اسکا جز نہو خارج ہو اس سے ھم کسی چیز کا متعلق اگر اسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو
دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہو
یا نہین اگر ہی تو اسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو
نماز کے حق مین اور اگر چیز اسپر موقوف بھی نہین تو اسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط
مین داخل رہیے اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کرتا کہ ولا موثر فیہ ولا موصل الیہ فی الجملہ یعنے چیز مین موثر ہو اور نہ اسکی طرف

باب شروط الصلوٰۃ

کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جسکے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے
مشروط کا وجود لازم نہو (ھی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فلیحفظ) شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط
پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھ پاؤن کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم چونکہ لغت عرب کی راہ سے
ہاتھ پاؤن بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پاؤن کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین
(من حدث وخبث) طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ھم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے
اور دوم موجب غسل کا (وقدمہ لانہ اغلظ) اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے
ھم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے (وخبث مانع کذلک) اور طہارت شرط ہے اسیطرح
دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہے ھم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب
(وثوبہ وکذا ما یتحرک بحرکتہ) دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہے اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے ھم یعنی ایسی
چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہے اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے
ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور یہ دوسرے کنارہ پر
نماز پڑھتا ہے تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی (او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ
منع والا لا) یا نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہے اور اگر
لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو جمتا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ھم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے
جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی (کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح) جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب آدمی
اور کتا ہو اگر اسکا منھ باندھا ہو صحیح تر قول مین ھم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہے
کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہے برخلاف اس شیشے کے جسمین پیشاب ہے یعنے وہ مانع
نماز ہے (ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح) اور تیسری شرط پاک ہونا مصلے کے مکان کا ہے یعنی
اسکے دونون قدمون کی جگہہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھا لیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ھم موضع قدمین کی طہارت
امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہے اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی (لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی
کفہ کما سیجیء) شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا
یعنی اسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجود کا مکان ٹھہرا ھم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد
ہوتی ہے اور اسیکی تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے
اگرچہ دونون ہاتھ ہون تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی (من الثانی ای الخبث لقولہ تعالیٰ وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ
بالاولی کما فی الحلبی [illegible]) ھم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالیٰ وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوئے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولی لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنے اسواسطے کہ

کپڑون کا جدا ہوجانا متصور ہی برخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ہی
جمیع فقہا کا اور ارجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو فی الخلوة علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط
ڈھکنا اور اوڑھنا ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے
شرمگاہ کھولنا جائز ہی جیسا کہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج سے اجماعا اور ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی کذا
فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چارطرف سے ہو نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھے تو
نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی وله لبس ثوب نجس فی غیر صلوٰة اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین سوائے نماز کے وهی للرجل
ما تحت سرته الی ما تحت رکبتیه اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو بمعنی
نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اردو مین عورت
مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین وشرط احمد ستر احد منکبیه ایضا اور امام احمد بن حنبل سے
ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالك هی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنے شرمگاہ فقط فرج
اور مقعد ہی ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جو انہین حکم ران کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہوا اسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہین اور
جو اپنی ران کھولے ہوا اسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما هو عورة منه عورة من
الامة ولو خنثی او مدبرة او مکاتبة او ام ولد مع ظهرها وبطنها اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اسکی پیٹھ
اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو
یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبها فتبع لهما اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا
تابع ہی یعنے جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنے اسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقها مصلية
ان استترت کما قدرت صحت والا لا علی المذهب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اسنے اپنا بدن
ڈھک لیا فورا جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہی اور اگر فورا باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوگی مولی کے آزاد کرنے کو اسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر
مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے اسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادائے رکن ہو اور اگر استتار
سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہوگی قال ان صلیت صلوٰة صحيحة فانت حرة قبلها فصلت بلا قناع ینبغی الغاء القبلية ووقوع العتق کما تحرر فی الطلاق
مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اسنے بدون اوڑھنے کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا
الدوری لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت کو لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب البحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کر کے
طلاق دوری کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل اس طلاق کے پھر اسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاق
اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب تمنے قبلیت کو لغو کر دیا
تو ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب ولحرة ولو خنثی جمیع بدنها حتی شعرها النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

سکا چھپانا واجب ہے یہان تک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہین صحیح تر قول مین اگرچہ حرہ خنثی ہو ہم لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین بالاتفاق
عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہے مگر اُسکا چہرہ اور دونون
ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر تو پشت کفدست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر ہم اور اقوال معتمدہ یہ ہین کہ پشت کفدست نماز مین عورت
نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی وصوتہا علی الراجح
اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اُسکو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے کذا
فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنے ضعیف قول پر ہم یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اختیار شرح مختار مین
اسکو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ
بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا حکم ہے کمسہ وان
امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہ ہو
اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت سے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر مین آویگا ولا یجوز النظر
الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور
جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ
شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے قال فحل
النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار نہو یعنی جگہ
محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہے والا حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر
ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنے ڈھکنے کے لائق نہین پھر جبتک کہ وہ قابل خواہش کے نہین تو بول و براز
کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہوجاتا ہے پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہو
برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر
سنۃ حسب اور اشباہ مین ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت مین ہے کہ اُسکا بلوغ بحر عمر کے ثابت نہوا اور اگر احتلام سے
اُسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے ہی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ عورت ہے بدن مین ملا ہوا اُسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی
درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مونث ہے ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو
قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہے نماز کو یہان تک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے
بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز اُسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہوا اگرچہ ادا سے رکن سے کم مدت
اور ادا سے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہوجائیگی اگرچہ کمتر ہو ادا سے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ
قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہے اور جو مکان کہ اُن دونون کے
آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہے وتجمع بالاجزاء لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو
ہم اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھوان حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھوان حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اسیقدر کھلی ہے تو دونون

جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا و الا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو
مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ ربع ادناھا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش
پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھل جانا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ
کان کی چہارم سے زیادہ تر ہی اور یہی قول حق ہی برخلاف بحر الرائق کے کہ اُسمین مجموع اعضاء منکشفہ کی چہارم کو معتبر رکھا ہی کذا فی الطحطاوی و الشرط سترھا
عن غیرہ و لو حکما کمکانٍ مظلمٍ اور شرط ہی ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنی اگرچہ وہ ستور ہی باعتبار حس
یا این معنی کہ وہ نظر نہین آتا لیکن وہ حکم شرع مین ستور نہین تو اُسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہی کذا فی الحلبی لا سترھا عن نفسہ دبہ یفتی شرط نہین چھپانا
برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتوی دیا ہی فلو رآھا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا
مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی و عادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پائے والا اُس چھپانے والی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنے جسمین بدن نظر نہ آوے
ھم عادم مبتدا ہی اسکی خبر آگے آتی ہی یعنی یصلی قاعدا ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہی جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہی چنانچہ باریک ململ یا جالی
تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی ولا یضر التصاقہ و تشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہوجائیگی
ولو حریرا وطینا یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدرا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ھم اگرچہ ریشمی کپڑا
مرد کو حرام ہی اور اُسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اُسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین کا صافیا ان وجد غیرہ
نہ صاف پانی اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھکر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نملی تو اُسمین نماز واجب ہی
بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی و ھل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانھر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت
کرتی ہی مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر مین بحث کرکے یون جواب دیا ہی کہ ہان اضطرار مین کافی ہی نہ اختیار مین ھم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر
مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہی بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھکر نماز پڑھے اور رات کو
کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہی کذا فی الطحطاوی یصلی قاعدا کما فی الصلوٰۃ نہ پانے والا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھکر جیسے
نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا پانون کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے و قیل ماد رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلاکر بیٹھے ھم اور
عورت غلیظ پر ہاتھ رکھے اور راجح پہلا قول ہی کہ اُسمین کثرت استتار ہی یعنی پردہ ہی باوجود خالی ہونیکے قبلہ کی طرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر
مؤمیا برکوع و سجود بیٹھکے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نکھلے و ھو افضل من صلوتہ قاعدا برکوع و سجود و قائما بایماء
او رکوع و سجود لان الستر اھم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھکے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہی اُسکی
نماز سے بیٹھکر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہی ارکان کے ادا کرنے سے
ھم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہی نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض ہین ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت
قدرتہ ھو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہی یعنے
اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ھو الاظھر کراجی ماء و ثوب و طھارۃ مکان
اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہی جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے
اور طہارت مکان کا امیدوار ھم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ فوت وقت کا خوف ہو وھل

ینبغی

يلزمه الشراء بثمن مثله ينبغي ذلك اشا سوال وركيا برہنہ شخص كو لازم اور ضرور ہو خريد كرنا كپڑے كا اوسكى برابر قيمت سے جواب لائق يہ ہو كہ خريدنا ضرور ہو بحث ہے صاحب بحر الرائق كى مذہب كى روايت نہين ولو وجد ما اى ساترا كله نجس ليس يا صلى بجلد ميتة لم يدبغ فانه لا يستر فيها اتفاقا بل خارجها ذكره الواني واقل من ربعه طاهر ندب صلوته فيه وجاز لا يماء كما مر اور جو پايا برہنے نے وہ ساتر كہ اوسكا كل نجاست كے لگنے سے ناپاک ہو يا اصلى ناپاک ہو يعنى اصلى ناپاک جيسے مردار كى كھال جسكى دباغت نہين ہوئى تو يہ شخص ستر عورت نكرے اس اصلى ناپاک سے نماز مين بالاتفاق بلكہ خارج نماز كے اس سے ستر گاہ چھپاوے ايسا ذكر كيا ہى علامہ وانى محشى درر نے يا ايسا ساتر پايا جو چوتھائى سے كمتر پاک ہو تو اوسكو اوسمين نماز پڑھنا مستحب ہو اور جائز ہو برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے جيسا كہ نماز كا پڑھنا اشارے سے گذر گيا وحتم محمد لبسه واستحسنه فلا يسترد وبه قالت الثلثة اور محمد بن حسن نے اس ساتر كا جو تمام ناپاک يا چہارم سے كمتر ہو پہننا لازم كيا ہو يا مستحب ليا اسرار مين اس قول كو اچھا سمجھا ہو اور يہى قول ہو ائمہ ثلثہ كا ولو كان ربعه طاهرا صلى فيه حتما اذ الربع كالكل اور اگر ساتر كا چوتھائى [illegible] پڑھنا اسواسطے كہ چہارم كل كے برابر ہو يعنے چوتھائى كا حكم كل كا سا ہو مثلا محرم كو چوتھائى سر كا منڈانا كل كے برابر ہو اور چوتھائى برہنگى كا كھلنا نماز كا مانع ہو كذا فى الشامى وهذا اذا لم يجد ما يزيل به النجاسة او يقللها اور يہ حكم مذكور اوس وقت ہو جبكہ نپاوے اس چيز كو جو نجاست كو دور كردے يا اسكو كم كردے يعنے اگر مزيل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہو كذا فى البحر فتحتم لبس اقل ثوبيه نجاسة جب تقليل نجاست كا حكم ہوا تو لازم ہو نماز مين پہننا اپنے دونون ناپاک كپڑون مين سے اوس كپڑے كا جسكى نجاست كمتر ہو دوسرے سے والضابط ان من ابتلى ببليتين فان تساويا خير وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ كليہ اس مسئلہ كا يہ ہو كہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مين مثلا دو ناپاک كپڑون مين سو اگر دونون برابر ہون مثلا نماز مين تو اوسكو اختيار ہو چاہے اوسكو چاہے اسكو اور اگر دونون مختلف ہون يعنى ايک بلا كم ہو اور دوسرى زيادہ تو وہ ہلكى كو اختيار كرے مثلا زخمى اگر سجدہ كرتا ہو تو زخم سيلان كرتا ہو اور نہين تو نہين وہ بيٹھ كر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے كہ ترک سجدہ ہلكا ہو بہ نسبت بہنے كے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختيار مين بھى كرسكتا ہو مثلا سوارى پر نماز نفل اشارہ سے درست ہو تو حالت عذر مين ترک سجدہ كا مضائقہ نہين كذا فى البحر ولو وجدت الحرة البالغة ساترا يستر بدنها مع ربع رأسها يجب سترها فلو تركت ستر رأسها اعادت بخلاف المراهقة لانه لما سقط يعنى بالرق فبعذر الصبى اولى اور اگر آزاد جوان عورت نے پايا ايسا ساتر جو ڈھكتا ہو اوسكے بدن كو اوسكے چوتھائى سر كے ساتھ تو بدن اور چہارم سر كا ڈھكنا واجب ہو يعنى فرض ہو دونون كا ڈھكنا تو اگر اپنے سر كا ڈھكنا چھوڑيگى تو نماز كا اعادہ كرے برخلاف قريب البلوغ عورت كے يعنے اگر وہ بدون سر ڈھكنے كے نماز پڑھيگى تو اعادہ نماز كا ضرور نہين اسواسطے كہ سر كا ڈھكنا جبكہ ساقط ہوگيا لونڈى ہونے كے عذر سے تو لڑكين كے عذر سے ساقط ہونا اولى ہو شارح كو علت بيان كرنا اس حديث سے مناسب تھا كہ كوئى بالغ عورت نماز بدون سر ڈھاكنے كے نہ پڑھے كيونكہ شارح كے قول سے مفہوم ہوتا ہو كہ جن عضا كا ڈھكنا لونڈى ہونے كى جہت سے ساقط ہو انكا ڈھكنا لڑكين سے ساقط ہو حالانكہ يہ كليہ نہين كذا فى الشامى ولو كان يستر اقل من ربع الرأس لا يجب بل يندب اور اگر ساتر ڈھكتا ہو كمتر چوتھائى سر سے تو اوسكو ڈھكنا واجب نہين بلكہ مستحب ہو لكن مع لو وجد المكلف ما يستر به بعض العورة وجب استعماله ذكره الكمال زاد الحلبي وان قل يقتضي وجوبه مطلقا فتامل ليكن مصنف كا يہ قول اور اگر پاوے مكلف وہ چيز جس سے بعض برہنگى كو چھپاوے تو اوسكا استعمال واجب ہو ذكر كيا ہو اسكو كمال الدين نے فتح القدير مين حلبى شارح منيہ نے اتنا زيادہ كيا ہو وان قل يعنى اگرچہ وہ ساتر قليل ہو چاہتا ہو ساتر كے استعمال كو مطلقا خواہ چوتھائى كا ساتر ہو يا كمتر كا سو تامل كر اى مخاطب ہم يعنے مصنف كے دونون قولون مين تناقض ہو پہلا قول يہ ہو كہ چہارم سر سے كمتر كا ڈھكنا واجب نہين اور دوسرا قول يہ ہو كہ بعض عورت كا ڈھكنا واجب ہو خواہ چہارم ہو يا كمتر حلبى محشى در المختار نے كہا كہ اگر كمال الدين كے كلام كو سر كے سوا محمول كيجيے اسواسطے كہ سر كا عورت ہونا خفيف تر ہو باقى عورت سے اس دليل سے كہ صلوٰة مراہقہ سر كھلى كى صحيح ہو تو اب تناقض باقى نرہيگا ويستر القبل والدبر اور ڈھكے پيشاب كى راہ كو اور پاخانہ كى راہ كو پہلے فان وجد ما يستر احدهما قيل تستر الدبر

لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل القبل حکاھما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے تو بعضون نے کہا دبر کو چھپاوے
اسواسطے کہ اُسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضون نے کہا قبل کو چھپاوے یعنی اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو اُسکی آڑ نہین جیسے
سرین دبر کا حجاب ہین کذا فی الشامی نقل کیا ہے دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ
والمقبل یفید انہ لو صلی بلا ساتر لکن تعیّن ستر القبل ثم الفخذ ثم بطن المرأۃ وظہرھا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر دونون قولون
کا خلاف اولی ہونے مین ہے اور تعلیل یعنی لفظ دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا
متعین ہے گا پھر اسکے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی سے علامہ شامی نے نہر الفائق سے یعنے
اگر زیادہ ہو وے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی ولو عجز عنہ ای عما ذکر المسافر عن مزیل نجاسۃ او قلیلا
بعد میلا او لخطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر ہووے اُس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اُسکو
کم کر ڈالے بسبب دور ہونے مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور بغیر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزوم
لو العجز عن مزیل و ساتر بفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ستر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین
گذر گیا ہم یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے ثم ھذا المسافر لان المقیم لیشترط طہارۃ الساتر
وان لم یملک قہستانی نے پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق مین ہے اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا
وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت
یعنے سچا ارادہ ہے بدلیل اجماع و اتفاق ہم یعنے اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہے نہ یہ آیت وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ اسواسطے کہ عبادت سے
یہان توحید مراد ہو تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اسواسطے
کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہے اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وھی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا
دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر جیسے کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہے
نہ ترک اسکا پھر جب ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے
کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہے اُس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم مین اُس سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوٰۃ للّٰہ تعالیٰ علی الخلوص
یعنے نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنے نیت ہر ارادہ کا نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے
ساتھ یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسیکو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الاتری ان
علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانستگی سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر
کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہے اور
دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان خالف القلب
لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل سے مخالف ہو
اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلا دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

کذا فی الاشباہ لانہ اذا عجز عن احضارہ لھموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبی مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات
کے لاحق ہونے سے تو اب اسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی المجتبی وھو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداھۃ
بلا تامل ای صلوۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے
کہ کون سی نماز پڑھتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنے اگر اثناء
نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور اسمیں کسیکو اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بھا مستحب ھو المختار اور ارادہ
نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے وتکون بلفظ الماضی ولو فارسیاً لانہ الاغلب فی الانشاءات
وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے
کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنی ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے
ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ
استقبال سے وعدہ ٹھہریگا نہ وقوع تو عربی میں نیت بہ لفظ ماضی اسطرح ہے کہ نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور
ہندی میں یون کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اسطرح کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یون کہ
نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقیل سنۃ یعنی احبہ او سنہ علماؤنا اذ لم ینقل عن المصطفی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ
اور بعضون نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت موکدہ دائم العمل ہے یعنے یہان سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے
عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہیں اسلیے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفے علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے
منقول نہیں بلکہ بعضے عالمون نے اسکو بدعت کہا ہے بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا
مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلیے زبان
سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللھم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرھا لی وتقبلھا منی وسیجیء فی الحج
اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یون کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کردے اور میری
طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علمانے کہا ہے کہ یہ نیت
حج کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمھا علی
التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو اور نماز کے مانند جمیع
عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتھی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز
ومفادہ جواز تقدیم نیۃ الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا
تو اسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں ما لم یوجد بینھما قاطعھا من عمل غیر لائق
بصلوۃ تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جاے عمل قاطع
چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وھو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا و نماز کا مانع ہو اگر اثناء نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور
وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولی قاطع نہونگے (وشرطا الشافعی قرانها
فیندب عندنا) اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب
ہوگا ہم اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قرآن شرط نہین (ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب
وجوزه الكرخي الى الركوع) اور ایسی نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی
ہم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے انکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہی کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک
(ویکفی مطلق نية الصلوة وان لم يقل لله تعالى لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع) اور کفایت کرتی ہی
مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت موکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کے واسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت
اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہوجاتا ہی انکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت ہم یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً
یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہی یہ جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا (وقوله وان لم يقل لله) بیان ہی
اطلاق نیت کا (والتعيين احوط) اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنی تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہی اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح
مین اختلاف ہی کذا فی البحر (ولا بد من التعيين عند النية فلو جهل الفرضية لم يجز) اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کیوقت ضرور ہی تو اگر نماز کے
فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی ہم ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہی لیکن انکا فرض ہونا نہین جانتا ہی تو اسکی نماز جائز نہین
اسپر قضا کرنا واجب ہی کیونکہ اسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی (ولو علم ولم يميز الفرض من غيره ان نوى الفرض في الكل جاز
اور اگر اسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی نیت کی تو جائز ہی یعنے بقدر فرض کے
فرض ہوگی اور باقی نفل (وكذا لو ام غيره فيما لا سنة قبلها) اور اسیطرح نماز جائز ہی اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اس نماز
مین جسکے پہلے نہین ہی ہم یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت
موکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہی اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنے جانتا ہی
کہ فرض وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہی
۲ وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل کو جانتا ہی اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اسکی بھی نماز درست ہی ۳ وہ نمازی
ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو یہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین انمین
بعض نماز فرض ہی اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہی اور بعضون نے
کہا کہ اسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵ وہ نمازی ہی جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اسکی نماز جائز ہی ۶ وہ
نمازی ہی جو یہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہی ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصاً (لفرض انه ظهر او
عصر قرنه باليوم والوقت او لا هو الاصح) یعنے ضرور ہی نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہی یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ
دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہی ہم یعنے یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون
کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہی اصح قول مین اسواسطے کہ وہ وقت تو اسکیواسطے متعین ہوگیا ہی (ولو الفرض قضاء) نیت فرض کی

تعیین کی ضرورت ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یسقط بظہر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کہنا کافی
معتمد کہ ہم یعنی قضا میں فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ معتمد قول یہ ہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہون خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو
یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخرہ وفی تعیین نیت
و صورت بہت سی قضا نمازوں کے آسان تر طریقہ یہ ہے کہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے ہم
اس نیت مین یہ ہے کہ ستا یا پانچ اور دن قضا کے یاد نہون وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح ویسحی آخر الکتاب
مین منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا مین تعیین کرنا نیت کا شرط نہین صحیح تر قول مین اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب مین بیچ مسائل شتے مین آویگا والواجب
اونذرا او سجود تلاوۃ اور ضروری ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا اور وتر کی تعیین ضروری ہے
لیکن اسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہین کیونکہ اسمین اختلاف ہے اور نذر نماز مین یون کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہون جو شفا کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے
مین نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہین بدون ذکر کرنے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا الشکر بخلاف سہو اوسیطرح ضروری ہے معین کرنا
سجدۂ شکر کی نیت کا بخلاف سجدۂ سہو کے کہ اسمین تعیین ضرور نہین ہم سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو مین شارح سے سہو واقع ہوا یون کہنا ٹھیک تھا وکذا السہو بخلاف
الشکر یعنی اسیطرح ضروری ہے معین کرنا سجدۂ سہو کا نہ سجدۂ شکر کا اسواسطے کہ سجدۂ سہو کا واجب ہے اور سجدۂ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل مین تعیین نیت ضرور نہین یہ بحث ہے
صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو مین واجب ہے نہ شکر مین کذا فی الطحطاوی مختصرا دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددھا
ضرور نہین معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب مین کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہین یعنی تعیین رکعات تو حق تعالی کیطرف سے حاصل ہو چکی انمین تو
احتمال کمی بیشی کا نہین تو عدد رکعات مین جو کہنا کچھ ضرر نہین کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہین تو اسمین خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہین تو اگر ظہر مین مثلا تین رکعت
کی اور فجر مین چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی یعنی یون ارادہ کرے
کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہون لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلم
بہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کی طرح یون نہ کہا کہ علاوہ نیت سابق کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے
اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے تو نماز کو معین نکرے تو صحیح تر قول مین اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی
امام کی نماز کو نہ جانتا ہو کیونکہ اسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہین ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ الامام کی جگہ
اگر شارح تبعا للامام کہتا ہو تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی
الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول مین اور یہ صورت حکم سابق کے
خلاف ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم لیکن اس صورت مین اقتدا درست نہو گا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہین
آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونون صورتون مین شک
کی وجہ سے مقتدی نہو گا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز مین
مذہب مختار پر نیت اقتدا ضرور نہین اسلیے کہ یہ نمازین جماعت کے ساتھ مخصوص ہین ہم یعنی تنہا نہین پڑھی جاتین تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا
ضمنا ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے
یعنی اگر نماز مین صرف یہ نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی

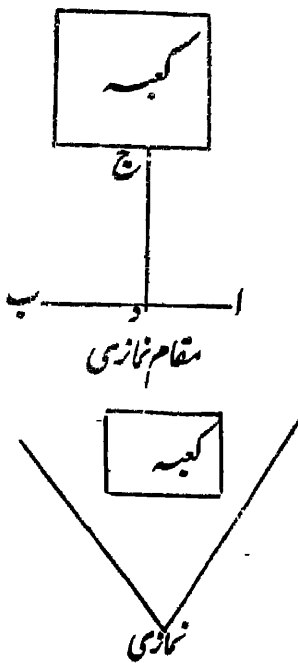
جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی نماز عوض ہی اُس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ھو رأی البعض فتصح
مگر یہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہی ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہی تو اس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے
درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت کے ظہر مثلا نیت تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی
تو جائز ہی اگرچہ جمعہ مین ہو ھم فیض الغفار شرح المختار مین ہی کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہی اسلیے
شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان
قد خرج وھو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اُسکے نکلنے کو
نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی ھم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جان کر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا
فی الشامی ومثلہ فرض الوقت لو ظہر الوقت کی مثل ہی حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا
تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہی وہ اصح کے خلاف ہی کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ
مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ھو المختار ھ پس بہتر یہ ہی کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنے
اگرچہ وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنے صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول
مختار ہی ھم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر
اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہ ہی کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا
تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہی جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اسکے روزے
درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہی کہ یہ اُسوقت بنتی ہی کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنیگی
کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی والمصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ للہ تعالی وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی
خاص اللہ تعالی کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ
کا نماز و دعا دونون کی نیت ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہی نہ واجب اسلیے حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوۃ قرار دیا ہی جو ینوی الصلوۃ سے سمجھا جاتا ہی
اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہی کہ نماز جنازہ خود دعا ہی کیونکہ اُسمین قرأت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اسکا موید وہ قول ہی جو
منیۃ مین مذکور ہی کہ نماز جنازہ امام اعظم اور انکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہی نہ نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا
یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالی کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت اصلی مع الامام علی
من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہی یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ نماز پڑھون امام کے ساتھ
جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہی وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہ افادہ کیا ہی کہ اگر
نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہی یا اسکا عکس یعنی مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہی تو نماز درست نہوگی ھم وجہ عدم جائز کی یہ ہی کہ میت مثل
امام کے ہی اُسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہی جیسا امام کی تعیین مین چوکنا جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسی ہی میت کی تعیین مین
خطا ہونے سے درست نہوگی مثلا اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس میت پر پڑھتا ہون
جو زید ہی پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہی کذا فی الشامی وانہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان

فیصح الکل لعدم نیۃ الزائد اور اشباہ مین یہ بھی مذکور ہے مردون کے عددون کا تعین کرنا ضرور نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعین سے زیادہ ہو
بسبب پائے جانے نیت زائد شمار کے یعنے اگر نمازی نے نیت دس جنازون کی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست
نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست نہوے گی کیونکہ دس غیر معین
کی نیت کی ہے تو ہر جنازہ زائد ہو سکتا ہے اور زاید نیت مین داخل نہین اسلیے سبکی نماز کی باطل ہوگی والامام ینوی صلوٰۃ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی
نیت کرے ھ اپنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے اب یہان ایک وہم ہوتا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے
ہونا چاہیے یعنے جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا ولا یشترط لصحۃ
الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا اور مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لیے
امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت مین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا
اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہے ھ یعنے اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضرور نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب
حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اُسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے یہ بھی ضرور نہین اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا
یحنث فی لا یؤم احدا مالم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جھوٹا نہوگا اس قسم مین کہ کسی کا امام نہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ھ شارح نے
یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہین اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کسیکی امامت
نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اُسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت مین اسکی قسم نہ ٹوٹے گی اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی
کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی بتصرف وان ام نساء فان اقتدت بہ المحاذیۃ
لرجل فی غیر صلاۃ جنازۃ فلابد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو
تو اگر کوئی عورت اُسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اُس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی
تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نآوے ھ صلوۃ جنازہ کو اسلیے استثنا کیا کہ اُسکے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق
شرط نہین اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہے جو اُن شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہے اور حاصل شارح کی
تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہوجاے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنے اگر بالفرض عورت مرد کے
برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اُسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر
بدون اُسکے لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اُسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ فقیل یشترط
وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصۃ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہے بعض نے
کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عید مین اصح قول پر
شرط نہین ھ جمعہ اور عید مین اصح کی قید اسلیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک اُن دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ
احدا تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اُسکی امامت کی نیت شرط نہین یہ ہے کہ عورت کسیکی محاذی یعنے برابر یا آگے بڑھی ہوئی
نہوگی تب تو اُسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھجائیگی یا برابر ہوگی تو اُسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا علی الراجح
اور نیت قبلہ کیطرف منھ کرنے کی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین ہو یا مسجد مین بنابر قول قوی کے ھ مقابل قول قوی کا یہ قول

ضعیف یہ ہی کہ چونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہی بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اسکے کہ دل مین نیت کرلے اسلیے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منھ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز مفرع علی الجرح تو یہ جو کسی نے کہا ہی کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہی مم یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین انکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منھ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلا نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص وہوا کا نام ہی نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہی جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منھ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے انکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہی اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطا کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو ائتم بہ یظنہ زیدا فاذا ھو بکر صح مثلا اگر امام کا اقتدا کیا اسکو زید سمجھ کر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلیے کہ اسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہی کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیہ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہی اور اسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب واشارۃ کھذا الامام الذی ھو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا درست بتادے مثلا یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہی یا اشارہ سے اسکو بتادے کہ یہ امام جو زید ہی تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کردینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کھذا الشاب فاذا ھو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلا یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہی تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنے اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو اسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ھو علی مذھبہ فاذا ھو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہی کہ مقتدی نے نیت کی کہ اسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہی اور پھر وہ اس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا مم وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ جب اسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیہ **فائدہ** یہ ایک کام کی بات ہی انما کان الاعتبار بالتسمیۃ عند نا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنی اس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اس مقدار پر نہوگا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہی ہزار نمازون سے اسکے سوا دوسری مسجد مین سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہی کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہی تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہی جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہی یعنی میری اس مسجد مین جس سے جگہ خاص جو اس روز موجود تھی مراد ہی پس بڑھی ہوئی مقدار اسمین داخل نہوگی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص کرنے کے لیے نہین بلکہ اسلیے ہی کہ مسجد مدینہ مطہرہ

کے سوا اور مساجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی بتصرف والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ
او حکما کالعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منھ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم
ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہین ہوسکتا تو جسطرف کہ مریض و خائف اپنا منھ کرسکتے ہین یا قبلہ کا نجاننے والا اٹکل سے کسیطرف کو قبلہ ٹھہراتا ہی وہ انکا قبلہ حکمی ہی
والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہی نہ اسکا طلب کرنا م یعنے شرط صرف اسقدر ہی کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاے اس مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہین یعنے سین اور ے
استقبال مین بمعنی طلب نہین ہان جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو بوقت طلب شرط ہوگی کذا فی الشامی عن الحلیۃ وھو شرط زائد للابتلاء
یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منھ کا ہونا ایک زاید شرط ہی بندون کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہی عاجزی کے سبب سے م زاید شرط ہی یعنی عبادت مین
مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہی کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالے پر جہت کو محال جانتا ہی اسکی اصل پیدائش اسکی مقتضی ہی کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منھ نہ کرے
اسلیے اللہ تعالے نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضاے اصل پیدائش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی
حتی لو سجد للکعبۃ نفسھا کفر یہان تک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا م یعنے جب کعبہ کیطرف منھ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہی تو
عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتھا بالوحی اصابۃ عینھا یعم المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف
والاصح ان من بینہ وبینھا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی مکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح
مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سیدھ ہی یہ قول ماتن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنے والے کو یعنی سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی
سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علی ہی یعنے مکی پر واجب ہی سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر بحر الرائق مین ہی کہ یہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جس شخص
کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہی یعنے اسکا قبلہ جہت کعبہ ہی نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے یہ کہکر
کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغیرہ ای غیر معاینھا اصابۃ جھتھا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اُس شخص کا جو کعبہ
کو دیکھتا نہو سیدھ ہی کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لھوائھا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ فی
بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منھا یعنے کچھ چہرہ کی سطح مقابل
کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو منھ کیے ہی اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر
گذرتا ہوا فرض کیا جاے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویۂ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی
ہوگی کذا فی المنح م جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلیے تعریف جہت کی ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم
ہو جاے ضروری ہی معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف ہی کہ جب آدمی اسکی طرف منھ کرے تو کعبہ کا یا اسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہو جاے یا تقریباً اور مقابلہ
تحقیقی سے یہ غرض ہی کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی
ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین
ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہی تو وہ کعبہ کی دیوار
خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج مین ملاقی ہوتا ہی اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلاً اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر
سواے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائین ہوجائیگا تو وہ تقریباً مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ
جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اسکے مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا داہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چاند جو لوگون سے

بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنے اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اسوقت
سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سے سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے
تو مقابلہ تحقیقی کے مقام سے ادھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ
ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ❊



دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہے کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین
کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونون خطون کے درمیان مین واقع
ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل سے ہوگا اسکی صورت یہ ہے کذا فی الشامی بتصرف ❊
قلت فیحمل امکنۃ التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتبصر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین
دہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہے یعنے درر کا یہ
مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اس صورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہے
کہ خط جہت پر داہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہے جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین
وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہے اُس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وھو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز
والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانؤن مین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین تارے ہین
جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہوسکتی ہے ورنہ قطب وغیرہ تارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین
قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہے تو رات کو ہر جگہ اس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہے ولا فمن الاھل العالم بھا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اس جگہ کے
باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاے اور باشندہ اُنمین سے ہو کہ اگر نمازی اُسکو زور سے پکارے تو وہ اُسکی پکار سن لے ھم یعنے اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے
حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندہ سے پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ
کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے
یہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صاح بدل ثمرہ اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فھی من الارض السابعۃ الی العرش
اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہے نہ اُسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہے طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر
کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوؤن مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اُسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہے پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو
نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنھا لمرض وان وجد موجھا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جھۃ قدرتہ
ولو مضطجعا بایماء لخوف رؤیۃ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک
یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اُسکی قدرت کی جہت ہے
یعنے جدھر کو پڑھ سکتا ہو تو اُسے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورت مین بھی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے
خوف سے نماز لیٹکر اشارہ سے پڑھے ھم امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اُسکے پاس موجود ہو تو
اُسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اُسکی مثال بوڑھا آدمی ہے جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

تو اُس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے لیئے اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے
سے دشمن دیکھ لیگا تو اُسپر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیٹ کر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت مین ساقط ہے کذا فی البحر ولم یعد لان
الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہین کسی مخلوق کی جہت سے نہین یعنی مرض اسیری وغیرہ کسیکے
کرنے سے نہین ہوتی یہان تک کہ خوف بھی کسیکے کرنے سے پیدا نہین ہوتا اسلیئے ان عذرون مین نماز کا دوبارہ پڑھنا نہین کذا فی الشامی ویتحری ھو بذل المجھود لنیل المقصود
عاجز عن معرفۃ القبلۃ بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن امور کے جو بیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانے والا شارح نے کہا کہ
تحری کے معنی ہین کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنیکے لیے اور مراد تحری سے یہان اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے لیئے اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے
کوئی سمت قبلہ ٹھہرا لے فان ظھر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل مین خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اُسوجہ سے کہ بیشتر گذری لیئے طاعت بحسب طاقت
ہوتی ہے اُسنے نماز پڑھنے مین وہ امر کرلیا تھا جو اُسکی طاقت مین تھا وان علم بہ فی صلوتہ او تحول رأیہ ولو فی سجود سھو استدار وبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے
اندر جانا یا اُسکی رائے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدون مین بدلی ہو تو اُسیوقت پھر جاوے اور بنا کرے لیئے اگر نماز کے اندر رائے بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے تو
دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے
لیئے رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہین رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اُسی بنا پر کرے حتی لو صلی کل رکعۃ لجھۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم حتی کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ
جہت کو پڑھے گا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ مین ہو یا کسی مسجد تاریک مین صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری
رکعت مین اسکی اٹکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اُسطرف ادا کی اسی طرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ مین ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ مین مقید ہو اور ایسا شخص پاس نہو
جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے نماز پڑھے اور اسمین خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی فلا یلزمہ قرع ابواب و مس جدران اور لازم نہین نمازی کو لوگون کے دروازے
ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتاوے اور دیوارون کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے لیئے اندھیری رات مین اگر مسجد مین جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرلے لوگون کے پاس
قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیوارون کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدون مین ہو سکتا ہے مگر اکثر مین تو محراب قبلہ اندھیری مین بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی
مسجدون مین اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فحولہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہو اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کی طرف کردیا
تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنے والا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اُسکو معلوم ہوگیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہین تھی وکذا لو تحری
تحول لا اور نہ اُس اٹکل کرنے والے کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا
پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اُسکو معلوم نہو تو اقتدا مین کچھ خرابی نہین ولو ائتم متحر بلا تحر لم یجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا
کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری مین غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت مین بدون تحری کے نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ
کی طرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اسنے تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رأی مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے
سلام پھیرا پھر رائے مسبوق اور لاحق کی بدل گئی لیئے انکی رائے مین قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کی طرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز
از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اُسکو نہ ملی ہو اُسکو پھرنے کا حکم اسلیئے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے مین مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز
کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ مین مثلاً وضو کے جاتے یا اور کسی عذر سے
کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر مین پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز مین یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو
اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منہ کی طرف نہین دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کرسکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت

لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور اگر نہیں پھیرتا تو جان بوجھ کر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہے یہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح گھومنے سے
نہیں ہو سکتی اسلیے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی ملخصا ومن لم یقع تحریہ علی شیء صلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی الکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین
قبلہ ہونے مین اسکے نزدیک برابر ہون تو وہ ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف الکل دوڑاوے اور کسی طرف ترجیح نہ پاوے تو اسمین
تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ ایک طرف قبلہ اسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھلے تیسرے یہ کہ اسکو اختیار ہے
چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑھے مگر فتاوے عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسلیے شارح نے اسکو اختیار کیا اور شرح منیہ
مین بھی اسیکو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصا ومن تحول رأیہ لجہۃ الاولی استدار اور جس شخص کی رائے پہلی طرف کو پھر جاے وہ اسی طرف کو پھر جاے یعنے کچھ نماز
ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اسکے بعد پھر اول ہی جانب پر رائے آگئی تو اسی طرف کو ہو جاوے اور
خلاصہ مین ایک قول یہ ہے کہ از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اسکو اوجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک
سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک
جانب کو پڑھی پھر رائے بدل گئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور
اس جانب کو کرتا ہے جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہے تو سجدہ قبلہ کی طرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جزو ہے اور اگر پہلی رکعت کے
قبلہ کی طرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اسکے نزدیک قبلہ ہے اس سے پھرنا لازم آتا ہے اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب
لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو
اسلیے کہ اسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنے در صورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اسکو اسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا
مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا
بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز
کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہے کہ
اس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا
اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز
ہونے کی یہ ہے کہ اسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہے تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلو لم
تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام و تبین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ
او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء لا بعدہ فلا یضر لم تجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے ایک امام کے ساتھ اور
ظاہر ہوا کہ انھون نے مختلف سمتون کی طرف نماز پڑھی تو جس شخص کو انمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنے غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی
یا امام سے آگے پڑھنے کا یقین ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک
طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون دریافت کیے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی
ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفت کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے پڑھنے سے تو نماز ہر صورت
سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے پڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطأ امامہ لترکہ فرض المقام حالۃ وامین امام کی مخالفت معلوم

کرنے والے کی نماز اسلیے ہنوگی کہ اُسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنے اپنے عندیہ مین امام کو خطا پر سمجھتا ہے پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی
نماز اسوجہ سے ہنوگی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنے اسکو امام کے پیچھے کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ
الخ نشر مرتب ہے ومکی لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم ہنو تو اُسکی نماز درست ہے کمالو لم یعین الامام
بان رأی رجلین یصلیان فاقتدی بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا
کرلیا تو صحیح ہنوگا ھ ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا
کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنے بغیر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا المنیۃ
عندنا شرط مطلقاً نیت ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہے کہ اُسکو بعضے
رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو
اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہو کہ جو زبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہوجاینگے اور اگر ایسے نہین جو
قول سے متعلق ہون جیسے روزہ ہے تو اُنکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہونگے لیس لنا من ینوی خلاف ما یؤدی الا علی قول محمد فی الجمعۃ
فھو ضعیف ھ ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے
ھ صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ اُنکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا
اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنے
جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنے نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات
الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ ہے کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اُن سب افعال پر کھنچ جاتی ہے یعنے اسکے ہر فعل و رکن کے لیے
جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی ہے جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اُسکے اول مین نیت کرلینا کافی ہے
افتتح خالصاً ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہوگیا تو اعتبار سابق کا ہوگا
یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ھ شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہوسکتا کہ بعض خالص خداتعالے کے لیے ہو اور
بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر پڑھے گا تو اس بنانے سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی
اور ریا کامل یہ ہے کہ اگر نمازی لوگون سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا فلو معہم یحسنہا ولو وحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھ
ہوکر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو
شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونیکے خوف سے
اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہے
فرضون مین واجب کے ساقط ہونیکے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مذہب
مستقیم یہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھ لیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہوجائیگا
بسبب پاجانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار
ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجکو ایک دینار ملے گا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو اور وہ مستحق دینار کا نہوگا

نماز کا کافی ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اس وجہ سے نہ ہوا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا مثلاً
باپ نے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اُسپر واجب ہے کذا فی الشامی الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید
بل یصلی للہ تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنوں کے راضی کرنیکے لیے مفید نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا
دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت میں اُسکی نیکیوں میں سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا م شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہیں
لیکن مختارات النوازل میں کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کے واسطے پڑھتا ہوں تاکہ وہ حقداروں کو مجھسے راضی کردے
تو درست نہوگی اسلیے کہ عبث ہے کذا فی الشامی جاء انہ یؤخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب سماوی میں آیا ہے کہ ایک دانگ کے لیے
ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا م دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہیں کہ جماعت انھیں میں ہوتی ہے یعنے اگر
کسیکا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکے کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت میں سات سو فرضوں کا ثواب ظالم سے حقدار کو
دلایا جائیگا ولو اُدرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر افرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگوں کو نماز میں پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض
پڑھتے ہیں یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہوجائے پھر اگر وہ فرض ہی میں ہونگے تو اُسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہوجائیگی یعنے تراویح
نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضوں کی یعنے فرض
عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی جیسے فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت میں نماز
اسیکا نام ہے کہ اسمیں رکوع اور سجدہ سب ارکان ہیں بخلاف جنازہ کے م قاعدہ کلیہ اسطرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو عبادتوں کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان
دونوں میں سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسیکی ہوجائیگی اور اگر دونوں برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی میں شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتان
فللوقتیۃ اور اگر وہ فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہیں ہوا مثلاً ظہر کے وقت میں اور عصر کی ساتھ نیت کی تو نیت
اُسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت میں درست نہیں اگرچہ نمازی عرفات میں ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولیٰ لو من اھل الترتیب اور اگر دو قضا نمازوں کی نیت کی تو اسمیں سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی
اہل ترتیب سے ہو م اہل ترتیب اُسکو کہتے ہیں جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازیں متصل باقی نہوں تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت
کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور
دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے م وجہ لغو ہونے کی یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونوں کا ادا ممکن
نہیں کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہیں رہی کہ اول کی نیت
ہوجاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعاً اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت
اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت میں گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے لکھا کہ وقت میں گنجایش ہونے کے سوا
یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہوجائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب
ہو یا نہو ولو فرضاً ونفلاً فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازوں کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونوں کی
سے کافی ہوگی یعنی دونوں کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت میں

نماز ہو اور نماز جنازہ وعاہو ۔ وَلَا تَبْطُلُ بِنِيَّةِ الْقَطْعِ مَا لَمْ يُكَبِّرْ بِنِيَّةٍ مُغَايِرَةٍ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر نکہے تم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر نیت کی کہ وہ نفل توڑ کے قطع کرتا ہون تو جبتک نیت نماز کے ساتھ اللہ اکبر نکہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کی مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھ کر پھر سے ظہر کی نیت بدون زبان سے کچھ کہے کرے تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی

وَلَوْ نَوَى فِي صَلٰوتِهِ الصَّوْمَ صَحَّتَا اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہو طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہو کہ جس فعل مین مشغول ہوا اسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

یہ باب ہو نماز کی کیفیت مین شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہو مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنے اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوا وَهِيَ لُغَةً مَصْدَرٌ وَعُرْفًا كَيْفِيَّةٌ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى فَرْضٍ وَوَاجِبٍ وَسُنَّةٍ وَمَنْدُوبٍ وصفت لغت مین مصدر ہو یعنے جسکے معنی ہین بیان کرنا اس چیز کا جو موصوف مین ہو اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہو جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہو اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہو کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہو کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض سنت اور بعض مستحب مِنْ فَرَائِضِهَا الَّتِي لَا تَصِحُّ بِدُونِهَا التَّحْرِيمَةُ قَائِمًا نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہو حالت قیام مین ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہو مثل اللہ تحریم کے معنی ہین کسی چیز کو حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نماز کی وجہ سے کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائضہا مین یہ قید جو شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہ ظاہر کرنے والی صفت ہو کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہوا اور تحریمہ حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکے ہوے کہیگا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھ اسلیے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہو جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وَهِيَ شَرْطٌ فِي غَيْرِ جِنَازَةٍ عَلَى الْقَادِرِ بِهِ يُفْتٰى اور تکبیر تحریمہ شرط ہو جنازے کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہو قدرت والے پر یعنے گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہ سکتا ہو اسپر فرض ہی یہی یعنے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہو نہ رکن ہونے پر جو قول ہو امام محمدؒ کا اور جنازے کو اسلیے استثنا کیا کہ اسمین یہ تکبیر رکن ہو مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فَيَجُوزُ بِنَاءُ النَّفْلِ عَلَى النَّفْلِ وَعَلَى الْفَرْضِ وَإِنْ كُرِهَ جب تحریمہ شرط ہی تو درست ہو ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہو ہم یعنے چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہو گیا تو دونون صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بنا نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہو قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہو اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونے ان دونون صورتون کی یہ ہو کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہو دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لَا فَرْضٌ عَلٰى فَرْضٍ أَوْ نَفْلٍ عَلَى الظَّاهِرِ نہین جائز ہو بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہ بحث ہو کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہو تو چاہیے یون تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہو اسی طرح اور شرطون کا حال ہو کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کسلیے نہین اسکا جواب یہ ہو کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہو تا کہ عبادت علحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون مل کر ایک عبادت ہو جاینگے جو خلاف مقصود ہو وَلِاتِّصَالِهَا بِالْأَرْكَانِ رُوعِيَ لَهَا الشُّرُوطُ اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہین اُسکے لیے شرطین ہم یہ جواب ہو ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہو تو اُسکے لیے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہو شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلیے ہو کہ تکبیر متصل ہو قیام سے جو رکن ہو نماز کا یعنے جو شرطین رکن مین ملحوظ نہین وہ بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ

ہوئیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونیکی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وَقَدْ مَنَعَ الزَّيْلَعِيُّ اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لئے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنے
امام شافعی جو اُسکے رکن ہونے کی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تحریمہ کے لیئے ہیں اُنکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز
کے لئے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لئے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہوکر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی
اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں
ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَلَئِنْ سُلِّمَ پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجائے تو ہم یہ کہینگے کہ
یہ مراعات اسلیئے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ ادائے نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمیں کلام ہے اسلیئے
کہ یہ قول بسبیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ پہلا نَعَمْ فِي التَّلْوِيحِ تَقْدِيمُ الْمَنْعِ عَلَى التَّسْلِيمِ أَوْلَى ہاں تلویح میں ہے
کہ مراعات شروط کے منع کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنے یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے ورنہ جو صورتیں زیلعی
نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلیئے
تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کردیا لٰكِنْ تَقُولُ الْاحْتِيَاطُ خِلَافُهُ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنے ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم
مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے
یہ ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وَعِبَارَةُ الْبُرْهَانِ وَإِنَّمَا اشْتَرَطَ لَهَا مَا اشْتُرِطَ لِلصَّلَاةِ لَا بِاعْتِبَارِ كَوْنِهَا رُكْنًا بَلْ بِاعْتِبَارِ اتِّصَالِهَا بِالْقِيَامِ الَّذِي هُوَ رُكْنُهَا
اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیئے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے
جو نماز کا رکن ہے وَمِنْهَا الْقِيَامُ بِحَيْثُ لَوْ مَدَّ يَدَيْهِ لَا يَنَالُ رُكْبَتَيْهِ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا
اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیوے تو اُسکے دو گھٹنوں کو نہ پہونچیں یعنے اگر نماز میں خوب سیدھا نہ ہوگا کسی قدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہوجائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ
گھٹنوں کو لگ جائیں تو فرض ادا نہوگا وَمَفْرُوضُهُ وَوَاجِبُهُ وَمَسْنُونُهُ وَمَنْدُوبُهُ بِقَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِيهِ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور
مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اُسکے اندر قرات کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے
واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمیں سورۂ اعلیٰ اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاوے مسنون ہے اور صبح میں طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں
جسقدر قرات فرض یا واجب وغیرہ ہے اسی قدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فَلَوْ كَبَّرَ قَائِمًا فَرَكَعَ وَلَمْ يَقِفْ صَحَّ لِأَنَّ مَا أَتَى بِهِ مِنَ
الْقِيَامِ إِلَى أَنْ يَبْلُغَ الرُّكُوعَ يَكْفِيهِ قُنْيَةٌ پس اگر کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام
صحیح ہوگیا اسلیئے کہ جتنا قیام اُسنے رکوع میں پہونچنے تک کیا اُسی قدر کافی ہے کذا فی القنیہ ہم لیئے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ
نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اُس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے
یا کہ وہ ادنے قرات پر اختصار کیے مثلاً ثم نظر کہہ لے فِي فَرْضٍ وَمُلْحَقٍ بِهِ كَنَذْرٍ وَسُنَّةِ فَجْرٍ فِي الْأَصَحِّ قیام فرض ہے فرض نماز
میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسے نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو اُنکے وجوب کی رعایت سے
جو اُنکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو اُنمیں فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی
روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لِقَادِرٍ عَلَيْهِ وَعَلَى السُّجُودِ قیام فرض ہے اُس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فَلَوْ قَدَرَ
عَلَيْهِ دُونَ السُّجُودِ نُدِبَ إِيمَاؤُهُ قَاعِدًا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھکر اسلیئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا

جب اصل پر قدرت نہین تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہی وکذا من یسیل جرحہ لو سجد
اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلیے کہ سجدہ
کرنے سے وضو ٹوٹتا ہی ... اور جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ او یبدو
ربع عورتہ او یضعف عن القراءۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھ کر پڑھنا مثلا کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم
بہنے لگے یا پیشاب جاری ہوجاے یا چوتھائی ستر مکان کھلجاے یا قرأت سے بالکل عاجز ہوجاے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے
رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل ہوگا
اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اسکا خلیفہ ہوجائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی الجماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافا للاشباہ
اور اگر جماعت کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنے جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پھر کھڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اسے
گھر مین کھڑا ہوکر نماز پڑھ لے جماعت مین نجاوے اسی کا فتوے ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اُسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ مین مجتبی سے اسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجیٔ
اور ایک فرض نماز کا قرأت ہی اُس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور وہ رکن
زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک ہم رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہوجاتا ہی اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قرأت لسقوطہ
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قرأت ساقط ہوجاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ
نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز انکا عوض ہوتی ہی مثلا جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ انکے
دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم بیان یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہوسکتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا اور حالت
مین ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قرارت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا
نماز پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے نہونے سے نماز ہوجاتی ہی تو اسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد
یدیہ نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پھیلا دے تو دونون زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ
صرف سر کا جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہ صورت کھڑے ہوکر رکوع کرنیکی ہی اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے لذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہما شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونون
قدمون سے اور ایک انگلی کا لگانا دونون پاؤن سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونیکی یعنے اگر دونون پاؤن زمین سے بالکل اٹھے رہینگے تو سجدہ درست
نہوگا وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کے شمار کے ہم
یعنے سجدہ کے دوبارہ کرنیکی کوئی وجہ عقلی نہین صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دوبارہ سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اسنے ایکبار نہ کیا ہم
دوبار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونون سے ثابت
ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر
وہ یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنے قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہین بذریعہ خروج ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہو حالانکہ وہ رکن ہو نہ شرط ہم قعدہ اخیرہ مین اختلاف ہو
بعض کے نزدیک رکن اصلی ہو اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہو کہ فرض ہو یا واجب مگر اصح یہی ہو کہ فرض ہو اور رکن ہو
وصحح فی البدائع انہ زائد لیحنث من الحلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہو اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن
زائد ہو اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہو اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جب تک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی
والسراجیۃ لا یکفر منکرہا [illegible] اور سراجیہ مین ہو کہ قعدہ اخیرہ کا انکار کرنیوالا کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہو اسلیے کہ بعض کے نزدیک
قعدہ اخیرہ واجب ہو اور اگر اسکی اصل مشروعیت کا منکر ہوگا تو کافر ہونا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت خود ہو بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ
ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہو مقدار اسکی تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط باہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنیکے
ہم یعنی قعدہ اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد بصحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین باہم ہونا اور فاصلہ
نکرنا شرط نہین لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلاثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد
صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے نہین کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہو کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھکر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اوٹھا پھر یاد کرکے
بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا باہم
نہین بیچ مین اٹھنا بھی موجود ہو وخروجہ بصنعہ کفعل ینافی الصلوۃ بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہو اپنے
کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہو نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہو ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام
پھیرنا ہو کہ لفظ السلام کہنا واجب ہو اور اسکی جگہ دوسرا فعل عمدا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنیکے مکروہ تحریمی ہو بسبب ترک کرنے واجب
یعنے لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز
کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ
المحققون اور صحیح یہ ہو کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہو اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہو
کہ اسی پر ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃ نہین ثابت ہو کہ فرض ہو بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسئلون
سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہو اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ نکالا
کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہو حالانکہ بردعی کی رای غلط ہو کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو ایک
فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہو کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور کا اور ہوجاتا ہو چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی
من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے یہ
غرض ہو کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمیز کرے انکے جو فرض نہین یہان تک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونیکو نجانتا ہو مگر انکے
اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کیے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
یعنے سجدہ اول فرض ہو تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اوٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کرنا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان کیا ترتیب ہو
شلنکے ارکان مین یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارح

سکو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنے یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کریگا
تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو ماتن کے بیان سے رہگیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنے ایسی طرح ادا کرنا کہ انکا کوئی فرض
نہ چھوٹے ہم طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہین کہ نماز کے اتمام کو
جدا فرض کہا جاے کیونکہ اُس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی اٰخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے ومتابعتہ
لامامہ فی الفروض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنے ہر رکن مین امام کے ساتھ یا اُسکے بعد شریک ہواس سے پیشتر ادا نکرے
ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ
فی زعمہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عندیہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی نکسیر یا عورت کو چھولیا اور اُسکے پیچھے کسی
حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اُسکے نزدیک یہ دونون باتین ناقض وضو نہین وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا
آگے نہ بڑھنا ہے امام پر یعنے ایڑیان امام سے آگے قبلہ کیجانب نہ بڑھین وعدم مخالفتہ فی الجہۃ اٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنے
اقتدا اور ادا کے وقت یہ نجانتا ہو کہ امام کا منھ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطہما
نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط ان دونون کے یعنے قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین
یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجایش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین وہ شرط ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل
الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک ہم تعدیل لغت مین برابر کرنے کو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یعنے ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ
ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وھو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے
اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزاین الاسرار مین مفصل لکھا ہے وشرط فی اداءھا اے ھذہ الفرائض اور مشروط ہے ان فرائض یعنے
ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنے بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اُسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت وبہ بلغت ینفا وعشرین
وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ لتحریمۃ عشرین شرطا ولغیرھا ثلاثۃ عشر فقال مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے
ساتھ شرطین کچھ اوپر بیس یعنے اکیس ہوگیئن اور شرنبلالی اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لیے بیس شرطین اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی
ہین چنانچہ کہا ہے ؎ شروط لتحریم حظیت بجمعہا * مہذبۃ حسنا ملیک الدھر تنزھ کچھ شرطین ہین تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا مین اُنکے اکٹھا کرنے
سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بھر کی کہتی ہین ؎ دخول لوقت واعتقاد دخولہ * وستر لعورات والقیام المحرر وہ شرطین
یہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت مین شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور
طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تحقیق کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھون سے گھٹنے نہ پکڑسکے
؎ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ * ولغیین فرض او وجوب فبذکر اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ
آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا سب نماز کی ذکر کرے یعنے اگلے شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اُسکو
منھ سے ادا کرے ؎ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ * وبسملۃ عربا ان ھو یقدر یعنے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اُسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہین چنانچہ عنایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا
نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قراءت صحیح نہین ہے ۵ وعن ترکیۃ ھا وار لہا جلالۃ ؛ وعن
ملا ھمزات وبآء با کبیر اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے بادی یعنے الف و ہم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہاء لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونون ہمزون کے
مدسے یعنے نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مدسے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ۵ وعن فاصل فعل کلام مباین ؛ وعن سبق
تکبیرہ مثلا یعنی اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی اور خالی ہو
کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلا نیت کر کے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے بہتیر کہنے سے یعنے ایسا نہو کہ اول اللہ اکبر کہے
پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور شل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار کے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے
کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ۵ فذ ونک ھذی مستقیما القبلۃ ، لعلک تحظی بالقبول وتشکو پس ان باتون کو لے سیدھا باندھنے والا قبلہ کی طرف
یعنے شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بیعنے والے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گزار ہو اللہ تعالی کا کہ اسنے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم کا کہ شروط
متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ۵ فجملتھا العشرون بل زید غیرھا ، وناظمہا یرجو الجواد فیغفر تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہین مثلا مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالی بہت جود کرنے والے سے کہ وہی اسکی
مغفرت فرمائیگا ۵ وازکی صلوۃ مع سلام لمصطفی ، ذخیرۃ خلق اللہ للدین یذخر اور عمدہ درود وسلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذخیرہ ہین اللہ تعالے کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ۵ والحقتہا من بعد ذلک لغیرھا ثلثۃ عشر للمصلین تطلع
اور ماضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ۵ قیامک فی للفرض مقدار آیۃ ؛ و
تقرا فی ثنتین منہ تخیر اور وہ شرطین یہ ہین کہ کھڑا ہونا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنے واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو
رکعتون مین تیری قراءت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ۵ فی رکعات النفل والوتر فرضہا ، ومن کان
موتما فعن تلک یحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قراءت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قراءت سے منع کیا جاتا ہے یعنے اسکے حق مین قراءت مکروہ
تحریمی ہے کیونکہ امام کی قراءت اسکی قراءت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون مین قراءت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذافی الشامی ۵ وشرط سجود فالقرار لجبہۃ ، وقرب قعود حد فصل محرر
اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنے ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہے اسی طرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل دونون سجدون کی منقح
ہوئی ہے یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہانے جو ادنے سر اٹھانے کو
حد ٹھہرایا ہے وہ قول منقح نہین ہے ۵ ولعد قیام فالرکوع فسجدۃ ، وثانیۃ قد صح عنہا تاخر اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ان
فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے یعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض نہین بلکہ
واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ۵ علے ظھر کف او علی فضل ثوبہ ، اذا التھو کان الجواز المقرر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی
پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلا آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنے آٹھوان فرض

طحطاوی ۱۲ منہ
کما کر سکون سے تین
نصف تا ہی عشر

نفحۃ بیت ہی
رو شعر بین نسبت
سے سیہ ہے

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہو گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہو ۵ بسجود لہ فی حال قطعی مطلقا بلہ بل سجد تبعا عند اذ دحام بل لغیر سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ
مین اور اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو وقت اژدہام اور بھیڑ کے معاف ہو ھم یہ بیان ہو لونین فرض کا یعنے سجدہ بالشت بھر زمین سے اونچی جگہ پر
ہو اور اکثر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہو اسی طرح اگر کثرت آدمیون کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز
پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہو تو یہ بھی معاف ہو کذا فی الشامی ۵ اداء افعال الصلوٰۃ بیقظۃ ۶ و تمییز مفروض عن غیرہ مقدار ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو
بیداری مین اور تمیز مفروض کی تجھیر مقرر ہو ۷ و یختم افعال الصلوٰۃ فعودہ ۸ و فی منتقیہ عنھا الخروج بصنعہ اور ختم کرنا ہو نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی
کا اور باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منتج ہو شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہو اور عنھا متعلق خروج ہو اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہو الاختیار اے الاستیقاظ اداء فرائض کے
لیے اختیار شرط ہو یعنے ہوش مین ہونا اور جاگنا ھم ایک نسخہ مین وشرط فی ادائھا الاختیار ہو چونکہ ماتن کے قول مین وشرط فی ادائھا گذر چکا ہو تو شارح کا مکرر لانا
فضول ہو لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین اما لو رکع او سجد ذاھلا کل الذھول اجزاہ ۹ تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اسکو کافی ہوگا یعنے غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سونا اسکے مخالف ہو چنانچہ ماتن کہتا ہو فان اتی بھا او
باحدھا بان قام او قرا او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی بہ بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب
فرائض کو یا انمین سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قرارت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سوتے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرارت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ھم قول غیر اصح قرارت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہو کہ انکے نزدیک یہ دونون رکن
سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم یعدہ تفسد الصلوٰۃ لا عن اختیارہ فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون
اور اگر جس رکن کو سوتے ہوے ادا کیا اسکو نہ دھراویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر ہوگیا اور
لوگ اسسے غافل ہین یعنے ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلوٰتہ لانہ زاد رکعۃ
وھی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول
نہین کرتی یعنے سوتے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا کہ قدر
غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا جاے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین ولو رکع او سجد
فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے
سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنے رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سو جانا
مضر نہین ولھا واجبات لا تفسد بترکھا اور نماز کے کچھ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنے باطل نہین ہوتی ھم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے
قول کو رد کیا کہ اسنے ذکر کیا ہو کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہو مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہو کہ ائمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی
مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہو باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جس سے
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہو جسمین کوئی رکن مفقود ہو جاے وتعاد وجوبا فی العمد والسھو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک ہوا ہو وہ
دوبارہ پڑھی جاے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بھول مین بشرطیکہ بھول کا سجدہ نکیا ہو یعنے اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا تو دونون
صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہو وان لم یعدھا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو دہراویگا تو فاسق اور گناہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب مکروہ
تحریمی ہو اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہو وکذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا اور اسی طرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے ساتھ

ادا کیجاوے مثلاً بول یا براز کو بوقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دُھرانا واجب ہی والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لایتکرر
اور مختار یہ ہی کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہی اسلیئے کہ فرض مکرر نہین ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہی کہ دوبارہ کی نماز کو فرض
کہتا ہی نہ اول کو شارح کہتا ہی کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہی جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہی تو وہ نماز فرض نہین ہی کیونکہ اگر اُسکو فرض قرار دین تو
اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیئے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اس سے بھی معلوم
ہوا کہ نماز اول فرض ہو تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی تصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر
امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دُھراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اُسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو اقتدا فرض
والیکا اُسکے پیچھے درست نہوگا وھی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین یعنے واقع کے
اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسھو بترک اکثرھا لا اقلھا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہی تو نمازی اُسکے اکثر کے
چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہی اسلیے
باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منھا وھو اولی لیکن مجتبی مین
ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہی طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید ہی واجب ہونے کو قلت علیہ
فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید و تعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیرون سے
اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجا لانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہی تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی واتیان کل کے یا یہ معنی ہین کہ
واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہی و ترک تکریر کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے
مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا واجب ہی مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہی یعنے اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو
سجدہ سہو لازم نہوگا و ضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامھا وھو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت
الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور
اُسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہی اگر ایک آیت یا دو
آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وھو یکرہ
فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہی مذہب مختار یہ ہی کہ مکروہ نہین یعنے
مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونیکی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی و فی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہی نفل کی سب
رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز جداگانہ ہی ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اٹھیگا تو
گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی وتر کی ہر رکعت مین براہ
احتیاط ہم یعنے جب ترین آثار سنت ہونے کے ظاہر ہوے کہ نہ اسکے لیے اذان دیجاتی ہی نہ تکبیر کہی جاتی ہی تو احتیاط اسکی مقتضی ہی کہ قرارت کے باب مین اُسپر سنت کا حکم جاری
کیا جاوے کذا فی الشامی و تعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذھب اور واجب ہی معین کرنا قرارت کا فرض کی پہلی دو رکعتون مین مذہب مشہور
کے بموجب ہم فرض سے مراد یہان وہ ہی جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہی اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیے
کہ فرض قرارت کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہی کہ قرارت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہ ہی کہ محل قرارت فرض کی

دو رکعتین ہیں بلاتعیین تو اس صورت میں تعیین پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور مذہب مشہور یہی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں کو قرأت کیلئے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہے وَتَقْدِيمُ الْفَاتِحَةِ عَلَى كُلِّ السُّوْرَةِ اور واجب ہے مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنے اگر دوسرے سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہے جسمیں ایک رکن ادا ہو تو اگر ادائے رکن سے کم دیر لگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وَكَذَا تَرْكُ تَكْرِيرِهَا قَبْلَ سُوْرَةِ الْأُولَيَيْنِ اور اسی طرح واجب ہے مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتوں میں سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ واجب کے اور پہلی رکعتوں کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتوں میں سورہ سے پیشتر مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا فی الطحطاوی وَرِعَايَةُ التَّرْتِيْبِ بَيْنَ الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوْعِ وَفِيْمَا يَتَكَرَّرُ أَمَّا فِيْمَا لَا يَتَكَرَّرُ فَفَرْضٌ كَمَا مَرَّ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ كَالسَّجْدَةِ أَوْ فِيْ كُلِّ الصَّلٰوةِ كَعَدَدِ رَكَعَاتِهَا - اور واجب ہے لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت میں مکرر ہوتے ہیں جیسے سجدہ ہے اور جو افعال ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ انکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہے ان افعال میں جو کل نماز میں مکرر ہوتے ہیں مثل عدد نماز کی رکعتوں کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً چار رکعتوں میں اگر اسکو ایک رکعت آخری ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دوگانہ کو ادا کر لیگا پھر بلا قرأت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال استقلالی ہے یعنے بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتا حَتّٰى لَوْ نَسِيَ سَجْدَةً مِنَ الْأُوْلٰى قَضَاهَا وَلَوْ بَعْدَ السَّلَامِ قَبْلَ الْكَلَامِ لٰكِنْ يَتَشَهَّدُ ثُمَّ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ ثُمَّ يَتَشَهَّدُ یہاں تک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنے اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لِأَنَّهُ يُبْطِلُ بِالْعَوْدِ إِلَى الصُّلْبِيَّةِ وَالتِّلَاوِيَّةِ تشہد اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہے سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کی طرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہیں جو اسکا جزو ہے اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز میں ترتیب شرط ہے یعنے جب کل ارکان ہو چکیں اسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونیکی یہ وجہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی أَمَّا السَّهْوِيَّةُ فَتَرْفَعُ التَّشَهُّدَ لَا الْقَعْدَةَ حَتّٰى لَوْ سَلَّمَ بِمُجَرَّدِ رَفْعِهِ مِنْهَا لَمْ تَفْسُدْ بِخِلَافِ تِلْكَ السَّجْدَتَيْنِ لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہے نہ قعدہ کو یہاں تک کہ اگر مجرد سر اوٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیر لیگا تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدوں کے کہ انکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب باطل جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وَتَعْدِيْلُ الْأَرْكَانِ أَيْ تَسْكِيْنُ الْجَوَارِحِ قَدْرَ تَسْبِيْحَةٍ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَكَذَا فِي الرَّفْعِ مِنْهُمَا عَلٰى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ اور واجب ہے تعدیل ارکان کی یعنے ساکن کرنا اعضا کا بمقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع میں اور سجدہ میں اور اسی طرح واجب ہے تعدیل سر اوٹھانے میں رکوع اور سجدہ سے یعنے قومہ اور جلسہ میں بنا بر اس قول کے کہ پسند کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر الرائق میں کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چاروں چیزوں یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یکسان ہے کذا فی الشامی لٰكِنَّ الْمَشْهُوْرَ أَنَّ مُكَمِّلَ الْفَرْضِ وَاجِبٌ وَمُكَمِّلَ الْوَاجِبِ سُنَّةٌ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہے کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہے اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہے یعنے چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہے تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہیں انمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہیں انمین تعدیل مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین پر حلبی نے انکا یہ جواب دیا ہے کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہیں کذا فی الشامی وَعِنْدَ الثَّانِيْ الْأَرْبَعَةُ فَرْضٌ اور امام ابو یوسف کے نزدیک چاروں فرض ہیں یعنے فرض عملی ہیں کہ انکے نہونے سے نماز درست نہیں رہتی وَالْقُعُوْدُ الْأَوَّلُ وَلَوْ فِيْ نَفْلٍ فِي الْأَصَحِّ اور واجب ہے اول قعدہ کو نفل ہی میں ہو صحیح تر قول میں ہم

امام محمد نفل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ نفلوں میں بھی قعدہ اول
واجب ہے کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہوگیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہیں اسلیئے فرض نرہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد
اور اسی طرح واجب ہے قعدہ اول میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول میں التحیات تمام کرکے مقدار اللھم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا تو واجب
فوت ہوجائیگا واراد بالاول الخ اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا ہے جو غیر اخیرہ ہو یہ شارح نے اسلیئے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتوں کو ایک
تحریمہ سے پڑھیگا تو سوائے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدے اولی کے حکم میں سمجھے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول
فرض علیہ [illegible] لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہوکر مقیم کو اپنا خلیفہ کردے تو اس صورت
میں اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہوا اور اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرضیت عارضی ہے اسی طرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت
میں آیا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر یہ قعدہ فرض ہوگیا حالانکہ یہ غیر اخیرہ ہے والتنبیہ کان لسجود السہو یترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح
اور واجب ہیں دونوں تشہد یعنے دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا اور سجدہ لازم ہے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی
الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسی طرح واجب ہے تشہد ہر قعدہ میں صحیح تر قول میں ہم اور قول ضعیف یہ ہے کہ سوائے اخیر قعدہ کے اور وں میں تشہد
سنت ہے اس قول سے شارح نے اعتراض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ
بحر الرائق میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمدرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر
سجود تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد ثم قضی الرکعتین بتشہدین وقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ میں اسلیئے لگائی کہ بعض
اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہے مثلا ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدوں میں امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ میں اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا
تو اسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم
پڑھا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہوگئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دہرایا اور مقتدی نے اسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے
اپنی باقی دو رکعتوں کو دو تشہدوں سے پڑھا تو سات تشہد ہوئے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتوں میں اسکو سہو ہوا
تو سجدہ سہو کرکے آٹھواں تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہوگیا تھا تو اسکو ادا کرکے نواں تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے
قعدے اور تشہد بیکار ہوگئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیئے سجدۂ سہو کرکے دسواں تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہیں خصوصیت دو تشہد
کی نہیں قلت ومثل التلاویۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما لزاد اربع اخر میں کہتا ہوں اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ
صلبی کا تو اگر ہم فرض کریں اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونوں کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ
سہو کرنا پڑیگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ امام نے صورت مذکورۂ بالا میں پانچویں تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ
سہو کرکے ساتواں تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوئے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے
ساتھ پڑھ چکا ہے تو اسکے چودہ تشہد ہوئے اسلیئے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت میں چودہ ہونگے ولو فرضنا
تعدد التلاویۃ والصلبیۃ لہما ایضا لزید ست اخر اور اگر فرض کریں تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیئے
تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاوینگے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ صورت مفروضۂ بالا میں امام کو ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اسنے اسکو
ادا کرکے آٹھواں تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوت دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نواں تشہد پڑھا اب سکے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسوان تشہد پڑھا تو اس صورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوے اسی طرح مقتدے کے ہونگے تو مقتدے کو ۱۲ تشہد ہوجاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس صورت
مین امام دوسرے سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نوان پڑھکر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑھے پھر سجدہ
سہو کرے اور گیارھوان تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدے کے بائیس ہونگے یعنے پہلے کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر
نسخون مین ست کی جگہ ستون ہو یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہوجائینگے ساٹھ کے ہونے کی صورت یہ ہو کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اسکو
اداکرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدہ صلبی یاد کرکے اسی طرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوے اب سجدہ تلاوت
تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کرچکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ
سجدون مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہوچکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوے اور اسی طرح مقتدے کے ۳۰ ہونگے تو مقتدے کے کل ساٹھ
تشہد ہوجائینگے اور جب ان ساٹھ پر وہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہوچکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۲ ہونگے اور اسپر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح اگلے
قول مین ذکر کرتا ہو تو کل تشہد ۷۶ ہونگے اور اٹھتّر ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہو جہان کہا ہو کہ ۱۵ کو ضرب دو ۸ مین جیسا اُسکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہو وہی صحیح ہو ولو فرضنا ادراکہ للامام ساجدا ولم یسجدھما معہ فمقتضی القواعد انہ یقضیھا
فیزاد اربع آخر فتدبر اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت مین اور مقتدے نے اُن دونون سجدون کو امام کے
ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضاے قواعد یہ ہو کہ مقتدی اُنکو ادا کرے تو اس صورت مین چار تشہد اور ہوجائینگے سو اسکو سمجھ لے طحطاوی نے کہا صورت
اسکی یہ ہو کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ بیٹھکر تشہد مین شریک ہوا
اور مراد شارح کی قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہو وہ یہ ہو کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین سے کچھ فوت ہوجاے تو وہ فوت ہوے ارکان کا اعادہ کرے
جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہو اُسکو دھراتا ہو لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین لیجے اسلیے کہ مقتدی پر یہ
ہرچند متابعت امام کی دونون سجدون مین واجب تھی مگر اب جو اُسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونون سجدون کے
پڑھ لیا تو اسکی نماز مین کسی طرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین یہ تصریح موجود ہو کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا
بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھلی تو نماز درست ہو پھر ان دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر
نہین کیا کہ ایسی صورت مین مقتدی اُس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا
کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہو ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک اُنمین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد اُنکو استحسان کی روسے
اداکرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبہ علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسیکو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم اگر کثرت تشہد
کے لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہوسکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل اداکرے ایک سلام سے تو
اُسمین پانسو تشہد ہوسکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین فالثانی واجب علی الاصح برھان دون علیکم
وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشھور عندنا وعلیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہو لفظ السلام دو بار یعنے
دوسرا واجب ہو صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہو لفظ علیکم اور ہوچکتا ہو اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے
نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہو مصنف نے جو لفظ السلام
کہا اسمین اشارہ ہو کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسنون کہا ہے اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتمہ بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یجز فصل تنقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوھرۃ والبرھان وغیرھما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح الاقتداء ذکرہ الرملی الشافعی فی باب سجود السھو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر منقطع ہوجاتی ہے یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہے یعنے سلام اول پر تحریمہ تمام ہوجاتی ہے اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہے کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہے اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر کیا ہے اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتمہ سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہے وقراءۃ قنوت الوتر وھو مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہے پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہے یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللھم انا نستعینک الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح واجب ہے قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہے کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہے کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہے اللہ اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہے نہ سجود سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہے وتکبیرات العیدین وکذا احدھا اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار اللہ اکبر کہنا ہے ہر رکعت مین تین بار اور اسی طرح واجب ہے ان مین سے ایک یعنے ہر تکبیر واجب ہے گانہ ہے یہ نہین کہ چھوون مل کر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسی طرح واجب ہین تکبیرین ایام تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہے تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہے اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سوائے اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ وجوبہ فی کل صلوۃ بحر ای لفظ لکن مشابہ ترجیح یہ ہے کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجھر للامام والاسرار للکل فیما یجھر فیہ ویسر اور واجب ہے پکار کر پڑھنا امام کو ان نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہے یعنے صبح اور مغرب وعشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہے آہستہ پڑھنا سبکو یعنے امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین ان نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنے ایک واجب ادا کرنا ہے ہر واجب یا فرض کا اسکے محل مین فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سھوا ثم رکع او تذکر السورۃ فی الرکوع فضمھا قائما اعاد الرکوع وسجد للسھو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے بھولے سے سوچتا رہ گیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اسکو یاد ہوا سو اسنے سورہ کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہے فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فورا فرض تھا تو اسنے رکوع کو اسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہے واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہے واعاد الرکوع سجد للسھو کہنا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع اور سجدۂ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہے اور سجدۂ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہے ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کرے گا

یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا وکلّی تیادۃ تتخلّل بین فرضین اور واجب ہو ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون
کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہو مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری
رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی داخل ہو وانصات للمقتدی اور واجب ہو چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی
امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا
ومتابعة الامام یعنی فی المجتهد فیه اور واجب ہو امام کی پیروی ان افعال مین جن مین اختلاف مجتہدین ہو مجتہد فیہ سے یہ مراد ہو کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہو جسکی روسے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدے
سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہو اسی طرح جن امور مین اتفاق ہو انمین متابعت
بطریق اولے واجب ہو لا فی المقطوع بنسخه نہین واجب ہو متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہو جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ
تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہرچند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل
آپ کا چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد ولعدم سنته کقنوت فجر یا یقین ہو اس فعل کے نہ مسنون ہونیکا
تو اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنے اس صورت مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک
کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ
ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہو وانما تفسد بمخالفته فی الفروض کما بسطناه فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت
کرنے سے فاسد ہوتی ہو چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہو شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہو نہ متابعت کے
ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہو اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کی طرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت
کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولها نیفا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے ہم یعنے جو ۲۰
واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۰ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۴ ہوگئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہو کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شارح نے چھوٹی آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹی تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح
نے ہر ایک کو علحدہ کہا تو پانچ اسمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ
مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ ہوے چودھوان نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان ترتیب
قرارت اور رکوع مین سولھوان ترتیب عدد رکعات مین سترھوان بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان تکبیر قنوت انیسوان تکبیر قنوت کے
رکوع کی بیسوان تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ہر فرض و واجب کو اپنے محل
پر ادا کرنا تئیسوان ترک کرنا تکرار رکوع چوبیسوان ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر
چھبیسوان ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت
ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتهی وبالبسط اکثر من مائة الف اذ احدها النفخ ۳۹۰ من ضرب خمسة
تعدیلات المغرب بتشهدها و ترك نقصه منه و زیادته فیه وعلیه فی ۷ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہوجائیگی اسلیے
کہ ایک واجب یعنے تشہد ۳۹۰ واجب پیدا کرتا ہو یعنے پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۹ تشہدون مین جسکا بیان اوپر گذرا یعنے جہان شارح نے کہا ہو

تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہیں اول قعدہ مغرب دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اسکے کلمات کے اثنا میں
زیادتی نکرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد میں ۱۰ تشہدوں سے یہ پانچوں واجب ضرور ہونے چاہییں اسلیے پانچ کو ۱۰ میں ضرب
کیا ۵۰ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سو سے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور دونوں ہاتھوں کا زمین
پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو سو میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملادینے سے [illegible] کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب
اس رقم کو بقیہ ۴۴ واجبات میں ضرب کروگے تو ۱۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرض میں اور کچھ اوپر ۹۰ واجبات میں
واجب ہے یعنے کچھ اوپر ۱۱۰ جگہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۱۰ میں ضرب کرو تو ۱۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ ابھی اور واجب باقی
ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قرارت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انمیں ضرب دینے سے تعداد اور بھی
بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والمتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لا تعد ولا تحصی
ہیں تو اسکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں سے اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور انکی تلاش
سے بجز تضیع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر ترجمہ
پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہوجاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے
فیلغز ای واجب یستوجب ۳۹۰ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۳۹۰ واجبوں کا مستوجب ہوتا ہے یعنے جس سے ۳۹۰ واجب
لازم آتے ہیں ہم جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق میں تفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو آگے مذکور ہوتی ہیں
ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اسائۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اسائت
یعنے برا کرنیکا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنے اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت
کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاسائۃ
ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اسارت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنے اسارت میں ملامت
بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح میں ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم سنت
کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاے اور کسیقدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اسارت کے معنے ترک اولے ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم
ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتیں موجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ
فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے
خلاصہ میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانیکا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہگار نہوگا ونشر الاصابع ای ترکہا بحالہا اور سنت ہے تکبیر کے
وقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی ہوں وان لا یطاطئ رأسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہے ط طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر
بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنیکے لیے
دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانیکی خبر ہوجاوے اور اسی طرح
سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

کہ مکروہ اُس صورت مین ہی کہ حاجت سے زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اُسکے پیچھے ایک صف ہی اور وہ اتنا چیختا ہی کہ دس صفون مین آواز جاوے تو مکروہ ہوگا
پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اُسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنیکی ہوگی تو اُسکی نماز نہوگی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار
کرنیکے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسی طرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہونچاتا ہی وہ بھی اگر فقط خبردار کرنیکی نیت سے اللہ اکبر کہیگا تو نماز
نہ اُسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اُسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکار کر
کہنا مکروہ ہی واما المؤتم والمنفرد فیسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سن لے والثناء والتعوذ
والتسمیۃ والتامین وکونھن سرًا اور مسنون ہی سبحانک اللھم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سبکا
آہستہ ہونا یعنے آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہی اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ ہی ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول
علی رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعھما تحت السرۃ ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہی رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہی
مردون کو رکھنا اُنکا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ رض کے کہ سنت ہی رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانے کے انگلیون کی
پورون مین یعنے حکمت ہاتھون کے کھلے نرکھنے مین یہ ہی کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیون مین خون نہ اوتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب لتفریج الا ھنا
ولا الضم الا فی السجود اور مسنون ہی رکوع کے لیئے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہی رکوع سے سر اُٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہوجاوے اور مسنون ہی رکوع
مین تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنے تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہی اور مسنون ہی دو ٹخنونکا ملانا یعنے اگر بلا عذر ہوسکے اور مسنون ہی پکڑنا اپنے دونون زانو
کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہی پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہی کشادہ رکھنا انگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا
رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا تکبیرہ والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہی سجدہ کے لیئے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہی سجدہ سے اُٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہی سجدہ سے اُٹھنے کو اللہ اکبر کہنا اور
مسنون ہی سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہی دونون ہاتھون اور زانوؤن کا رکھنا سجدہ مین ھ اکثر فقہانے ہاتھون اور زانوؤن کا زمین
پر رکھنا مسنون کہا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہی اور فتوی عدم فرضیت پر ہی اور فتح القدیر مین اُنکو واجب کہا ہی اسوجہ سے کہ مطابق حدیث کے ہی اور
اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہی بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہی بسبب اُسکے موافق ہونیکے
اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طھارۃ مکانھما عندنا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع
یعنے جب انکا رکھنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ھ شامی نے کہا کہ ان دونون اعضا کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیف ہی صحیح یہ ہی کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہی جیسے نجاست کا
اُٹھانا الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اُسوقت پاک ہونا اُسکی جگہ کا شرط ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا
وافتراش رجلہ الیسریٰ فی تشھد الرجل اور مسنون ہی بچھانا اپنے بائین پاؤن کا مرد کے تشہد مین یعنے التحیات پڑھنے مین مرد بائین
پاؤن کو بچھاوے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہی بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر
اُٹھانا سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اُٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہی لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اُٹھانا جدا سنت ہی اور جلسہ جدا ووضع یدیہ علی فخذیہ کالتشھد للتوارث اور مسنون ہی رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہی بسبب توارث کے یعنے اکابر سے اسی طرح پہونچا ہی طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پوربین گھٹنون کے پاس ہون وھذا مما اغفلہ اھل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنے جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اُس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت ویاتی معنی یا للمنیۃ فافھم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھے ھم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکل سکتا ہی اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو انکو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانون کے ایک طرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرضہ الشافعی قول اللھم صل علی محمد اور مسنون ہی درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللھم صلی علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیر مین درود اسقدر فرض ہی ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ھم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہی لیکن بحر الرائق مین منقول ہی کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہی تو اس صورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سؤالہ من العباد اور مسنون ہی درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہی اسکا ذکر فصل آیندہ مین آویگا وبقیۃ تکبیرات الانتقالات حتی تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیئے اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونیکا قول ضعیف ہی بلکہ وہ واجب ہی جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منہہ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ھم اور مسنون ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا موجب ہی اور نہ عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ان کا افضل ہی ھم نماز مین ادب اسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہرا ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہُدیٰ ہی یعنے سنت موکدہ جیسے اذان اور جماعت ہی کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظھر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفیہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کی طرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کی طرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانہ کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کی طرف یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بٹے تو اُنکی طرف دیکھنا

مستحب نرہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سے بڑھکر ہو وَامساكُ فمه عند التثاؤب ولو باخذ شفتيه بسنه فان لم يقدر غطاه بظهر
يده اليسرى وقيل باليمنى لو قائما والا فيسراه مجتبیٰ اور مستحب ہے اپنا منھ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند ہو پھر اگر منھ بند
نہو سکے تو اسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضون نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا فی المجتبیٰ ح ہر چہ
منھ کے بند کرنیکی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے مین داہنا ہاتھ اسلیے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے
نیچے سے نکالنے مین دونون ہاتھون کو حرکت ہوگی اور بعض نسخون مین لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونون ہونٹھ کا دبانا جمائی کے رفع کے لیے دانت سے
دشوار ہے اسلیے صیغہ مفرد درست ہے کذا فی الشامی او كمه یا منھ کو چھپاوے اپنی آستین سے لان التغطية بلا ضرورة مكروهة ہاتھ یا آستین سے
منھ اسوقت چھپاوے کہ جب بلا مدد ہاتھ اور آستین کے منھ نہ بند ہو اسلیے کہ منھ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دباکر جمائی روک
سکتا تھا مگر اسطرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منھ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنیکی یہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دلمین سوچے
کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی واخراج كفيه من كميه عند التكبير
للرجل الا لضرورة كبرد اور مستحب ہے اپنی دونون آستینون مین سے دونون ہاتھون کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنے شروع نماز مین مگر
کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھون کا مستحب نہین رہتا ودفع السعال ما استطاع لانه بلا عذر مفسد فيجتنبه اور مستحب ہے رفع کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنے جبکہ اس سے حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اس سے اجتناب کرے والقيام لامام و
مؤتم حين قيل حي على الفلاح خلافا لزفر فعنده عند حي على الصلوة ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح
کہا جاے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوة کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی درست نہین
بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوة کہنے کے وقت کھڑا ہو ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام
على الاظهر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنے صفون کے پیچھے سے اپنی جگہ
جانا چاہے تو جس صف مین امام پہونچے وہی کھڑی ہوجاے ظاہر قول مین وان دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہون جب انکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم اقا
مته ظہیریہ جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہون یہان تک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد
الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وان خارجه قام كل صف ينتهي اليه بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف
تک پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وشروع الامام في الصلوة قبل
قد قامت الصلوة ولو اخر حتى اتمها لا باس به اجماعا وهو قول الثاني والثلاثة وهو اعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه وفي
القهستاني معزيا للخلاصة انه الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوة کہا جاے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر
کی یہان تک کہ موذن نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچھ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنے تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہ ہی
درست تر مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع مین اسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے
کہ اس سے نمازیون پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو لم يعلم ما في الصلوة
من فرائض وسنن اجزاته قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نجانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہ نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے اوانکا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہی جو سلف سے منقول چلا آیا ہی وَاِذَا اَرَادَ الشُّرُوْعَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ لَوْ قَادِرًا لِلْاِفْتِتَاحِ
اَیْ قَالَ وُجُوْبًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنے براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا
کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا وَلَا یَصِیْرُ شَارِعًا بِالْمُبْتَدَأِ فَقَطْ
کَاللّٰہِ وَلَا بِاَکْبَرَ فَقَطْ ھُوَ الْمُخْتَارُ اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط لفظ اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا
ہوگا یہی قول مختار ہی شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنے والا نہونے کی یہ ہی کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہی
تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فَلَوْ قَالَ اللّٰہُ مَعَ الْاِمَامِ وَاَکْبَرُ قَبْلَہٗ اَوْ اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا فَقَالَ اللّٰہُ قَائِمًا وَاَکْبَرُ رَاکِعًا لَمْ یَصِحَّ فِی الْاَصَحِّ
پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہین کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے
امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونون صورتون مین اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول مین ھ پہلی صورت مین اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہین ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت مین شرط تحریمہ مفقود ہی یعنے حالت قیام مین پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا ابھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ویسے ہی مقتدی خود
اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اُسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کَمَا لَوْ فَرَغَ مِنَ اللّٰہِ قَبْلَ الْاِمَامِ ص
جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہین کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو
اقتدا صحیح نہوگا وَلَوْ ذَکَرَ الْاِسْمَ بِلَا صِفَۃٍ صَحَّ عِنْدَ الْاِمَامِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنے اکبر کے تو صحیح ہی
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہوگیا اور باوجود مکرر ہونیکے ضعیف ہی کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی ھ اگر پہلی
صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنے والا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہین ہوتا بَلْ حَذْفُ
اَحَدِ الْھَمْزَتَیْنِ مُفْسِدٌ وَتَعَمُّدُہٗ کُفْرٌ وَکَذَا الْبَاءُ فِی الْاَصَحِّ اللہ اکبر وجوبا کے ہمزون کے حذف کرنیکے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزون کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزون مین سے ایک کا مفسد ہی شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہی اور اسی طرح
ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول مین مفسد ہی ھ مقابل اسکا وہ ہی جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہی کہ ب کا بڑھانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی وَیُشْتَرَطُ
کَوْنُہٗ قَائِمًا فَلَوْ وَجَدَ الْاِمَامَ رَاکِعًا فَکَبَّرَ مُنْحَنِیًا اِنْ اِلَی الْقِیَامِ اَقْرَبُ صَحَّ وَلَغَتْ نِیَّۃُ تَکْبِیْرَۃِ الرُّکُوْعِ اور شرط ہی اللہ اکبر کہنا کھڑے
ہوکر یعنے فرض نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب
ہوگا یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھون سے گھٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ھ صورت اسکی یہ ہی کہ مقتدی نے جو اللہ اکبر
کہا اُسسے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہی اور رکوع کی تکبیر
نفل ہی اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کَبَّرَ غَیْرَ
عَالِمٍ بِتَکْبِیْرِ اِمَامِہٖ اِنْ اَکْبَرُ رَأْیِہٖ اَنَّہٗ کَبَّرَ قَبْلَہٗ لَمْ یُجْزِہٖ وَاِلَّا جَازَ مُحِیْطٌ مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہی یا نہین تو اگر
اسکی راے غالب یہ ہی کہ مین نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہی تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام
کے ساتھ یا اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہی یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی وَلَوْ اَرَادَ بِتَکْبِیْرِہٖ التَّعَجُّبَ

او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنے والا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دونیا اجنبی باتین ہین اور نماز کی مفسد ہین تو ایسے شروع درست نہوگا ویجزم الراء لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم منح ومر فی الاذان اور اللہ اکبر کی رکو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہی اور اقامت جزم ہی اور اللہ اکبر کہنا جزم ہی کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری ھم اذان جزم ہی یعنی اسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین یہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہی وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یون ہی کہ شروع کرنے والا نیت سے ہوتا ہی اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے ھم یعنی چونکہ نیت بھی صحت نماز کی شرط ہی اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہی بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ وہم ہوتا ہی کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ھو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہی زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہوگی ھم یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرارت واجب ہی اور یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہی لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا لقیامہا مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہی کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہی اور مین نے اسکو دیکھا نہین ھم یعنی چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہی تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون شرطین علیحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی ہشم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا قراءۃ پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی یہ ہی کہ فتوے اسپر ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہی اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین ھم شامی مین محیط سے منقول ہی کہ قرارت فرض قطعی ہی اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے ھم اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہی طرفین کی طرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصہ و محیط وغیرہ مین ہی کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھون کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہی کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی ھو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہی محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث مین وارد ہی اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانیکے یقینی نہوگی ھم یعنی بعض احادیث مین حذو اذنیہ آیا ہی یعنی دونون کانون کے برابر ہاتھ اٹھاوے اس سے مراد یہی ہی کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اٹھانا مروی ہی تو وہ اسحالت پر محمول ہی کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہی کہ کلائیون

مونڈھون کے برابر کرنے سے کانون کی محاذات انگوٹھون سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونون ہتھیلیون کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کی طرف کورکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النھر عن السراج انھا کالرجل وفی غیرھا کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنی رفع یدین مین مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعھا حذاء منکبیھا وقیل کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اٹھاوے کہ اسکی انگلیون کے سر برابر اسکے دونون شانون کے ہو جائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضا مع کراھۃ التحریم بتسبیح وتھلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم الخالصۃ لہ تعالی ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالی کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین ہم تعظیم مین خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق التعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ اسکے بعد ولو مشترکہ نہ کہے گا اور یہ صحیح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا ومعرفا زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ھو کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہو گا شامی نے کہا کہ اس باب مین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتھا بحدیث لسان اھل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قھستانی اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونیکے اس حدیث سے کہ زبان جنت والون کی عربی ہے اور دری فارسی لفظ دری را مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القھستانی ہم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوے اور دری منسوب ہے در کی طرف بمعنی دروازہ اور یہ زبان ان لوگون کی ہے جو بادشاہی دروازون پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے انہی لوگون کی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او آمن او لبی او سلم او سمی عند ذبح او شھد عند حاکم او رد سلاما ولو اذن او قرأ عاجزا فجائز اجماعا اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے وقت خدا تعالی کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرارت پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتین باتفاق امام اور صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا قید القرأۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولھما وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر ہی رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

اسی پر فتوے ہے۔ قلت وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لاسلف له فیه ولا سند یقویه بل جعله فی التاتارخانیة کالتلبیة یجوز اتفاقا فظاهره کالمتن رجوعهما الیه لا هو الیهما فاحفظه فقد اشتبه علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبه فتنبه له اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرات کے مانند کیا ہے یعنے غیر زبان مین اسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونیکی لگائی ہے تو اس بات مین عینی کا کوئی سلف نہین جسنے پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند انکے دعوے کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان مین بالاتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کی طرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کی طرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی کم توجہ کرنے والون پر یہ امر مشتبہ ہوگیا ہے یہان تک کہ شرنبلالی پر بھی انکی سب کتابون مین مشتبہ ہوگیا ہے سو خبردار ہوجا۔ صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے قرات کے باب مین صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو منقول متواتر ہمتک پہونچا ہے تو فارسی وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنے وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان مین حاصل ہوسکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قرات کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہے اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسی قرات مین لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف لا یصح ان اذن بها علی الاظهر وان علم انه اذان ذکره الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہین صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنے اگر اذان فارسی مین ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہین ہوا

فروع مسائل ملحقہ شارح کے قرء بالفارسیة او التوراة او الانجیل ان قصة تفسد وان ذکرا لا قرات پڑھے فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی۔ ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قرات سے نماز فاسد نہین بلا اختلاف بشرطیکہ جسقدر قرات سے نماز درست ہوجاے اسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور قاضی خان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے فتح القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا تو فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرات سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن اسکے ساتھ ملا لیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق به فی البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قرات پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قرات مین مذکور ہوا لکن فی النهر الاوجه انه لا یفسد ولا یجزئ کالتهجی لیکن نہر الفائق مین ہے کہ موجہ تر یہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا تہجی کرکے پڑھنا قرآن کا مثلا یون کہنا ال ح م د ل ل ا ہ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو۔ قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قرات دس ہین تو متواتر روایتین دس تک ہوسکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق مین کہا کہ وجہ مفسد نہونیکی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین کیونکہ عرف مین قرآن عربی بیان کو

کہتے ہین ویجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہے لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اور قلیل معاف ہے نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی
کچھ مضائقہ نہین ویکرہ کتب تفسیرہ تحتہ بہا اور مکروہ ہے لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ شریعت مین
حکم ہے قرآن کے خلاف کیونکہ غیر قرآن ہے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہے اس سے معلوم ہوا
کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہے اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہے تو ترجمہ کے نزدیک بہتر طریق یہ ہے کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ
اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ و اللھم اغفرلی لا و ذکرھا عند الذبح لا اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون
سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہے گویا کہ یہ کہا کہ الہی مجکو پناہ دو
شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہے تو گویا یون کہا کہ الہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہے تو گویا یون کہیگا کہ الہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور
کسیکو یہ طاقت نہین اور جیسا اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہے مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللھم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست
نہوگا بخلاف اللھم فقط فانہ یجوز فیھما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہے صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہے باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہے اور اللھم معنی یا اللہ ہے ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغھا بخنصرہ
وابھامہ ھو المختار اور رکھے مرد لینے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور
انگوٹھے سے یہی مختار ہے یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑلے اور باقی تین انگلیان اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر
اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہے اور وجہ مختار ہونیکی یہ ہے کہ بعض احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہے
اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیھا
اور رکھے عورت اور خنثی مشکل دہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہے اور بعضون مین علی
یعنے پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہے نہ پستان پر ہم خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونون
کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہے اور اگر کسی
علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہے کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونیکے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے
کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہے اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہے کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون کو لٹکا رکھے جب
سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہوجاوے تو ہاتھ باندھے اور کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہے وھو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت ہے قیام کی
یعنے شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرأت کی سنت ہے اسلیے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو باندھنا اسوقت تک درست ہے کہ
قرأت شروع کرے فظاھرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ نہ
باندھے اور مین نے اسکو صریح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانھر المراد من القیام ما ھو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مینے مجمع الانہر مین دیکھا
کہ مراد قیام سے وہ ہے جو عام ہے حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہے تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتھون کا باندھنا

سبکی سنت ہو حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ یہ نشست قائم مقام قیام کی ہو لہ قرار ذکر فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء
وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھون کا باندھنا اُس قیام کی سنت ہو جسمین طول ہوا اور اسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنے جسکے پڑھنیکا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو
یا واجب یا سنت اِس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیرون مین کیونکہ ان قیامون مین ذکر مشروع پایا جاتا ہو اسی طرح خطبہ
پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہیین کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہین لا یسن فی قیام متخلل بین رکوع وسجود لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین
لعدم الذکر ما لم یطل القیام فیضع سراج نہین مسنون ہو ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیانی قیام مین بسبب زیادہ ہونے قیام کے یعنے اگرچہ قومہ مین ذکر
مسنون موجود ہو کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہو مگر چونکہ اس قیام مین طول نہین تو ہاتھ باندھنا مسنون نہین اور نہین مسنون عیدین کی تکبیرون مین
ہاتھون کا باندھنا بسبب نہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ صلوۃ التسبیح
قومہ مین ہاتھون کا باندھنا مسنون ہوا سوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونون ہین وقرا کما کبر سبحانک اللھم تارکا وجل ثناءک الا فی الجنازۃ
مقتصرا علیہ فلا یضم وجھت وجھی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بمجرد تکبیر کہنے کے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالی جدک ولا الہ غیرک کلمہ وجل ثناءک چھوڑ کر یعنے بعد تعالی جدک کے وجل ثناءک نکہے سوائے نماز جنازہ کے کہ اسمین اُس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہو درحالیکہ اکتفا کرنے والا
ہو اسی ثنا پر یعنے اسمین وجہت وجہی کچھ نہ ملاوے بجز نماز نفل کے کہ اسمین اسکا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہو اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے
سے وانا اول المسلمین یعنے مین پہلا ہون سب مسلمانون کا ہم منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہوگا اور وجہت وجہی پوری اسطرح ہو وجہت وجہی
للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز مین
ثنا کے ساتھ ملالے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہو کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہو کہ نماز فاسد ہوجاتی ہو اسلیے کہ انا اول المسلمین اسکی
طرف سے جھوٹ ہوتا ہو بحر الرائق مین کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑھا جانا ثابت ہو تو مفسد نماز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے جھوٹ اسوقت ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر
دیتا ہو اسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہو تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامہ یجہر
بالقراءۃ او لا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی ما لم یبدأ بالقراءۃ تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثنا پڑھے مگر جب امام قرارت
پڑھنے لگا ہو تو اسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہوجانیکے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہوا اور برابر ہو کہ اسکا امام قرارت پکار کر پڑھتا ہو یا نہین اسلیے
کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہو کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرارت شروع نکی ہو طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا
کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت مین قرارت شروع کردے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہو اسلیے شارح نے متن کی عبارت کو قول صحیح کی طرف پھیر دیا وقیل فی المخافتۃ یثنی اور بعضون
نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت مین ثنا پڑھلے ہم حلبی نے اس قول کے ضعف کی وجہ یہ بیان کی ہو کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قرارت ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو
نفل ہو بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا ان اکبر رأیہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب
ہو کہ ثنا پڑھکر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھلے طحطاوی نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہکے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو
بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ مین شریک ہو اور یہی حال قعدہ کا ہو وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذھب اور جب ہی کہ دعا شروع یعنے ثنا کی پڑھ چلے
شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے بنا بر مذہب قوی کے یعنے اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا میں اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ
نہ کہے اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہو سرا حتی للاستفتاح ایضا فھو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہو یعنے دونون کو آہستہ
تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنے جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل ومفعول ہونے مین ویسے ہی لفظ سرا دو فعلون قرا اور تعوذ کے بعد دونون کی قید ہو

ضرور بیان کی ... پر گمان کرتا ہو ... [illegible]
ہون مین شرک کرنے والون سے بیشک میری اور عبادت اور جینا اور مرنا اللہ کے لیے ہو جو پروردگار ہو عالمون کا کوئی اسکا ساجھی نہین اسیکا مجھکو حکم ہوا ہو اور مین اول ہون مسلمانون ۱۲

تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نہ کہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال میں نہیں ہوتا اور سرا یہاں حال ہے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا فقرأ سرًّا فلو نسیہ
بعد الفاتحة ترکہ ولو قبل اکمالہا تعوذ و ینبغی ان یستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرارت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے سے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یوں کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ
خلاصہ میں مذکور ہے حلبی نے اسکو بے منع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا ہے کیسے ہوسکتا ہے کہ قرارت کو جو فرض ہے چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہے بس تحقیق اس باب میں وہی ہے جو فقیہ
ابو جعفر نے نوادر میں بیان کی ہے کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع جاتا رہا کالا یتعوذ
التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب کہ استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے چونکہ اعوذ پڑھنا قرارت قرآن کے لیے مسنون ہے اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند
قیامہ للقضاء لما فاتہ لقرائتہ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جس وقت کھڑا ہوا اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز میں
قرارت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقرائتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیروں سے
پیچھے پڑھے بوجہ قرارت پڑھنے کے بعد تکبیروں کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع ہے تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا چاہیے
اس صورت تکبیروں سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ میں اسکو اصح کہا ہے مگر قاضی خان اور ہدایہ اور کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہے اور شرح منیہ میں کہا
کہ اسکو ہم لیتے ہیں کذا فی الشامی وکما تعوذ سمّی غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة و وضوء سِرًّا فی اول کل رکعة ولو جہریة اور
بطور اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو میں مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت
بسم اللہ کی نہیں بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع میں آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرارت نہیں پڑھتا اور ہر رکعت
کے شروع میں اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہے اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہے کہ بسم اللہ سری نماز میں پڑھے نہ جہری میں حالانکہ
یہ قول غلط ہے کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سریة ولا تکرہ اتفاقا نہیں مسنون ہے بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان
میں مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہیں مکروہ ہے بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ بعض کے
نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہے تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی میں تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہے وما صححہ
الزاہدی من وجوبہا ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونیکی یعنے الحمد کے شروع میں تصحیح کی ہے اسکو بحر الرائق میں ضعیف کہا ہے یعنے اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہے جو متون اور شروح اور فتاوے میں مذکور ہے اور نہر الفائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ دونوں قول مرجح ہیں وہی آیة واحدة من
القرآن کلہ انزلت للفصل بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن میں سے اوتری ہے سورتوں میں جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع میں
تبرک کے لیے مذکور ہے فما فی النمل بعض آیة اجماعا تو جو سورہ نمل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من
سلیمان سے ہے اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من الفاتحة ولا من کل سورة فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہیں اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول
میں ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحة کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا
جز ہے اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہیں تو انکے خلاف دفع کرنیکو فی الاصح کہنا تھا کا درست نہیں فتحرم علی الجنب ونحوہ
بہا احتیاطا پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جنب کو اور اسی طرح حائض اور نفسا کو اور نہیں جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاطا کی رائے ہے ہم شامی
کہا کہ احتیاطا دونوں مسئلوں کی علت ہے یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن میں اسکا جز معلوم ہوتی ہے اسلیے احتیاطا اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا

اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ہے اسلیے احتیاطاً اسمین ہونا کہ اسمین ترتیب نہ ہو کیونکہ فرضیت قرأت یقینی ہو وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہو گی ولم یکفر جاحدھا لشبھة اختلاف مالک فیھا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہین ہے اسلیے کہ اسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہو یعنے اس شبہہ سے قطعی قرآن نہ رہا کہ اسکا منکر کافر ہو تا وکما سمی قرأ الحیلی لو اماماً او منفردا الفاتحة اور بسم اللہ پڑھتے ہی ترتیب اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنے مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرأ بعدھا وجوباً سورة او ثلث آیات ولو کانت الآیة او الآیتان تعدل ثلث آیات قصار انتفت الکراھة التحریمیة ذکرہ الحلبی لا ینتفی التنزیھیة الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونیکی راہ سے کوئی سورة قرآن کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چھوٹی آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہو گی مگر مسنون قرأت سے ہم سورة کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورة کا پڑھنا ہو اور اگر دو یا زیادہ پڑھے یا اب بھی کراہت نہین اور قرأت مسنون یہ ہو کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل سے اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ویمد بامین وقصر قلما نقل اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہو اور قصر کے ساتھ آمین بروزن قرین ہو اور امالہ کے ساتھ امین بروزن لے کہین ان تینون طرح سے کہنا جائز ہو ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بقصر مع احدھما او بمد مع حذف یاء اور نماز فاسد نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یا کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہو قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور مد سے دونون کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہو کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نہین بیان کی ہم حاصل یہ ہو کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہو یعنے نہین ہوتی اگرچہ تین تو اوپر بیان کر دین مع انکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنے آمّین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یے کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون صورتون مین نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ قرآن مین یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہو اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنے امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف ی یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف دونون کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن مین نہین ہین اسلیے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا مع تشدید اور حذف دونون کے یعنے امّن تو اگر شارح اسکو کہتا او بدلا تحصر معا تو سب آ جاتے الاسماء شرح کا موم ومنفرد ولو فی السریة اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعة وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے یا بواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید مین یعنے انبوہ کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونون پکار کر کہین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہ مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امّن الامام فامّنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل بتمام الفاتحة بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہو کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کیونکہ جسکا آمین کہنا فرشتون کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیون کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہو اسلیے امام سے سننے پر موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہو گا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین موافق ہو گی فرشتون کی آمین کے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو ہم لیے صحیحین کی حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہو کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہے حالانکہ یہ حدیث کے مخالف ہو تو شارح اسکا جواب دیتا ہو کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہو یعنے جبکہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہو بدلیل دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین

انکا بیان آگے آویگا الف کے ساتھ پڑھے یعنے الف زیادہ کھینچا کہ آواز یا کی شنوائی ہو ۱۲

مائل ہو جاوے ساتھ کسرہ کی یعنے الف یا ئے مجہول کر دینا اسکے پہلے کو کسرہ دیکے بولنا ۱۲

کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہو کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہو خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو
یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قراءت سے فارغ ہوتی ہو رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنے مسنون
یہ ہو کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ او مکروہ نہین قراءت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر مین یعنے آخر حرف قراءت
کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلا سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب ہو تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر مین زیر سے ملاکر پڑھیگا تو مکروہ نہوگا ھ شامی نے تاتارخانیہ
سے اس باب مین یہ تفصیل ذکر کی ہو کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلا کبیر تکبیرا تو ایسی صورت مین ملانا بہتر ہو ورنہ جدا کرنا بہتر ہو جیسے سورہ کوثر کا اخیر کہ اسکو ملانا بہتر
نہین ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قراءت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اسکو جھکنے کی حالت
مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہو معتمد وہی ہو کہ سب قراءت کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ
معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلاوے تمکن کے
لیے یعنے تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑ سکے الطحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور انسے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہو ویسن ان یلصق
کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ براسہ ولا ینکس راسہ اور مسنون ہو رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا
کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سر کے برابر رکھنا بدون سر ابھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنے سر بھی کمر کی برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیون کو کمان کی طرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع او زانو کے پکڑنے وغیرہ سنتون کو
شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلاوین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھ لین یعنے پکڑنا
انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکالین اور بازوون کو علیحدہ نکرین ویسبح فیہ وأقلہ ثلاثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع مین تسبیح کہے اور
کمتر تسبیح تین بار ہو پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا ھ امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہو اور حلبی بھی وجوب کی طرف مائل ہو تو تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہو
رکوع یا قراءت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنے والا نماز مین ملجاوے یعنے اگر امام اسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورت
مین طول اسقدر ہو کہ دوسرے مقتدیون پر بار ہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہو ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر
وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قراءت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنے والے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق
مگر خالص تقرب الہی کی نیت ہونی کمیاب ہو اور یہ مسئلہ مسمی بمسئلہ نمود ہو تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام
راسہ من الرکوع والسجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک زیادۃ رکوع اور جان
کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہو کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی
کو امام کی متابعت واجب ہو یعنے جسقدر تسبیح رہگئی ہو اسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اٹھالے اور اسی طرح حکم ہو اسکے عکس کا یعنے اگر مقتدی نے امام
کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر اٹھالیا مثلا رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہو یعنے پھر سے رکوع مین چلا جاوے اگر نجاویگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا
اور یہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہو نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلام او قیام لثالثۃ قبل تمام المؤتم
التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری نہ ہونے
کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو تمام کرے بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نکریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا

یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اسوجہ سے کہ جیسے التحیات واجب ہو متابعت بھی واجب ہو تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل بجا ہوگی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت ہوجائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہو ولو سلم والمؤتم فی ادعیۃ التشھد تابعہ لانھا سنۃ والناس عنہ غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی دعائین پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ وہ مسنون ہین واجب نہین کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہین یعنے دعائین پڑھتے رہجاتے ہین امام کے ساتھ سلام نہین پھیرتے سنت کے لیے واجب مین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعامین درود بھی داخل ہو ثم یرفع رأسہ من رکوعہ مسمعا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنے سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہوکر فی الولوالجیۃ لو ابدل النون لاما یفسد ولوالجیہ مین ہو کہ اگر نون کو لام سے بدلا کریگا یعنے لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ بے معنی لفظ ہوگیا شامی نے کہا کہ منیۃ المصلی مین ہو کہ غالبًا فاسد ہوگی حلبی شارح منیہ نے کہا کہ اسکا حکم توتلے آدمی کا سا ہو یعنے اگر تدارک ہوسکے تو صحیح کہنے تو فاسد ہوگی وھل یقف بجزم او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم سے یا حرکت سے اسمین دو قول ہین یعنے جو لوگ ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ اشباع کے ساتھ کہتے ہین کذا فی الشامی ویکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرًا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ اسمین ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملاوے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ حدیث مین وارد ہوا ہو کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وافضلہ اللھم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللھم فقط اور تحمید کے کلمات مین سے افضل اللھم ربنا ولک الحمد ہو پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللھم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللھم کا بدون حذف واو کے یعنے ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت یہ ہو کہ اللھم اور واو دونون محذوف ہو یعنے ربنا لک الحمد اور واو مین اختلاف ہو بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو عطف ویجمع بینھما لو منفردا علی المعتمد یسمع رافعا ویحمد مستویًا اور ان دونون کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو بسبب معتمد ہونے یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہوکر ویقوم مستویًا لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہو یا واجب یا فرض یعنے سنت ہو بقول طرفین اور واجب ہو موجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہو بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویسجد واضعا رکبتیہ اولا لقربھما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجھہ مقدما انفہ لما مر بین کفیہ اعتبارا لاخر الرکعۃ باولھا ضاما اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونون گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہین پھر اپنے دونون ہاتھ مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنون سے تو مضائقہ نہین پھر اپنا منھ یعنے پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہو اسی دلیل سے کہ گذری یعنے ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہو پیشانی کو رکھے دونون ہتھیلیون کے بیچ مین ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانون کی لو کے برابر ہوجائین واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول مین تحریمہ کے وقت سر دونون ہتھیلیون کے بیچ مین تھا آخر مین بھی ویسا ہی ہوجاے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کر لیا جسمین تحریمہ ہو اور اپنے ہاتھون کی انگلیون کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کی طرف متوجہ ہون ویعکس نھوضہ اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے مین یعنے سجدہ سے سر اٹھانے مین اول پیشانی اٹھاوے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ ای علی ما صلب منہ وجبھتہ حدھا طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی القحف اور سجدہ کرے اپنی ناک سے یعنے ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہو طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول مین ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض مین دونون بھوون سے لیکر کھوپڑی تک اور بعضون نے حد پیشانی کی یہ لکھی ہو کہ بھوون کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہ

واضح تر ہی کذا فی الشامی ووضع اکثرھا واجب وقیل فرض کبعضها وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہی اور بعضون نے کہا فرض ہی
جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہی اگرچہ قلیل ہو ھم اسمین اختلاف ہی کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہی یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہی مگر اکثر
پیشانی کا رکھنا واجب ہی مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہی کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کر لیگا گو قلیل ہو
تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصاره فی السجود علی احدهما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر والیه صح رجوعه وعلیه
الفتوی کما حررناه فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہی اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہی ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے
اور صاحبین کے قول کی طرف صحیح ہوا ہی رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوے ہی کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہی
وفیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون اور شرح ملتقی مین ہی کہ فرض ہی پاؤن کی انگلیون کا رکھنا
اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کی طرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ھم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونون پاؤن زمین سے
اٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوے ہی اور برجندی اور قہستانی مین ہی کہ قبلہ رخ رکھنا
پاؤن کی انگلیون کا سنت ہی اور اس سنت کا ترک مکروہ ہی وکرہ تنزیها بکور عمامته الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونه علی جبهته کلها او بعضها
کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہی سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہی بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی
پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہی یعنے اگر پیچ ڈہلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہی نہ یہ کہ سر کے پیچ پر ہو اسلیے
کہ اسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہی اما اذا کان الکور علی الرأس فقط وسجد علیه مقتصرا ای ولم تصب الارض جبهته ولا
انفه علی القول به لا یصح لعدم السجود علی محله اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو
نہ اسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اُس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہی سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنے محل سجدہ ناک اور ماتھا ہی
تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر لگے تو سجدہ جائز ہوگا وبشرط طهارة المکان وان یجد حجم الارض والناس عنه غافلون اور پیچ پر سجدہ
کرنے مین یہ شرط ہی کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ھم شامی نے کہا
کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہی کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمه او فاضل ثوبه صح لو المکان المبسوط
علیه ذلک طاهرا والا لا مالم یعد سجوده علی طاهر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ
جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہی وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ
پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہی گو
دوبارہ پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اسکے مخالف ہی اور یہ جو فرق کیا گیا ہی کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہی اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہی تو یہ
وجہ بعید ہی وکذا حکم کل متصل ولا ینفصل ککفه فی الاصح وفخذه لو بعذر لا رکبته لکن صحح الحلبی انها کالفخذ اور اسی طرح حکم ہی ہر چیز کا
جو نمازی سے ملی ہو یعنے اسپر سجدہ صحیح ہی بشرطیکہ اسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جزو ہو مثلاً اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی
ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کیا ہو مثلاً ہیئت کے دبنے کے وجہ سے نہین صحیح ہی سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہی کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہی
یعنے عذر سے اسپر سجدہ درست ہی اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکره بسطه ذلک ان لم یکن ثمه تراب او حصاة او حر او برد
لانه تکبر اور مکروہ ہی بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہی

شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھاویگا تو مکروہ تحریمی ہوگا وہ لیکن ثم تعا فاذا لم یخف اذی لا بأس به فیکرہ تنزیہا وان خاف کان مباحا
اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت مین بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے
خوف کرے تو مباح ہوگا وفی البحر یکرہ ان لدفع التراب عن وجهه او عن عمامته کا اور زیلعی مین ہے کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے
چہرہ سے تو مکروہ ہے اسلیے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراهة بسط الخرقة
اور حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے اس لیئے اس واسطے کہ حدیث صحیح مین آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھوٹا بوریا خرما کا
ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جب مسجد حرام مین آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہان
کا ہے اسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا خوب مجھ سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم چٹائیون پر نماز نہیں پڑھتے اسنے کہا کہ پڑھتے تو ہین آپنے فرمایا
کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرض کہ زمین پر ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ مین بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط
القباء وجعل کمّه تحت قدمیه وسجد علی ذیله لکان اقرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھاوے تو اسکے شانون کو اپنے پاؤن کے نیچے کرکے سجدہ
اسکے دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہے کذا فی
الطحطاوی (وان سجد للزحام علی ظهر هل هو قید احترازی لعارہ مصلّ صلوته التی هو فیها جاز للضرورة) اور اگر بھیڑ کے سبب سجدہ کرے
پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسیکے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت کی
قید احترازی ہے یا نہین اسکا حکم صحیح نہین دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانون پر درست ہے یعنی تو قید مذکور
اتفاقی ہے فان لم یصلّها بل صلّی غیرها او لم یصلّ اصلا او کان فرجة لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا
سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام سبب ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان صورتون مین دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ
صحیح نہوگا وشرط فی الکفایة کون رکبتی الساجد علی الارض وفی شرح المجتبی [illegible] علی الارض اور شرط کیا ہے کفایہ مین سجدہ
کرنے والے کے دونون گھٹنون کا ہونا زمین پر اور مجتبی مین شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاوے تو کل شرطین جواز سجدہ کی پانچ ہوئین یعنی
اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا ایک نماز مین شریک ہونا چوتھے
سجدہ کرنے والے کے گھٹنون کا زمین پر ہونا پانچوین مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظهر الثالث وعلی
ظهر غیر المصلی علی ظهر کل ما کول بل علی غیر الظهر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے
اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کے پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونون رانون پر عذر انبوہ کی جہت سے
جواز نقل کیا ہے غرض کہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے حلابی سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز
مین تاخیر کرے یہان تک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت مین ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو (ولو کان موضع سجوده ارفع من موضع القدمین
بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجوده وان اکثر لا الا لزحمة کما مرّ) اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدمون کی جگہ کی نسبت کھڑی دو اینٹون کی برابر
اونچی ہو تو اسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے چنانچہ مذکور ہوا کہ انبوہ کی
حالت مین پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹون کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے المراد لبنة بخاری وهی ربع ذراع عرض ستة
اصابع فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتا عشرة اصبعا ذکره الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہے یعنی جو چوتھائی ایک ہاتھ کی

کہ چہ انگشت ہوتی ہی تو مقدار دونون کی اُنچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنے بارہ انگشت ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہی متوسط ہاتھ سے ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادھم حتی کانھم جسد واحد اور ظاہر کرے اپنے دونون بازون کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانو سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاوے یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نرہے بخلاف صفون کے کہ اُنکا اندر اپنے بازو چھپائے رکھے علیحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک ہو جانا ہی یہان تک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہی ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ ویکرہ ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پانون کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کی طرف اور مکروہ تنزیہی ہی اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہی کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہی اگر ایک پانون کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا یہ کراہت تحریمی ہی اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہی تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا ویسبح فیہ ثلاثا کما مر اور تسبیح پڑھے یعنے سبحان ربی الاعلی کہے سجدہ مین تین بار جیسا کہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تنخفض فلا تبدی عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وھذا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنے اپنے بازون کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہی اور یہ جو خزاین الاسرار مین لکھا ہی کہ عورت مرد کے مخالف ہی پچیس باتون مین ہم شامی مین انہی مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہی ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اٹھاوے اپنے شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہوے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھ لے انکو پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکالے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنے اسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پانون داہنی طرف کو نکالکر سیرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی امر نماز مین پیش اوے تو تالی بجاوے یعنے مردون کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نکرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہی ۱۸ عورتون کی جماعت مین امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ مکروہ ہی انکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض نہین لیکن اگر پڑھ لے گی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اوجالا ہونیکے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہی انکے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ عورت پانون کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نرکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہی ورنہ عورت بہت سے مسائل مین مردون سے علیحدہ ہی جیسا بیان اشباہ کے احکامات مین ہی ثم یرفع رأسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراھۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اوٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہی سر اٹھانے مین کراہت تحریمی کے ساتھ نہایت کم سر اٹھانا جسپر نام اٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی محیط مین اتنا اٹھانا کافی ہی بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنے کے ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنے ادنے بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اٹھانا رکن ہی انکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو سجد علی لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اٹھانیکے

یعنے کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہے فی الهدایۃ انہ کان الی القعود اقرب صح والا لا ورجحہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہو کہ
کہ سر اٹھانے مین اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہو جائیگا تب تو سر اٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہو
ثم السجدۃ الصلوتیۃ تتم بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہو سر اٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہو اور امام ابو یوسف
کے نزدیک سجدہ پورا ہو جاتا ہو فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ مین کوئی بے وضو ہو جاے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ ضرور چاہیے اور امام ابو یوسف
کے نزدیک وہ رکن پورا ہو گیا اسکا اعادہ نہین چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاویۃ اتفاقا مجمع جیسے سجدۂ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوتا ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے کذا فی المجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدۂ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون
ہو جاتا ہو ویجلس بین السجدتین مطمئنا لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے
یعنے بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ مذکور ہو چکی یعنے یہ جلسہ یا سنت ہو یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے
التحیات مین رکھتے ہین کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی
المذہب وما ورد محمول علی النفل اور دونون سجدون کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون نہین اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور ایسا ہی
رکوع اور سجدہ مین تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ ان مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین جیسے دعا دونون سجدون کے
درمیان ابو داؤد کی حدیث مین یہ وارد ہے اللّٰهم اغفر لی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہے اللّٰهم ربنا لک الحمد ملأ السموات
ملأ الارض وملأ ما بینهما وملأ ما شئت من شیء بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد روایت
کیا ہو اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور عین رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو فرماتے تھے اللّٰهم لک رکعت وبک
آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث مین دعا سجدہ کو روایت کیا ہو کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللّٰهم لک سجدت
وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله احسن الخالقین تو شارح کہتا ہو کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون مین پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز مین یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہین
گو مشائخ نے اسکی تصریح نہین کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قرارت اور تسبیح اور تکبیر فرضون اور نفلون مین یکسان ہی ہین تو یہ دعائین اگر
یکسان ہون تو صحیح ہو ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض علی صدور قدمیہ بلا اعتماد
وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونون پانون کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دینے اور آرام کے لیے بیٹھنے
اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہو مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہو لیکن اسمین
یہ خلل ہو کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنے قیام کی لازم آتی ہو ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہو اٹھنے کے وقت اپنا ایک پانون آگے بڑھانا
والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہو ان باتون مین جو گذر گئین یعنے ارکان اور
واجبات وسنن مین دونون یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار شروع ہوے ہین ولا یسن مؤکدا
رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بنظم فقعس صمعج واحد ضم الیہ اور مسنون نہین تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہ
مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہو ابن ملک نے کہا کہ صفا اور مروہ ملکر از سعی کے ایک ہین ہم نے رفع یدین حدیث مین سات جگہ مذکور ہو اور کلام مصنف اور نظم آیندہ مین آٹھ شمار کیے ہین
شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث مین ایک فرمایا ہو اسلیے سات جگہ ہوئین اور مصنف اور ناظم نے انکو دو شمار کر کے آٹھ کیا ہو اور

سنت مین موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہے وسنت موکدہ ثلاثة فی الصلوة تکبیرة افتتاح وقنوت وعید وفی الحج
استلام الحجر والصفا والمروة وعرفات والجمرات تین تو نماز مین ہین یعنے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لئے اور قنوت کے لیے اور عید کی تکبیرون کی لیے اور پانچ
حج مین ہین یعنے حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے کے وقت ویجمعها علی هذا
الترتیب النثر فقعس صمعج بالنظم لابن الفصیح فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروة عرفات والجمرات اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور
نثر مین یہ کلمہ فقعس صمعج یعنے آٹھ حرف ہین جنمین سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان جگھون کو ابن فصیح کا
شعر جامع ہے فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیه کالتحریمة فی الثلثة
الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانه یرفع حذاء منکبیه ویجعل باطنهما نحو الحجر والکعبة اور ہاتھون کا
اٹھانا اول کے تین مقامون مین یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونون کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور
درمیانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اٹھاوے اور ہاتھون کے اندر کی طرف یعنے ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کی طرف
اور کنکر مارنے مین کعبہ کی طرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقامون مین وہ بھی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطی کو اسلیے مخصوص
کیا کہ جمرہ اخیر کے پاس دعا نہین اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنیکے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروة وعرفات فیرفعهما کالدعاء
والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھون کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا اٹھانا اور مینہ کی
طلب مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیه حذاء صدره نحو السماء لانها قبلة الدعاء ویکون بینهما فرجة تو اپنے دونون ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان
کی طرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نکرے کہ کریم متعال جس سے دعا مانگتے ہین وہ اوپر
کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونون ہاتھون مین دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارة بمسبحته لعذر کبرد یکفی اور انگشت
شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنے ایک طریق دعا کا دعاء تضرع مین جو آگے آتا ہے اسمین خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی
انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ نکرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعده علی وجهه سنة فی الاصح شرنبلالیة وبعد
دعا کے ہاتھون کا اپنے منھ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی البحر الدعاء اربعة دعاء رغبة یفعل کما مر ودعاء رهبة یجعل کفیه
لوجهه کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر ودعاء الخفیة ما یفعله فی نفسه اور بحر الرائق کے باب الوتر مین ہے
کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنے کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاے رغبت مین کرے جیسا کچھ گذرا یعنے ہاتھون کو آسمان کی طرف پھیلاوے دوسری دعاے
رہبت یعنے خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمین ہتھیلیون کی پشت اپنے منھ کی طرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ ہے
اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاے تضرع ہے کہ اسمین نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا
خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالے کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی مین تیرا بندہ عاجز و مسکین و ذلیل و حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے
اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دل مین دعا مانگے یعنے اس دعا مین ہاتھ اٹھانا نہین اسلیے کہ ہاتھ اٹھانا
علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نرہیگی کذا فی الشامی وبعد فراغه من سجدتی الرکعة الثانیة یفترش الرجل رجله الیسری فیجعلها بین الیتیه ویجلس علیها
وینصب رجله الیمنی ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونون سجدون سے مرد اپنا بایان
پانون بچھاوے اور اسکو اپنے دونون سرین تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور دہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیون کھڑے پانون مین قبلہ کی طرف کرے یہی سنت ہے فرض اور نفل مین

مع حلبی مین قہستانی سے منقول ہے کہ بچھے پاؤن کی انگلیون کو بھی حتی الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر ہوسکین اور نفل مین مسنون ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اسمین ضعیف قول یہ ہے کہ جیسے
چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ
الرکبۃ ھو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلاوے اپنی انگلیان ہاتھون کی تھوڑی سی
فرجہ رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نزدیک اور زانو کو یہی صحیح تر ہے اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کی طرف
متوجہ ہو جائینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن البحر ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ
والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد
وغیرھم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر
باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون
مین ہے مگر قول معتمد وہ ہے جسکی تصحیح کی ہے شارحین نے بخصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ
کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہے ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کی طرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہے کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے
نزدیک یہ ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھ کر علامہ شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ
غرر الاذکار مین تصریح ہے کہ معنی یہ اشارہ کرتا ہے سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے
کے وقت رکھدے اور یہی قول ہے امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہے خلاصہ یہ کہ اس
مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہ کہ تمام التحیات مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھی اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنے
حرف لا پر سبابہ اٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہے اسوجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہے اور ہمارے تینون
اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شارح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین جو مروج ہو رہا ہے تو مین نے کسی کو نہین سنا کہ اس
قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان لیکن جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلون اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو جسپر جمہور علما ہین عمل اُسی پر کرنا
چاہیے یعنے ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدھا یرفعہا عند النفی
ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی
اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنے دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنے
حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنے الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ
نکرے اسکے صحیح نہونیکی یہ وجہ ہے کہ اشارہ نکرنا خلاف ہے عقل و نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے
تمام ہوا قول شرنبلالی کا مع اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہے بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہے
یعنے اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہ امر یعنے مطابقت قولی اور فعلی
عقلا عمدہ ہے اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہے اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہے کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے
پھر کہا کہ ہم کرتے ہین جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون
امام اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی خواہش سے کسی ایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے

تو وہ قولاً تارک سنت ہوگا قد فی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی مین تحفہ سے منقول ہو کہ صحیح تر قول یہ ہو کہ اشارہ کرنا مستحب ہو
اور محیط مین ہو کہ وہ سنت ہو ھم علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہو کہ متون مین روایتین ہمارے تینون اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہو اور اسی طرح معدن شرح کنز مین ہو دفعہ
تنسیقاً ابن مسعود وجوباً کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے
وہ التحیات جو مروی ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہو اسکو بحر الرائق مین لیکن کلام اوروں کا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہو اس تشہد کے مستحب ہونیکا اور
شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہو کہ خلاف افضل ہونے مین ہو اور اسکی مثل ہو مجمع الانہر مین ھم التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہو دو شہادتوں پر اور عبد اللہ بن مسعود رضی کا
تشہد یہ ہو التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً
عبدہ ورسولہ بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہو کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہو مگر اُسکے حواشی مین خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز مین واجب ہو لیکن غیر معین جدا ہو
نہ خاص اور نہر الفائق مین ہو کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہو جیسے وتروں مین دعا قنوت واجب ہو اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہین اور امام ابو حنیفہ کا قول
یہ ہو کہ اگر التحیات مین کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہین انسے تجاوز نچاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطاً ویقصد بالفاظ
التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبیٰ
اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے انکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہون یعنی انکا ایجاد اسی وقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو تحیت پہونچاتا ہو اور اپنے
نبی پر اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہو نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہو اسکو مجتبیٰ مین ھم یعنی جو قصہ معراج مین واقع ہوا تھا اسکی حکایت
کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہو کہ شب معراج مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوے تو آپ کو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپنے فرمایا التحیات للہ والصلوات والطیبات یعنے
جیسے کوئی بادشاہ ہو کہے پاس جاکر اول شار کرتا ہو پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہو ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتین زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کین جنابِ احدیت
سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے یہ ہمارا سلام خاص تجھ پر ہوا ہی نبی اور رحمت اور برکتین اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود وکرم یہ چاہا کہ ضعفاے امت بھی اسسے بہرہ ور ہون عرض کیا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنے یہی سلام خاص
ہم سب پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندون پر ہو علینا مین سب گناہگاران امت کو بھی شامل کردیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نرہے ولنعم ما قیل ؂ چہ غم دیوار
امت راکہ باشد چون تو پشتیبان ٭ چہ باک از موج بحر آنراکہ باشد نوح کشتیبان جب ملائکہ مقربین نے یہ جود وکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ تو غرض مصنف کی یہ ہو کہ التحیات پڑھنے مین اس قصہ کی حکایت مد نظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ مین خود اللہ تعالیٰ کی حضور مین تحیت پیش کرتا ہون
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستون پر سلام بھیجتا ہون وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تم اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہو کہ ضمیر
علینا موجود شخصون یعنے امام اور مقتدی اور ملائکہ کی طرف ہو نہ نقل سلام اللہ تعالیٰ کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہو کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا
چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اُسسے ظاہر ہو کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول فیہ وانی رسول اللہ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشہد مین یون فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنے بجاے ان محمداً عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے ھم نقل کیا ہو اسکو رافعی نے شافعی لوگون سے
مگر حافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہو کہ اسکی کچھ اصل نہین بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسی طرح مروی ہین کہ آپ اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ فرمایا
کرتے تھے ہان اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہون تو یہ قول صحیح ہو اسلیے کہ ثابت ہوا ہو کہ آپنے سفر مین ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری مین سلمہ بن الاکوع
کی حدیث مین بھی مذکور ہو کہ آپنے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ فرمایا مگر یہ نماز کے باہر کا ذکر ہو نہ التحیات مین کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی
التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعاً اور زیادہ نکرے فرض مین التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ مین سب کے نزدیک ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیون اور امام مالک اور احمد کا

سب عبادتین زبانی کی اور عبادتین بدنی کی اور عبادتین مالی کی اسکے بدلے مین سلام ہو تجھ پر ای نبی اور رحمت خدا کی اور اسکی برکتین سلام ہم پر ہم حاضرین

اور امام شافعی تو قعدہ اولے میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعا کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں
کچھ جان کر زیادہ پڑھا ویگا تو تشہد مکروہ ہوگا اور از سر نو پڑھنا واجب ہوگا او ساھیا وجب علیہ سجود السھو اذا قال اللھم صل علی محمد فقط علی المذھب المفتی بہ
لا لخصوص الصلوۃ بل لتاخیر القیام یا بھول کر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اسپر سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللھم صلی علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ
سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے ہم صرف اللھم صل علی محمد اسلیے کہا کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب
نہوگا اور اسیکو اختیار کیا ہے قاضی امام نے اور حلبی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہیں اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبتک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہوگی سجدۂ سہو واجب
نہوگا اور یہ مذہب ہے امام اعظم رح کا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدۂ سہو واجب نہیں جبتک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم
قبل امامہ سکت اتفاقا واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشھادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے
تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدۂ اخیرہ میں اتنا ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرلے
اور چپ ہو رہے اور بعضوں نے کہا کہ چپ نرہے کلمۂ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا نہو تو اسمیں مسبوق اور
مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد الاولیین بالفاتحۃ فانھا سنۃ علی الظاھر ولو زاد لا باس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتوں
کے بعد کی نماز میں یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں اسلیے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ انمیں پڑھیگا یعنی سورۃ ملاویگا
تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قرارت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو اسپر زیادہ ملانا سورۃ کا
خلاف اولے ہوگا وھو مخیر بین قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبھا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرھا وفی النھایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت
علی المذھب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود اور نمازی مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے
بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ میں چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے بموجب برا کرنے والا نہوگا مختار
اسلیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے ہم عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار
مذکور کہ وہ اصح ہے وھو الصارف للمواظبۃ عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے ہم یہ جواب اس سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو صورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس
حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو
میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے
چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے اسکا مروی ہونا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا
ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور الصدر میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول
عینی کا کذا فی الشامی ویفعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشھد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے قعدہ میں بائوں بچھاوے مثل اول
قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ہم طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں
قعدے یکساں رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کسطرح پڑھیں انہوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللھم
صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اور یہی طریق
درود کا موافق ہے بخاری اور مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وعدم ذکرہ فی العالمین وتکرار انک حمید مجید اور درست ہے زیادہ کرنا فی العالمین کا پہلے کما بارکت علی ابراہیم

وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں ہے اور پہلے جملہ میں یعنی کما صلیت کے بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی
اور درست ہے مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ اوپر مترجم نے دونوں جگہ لکھا ہے وعدم کراھۃ الترحم
ولو ابتداء اور صحیح تر نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللھم صل الخ کے شروع سے اللھم ارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہوگا
اسی طرح اگر دونوں جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا بعض نے کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا پڑھنا
بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہ ہے کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادۃ لان
زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کی عین طریق ادب چلنا ہے پس سیدنا کہنا بہ نسبت اسکے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم کہتے
ہیں کہ الفاظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسلیے مترجم نے انکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپکے لیے سیدنا پڑھنا مطابق نفس الامر کے اور مقتضاے ادب ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمیں آٹھ جا سیدنا پڑھا وے کیونکہ
چار جا آپکا نام مبارک ہے اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہے
کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہے اور بعضوں نے جو لا تسیدونی یاے تحتانیہ سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہونیکے سوا غلط بھی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اسکا مصدر وادی ہے
وخص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا ۱؎ مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنے کے
ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے ہم یہ جواب ہے سوال
مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوۃ وبرکت میں تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے
تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہے کہ آپ نے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام
مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالے خبر دیتا ہے ھو سمّاکم المسلمین تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنا خلیل کرے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادا کے ساتھ مرغوب ہوتی ہے اور ایک یہ کہ آپ باقی پیغمبروں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے
چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم ۲؎ اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا کذا فی الشامی وعلی
الاخیر فالتشبیہ ظاہر او راجع لآل محمد والمشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ شبہ
خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنے والی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہ بھی جواب ہے سوال مقدر
کا جو علماے قدیم وجدید کرتے ہیں انکی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ اکثریہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت وبرکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہے اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے اللہ تعالی اسپر دس بار
رحمت بھیجتا ہے اور اسکی دس برائیان دور کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے اسکا جواب دیا کہ اول تو وجہ تشبیہ صلوۃ
خاصہ ہے جو موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا یہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید میں مثال نور
الہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اس نور سے کچھ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ میں ہے اسلیے اسکو مشبہ بہ کردیا اسی طرح بیان
فضیلت ابراہیم وآل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت وبرکت کا ہونا جابجا ملتوں میں واضح اور مشہور تھا اسوجہ سے مشبہ بہ کردیا گیا کذا فی الشامی وھی فرض عملا لانہ [illegible]

۱؎ یعنی اسنے نام رکھا تمھارا مسلمان
۲؎ یعنی تمھارے باپ ابراہیم [illegible]

المجیۃ مرۃ واحدۃ اتفاقا فی العمر اور درود فرض ہے عمر بھر میں ایکبار بالاتفاق واسطے عمل کرنیکے امر پر جو شعبان ۲ھ ہجری میں ہوا الطحاوی نے کہا کہ عملا مفعول لہ ہے یعنے فرضیت درود کی اسوجہ سے ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہوا اور اس سے یہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہیں تو اسکا منکر کافر ہوگا ھم امر سے مراد یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما جو دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضون نے کہا کہ شب معراج میں فلو بلغ فی صلوتہ ناب عن الفرض بحثا ھم پھر اگر نابالغ اپنی نماز میں بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ میں درود پڑھا تو یہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنے اسکے بعد درود فرض نرہیگا کذا فی النہر بحثا وفی المجتبی لا یجب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی نفسہ اور مجتبی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجیں ھم نہر الفائق میں ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یا ایہا الذین امنوا میں رسول علیہ السلام شامل نہیں بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اسمیں سب شامل ہوتے ہیں چنانچہ اصول میں معلوم ہوچکا ہے اور حکمت آپ پر وجوب نہونیکی یہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر مناتا ہے تو اسمیں کچھ تکلف اور مشقت نہیں اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر میں ہوتا ہے جسمیں کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے میں سننے والے اور ذکر کرنے والے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح تر قول میں ھم شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ میں اختلاف ذکر کیا سلام کو ذکر نکیا حالانکہ آیت میں صلوۃ اور سلام دونوں ہیں اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت میں حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت میں ایکبار صلوۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوب کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنے اگر بعض صلوۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب ساقط ہوگا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وھو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فتقضی لانہا حق عبد کالتشمیت وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہیں کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے ہے کہ وجوب صلوۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنے ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہوجائیگا تو اسکی قضا ہوگی اسلیے کہ صلوۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی ہے ھم یہاں ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول میں ثابت ہوچکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو مکرر صلوۃ کا پڑھنا کسطرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے اقتضا سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوۃ بھی مکرر ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا فی الشامی والطحاوی بخلاف ذکرہ تعالے بخلاف ذکر اللہ تعالے کے کہ وہ حق پروردگار ہے اسکی قضا نہوگی طحاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو حق تعالے کا ہو اسکی قضا نہو مثلا نماز و روزہ حق اللہ ہیں اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی یہ ہے کہ خداوند جل شانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے انتہی ملخصا والمذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنے ایکبار صلوۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوۃ مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار صلوۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق میں وعید کی حدیثوں سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کے ھم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے وعید رغم کی حدیث اسطرح ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی اور ابعاد کی یہ ہے بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور شقا کی یوں ہے من ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقی اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی اور جفا کے الفاظ یوں وارد ہیں من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علی کذا فی الطحاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے

اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہو عمر بھر مین او واجب ہی جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر و حرام ما عند فتح التاجر متاعہ ونحوہ اور حرام ہی وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتون مین یعنے مکروہ تحریمی ہی شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ تاجر کو اس درود پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسی مین ملحق ہی ذکر اللہ تعالے کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا مدنظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوٰۃ اور مسنون ہی درود پڑھنا نماز مین یعنے قعدہ اخیر کے تشہد کے بعد ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہی سب امکان کے وقتون مین یعنے جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمین درود پڑھنا مستحب ہی ہم علما نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہی روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد مین سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر اور جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانے کے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والے کو ہر پڑھنے والے کو ہر منگنی کرنے والے کو ہر نکاح پڑھنے والے کو ہر نکاح پڑھوانے والے کو سب ضروری کاموں کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھنے کے وقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہی ومکروہۃ فی صلوٰۃ غیر تشہد الاخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہی نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہی شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر مین درود مشروع ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہی تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہی حالت جماع حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النھر من قول الطحاوی ما فی تشھد الاول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہی تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہی اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہی یعنے بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہی مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی وضمن صلوٰۃ علیہ لئلا یتسلسل اور استثنی کیا ہی اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا کہ تسلسل نہو یعنے درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرارت یا خطبہ مین سُنے اسلیے کہ سننا قرارت اور خطبہ کا واجب ہی اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہی کہ قرارت نچھوڑے بعد فراغت قرارت کے اختیار ہی چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل حضم فی البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیحفظ بلکہ در ربحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہی نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علما نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہی تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہین ہوتا در ر البحار مین طحاوی کی طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہی جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہی وہ نام کو سنکر درود پڑھنے والے پر ہی مثلاً البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی یعنے بخیل وہ ہی جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہی جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہی ہی جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہی واما عاج الاعضاء برفع الصوت جھل وانما ھی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجھر والمخافتۃ کذا اعتمدہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہی بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہی اور دعا مانگنا درمیان مین جہر اور اسرار کے ہوتا ہی یعنے نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسی طرح اعتماد کیا ہی اسپر باجی نے کنز العفاۃ مین ہم یعنے درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ پاؤن یا گردن کا ہلانا جہالت ہی فتاوی عالمگیری مین کہا کہ قرآن سننے اور وعظ کے وقت مین آواز بلند کرنی مکروہ ہی وحرر انہا قد ترد لکلمۃ التوحید مع انہا اعظم منہا وافضل حدیث الاصبہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت منہ محا اللّٰہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فیقید المامول بالقبول

اوقات درود پڑھنے کے ۱۲

اور باجی نے تنقیح کی ہی کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہین ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہین ہوتا باوجودیکہ کلمۂ توحید درود شریف سے بزرگ
اور افضل ہی کیونکہ جزو ایمان ہی درود شریف کے مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہی انس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انھون نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود پڑھا اور وہ اسمین مقبول ہوا تو اللہ اسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث مین ثواب متوقع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنے اس سے نکلتا ہی
کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہی ہم درود پڑھنا بھی ایک عمل ہی تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہین اسی طرح درود شریف کا بھی حال ہی مگر بعض محققین نے
فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہی ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والے کو تو اس تعلق مین درود کا حکم اور اعمال کا سا ہی کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب
ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی آپکے درجات زیادہ کرنیکے حق مین تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہین ہوا کرتا کذا فی
الطحطاوی بتصرف ودعا بالعربیۃ وحرم بغیرھا نھر بنفسہ وابویہ واستاذہ المؤمنین اور قعدہ اخیرہ مین درود کے بعد دعا پڑھے عربی مین اور حرام ہی
دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبان مین دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے جو مسلمان ہون ہم دعا درود کے پیچھے اسلیے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی
مین جاتا ہی تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہی اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اسکا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہی
تو اس سے توقع ہی کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان مین دعا کی حرمت نہر الفائق مین مذکور ہی اس تعلیل سے کہ دوسری زبان مین ایسے الفاظ ہوتے ہین جو منافی
تعظیم ہون مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان مین جائز ہی تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان مین دعا مکروہ ہی نہ حرام
ویحرم سوال العافیۃ مدی الدھر او خیر الدارین ودفع شرھما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ قیل والشرعیۃ اور حرام ہی مانگنا تندرستی کا عمر
کے سب وقتون مین یعنے سب عمر کو یا بہتری دونون جہان کی اور دور ہونا دونون جہان کی برائیون کا یا ان چیزون کا جو عادۃً محال ہین جیسے اترنا دسترخوان کا
آسمان سے اور بعضون نے کہا کہ محال چیزین شرعی بھی مانگنی حرام ہین جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا مین ہم سب عمر کو عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالی نے
کسی حکمت کے سبب سے آدمی مین امراض کو پیدا کیا ہی جسکا فائدہ اسیکی طرف عائد ہوتا ہی تو دعا سے آدمی اس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہی اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام
ہوئی کہ بدون خیر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہی بعض شر اسپر ضرور آوینگی مثلا جان کندنی کی سختی ہان اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو امر اللہ تعالی کے نزدیک اپنے
حق مین خیر ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث مین وارد ہی اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم کذا
فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبھم بحر اور حق یہ ہی کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہی نہ سب مومنین کے واسطے
انکے سب گناہون کے بخشے جانیکی کذا فی البحر ہم یہ رد ہی امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہین کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہوجاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی تو انکی عدم مغفرت
کی خبر دیتا ہی پھر دعاے مغفرت سے اللہ تعالی کا اس خبر مین جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ بسبب اجابت دارین کے سب گنہگارون کی مغفرت کی دعا حرام ہی اسلیے کہ اس دعا سے
تکذیب ان صحیح حدیثون کی لازم آتی ہی جنمین تصریح ہی کہ کچھ مومنین دوزخ مین اپنے گناہون کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہی کہ دعاے مغفرت کافر
سے کافر نہین ہوتا بلکہ گناہ گار ہوتا ہی کہ دشمنان خدا و رسول کے لیے بہتری چاہتا ہی اسلیے دعاے مذکور حرام ہی نہ کفر اور مومنین کے کل گناہون کی مغفرت عقلاً جائز ہی
بموجب آیت وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ اور اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا کے تو جائز ہی کہ بغرض شفقت برادران دینی کی جہت سے انکے لیے ایسی دعا مانگے جو
جائز الوقوع ہو گو نفس الامر مین واقع نہو کذا یستفاد من الشامی الطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا پڑھے ان دعاؤن
سے جو مذکور ہین قرآن اور حدیث مین نہ ایسی کہ لوگون کے کلام کے مشابہ ہون طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی اس سے مکروہ ہی اسلیے کہ قرارت
قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن مین مکروہ ہی ہم جو دعا مسنون نماز کے آخر مین پڑھنا سب سے اچھا ہی مشکوۃ مین مذکور ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز مین اسکو پڑھون آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی اللھم انی ظلمت نفسی ظلما

كثيرًا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لي مغفرة من عندك وارحمني انك انت الغفور الرحيم تو امت والون کو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین اضطراب قید
کلامهم ولاسيما المصنف والمختار كما قال الحلبي ان ما هو في القرآن او في الحديث لا يفسد وما ليس في احدهما ان استحال طلبه من الخلق لا يفسد
والا يفسد لو قبل قدر التشهد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کہ کہین کچھ ہے اور کہین کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہے
وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے کسی مین نہین تو اگر اسکا مانگنا خلق سے محال ہے مثلاً اغفر لعمی یعنے میری چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہوگی اور
اگر اسکا مانگنا خلق سے محال نہوگا جیسے یون کہنا کہ الٰہی مجکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعاء مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا تتم بہ
مالم يتذكر سجدة فلا تفسد بسؤال المغفرة مطلقا ولو لعمي او لعمرو وكذا الرزق مالم يقيده بمال ونحوه لاستعماله في العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے
پیشتر نہ پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جائیگی یعنے کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہوگی جب تلک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ آئے
تو فاسد نہوگی دعاء مغفرت سے مطلقاً یعنے خواہ وہ دعا قرآن مین ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسی طرح فاسد نہوگی نماز طلب
رزق سے اگر اسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے رزق کے بندون مین بطور مجاز کے ہم سجدۂ تلاوت اور سجدۂ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ انکے
یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ مین واقع ہوگی اسلیے مفسد ہوگی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ
کا کام ہے بندہ صرف اسکا سبب یعنے مال پہونچا سکتا ہے اسلیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یون کہنے سے کہ الٰہی مجکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار
مین سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجازاً ہوا کرتا ہے نہ حقیقۃً ثم يسلم عن يمينه ويساره حتى
يرى بياض خده پھر سلام پھیرے منھ پھیر کر داہنے اور بائین کو اسقدر کہ سفیدی اسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والے کو دکھائی دیوے یعنے داہنے رخسار کی داہنی
طرف کو منھ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین یعنی کامل تر سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہے داہنے اور بائین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم
یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے بائین کو منھ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی فلو عكس سلم عن يمينه فقط ولو تلقاء
وجهه سلم عن يساره اخرى اور اگر الٹا کیا یعنے بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے
کی طرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیر دے یعنے سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہو جائیگا ولو نسي اليسار اتى به مالم يستدبر القبلة في الاصح
اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول مین اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہے کہ سلام کو
ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق کا قول نکل جاوے وتنقطع التحريمة بتسليمة واحدة برهان وقدمنا اور
منقطع ہو جاتی ہے تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنے واجبات نماز مین بیان ہو چکا ہے کہ اقتدا تمام ہو جاتا ہے سلام اول سے پیشتر
لفظ علیکم کے وفي التاتارخانية ما شرع في الصلوة مثنى فللواحد حكم المثنى فيحصل التحليل بالسلام واحد كما يحصل بالمثنى وتتقيد الركعة بسجدة
واحدة كما تتقيد بسجدتين اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہے تو انمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے
حاصل ہو جاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدے سے مقید ہو جاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنے اگر قعدہ اخیرہ بھول کر مثلاً کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی
رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے لا امام ان اتم التشهد كما مر اور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا
یعنے اگر التحیات پوری نکی ہو تو اسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی
الحلبي ولا يخرج المؤتم بنحو سلام الامام بل بقهقهته وحدثه عمدا لانتفاء حرمتها فلا يسلم اور نہین نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز
بلکہ اسکے کھلکھلا کر ہنسنے اور قصداً بے وضو ہو جانے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب نہ رہنے حرمت نماز کے تو اس صورت مین مقتدی سلام نہ پھیرے ہم پہلی صورت اسلیے ہے

کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہو گئی فاسد نہوئی تو ایسی صورت مین مقتدی نماز سے باہر نہوگا بلکہ اسپر سلام پھیرنا واجب ہے اور قہقہہ
اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہین تو چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نکرینگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل
امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہوگی اور یہ فعل مکروہ ہوگا
کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہو جائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ
وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہو گیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے
اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام مین یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ
کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ھنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور
اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہان سلام پھیرنے مین بلکہ یہ لفظ التحیات مین کہے وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے
بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہے پھر بدعت کیسے ہو سکتا ہے
وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی مین ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول وخصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور
مسنون ہے دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ مین اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنے مقتدی اور منفرد دونون طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے
اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا ونساء اما سلام التشہد
فیعم لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام ان لوگون پر جو اسکے داہنے اور بائین طرف اسکے
نماز مین شریک ہین گو جن یا عورتین ہون اور سلام تشہد کا یعنے السلام علینا عام ہے سب لوگون پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظ کے دونون سلامون مین
بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے ھم محافظ فرشتون کی تعداد مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ ہر مومن کے ساتھ دو ہین اور بعضون کے نزدیک چار
اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحون مین ہے کذا فی الشامی وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وھم
الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وھم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ کما فی البحر عن الروضۃ
واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنے آدمیون کو مقدم کیا فرشتون سے اسلیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہین وہ سب فرشتون سے افضل ہین اور بنی
آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہین اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہین جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہین جیسے فاسق چنانچہ بحر مین روضہ سے منقول ہے
اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے ھم کتاب روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اسمین لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہین اور انمین
سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہین یعنے جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانیین
اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ رضی اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہین اب اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہین کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون
سے افضل ہین اور صاحبین کہتے ہین کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہین غرضکہ بشر تین قسم ہین خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ وصلحا اور عوام مثل باقی لوگون کے
اور فرشتے دو قسم ہین خواص جو اوپر مذکور ہوے اور عوام جو انکے سوا ہین تو افضلیت باتفاق تین درجہ تک ہے یعنے سب مین افضل خواص بشر ہین پھر خواص ملک پھر اوساط بشر
اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہین عوام ملائک سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملایک افضل ہین کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانھر
تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملئکۃ واوساطہ عند اکثر المشائخ مین کہتا ہون اور مجمع الانہر مین بتبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص
بشر افضل ہین خواص ملائک سے اور اوساط ملائکہ سے اکثر مشائخ کے نزدیک ھم شامی نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہے تو اسمین اور روضہ کی

ع اسی وجہ سے حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب آدمی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو ہر بندہ نیک کو آسمان اور زمین مین یہ سلام پہنچتا ہے ۱۲

عبارت مین کچھ منافات نہین اتنا فرق ہر کہ اسمین او فی البشر کا ذکر نہین کیا اسوجہ سے کہ اسمین اختلاف ہر چنانچہ اوپر بیان ہوا وھل تتغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے
رہتے ہین یا نہین اسمین دو قول ہین م بعض علما فرماتے ہین کہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہر کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے بیا پی آتے ہین اور نماز صبح
عصر مین جمع ہوجاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہر کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنے کرام
کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہر کہ وہ دونون فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلیے کہ حضرت انس رض سے روایت ہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے
ایمان دار بندہ پر دو فرشتے معین کیے ہین کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہر تو وہ جناب الہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ
آوین اللہ جل شانہ فرماتا ہر کہ میرا آسمان فرشتون سے پر ہر جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھہرین اللہ تعالے فرماتا ہر کہ میری زمین بھی مخلوق سے پر ہر
جو مجکو پاکی سے یاد کرتے ہین پھر وہ دونون عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالے فرماتا ہر کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سبکو
میرے بندہ کے لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوۃ اور علیحدہ ہوجاتا ہر آدمی سے لکھنے والا برائیون کا وقت صحبت کرنے
اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا مین دونون فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین
ہر تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہر ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہین پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہر والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ
والمکتوب فیہ مما استأثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہر کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اسکا حال ان اشیاء مین ہر جنکا علم اللہ تعالے کو مخصوص ہر
نعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وھو احسن ما قیل فی قولہ تعالے والطور وکتاب مسطور فی رق منشور
ہان حاشیہ اشباہ مین ہر کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفون کے لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہر ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین
کیے گئے ہین والطور وکتاب مسطور فی رق منشور یعنے قسم ہر طور کی اور قسم ہر کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنے لوح محفوظ کی م شامی نے کہا کہ جبکہ مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے
مقابل کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شی حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہر کہ وہ دونون فرشتے
ہر چیز کو لکھتے ہین یہان تک کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہر کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہین
قلت وفی تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہر کہ مباح چیز کو برائیون کا کاتب لکھتا ہر اور قیامت کے
دن مٹادیگا م اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونون کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم
مباح جنمین نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہر اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح
ان الکافر ایضا تکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد لکاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہر لکھا ہر کہ صحیح تر قول یہ ہر کہ
کافر کے اعمال بد بھی لکھے جاتے ہین مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہر بائین پر م یعنے جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہر اسلیے شارح نے جواب دیا کہ
وہ گویا بائین کا گواہ ہر طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہر اور اسمین کازرونی کی جگہ حازومی بحاء مہملہ وزاء معجمہ و میم در آخر ہر اور یہی صحیح ہر وقالوا
ان ملئکۃ اللیل غیر ملئکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان مین ہر کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر
گذری اور یہ کہ ابلیس ابن آدم کے ساتھ رہتا ہر دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہر رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اسکی جورو سے
ہوتی ہر اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہر اور بعض کہتے ہین کہ اسکی ایک ران مین علامت نر ہے اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت
کرتا ہر وفی صحیح مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای الا ان اللہ اعاننی
علیہ فاسلم رواہ فی نفح الیم وحنمہا اور صحیح مسلم مین ہر کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسپر خدا تعالے نے مقرر نکیا ہو اسکا ساتھی شیطانون سے یعنے جو برائی پر دلالت کرتا ہر

اور اسکا ساتھی فرشتون سے جو خیر پر دلالت کرتا ہو لوگون نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھپر بھی میرا قرین مقرر ہو لیکن اللہ تعالے نے مجکو اُسپر
غالب کر دیا ہو تو وہ مسلمان ہو گیا ہو یعنے سوائے خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونون سے مروی ہو میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر
مستتر قرین کیطرف ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالے نے میری اعانت فرمائے تو مین اُس سے
بچا رہتا ہون ثم یزید للمؤتم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ وینویہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی
نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرلے اور اگر امام اُسکے سامنے ہو تو دونون سلامون مین
امام کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم الممیز اذلا کتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہو کہ مصنف نے
کتبہ نہ کہا حفظہ کہا تاکہ عام ہو وے ممیز دار لڑکے کو اسلیے کہ اسکے ساتھ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اس صورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال لیکن صحیح یہ ہے
کہ لڑکے کے حسنات لکھے جاتے ہین اور اُنکا ثواب اُسیکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کے لیے کاتب حسنات ہوتا ہے ولعمری لقد
صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر کے اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ یعنے سلام مین نیت قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ
شریعت کی طرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہین کرتا بجز علما کے اور اُنمین بھی کلام ہے یعنے احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہون یقینی نہین ہم واقع مین شارح کا قول درست ہے اگر لاکھ
آدمیون سے پوچھو کہ تمنے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضون کے بعد سنتون کی
تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا لکھتے ہین اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذوالجلال والاکرام یعنے فرض پڑھنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے
جسمین یہ دعا یا اُسکے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے
اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالین شامی نے کہا کہ احادیث مین جو وظائف بعد نمازون کے آئے ہین انکی حدیثون مین یہ ذکر نہین کہ سنتون سے پہلے انکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر
محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھے جائین کیونکہ سنتین فرضون کی تابع ہین انکے اجنبی نہین تو جو ذکر سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا بأس
بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین فرضون اور سنتون مین وظیفون کے
فاصلہ کرنیکا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہو جائے یعنے جو لوگ کہ فصل کو مکروہ کہتے ہین اُنکے
قول اور حلوانی کے قول مین اختلاف جاتا رہے تو دونون قائلون کے نزدیک بقدر اللہم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ
مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنے حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا بأس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہین بقدر اللہم
انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ
ویدعو ویختم بسبحان ربک الخ اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنے سورہ ناس اور سورہ فلق اور سورہ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ
۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینون کلمہ ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے کیفیت
استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو پورا کرنیکے لیے بعض احادیث مین یون وارد ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اور ان چارون کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ مین ہے
کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ مین نہ مقتدی کو یعنے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضون نے
کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفون کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط مین تصریح کی ہے کہ صفون کا چیرنا سنت
ہے اور حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلین اپنے گھر مین پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد

حاشیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ دعا پڑھ لین اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذوالجلال والاکرام اور تسبیحات کی ترغیب دی ۔ نفع کے لیے سبحان اللہ کے ساتھ سبحان ربک کہنے والے
معبود نہین وہ زندہ قائم ہے ۱۲ ۔ نہین کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہین اُسکی سلطنت ہے اور اسیکو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

اور خانیہ مین ہی کہ مستحب ہی امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنے نمازی کے بائین طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرّ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفًا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ ما لم یکن بحذائہ مصلٍّ ولو بعیدًا علی المذہب اور منیہ مین امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگون کی طرف اپنا منھ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو وہ نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب ھ منیہ مین اختیار دینے کی یہ صورت ہی جسمین فرضون کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے طرف منھ کرنیکی وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگون نے یہ کہا ہی کہ دس مردون کی جماعت ہو تو منھ کرے نہین تو نکرے اُن لوگون کا قول بے اصل ہی اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ مین مذکور ہی مگر حلبیہ مین یون کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منھ پھیرنے مین کچھ کراہت نہین تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے منھ کی طرف نماز پڑھے اور دونون کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی طرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیے قید نہین لگائی کہ اسکا حال تو معلوم ہی ہی انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہی قرارت کے احکام مین چونکہ اور ارکان کی نسبت کر قرارت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے انکو جداگانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبًا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام لطور واجب موافق جماعت کے یعنے جسقدر جماعت ہو اسی قدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا م وجہ جہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرًّا اعادہا جہرًا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ مین ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور نہین ھ بحر الرائق مین وجہ سے اعادہ کرنیکی یہ لکھی ہی کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قرارت کو پکار کر پڑھتا ہی تو ایک ہی رکعت مین آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہی حالانکہ یہ امر برا ہی اور اگر آہستہ پڑھتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہی اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہی اور خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہی اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتون کے امام ہونیکے اور کسی جا نہین کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداءً وقضاءً وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر سے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونون عید کی نمازین اور تراویح مین اور تراویح کے بعد کے وترون مین یعنے صرف رمضان کے وتر مین پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنے سلف سے ایسا ہی منقول چلا آیا ہی قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون کہ مصنف نے جو وتر مین بعد ہا کی قید لگائی تو اسمین کلام ہی اسلیے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگرچہ اُسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنے مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہی کہ جہر اس صورت مین ہی کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمین جہر واجب ہی شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور انکے بعد کے وتر بھی رمضان مین ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے اور وترون مین نہ نعم فی القہستانی تبعًا للقاعدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرض والعیدین وتعم الجہر افضل ہان قہستانی مین بتبعیت قاعدی مذکور ہی کہ سواے فرضون کے اور جہری نمازون مین آہستہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کے ہان جہر افضل ہی ھ شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہی کہ اصح یہ ہی کہ عید اور وتر مین بھی جہر کرے یعنے وجوبًا چنانچہ اکثر کتب مروجہ مین ہی ویسر فی غیرہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار اور آہستہ پڑھے نمازون اور رکعتون مذکورہ بالا کے سوا مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سب نمازون مین جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز مین ترک کیا بسبب دور کرنے ایذاء کفار کے کذا فی الکافی ہم آپ شروع مین سب نمازون مین جہر فرماتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے یعنے اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دیتے تھے تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا یعنے نہ کل نمازون مین جہر کرو نہ کل مین آہستہ پڑھو بلکہ ان دونون کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازون مین جہر کرو اور دن کی نمازون مین آہستہ پڑھو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر مین آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونون وقتون مین ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب مین چونکہ کفار کھانے مین مشغول رہتے اور عشا اور فجر مین سوتے ہوتے اسلیئے ان تین وقتون مین آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین آپنے مدینۂ منورہ مین قائم کی ہین وہان کفار کا زور نتھا اسلیئے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کمتنفل بالنہار فانہ یسر جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے ویخیر المنفرد فی الجہر وھو افضل ویکتفی بادناہ ان ادی اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر مین اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلیئے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہوجائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اس صورت مین ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفی السر یخافت حتما علی المذھب اور نماز سری مین آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنے اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا کمتنفل باللیل منفردا فلو ام جہر بتبعیۃ النفل للفرض زیلعی جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے مین رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنے نوافل کو جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنے جہر مین نفل فرضون کی تابع ہے کذا فی الزیلعی ویخافت المنفرد حتما ای وجوبا ان قضی الجہریۃ فی وقت المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد عد الواجبات قلت وھکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار مبحث القضاء علی الاصح کما فی الھدایۃ اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت مین مثلا عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنیکے مین کہتا ہون اور اسی طرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار مین قضا کی بحث کے ذیل مین آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ مین ہے اور وقت مخافتہ کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت مین قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا تخییرہ کمن سبق برکعۃ من الجمعۃ فقام یقضیھا یخیر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتون نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے مین جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نپاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیئے کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال مین وادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن بقربہ اور ادنے درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنے جو اسکے قریب ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیون نے قراءت کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنین کذا فی الخلاصۃ ھم قہستانی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب مین یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف مین آواز نہین پہونچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیئے جائین جو نہ بہت دور ہون نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنے بہت سے لوگ سنین نہ صرف ایک یا دو ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء وغیرھا فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنے ادنے درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات مین جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلا بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدۂ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول مین ہم استثنا کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق انشاء اللہ یعنے تو طالق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنے تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نسنا تو استثنا صحیح نہوگا اور زوجہ طلقہ ہوجائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور اصح کی قید اسلیئے لگائی کہ کرخی کے نزدیک ادنے درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا

ٹھرایا ہو گو اپنے آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے بموجب استثنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری اور بعضوں نے کہا ہی کہ بیع
جیسے تصرفات میں سننا مشتری کا شرط ہی طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہیں جنمیں مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہوں ولو
ترک السورة لاولی العشاء مثلا ولو عمدا قرأها وجوبا وقیل ندبا مع الفاتحة جهرا فی الاخریین لان الجمع بین جهر ومخافتة فی رکعة شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو
رکعتوں میں مثلا سورہ کو چھوڑا اگرچہ جانکر ترک کیا ہو تو واجب ہے بقول بعض مستحب ہی کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر
پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر اور آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں برا ہی ہم شارح نے استحباب کو قیل کرکے بیان کیا تاکہ
معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہی کیونکہ وجوب کی طرف جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہی کذا فی الشامی ولو تذکرها فی رکوعه قرأها واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو
یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہوکر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہی تو اگر دوبارہ رکوع نکریگا تو نماز فاسد
ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحة فی الاولیین لا یقضیها فی الاخریین لما یلزم تکرارها اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں
قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دوبارہ ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہی ولو تذکرها قبل الرکوع قرأها واعاد السورة اور اگر
فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھلے اور سورہ کو دوبارہ پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلیے کہ اگر
رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے میں کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہوکر پڑھنا واجب ہی تو فاتحہ تو سورہ کی بنسبت کر زیادہ موکد ہی وفرض
القراءة آیة علی المذهب هی لغة العلامة وعرفا طائفة من القرآن مترجمة اقلها ستة احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرات کا جیسے پڑھنے سے نماز
صحیح ہوجاتی ایک آیت ہی ظاہر مذہب پر یعنے بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہی کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہی اور عرف
فقہا میں ایک جملہ ہی قرآن سے بیان کرنے والا یعنے جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلیة عن حاشیة الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیرا ہوں
مثل لم یلد کے کہ بالفعل پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلیے تقدیرا چھ حرف ہوے الا اذا کانت کلمة فالاصح عدم الصحة وان کررها مرارا الا اذا حکم مورث
میں کہ آیت ایک کلمہ ہو تو صحیح قول پر درست ہونا نماز کا ہی گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلا ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم
فیجوز ذکره القهستانی لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھے تو آزاد ہی پھر اسنے نماز پڑھی جسمیں قرات ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے
بیان ہوئی جو اس طرح کی قرات سے صحت نماز کا قائل ہی تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ
آیة طویلة فی الرکعتین فالاصح الصحة اتفاقا لانه یزید علی ثلث آیات قصار قاله الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہی نماز کا
باتفاق امام اور صاحبین کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہی تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہی اسکو حلبی نے ہم لیتے نصف آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظها فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہی یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین ہی
وحفظ جمیع القرآن فرض کفایة وسنة عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہی یعنے کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمہ سے بھی یاد کرنا فرض [illegible]
سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہی ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہی نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمیں اشارہ ہی کہ سنت کبھی عین ہوتی ہی اور کبھی کفایہ مثلا تراویح کا پڑھنا سنت
عین ہی اور مسجد کی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہی تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن کو دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے کذا فی شرح المنیة وتعلم الفقه
افضل منهما اور سیکھنا فقہ کا افضل ہی ان دونوں سے یعنے نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ مسائل فقہی ہیں جو زائد اس شخص کی حاجت ضروری سے ہوں
ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض عین ہی اور باقی قرآن سے یہ غرض ہی کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہی اسکے سوا باقی اور یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہی اور اسمیں شرط ہی کہ کچھ

سب قرآن کو یاد کرتے ہوں اگر کوئی یاد نکرتا ہوگا تو اس صورت میں فقہ کا سیکھنا افضل ہوگا وحفظ فاتحۃ الکتاب و سورۃ واجب علی کل مسلم لکن نقص سبع
من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹے سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہے کم کرنا کسی چیز کا واجب میں سے جیسے مکروہ تنزیہی ہے سنت میں سے کسی چیز کا کم کرنا کذا
فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع الصغیر ورجحہ فی البحر ورد ما فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل
وردہ فی النہر وحرر ان ما فی الہدایۃ ہو المحرر الفاتحۃ وجوبا ای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر میں ہر حال یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور
وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو اسی طرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور
صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ میں تفصیل ہے وہی منقح ہے ہم ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے
پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورہ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ اس
تفصیل کی کچھ اصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہیں تو ظاہر یہی ہے
کہ حالت قرار و جلدی دونوں میں حکم یکساں ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال مفصل ہیں نہ تعیین کسی حد خاص کی ہیں جب مراعاۃ سنت کی
مسافر سے ممکن ہے تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکرے انتہی اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے
کہ بعد الحمد کے قراءت واجبہ کی جون سی سورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں
بقدر گنجائش حال کے ہم مثلا اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہو تو اتنی قراءت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاوے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو
کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے
حضر میں یعنی مقام کرنیکی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہے اسکو
حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی انکو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قراءت مسنون امام کے مثل ہے ہم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے
آخر کے ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں اسوجہ سے کہ انمیں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا اسوجہ سے کہ اسمیں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال
یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار
مفصل ومنہا الی آخر لم یکن اوساط فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون
ہے اور باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے ہم اسطرح کی قراءت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر رض نے ابو موسی اشعری
کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی
یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ ان سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام
اور بدائع میں حد اندازہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قراءت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قراءت میں کوئی حد مقرر
منقول و مختار ہو تو فجر میں کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسی طرح اور نمازوں میں اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے
اگر مقتدی طول پسند ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے خوش آواز ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں وفی الحجۃ یقرا فی الفرض بالترسل
حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل باللیل لہ ان یسرع بعد ان یقرا کما یفہم اور حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قراءت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور
تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے اور رات کی نفلوں یعنی تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید
[illegible] تہجد والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے [illegible] مگر جلدی کے یہ معنی [illegible] سمجھ میں نہ آوے

ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہے کہ روایت غریب عوام کے سامنے نہ پڑھے واسطے حفاظت انکے دین کے ہم لیئے ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیئے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہے اسلیئے انکے دین کے بچانیکے لیئے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علے ثانیتھا بقدر الثلث وقیل النصف ندبا فلو فحش لا بأس بہ فقط اور زیادہ کیجائے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے ازراہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت مین زیادتی بہت کر دیگا مثلاً پہلی مین دس گنی قرأت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین ہم لیئے پہلی رکعت مین اتنی قرأت پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت کی قرأت سے بقدر سوم حصہ دونون قرأتون کے ہوجاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲ تو دونون مین ۶ آیتین ہوئین اور اول مین ۲ زائد ہین دوسری سے اور وہ تہائی ہین ۶ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قرأت کی اور فقط سے یہ مراد ہے کہ یہ حکم صرف فجر کی نماز مین ہے نہ دوسری نمازون مین قال محمد و احب الی ان یطول الاولی فی کل الصلوات حتے التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہے یہان تک تراویح کی بھی کہتے ہین فتوی بھی اسی قول پر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہے اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر پڑھنے چاہیئین اور حلیہ مین امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کر کے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیئے واطالۃ الثانیۃ علے الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اگر آیتین دونون رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک سی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات و حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہے ان سورتون کو حدیث مین وارد ہین یعنی انکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین ہل اتٰک پڑھنا حالانکہ پہلی مین انیس آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس اور ترجیح دی ہے نفل مین عدم کراہت کو مطلقاً یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو وان بأقل لا یکرہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت مین سورۂ فلق اور دوسری مین سورۂ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوۃ علے طریق الفرض بل تعین الفاتحۃ علے وجہ الوجوب اور نہین معین ہے قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیئے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونیکے ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتھما احیانا اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیئے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورۂ دہر پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونون کا پڑھنا مستحب ہے ہم طحاوی اور اسبیجابی نے اسمین قید لگائی ہے کہ اگر اسکے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھ لیا کرے یا سوائے ان سورتون کے دوسری اسکو یاد نہون یا انکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین کرنے کے افضل ہونیکا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصراً والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہے کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطاً الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اسکو کمال ابن ہمام نے مشرح بیان کیا ہے ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرأت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح قول مین وفی درر البحار عن مبسوط

خواھر زادہ انھا تفسد ویکون فاسقا وھو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور درایہ میں مبسوط خواہرزادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قراءت پڑھنے سے نماز فاسد
ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور یہ بات کا منع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے اسلیے منع کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ہم خزائن اور کافی میں ہے کہ مقتدی کو قراءت سے منع کرنا اسی
صحابہ سے ماثور ہے جنمیں حضرات علی مرتضی اور عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور فساد نماز کا قول مقابل ہے صحیح قول کا کہ اصح
میں نماز صحیح ہے تو ہے بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر لقول ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا
بلکہ مقتدی قراءت امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب
قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ ہے کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو جہری نماز کے لیے مخصوص
ہے مگر سکوت خاص نہیں اسلیے وہ دونوں نمازوں میں مطلقاً واجب رہیگا کذا فی الشامی وان صلتہ قرأ الامام آیۃ ترغیب او ترھیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن
وما ورد حمل علی النفل منفردا کما مر مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمیں ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمیں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو
یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوائے قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ اس باب میں حدیث
میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان میں گذر چکی ہے یہ مسائل شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہے نہ شرطیہ یعنی ابو داؤد میں بروایت
حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے
وہاں وقف کرکے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی وکذا الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلے الخطیب علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرًا فی نفسہ وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسی طرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ
پڑھنے کے وقت وہ بات نہ کرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر
جب کہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تا کہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور
دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود کہنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا حج کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے
اور ظالم حاکموں کے نام اور اوصاف خطبہ میں داخل نہیں والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے
فرض ہونے میں ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا بتبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق میں اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے فروع مسائل
متفرقہ شارح کے یجب الاستماع للقرأۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قراءت کے قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے
یعنی آیت فاستمعوا جہری نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہ حکم وجوب استماع کا
بے عذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو انپر سننا واجب نہ ہو گا اسی طرح جو شخص
بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہ ہو گا کذا فی الشامی ملتقطًا لا بأس ان یقرأ سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ کچھ مضائقہ نہیں اس بات کا
کہ پڑھے ایک صورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی صورت میں بلا کراہت
جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورہ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ فی الاولی من محل وفی الثانیۃ
من آخر ولو من سورۃ ان کان بینھما آیتان فاکثر اور اسکا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے
اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں سے ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا ویکرہ الفصل بسورۃ
قصیرۃ اور مکروہ ہے دونوں رکعتوں کی قراءت میں چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں تبت پڑھے اور سورہ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا

ہان اگر بیچ مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین ولن یقرأ منکوسًا اور مکروہ ہے کہ قرآن کو اُلٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورہ اخلاص اور دوسری مین تبت پڑھے ھم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہے اور لڑکون کے لیئے جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہے مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقر مین سے پڑھے اسلیئے کہ حدیث مین اسطرح کے ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع ویبدأ او نہیں ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ رہگئی تو انہین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جسمین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جاے یا چھوٹی سورہ کا فاصلہ ہو جاے تو مکروہ نہین ولا یکرہ فی النفل شیٔ من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ھم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورہ کا فاصلہ چھوڑنا نفل مین درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیون نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل مین چونکہ گنجائش زیادہ ہے اسلیئے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہوگیا پھر کچھ دیر کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من ایۃ طویلۃ اور تین آیتین کہ بمقدار چھوٹی سورت کے ہوجائین بڑی ایک آیت سے افضل ہین ھم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قرارت ثلاث اور بعض نسخون مین بثلاث ہے تو اُس صورت مین تقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ بعض سورۃ العبرۃ للاکثر بسطنا فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہے یا عتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہم نے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہے +

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان مین ھی صغریٰ وکبریٰ فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہی نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت اسکی وہ ہے جو مقاصد مین مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگون کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امراء نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور جو انکے حکم مین ہون مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اھم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہے اسلیئے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہین اور یہی وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہے کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انمین احکام جاری کرے اور ان کو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو ہاتھ سے روکے اور انکے لشکرون کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کو سر دبالے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ و عیدین قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنے کی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین انکے نکاح کر دے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کر دے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ھم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوتا جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہو چکتا ویشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مرد صاحب عقل بالغ قدرت والا قریش کی نسب سے ھم مسلمان سو جہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد اس وجہ سے کہ غلام کو خود اپنی نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیئے کہ عورتون کو گھر مین

بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص میں تو اُنسے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہوسکے گی اور نا قابل و نابالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہیں اور قادر سے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے تکمیل کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہوجاے گی اور قریشی ہونا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہے لا ہاشمیا علویا معصوما نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا اور علاحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہونا اگرچہ ہو اور معصوم ہونا امام یہ قیدیں شیعون نے لگائی ہیں کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی باطل ہوا اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہے چلپی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا تینون جگہ لا یعنی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلیے کہ تینون قیدین شیعون کے تین فرقون کے قول جدا جدا ہین نہ یہ ایک ہی قول ہو وبکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے حاکم بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزولی ہو جاتا ہے فسق سے یعنی اگر اثناء حکومت میں اسپر فسق طاری ہوگیا تو اس سے معزول نہ ہوجائیگا بلکہ مستحق عزل ہوگا مگر بجہت خوف فساد کے اسکو معزول نہ کیا جاے ویجب ان یدعی لہ بالصلاح او ر واجب ہے کہ ایسے امام کے حق میں اُسکے نیک بخت ہونے کی دعا کیجاوے وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہے سلطنت زبردستی حاکم بننے والے کی بسبب ضرورت کے اور عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کردے جیسے حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرہ علما اور صاحبان راے و مدبری کے ہاتھ پر بیعت کرین تو اگر یہ دونون صورتین نہ ہون اور کوئی شخص بردستی والی ہوجاے تو اسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام میں فتنہ نہو وکذا صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع لہ والسلطان فی الرسم ھو الولد وفی الحقیقۃ ھو الوالی لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسی طرح درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاوین جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہے اور حقیقت میں والی مذکور کیونکہ اسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے بزازیہ سے ہم یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت میں بادشاہ نہ کہیں تو اسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ ان دونون میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہ ہوگی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو تو حاجت پڑے گی نئے سر سے اسکو حاکم بنانے کی والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطون کے ساتھ شارح نے جو دس شرطیں مذکور کی ہیں وہ اقتدا کی ہیں نہ امامت کی اور نور الایضاح میں چھ شرطیں امامت کی علیحدہ لکھی ہیں تندرست مردون کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت ہونا جیسے نکسیر و پیشاب کے جاری رہنے اور توتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلیے جو شرطیں شارح نے اقتدا کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہوسکتی ہیں بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسی طرح یہ چھ شرطیں اقتدا کی بھی ہوسکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتدا کی سولہ ہیں مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ اس کو شرطیں اقتدا کی ٹھہرایا جاے اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانھما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہ ہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتھما اور تیسری شرط متحد ہونا دونون کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہوجاے یہ تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہے اس شرط کو نور الایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوا امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اسکا اقتدا صحیح نہ ہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچوین شرط ہے نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ علیہ بعقبہ اور چھٹی شرط ہے

نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بجا لانے مین کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمه بانتقالاته
اور ساتوین شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانے کو خواہ دیکھنے سے یا آواز سننے یا دوسرے مقتدیون کو دیکھکر علم حاصل ہو وبحاله من اقامة وسفر
اور آٹھوین شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اُسکے مسافر یا مقیم ہونے کو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے پس اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون
کو معلوم نہ ہوا کہ اسنے بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہ ہوگی ومشارکته فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن
کو اُسکے ساتھ ادا کرنا تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نہ رہیگا وکونه مثله او دونه فیها وفی الشرائط کما بسط فی البحر اور دسوین شرط ہی ہونا مقتدی کا
امام کے مانند یا اُس سے کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ شرح مذکور ہی بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ اُنکی بجا آوری مین برابر ہو مثلاً اگر
امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہی کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتری کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا
رکوع اور سجود کرنے والے کا اقتدا کرے اور شرطون مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور
شرطون مین کم ہونیکی یہ مثال ہی کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرط اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مولف
پائی جاتی ہین قیل وثبوتها بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت جماعت کا ثبوت اس آیت سے ہی وارکعوا مع الراکعین یعنی رکوع کرو رکوع کرنے والون کے ساتھ یعنی شریک
جماعت ہو اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کیے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنے والون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا ومن حکمها نظام الالفة وتعلم الجاهل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہی الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا
عالم سے سیکھنا ہم یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ دوسرے
واقف کار سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہی کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی وهی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی
قاله العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافة لاذنت ای مع الامامة اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہ ہوتی تو مین اذان کہا کرتا
اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہی ہم یعنی حضرت عمر رض کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اُسکے معنی یہ ہوسکتے ہین کہ امامت
بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلا شبہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہین
ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضهم اخاف ان ترکت الفاتحة ان یعاتبنی الشافعی وان قرأتها یعاتبنی ابو حنیفة فاخترت الامامة
اور بعض علما نے کہا ہی کہ مجھکو خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑ دون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نہ فرماوین اسلیے مین نے امامت کو اختیار
کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلا خلاف درست ہو جاتی ہی والجماعة سنة مؤکدة للرجال قال الزاهدی ارادوا بالتاکید
الوجوب الا فی جمعة وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین
اُنکے قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اُنکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہی مگر جمعہ و عیدین مین جماعت شرط ہی اُن دونون کے
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنة کفایة وفی وتر رمضان مستحبة علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے
ادا ہو جاتی ہی اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہی ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیره وتطوع
علی سبیل التداعی مکروهة وسنحققه اور رمضان کے سوا وترون مین اور نوافل مین جماعت مکروہ ہی بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہ
غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذا فی الطحطاوی اور قہستانی مین ہی کہ اگر چار مقتدیون سے کم ہون اور مسجد کے کسی گوشہ مین جماعت کرین تو مکروہ نہین ویکره تکرار الجماعة باذان

واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد
میں جسکا نہ امام ہے نہ موذن هم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت مکرر مباح نہیں اور شرح جامع صغیر
میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو اور بین کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری
جماعت جائز ہے ہوگی بالاتفاق جیسے اُس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت جداگانہ سے نماز پڑھے
منبع میں کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اُس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اسی طرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم
کے مکروہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے جسمیں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر
واپس تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑکر آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز
رکھنے میں جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کر کے جانے میں بھی جماعت فوت نہ ہوگی اگر اول نہ ملیگی دوسری ملجاوے گی تو اول جماعت میں اکٹھے نہ ہونگے
تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسی کا موئد ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جسمیں جماعت ہو چکی ہے تو وہ تنہا
نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی وجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے جماعتیں ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں یہ
بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ میں حج کو گئے تھے ان جماعتوں کے باب میں انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیوں نے فتوی دیا کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چار [illegible] مذ
کے علما کے قول پر جائز ہے مگر اسمیں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے کہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر
گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ
نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونے میں پہلی
جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجھکو کراہت
و عدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوٰۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر دوسری
شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہ ہوتی
اس ور سے مجھکو وہ تردد رفع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہے واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزاً او ملکاً او جنیاً فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت
دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں هم کمتر جماعت دو آدمیوں سے ہونے کی وجہ وہ
حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی
اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاوے گی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی
و نصح امامۃ الجن اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیونکہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی جہت سے نفل پڑھنے والا
اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کی پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہی احتمال ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحاوی وقیل واجبۃ و علیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا و بہ جزم فی التحفۃ و غیرہا قال فی البحر و ہو الراجح عند
اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور یہی قول ہے بہت اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ و غیرہا میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب
کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں تحقیق اور قوی تر ہے اور اسی لیے اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے
باعث چھوڑ دے [illegible] گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک [illegible] فرض [illegible] یا فرض عین ہے [illegible] [illegible] علی [illegible]

البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردوں عاقل اور بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون
کسی دقت کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایک بار چھوڑیگا تو وجوب کے قول پر گناہگار
ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گناہگار نہ ہوگا اور حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ اور نور الایضاح میں ہے کہ اگر کوئی
شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہ ہوا اگر اسکی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہ ہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبھا فی مسجد
اٰخر الّا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری مسجدوں میں
اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ اور مسجدوں میں جماعت کی نماز سے ان مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں
پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع
ید ورجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز والعمی وان وجد قائدًا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ
واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور اس پر جسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب
نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑکر لیجانے والا موجود ہو ہم وہی حال ہے عاجز کا اگر اسکے پاس سواری
موجود ہو تو اسپر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جنکا پہنچانے والا میسر ہو اور جمعہ امام کے نزدیک واجب
نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینھا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذٰلک اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جسمیں
اور جماعت میں مینھ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو ہم مراد یہ کہ مینھ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ رہے گی اسی طرح جاڑا اگر بہت سخت
ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اس طرح کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلًا لا نہارًا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم ومدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے
وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دفع دو پلید چیزوں کا یعنی بول و براز کا اسی طرح ہے نیند کا گوز کا
کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ بمریض وحضور طعام تشوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت
جماعت کے اور مریض کی خبرلینی یعنی جس صورت میں کہ مریض کو اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے و
کذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعًا للبھنسی ای الّا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسہ عنہ مدۃ اور اسی طرح مانع
وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت
کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ تصور ہوگا اور تعزیر دیا جایگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چند روز اس سے روک دیا جاوے اور فقہ سے مراد مسائل ضروریہ
دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا
ولا تقبل شھادتہ الّا بتاویل بدعۃ الامام وعدم مراعاتہ اور قبول نہ کیجائے گواہی جماعت کے ترک کرنے والے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا عدم رعایت کرنے امام کے
یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے
ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیمًا بل نصبًا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادًا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ
وحفظہ قدر فرض [illegible] سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا [illegible] ہیں کذا فی مجمع الانھر وہ شخص ہے جو علم فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہے
[illegible] میں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہے [illegible] ظاہری گناہوں سے اور [illegible] نماز کے اور بعضوں نے بقدر واجب اور

بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نہ کرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول
کافی کا ہے اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکھا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر میں ہے اور یہی ظاہر ہے اسلیے کہ بیان امام کے اولے ہونے
کا ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب تر ہے ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو پھر مستحق
امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قراءت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی جو شبہوں سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزوں سے بچنا ہے اور تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہے
کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کو دوسرے مرتبہ میں اسلیے رکھا کہ قراءت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب
رکنوں میں ہے پھر شارح نے ورع اور تقوی میں فرق بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے کو کہتے ہیں اور تقوی حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہہ انکو کہتے ہیں جنکی حلت اور حرمت
میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اسلم پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو پس مقدم کیا جائے جوان اس بوڑھے پر کہ چند روز
سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم الاقدم ورعا وفی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذ قلما یحتاج للقرعۃ اور فقہا نے
کہا ہے کہ مقدم کیا جائے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جسکا ورع بہت دنوں کا ہو وہ اسپر مقدم ہے جسکا ورع کم مدت کا ہو اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہے کہ ورع کے
اوپر سب خصلتوں کا قیاس ہوگا یعنی یوں کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاوے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہے اور مثل اسکے یعنی مثلاً جسکو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اس سے
مقدم ہے جسکو چند روز سے آتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جاوے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کمتر ہوگی ماتن نے آگے بیان کیا ہے کہ اگر چند مستحق امامت
سب خصلتوں میں برابر ہوں تو انمیں قرعہ ڈالا جاوے شارح کہتا ہے کہ جب خصال میں لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جاوے تو ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند
آدمیوں میں ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سے ہوئے ہوں ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ ہو شارح نے کہا کہ خلق
بالضم خاصۃ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گذار ہو یہ تفسیر شارح نے لزوم کے ساتھ کی اسلیے کہ
کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھے گا دن کو اسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خوبصورتی
ظاہر کی مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا زاد الفقیر میں اتنا زیادہ کیا ہے
کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ میں زیادہ ہشاش بشاش مستحق ہے اور اسمح مشتق ہے سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہیں کہ جس سے ملے بکشادہ پیشانی اور ہنس مکھ ملے تو یہ بات
حسن ظاہری سے علاوہ ہے مگر خوش خلقی میں اور اسمیں ظاہرا کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم الاکرم حسبا پھر مستحق وہ ہے جو سب میں زیادہ ہو حسب کی رو سے
بعض نسخوں میں حسب خاندانوں کے ساتھ ہے مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلیے باموحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب وہ بزرگی ہے جسکو آدمی اپنے آبا یا مال
یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلاً سید مقدم ہے اور لوگوں پر زاد فی البرہان ثم الاحسن
صوتا برہان میں یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا وفی الاشباہ قبیل ثمن
المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ میں تھوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے اسمیں محبت
اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی
بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام
ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پھر وہ ہے جو زیادہ ہو جاہ میں یعنی لوگوں کے دلوں میں اسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں
اسلیے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہے ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہیں کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا متناسب
ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی حد تک ہو بے موقع نہ ہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جائے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ بحث صحت میں ہو

کہ مقتدی سب مقیم ہوں یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولے ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا
کہ مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسی کو اولویت نہیں ثم الحر الاصلی علی العتیق پھر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اس شخص پر جو غلام ہوکر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اوصاف میں دو شخص
مساوی ہیں مگر ایک اصل سے آزاد ہے اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہے تو حر اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تحصیل علم
کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابة پھر مقدم کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہے اس شخص پر جس نے جنابت سے تیمم کیا ہے اسلیے کہ بے وضو ہونا خفیف ہے
بہ نسبت جنابت کے **فائدہ** کلا ایکلم کہ بات ہے لا یقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون
مرجح مقدم نہ کیا جاوے ومنه السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح میں سے ہے پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو
یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو جو اول اسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو اسی طرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی
جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتا ہی کے لکھے ہیں فان استووا فی المجیء اقرع بینهم انتهی کلام الاشباه پھر اگر آنے میں برابر ہوں یعنی سب ایک ساتھ آئے
ہوں تو ان میں قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اسی کو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من خطر التاتارخانیة وفی طلبة
العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمه بینة فیها والا اقرع کجیئهم معا کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف الاول ویجعل کانهم ماتوا معا انتہی اور بتیسویں فصل
کتاب الخطر تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جاوے پیشتر آنے والا یعنی اگر سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہوں اور وہاں کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اسی پر
عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاوے گا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے
کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں کی صرف اسی میں ہے کہ درصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک
ساتھ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ نہیں ہوتا کذا فی الشامی وفی محاسن القراء لابن وهبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم
جاز ان یقدم من شاء والاکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق والاول عن سند ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء میں ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علموں
کے آنیکا حال معلوم نہ ہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنے والے کی تقدیم پر ہیں اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہیں سمہودی نے جواہر العقد
میں یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھ سے پہلے سوال
کر رہا ہے اتنا بیٹھ جا کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اول تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے ہمیں متابعت آپکی اختیار کی کذا فی الشامی
فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم پس اگر مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہ ہو تو برابر
صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں امام بنائیں پھر اگر اختیار میں مقتدی مختلف ہوں کچھ کسی کو چاہیں کچھ دوسرے کو تو اعتبار انکے
اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر مقتدی اولے کے سوا دوسرے کو پیش امام کردینگے تو
برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من
غیره مطلقا الا ان یکون معه سلطان او قاض فیقدم علیه لعموم ولایتهما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان رکھ کہ مالک امامت کے واسطے
بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مثل ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے
بہتر ہے اگرچہ غیر اس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اس صورت میں کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک و غیرہ پر مقدم ہوگا بسبب
عام ہونے ولایت و تصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت
لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت مالک کے اسوجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور

کرایہ دار کی ولایت عام نہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا ان الولایۃ لساکنی ہٰذہ الحالۃ دون المالک یعنی سوقت اُن دونوں کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو ام قوما وھم لہ کارھون
ان الکراھۃ لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وان ھو احق لا والکراھۃ
علیھم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اُسکو بُرا جانتے ہیں تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیے ہو یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ مستحق
امامت ہیں تو اُس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اُس سے
نفرت رکھیں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اُسکے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں اور مقتدیوں کو اُس سے نفرت کرنا مکروہ ہے ویکرہ تنزیھا امامۃ عبد
ولو معتقا قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الجاھل لا اصلا اذ الکراھۃ تنزیھیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا
فی القہستانی عن الخلاصہ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں یعنی جاہل کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ میں تنزیہی ہے اور وہ ترک
اولی سے ہوا کرتی ہے اس خبردار ہو جا اور ایک نسخہ میں لعلہ لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد
وعامی اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگوں کا تنفر
انکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہے وہ شخص جو کور رات اور دن میں کم سوجھتا ہو کذا فی النہر
ہم اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر میں کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق
اعلم القوم فھو اولی مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصوں سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت میں اُسکا امام ہونا اولی ہے ہم فاسق کا استثنا اسلیے کیا کہ باوجود عالم
ہونے کے بھی اُسکی امامت خالی کراہت سے کیونکہ امامت میں اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مقتدیوں پر اسکی اہانت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ امامت
فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اسمیں نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی
ابن ام مکتوم اور عتبانؓ باوجودیکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ میں اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ مردوں میں انسے زیادہ لائق موجود نہ تھا
کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والے
کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اُس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد کیونکہ عناداً اعتقاد مخالف کا کرنا قطعاً کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے شبہہ سے ہم شمنی نے تعریف
بدعت کی یہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ یا استحسان سے پیدا ہو مخالف اُس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اور اُس چیز کو دین متین اور
صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف میں بدعت صرف اعتقاد کا نام نہیں جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بھا حتی الخوارج الذین یستحلون
دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبھۃ اور جتنے لوگ کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز
پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہاں تک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور گالی دینا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہیں
اور اللہ تعالی کی صفات کے اور اُسکے دیدار کے جواز کے منکر ہیں یہ لوگ کافر نہیں بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہہ سے ہم تاویل عبارت ہے معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس
جہت سے بگڑا کہ معانی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے اُنکے پابند نہ ہوئے طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیوں کا ہاں
اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول انکے انکار صفات الہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتھم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہیں بدلیل قبول
ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہیں انکی بھی نہ ہوتی حالانکہ انکی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں بجز فرقہ
خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہ ہونے کی یہ نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہیں
ومنا من کفرھم اور ہم حنفیوں میں بعض ایسے ہیں جو خارجیوں یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں ہم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع

ایسے ذکر کئے ہین جن سے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہی مگر انکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہ ہی کہ اہل قبلہ مین سے کسی کو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقوله
ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہو تو وہ اس بدعت
سے کافر ہو جائیگا مثلا اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہی مانند اور جسمون کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید مین ہی اذ یقول لصاحبہ لا تحزن
کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وولد الزنا اور مکروہ ہی امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگون کو اس سے نفرت ہوتی ہی ھذا ان
وجد غیرھم والا فلا کراھۃ بحر بحثا یہ مکروہ ان لوگون کی امامت کا اسوقت ہی کہ انکے سوا دوسرے امام انسے بہتر موجود ہو اور اگر انسے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی
نہین ایسا ذکر ہی بحر الرائق مین بحث کی راہ سے وفی النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر نماز پڑھے پیچھے
فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا ھم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے پیچھے پڑھنا بہتر ہی کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسی طرح مکروہ
تنزیہی ہی نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ھم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت ہی کہ محل فتنہ ہوتا ہی اور جب سب سے زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا لوگون کی نفرت
کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہی اور سفیہ اسکو کہتے ہین جو تصرف مقتضائے شرع یا عقل کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہی نماز پیچھے فالج زدہ اور
برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ھم برص ایک مرض ہی کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور وجہ کراہت وہی نفرت ہی وشارب الخمر وآکل الربو ونمام
ومراء ومتصنع اور مکروہ ہی نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے ھم شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون داس مین آ گئے انکو
علیحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہی اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہ ہی کہ ریاکار وہ ہی جسکا مقصود لوگون کی ستائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہی کہ بناوٹ
اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہی بہ نسبت ریاکار کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہی نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لے کر کذا فی القہستانی ھم
یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہی اور مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہی کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہی ضرورت
کی وجہ سے کیونکہ سنت یہ ہو رہی کوئی نہین کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز کہا جاوے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین [illegible] ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان
تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مکروہ ہی نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی
بحث مین تفصیل ہی کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فرض مین جو شرطین اور رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا
یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات مین تو اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا ھم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتداء
فی الاقتداء مین کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہی کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہی بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد
مثلا وضو کر لے اور اگر احتیاط نہ کرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہی ورنہ مکروہ ہی شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہی
کہ محققین کا میلان اسی طرف ہی اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہین ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی
القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہی طول دینا نماز کا قوم پر قرات اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادتی کر کے قوم راضی ہو یا نہین یہ بڑھانا مکروہ ہی
بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر ھم صحیحین مین ہی کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیئے کہ تخفیف کرے کیونکہ لوگون مین کم زور اور بیمار اور
بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہی اسلئے شارح نے ترک تخفیف یعنی طول کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاھر
حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ مین ہی کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ کہ امام نہ زیادہ کرے قرات کو
ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قرات مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہی کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی جہت سے ھم
مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہی کہ حضرت معاذ نے سورہ البقرہ عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

واقعہ ہوا کہ شکایت حضرت معاذؓ کی بیان کی تو آپ نے انکو فرمایا کہ تم کیا لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا اور سبح اسم اور اقرا اور واللیل پڑھا کرو شامی کہ ائمہ شرنبلالی
نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زیادہ نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذؓ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرین حضرت معاذؓ لمبی سورتیں پڑھتے تھے باوجودیکہ قوم معاذؓ کا عذر ثابت تھا اور یہی علت کمال کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی وجہ سے
نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے دھم انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جبکہ رونا ایک بچہ کا سنا اور نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا
کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو خوف کیا کہ کہیں اسکی ماں نہ گھبرا دے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے ویکرہ تحریما جماعۃ
النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا لم تشرع مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احدٰہن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت
ہو سوائے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ میں انکی جماعت مکروہ نہیں اسلیئے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہیں تو اگر تنہا سب نماز پڑھینگی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتوں کو نماز فوت
ہو جاتی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیئے انکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز میں مکروہ نہ ہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسری بار پڑھنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا
نماز پڑھیگی تو فرض ادا ہو جائیگا باقی عورتیں اس سے محروم رہجائینگی اسلیئے جماعت سے پڑھنے میں سب کو فضیلت فرض کی فوت نہ ہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جنازہ پر
صرف عورتیں ہوں ولو امت فیہا رجالا لا تعاد لسقوط الفرض بصلوتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوٰۃ الکل اور اگر نماز جنازہ میں
مردوں کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردوں کی نماز تو عورت سے منعقد نہیں ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض
ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اس صورت میں اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ عورت کو امام خلیفہ کر دے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتیں ہوں کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائے گی امام شیخ رحمتی نے وجہ
سب کے نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اسکا مقتدی ٹھہرا اسلیئے اسکی نماز فاسد ہوئی اور اسکی نماز کے فساد سے سب مقتدیوں کی نماز فاسد
ہو گئی فان فعلن تقف الامام وسطہن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فتتقدمہن پھر اگر عورتیں باوجود کراہت کے جماعت کریں تو امام عورت انکے بیچ میں کھڑی ہو اور اگر آگے بڑھ کر
کھڑی ہوگی تو گنہگار ہوگی بجز خنثے کے کہ وہ عورتوں سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو بیچ میں ہم لفظ امام میں مذکر و مونث برابر ہیں اور بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر ایسی طرح کھڑی ہو کہ اسکی
ایڑیاں صف کی ایڑیوں سے آگے نکلی رہیں اور خنثے کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اسکو مرد فرض کریں تو عورتوں کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسی وجہ سے کسی کی نماز نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی
کالعراۃ فیتوسطہم الامام وتکرہ جماعتہم تحریما فتح جیسے ننگے آدمی کہ امام انکے بیچ میں کھڑا ہو اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح بیچ میں کھڑے ہونے کی قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ
ننگوں اور عورتوں کی جماعت میں صرف بیچ میں کھڑے ہونے سے ہے ہر وجہ سے نہیں کیونکہ ننگوں کو بیٹھکر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتوں کے کہ انکا یہ حکم ہے وجہ کراہت جماعت کی غالباً دیکھنا
دوسرے کی برہنگی کا ہے ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال
بحثا العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں و عید میں اور وعظ میں ہو مطلقاً یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان رات کو مجمع میں حاضر ہو
یا دن کو مکروہ ہی مذہب مفتی بہ بسبب خرابی زمانہ کے اور مستثنی کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتوں فانی کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عورتیں جماعت میں حاضر
ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا عورتوں نے انکی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
وہ حال معلوم ہوتا جو عمرؓ کو معلوم ہوا تو تم کو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے فتویٰ دیا کہ عورتوں کا نکلنا جماعتوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ
الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ او امتہ اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد
لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتوں کو ایسے گھر میں کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتوں کے پاس نہ ہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر
عورتوں کے ساتھ ان میں سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد تو کچھ کراہت نہیں اگر کرے تو مکروہ نہ ہوگا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتوں کا امام ہو خلوت کے مکان میں نہ ہو یہاں تک کہ مسجد میں ہو

تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد مین نہ ہو اور اگر خلوت مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ
فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اُس قول کے کہ امام
محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے
کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہدے ولا عبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لاتفسد
اور اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونے کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اسکا اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے
نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جب تک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہ ہوگی یعنی پنجون کا بڑھنا مضر نہین کرتا فلو وقفا عن یسارہ
کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر ایک مقتدی اُسکے بائین طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسی طرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا
امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالف کرنے طریق سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہون
امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر
کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہوا اور پیچھے
امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضون نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ڈگ مین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے
اور بعضون نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹا دیگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کھڑا ہو جاے تو امام دونون کو
پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اُسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسی کی موید
حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین مین ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے مین آپکے بائین طرف آکر کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر
داہنی طرف کو گھما لیا اسکے بعد ابن صخر آئے اور آپکے بائین جانب کھڑے ہوئے آپ نے انکے دونون ہاتھ پکڑے اور ہم دونون کو پیچھے دھکیلا یہان تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی
ویصف ای یصفھم الامام بان یامرھم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرھم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبھم اور صف باندھین یعنی مقتدیون کی صف کرادے
امام اس طرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو
برابر رکھین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونون طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا
محراب مین تاکہ دونون طرفین برابر ہوجاوین اور اگر امام ایک طرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونون طرف برابر ہون تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے
اور اگر صف کے بیچ مین جگہ چھوٹی ہو تو اسمین کھڑا ہوجاے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اُسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا مین امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ
جاننے والے کو صف مین سے کھینچ کر اپنے برابر کرے اور اگر ایسا شخص اُسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اُسکی سیدھ مین اکیلا کھڑا ہوجاے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولھا فی غیر
جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردون کی سب سے پہلی ہے سوا جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق مین وجہ اولویت صف اول
کی یہ لکھی ہے کہ اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اُس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول مین امام کی سیدھ
پر ہو پھر داہنی طرف والون پر بائین طرف والون پر پھر صف دوم پر اسی طرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ مین
زیادہ ہونا صفون کا ہے تو اگر پہلے بہتر ہو تو آدمیون کی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نہ کرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان
وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑھے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد مین جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہے کھڑا ہونا نمازی کا
اُس صف کے پیچھے کی صف مین جسمین جگہ چھوٹی ہوئی ہے ہم رفوف طاق عمارت کو کہتے ہین تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف مین جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر

نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اسطرح پڑھنے سے صف کے پورا ہونے مین خلل پڑتا ہی اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلاً وہ شخص مکبر ہی اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفون مین
پہونچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین اور نمازی نے بعد نیت کے اگر اپنے سامنے کی صف مین جگہ چھوٹی دیکھے اور اپنی جگہ سے چلکر اگلی صف مین کھڑا ہوگیا تو اسکی نماز فاسد ہوگی
پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہی یا تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اسکو خدا قطع کرے اسکا موید ہی کہ
مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی قلت وبالکراھۃ ایضا صرح الشافعیۃ مین کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیون نے بھی مصرح کردیا ہی
قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف وھذا الفعل مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ھو التضعیف لا لاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفھا غیر برکتھا
ھی عود برکۃ الکامل منھم علی الناقص انتھی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف مین بیان کیا کہ صف مین جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو
فوت کرتا ہی ثواب سے مراد کئی گنا ہونا ہی نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہی برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہی کہ نمازیون مین سے
کامل شخص پر کی رحمت ناقص پر بھی آوے انتہی ھم یعنی یہ جو وارد ہی کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہی فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت
جماعت کی ملتی ہی یعنی جو کامل شخصون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی اسمین حاضرین شریک ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیون کے نزدیک تضعیف بھی
ملتی ہی مگر کراہت کے ساتھ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرھم اور اگر نمازی اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اسکو جائز ہی چیر جاوے دوسری
صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے ھم یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہوتا ہے اور اگلی صفون مین جگہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے گویا انکو چیر کر
اس جگہ مین جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہی کہ انہون نے جگہ کو نہ بھرا اسلیے انکو چیرنا یا انکی نماز کے آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہین کس لیے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جب کوئی
شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اسکی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ اسکی کچھ تعظیم نہین رہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس
وفی الحدیث من سد فرجۃ غفر له اور حدیث مین ہی کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وصح خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہی یعنی حدیث صحیح مین
آیا ہی کہ تم مین سے بہتر وہ ہین جو نماز مین زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونے کے لیے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ کو نرم کردین اور اسکو جگہ دے دین
وبھذا یعلم جھل من یتمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی جہالت اس شخص کی جو رک
رہے جب کوئی صف مین داخل ہونے والا اسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہی کہ دوسرے کو جگہ دینی نمود کی بات ہی جیسا شرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ھم بحر الرائق مین فتح القدیر سے
نقل کیا ہی کہ ریا کا گمان اسلیے ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی اور فرجہ کے بند کرنے کے حکم
کی تعمیل کرتا ہی لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرھا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مخالف نقل بحر الرائق
کے ہی ھم یعنی مصنف وغیرہ نے تبعیت صاحب قنیہ لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیون کو ہٹایا اور وہ اسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد ہوجاوگی اسلیے کہ اسنے نماز
مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس تدارک کا مذکور نہ کرنا بہتر تھا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہی یعنی جب حدیث سے ثابت ہوگیا کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیے
ہٹنا افضل ہی تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فھل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے نماز کی تصحیح کی نقل
کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اسمین اور پہلے مسئلہ مین کچھ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیے ھم مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہی کہ ایک نمازی سے دوسرے نے
کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی کہ مخلوق کے امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون
اسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچھ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل سے بیان کیا جاتا تو خوب ہوتا یعنی دونون مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہ سمجھے
کہ مین اطاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونون جگہ فاسد نہ ہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نماز مین شریک ہونے والے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی
الرجال ظاھرہ یعم العبید صف باندھین امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہی غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو

کے حلیہ مین جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہو سو درست نہین اسلیے کہ حدیث مین وارد ہی کہ مجھ سے قریب بالغ عاقل ہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہی ثم الصبیانُ
ظاہرُہُ تعدّدھم فلو واحدًا دخل فی الصف مردون کے پیچھے لڑکے صف باندھین جمع کے صیغے کا ظاہر یہ ہی کہ لڑکے کئی ہون تو پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف مین داخل
کیا جا م حلبی نے کہا کہ یہ حکم پیچھے والے کے لیے ہی کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف مین ملجائے مثلاً خنثے اکیلا ہو تو لڑکون کی صف مین ملجائے اس جس صورت مین کہ اسکے ملنے سے برابر والے کی
نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہ ہوگی کذا فی الشامی
ثم الخناثٰی ثم النساء پھر لڑکون کے پیچھے صف کرین خنثی پھر صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا معاملۃ الخناثٰی بالاضحٰی فقہاء نے
کہا کہ صفین جو ہوسکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا ان سب کا بسبب معاملہ خنثون کے ساتھ تصریحات کے ہم بارہ صفین اسطرح ہوسکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا
خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے مقتدی ہوئے پھر ان مین سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوئے انکی تفصیل ترتیب حلیہ مین یون مذکور ہی کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم
آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ
دوازدہم لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہی کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا
صحیح نہین کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والون مین سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو ایک صف مین اسطرح کھڑا کرین
کہ دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا ہے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہی اور ایک ہی صف مین آزاد اور غلامون کو جمع کردین کہ ایک
دوسرے کے پیچھے ہونے مین بھی ضرر ہی واذا حاذتہ ولو بعضوٍ واحدٍ حصۃ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا وثمان
وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز شوہاء اور جبکہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہی محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنہ کے گو عورت
لونڈی ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تا کہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب مین مختلف نہین در شاید ولو امتہ تشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی مان یا کوئی
اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دس شرطون کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہی خواہ اس وقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق
یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلا بوڑھیا اھ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ
عورت کی کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتھ مفسد نماز ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی خان نے تصریح کی ہی کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہی یعنی عورت کا اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ
یا برابری مین ہوگا تو نماز مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونے کے لیے برسون کی تعداد
مذکور کی ہی تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہی کہ مشتہاۃ
مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین لیاقت وطی کی ہو جاوے اسی کا اعتبار ہی کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ ما تسع رجلا
دوسری شرط محاذات کی یہ ہی کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہ ہو کہ ستر لمبائی مین ایک ہاتھ اور موٹائی مین ایک انگشت ہی یا یہ کہ دونون مین فاصلہ اتنا چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی
گنجائش نہ رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونے کی صورت مین نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ اس صورت مین ہی کہ دونون برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہ ہوگا البتہ
آڑ مانع ہوگی فصلٰوۃ وان لم تتحد کنیتہا ظہرا بمصلی عصر علی الصحیح سراج فانہ صحیح نفلا علی المذہب بحر وسیجی مطلقۃ جوہرۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور
عورت کا بیچ نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورت مین دونون کی نماز ایک نہ ہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے اسکی محاذات سے
دونون کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہوکر صحیح ہی مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید
سے نماز جنازہ نکل گئی کہ اسمین محاذات مفسد نہین کیونکہ وہ حقیقت مین دعا ہی نہ نماز حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق بمحذوف کے ہی یعنی فسدت صلوتہا کے اور مذہب قوی سے مراد
شیخین کا قول ہی کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہ ہوا تو وہ نفل ہوگیا کیونکہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہین ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوگئی تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک

جب عورت کی نماز کا ظہور ہوا باطل ہو تو اصل نماز باطل ہو گئی کیونکہ صف کے باطل ہونے سے انکے نزدیک اصل باطل ہو جاتی ہے تو انکے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ عورت
حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی تحریمۃ مشترکۃ فمحاذاۃ المصلیۃ لمصلٍ لیس فی صلوتھا مکروھۃ لا مفسدۃ فتح
تحریمۃ وان سبقت ببعضھا واداءً ولو حکما کاللاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذاۃ فی الطریق چوتھی شرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ
کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ میں مشترک ہونے سے یہ غرض ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کی امام کے تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے
پیشتر ہو چکی ہو یعنی یہ شرط نہیں کہ عورت شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اسوقت عورت آکر شریک ہو تو بقیہ نماز میں اگر محاذات ہو گی تب بھی مفسد
ہو گی اور ادا میں شرکت سے مراد کہ جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکماً ہو جیسے دو
لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو جاویگی تو مرد کی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ حکماً دونوں
ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبوقوں کے محاذات کے امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اسوقت کی محاذات میں شرکت
فی الاداء پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بیوضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہ ہو گی شارح نے
کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی عورت کی اس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا
ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہے نہ نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے لکھا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب منع مشہور
کے واتحدت الجھۃ فلو اختلفت کما فی جوف کعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد پانچویں شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے
کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منھ ایک دیوار کی طرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی اٹکل کر کے پڑھی اور مختلف سمت
کو پڑھے تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہو گی بلکہ مکروہ ہو گی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہو گی نماز مرد کی اگر وہ عاقل اور بالغ ہو گا اور نہیں تو فاسد
نہ ہو گی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل و بالغ ہونا ہے وھم فسدت صلوتہ جزاء اذا حاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہو گی تو اسکی نماز فاسد نہ
ہو گی اور مرد کی نماز فاسد ہو گی اس سے نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہو گی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ دونوں کی فاسد ہو گی کذا فی الشامی ان نوی الامام
وقت شروعہ لا بعدہ امامتھا ان لم تکن حاضرۃ علی الظاھر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ھذہ عملت نیتہ والا یوھا فسدت صلوتھا کما لو اشار الیھا
بالتاخر فلم تتاخر لترکھا فرض المقام ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی اسوقت فاسد ہو گی جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی
نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح نہ ہو گا اور محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہو گی نیت امامت
عورت کی امام کی ہو اگرچہ عورت اسوقت موجود نہ ہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کے سوا اس عورت کی تو عمل
کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جسکا استثنا کیا اسکی محاذات دوسری صورت میں مفسد نہ ہو گی اور اگر امام نے اس
عورت کی نیت نہ کی ہو گی تو عورت کی نماز فاسد ہو گی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ عورت نے
فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح مصنف شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے
اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو
اسکا اقتدا صحیح ہو گا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہے کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل درنتی پچھلے
قول پر ہوتا ہے وشرطوا کونھا عاقلۃ اور فقہا نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون عورت کی محاذات ہو گی تو مفسد
نماز نہ ہو گی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ متن کے قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونھما فی مکان متحد اور نویں شرط ہے ہونا

مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہ ہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم ہوتی مگر مشایخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کیا و رکن کامل دسویں شرط یہ ہو کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ خانیہ میں یہ ہو کہ محاذات مفسد ہو کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہیں اور پیچھے بیٹھنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ ہوتے ہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائیں طرف والے کے ایک پیچھے کھڑا ہونے والے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہوں گے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتھی لا تفسدھا علی المذھب نضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشھوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الھمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتاتا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تا کہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہ ہوتا حالانکہ ایسے بھی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں صحیح تر قول کے بموجب امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اسلیے کہ مراد رجل سے بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہے صرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشایخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ کسی نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف و خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اسکو حکم نماز کا صرف عادت ہونے کے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلوں میں اسلیے اقتدا جائز نہ ہوا کہ بالغ کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا فی النھر ولا یصح اقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسی طرح درست نہیں اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ھو مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمیں کبھی ہوش نہ رہتا ہو منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور مدہوش میں شرط درست نیت کا نہیں ولا طاھر بمعذور ھذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت میں ہے کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث استطاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہ ہوتے پر وضو کیا ہو اور نماز اسی طرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہ ہوا ہو تو اسطاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جائیگا امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹھہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ شرعاً وہ طاہر ہے کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلھا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والے کے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہے اسکا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بانی والے کا اُس شخص کے پیچھے جسکو سلسل البول ہو درست نہیں اسلیئے کہ امام یعنی سلس البول والے کے ساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں صرف ایک عذر ہے
یعنی بانی سے بے وضو ہونا ماتن نے نہر الفائق میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جبکہ دونوں کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں یہ جو شارح نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا
ایک عذر والے کے پیچھے صحیح ہو درست نہیں لکن فی الحلبی وما فی المجتبٰی الاقتداء بالمماثل صحیح الا الثلثۃ الخنثیٰ المشکل والضالۃ والمستحاضۃ اضدٰھا لاحتمال الحیض فلا ینفع صح
اور جو کہ مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنی مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنی مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے
کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے یہ دونوں ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن
حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جائے اسطرح کہ یقین ہو استحاضہ کا تو اقتدا درست ہو گا ضالہ و متحیرہ اُس عورت کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول
گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہ رہیگا کہ جس روز وہ امام ہو وہ کہیں حیض کا نہ ہو مگر مستحاضہ میں یہ صورت مشکل ہے اسلیئے کہ خون استحاضہ میں احتمال حیض نہیں ہو سکتا
ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایک بار بڑھ گئی تو چھ سے دس تک دنوں میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع
ہو گا تو یہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا ہو گا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہ ہو گی شیخ حسن محشی نے کہا کہ میں نے مجتبیٰ کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا
مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور اس نسخہ میں کسی طرح کا اشکال نہیں انتہی فما فی المجتبیٰ مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای الاحتمال ہے یعنی غیر مشکل یعنی مجتبیٰ کے قول کی
تفسیر اسطرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ من القرآن بغیر حافظ لھا وھو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اُس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے ایسے کے جسکو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور وہی امی کہلاتا ہے
ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہو گا اسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی
کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہ ہو تو اسکا گونگے کے پیچھے درست ہو گا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا مستور عورۃ بعار فلو ام
العاری عریانا ولابسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا ذو جرح مثلہ بصحیح اور نہیں صحیح ہے اقتدا ڈھنکے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام
ہوا برہنہ شخص برہنوں اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیوں کی جائز ہے بالاتفاق اور اسی طرح درست ہے نماز زخم والے کے ساتھ دوسرے زخمی اور تندرست کے
یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے بالاتفاق کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے
تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کر کے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں بحر الرائق میں یوں بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا
کہ اپنی نماز قرأت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے حدیث کی رو سے تو جب اُسنے ایسا نہ کیا تو نماز اسکی فاسد ہوئی اسلیئے کہ سب کی
نماز فاسد ہو گی اور ستر عورت اور طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسی واسطے کپڑے پہنے والوں کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز
زخمی کے پیچھے نہ ہو گی کذا فی الشامی ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنھما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے
کا پیچھے اُس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف
تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا اخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے
کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والے کے اسلیئے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام
کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن
ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے ہم یہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انکو عشا پڑھایا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والے کا اقتدا پیچھے نفل والے کے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی فرض اول پڑھ جاتے

تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور
امام ہو کر فرض پڑھتے تھے اسلئے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف
کرو رواہ احمد اس سے یہ نکلا کہ جب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت
کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض [ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منهما
کالمفترض فرضا آخر] اور نہیں درست ہے اقتدا نذر کرنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلئے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنے والا اقتدا
فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنے والے کے پیچھے درست ہے اسلئے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط
اقتدا کی ہے ان دونوں مسئلوں میں نہیں پایا جاتا الا اذا نذر احدهما عین منذور الآخر فللاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے
جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے
کی ہے وہی میں کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسی وجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ تعین
دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورة اقوى فصح عكسه بحالف و متنفل اور نہیں درست ہے اقتدا
نذر کی نماز پڑھنے والے کا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والے کے اسلئے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اسکا عکس بحالف و متنفل یعنی قسم کی نماز والے کا اقتدا نذر کی نماز والے کے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ
نفل ہوگا اسلئے قسم کی نماز والے کو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور یہیں جہت نذر
والا قسم والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول بحالف عطف ہے بناذر مجرور پر جو کہ عکسہ میں
سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی و مصلیا رکعتی طواف کناذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے
کے پیچھے جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہیں جیسا بعض نے کہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلة فافسداها صح الاقتداء لا ان افسداها منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا
صحیح ہے مثلاً دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو وہ ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہے نہ اس صورت میں جبکہ اسکو فاسد
کیا دونوں نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظهر ونوی کل امامة الآخر صحت لا ان نویا الاقتداء والفرق لا يخفى اور اگر دو شخصوں
نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق میں
منفرد ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہ ہوا تو دونوں منفرد رہ گئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں
عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جس نے اپنی نماز غیر کی نماز پر بنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی
نماز کو دوسرے کی نماز پر بنی کیا ہے اسلئے اقتدا ایک کا دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہ ہوگی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلهما لما فيه من الاقتداء
فی موضع الانفراد ومفسد لعکسه اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق و مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اس وجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ
میں مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہو گئی ہو تو یہ شخص
امام کے فارغ ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی اسی طرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسی قدر نماز ہو جانے کے شریک ہو
شروع سے شریک ہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہ ہوگا اسلئے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو

وہ منفرد ہوجائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسی طرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہیں کرسکتا کیونکہ دونوں منفرد ہیں تو اقتدا حالت انفراد میں کیسے کرسکتے ہیں اور یہی
حال ہے اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر سواء احرم المقیم
بعد الوقت او فیہ فخرج فانہ یمنع المسافر اور نہیں صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بدلتی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور عشا
برابر ہے کہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو اسوقت مسافر نے اقتدا کیا ہو مسافر کی نماز کے وقت اندر تمام ہوسکتی ہے خواہ نیت اقامت
کرنے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی متابعت کی جہت سے کہ جب وقت نکل گیا تو اسکے ذمے دو رکعتیں ثابت ہوگئیں اب انمیں قابلیت تمام ہونے کی کسی طرح نہ رہی اسی لیے
بعد وقت کے اقتدا صحیح نہیں ٹھہرا اور متغیر نمازوں کی قید اسلیے لگائی کہ جن میں تغیر نہیں مثلاً فجر اور مغرب تو انمیں اقتدا درست ہے کذا فی النہر بل ان احرم فی الوقت فخرج صح
واتم بتبعیۃ الامام اما بعد الوقت فلا لتغیر فرضہ فیکون اقتداء مفترض بمتنفل فی حق قعدۃ او قراءۃ یا اقتدائہ فی شفع اول او ثان بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ
کے وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل جاے تو اقتدا صحیح ہوگا اور مسافر چار رکعتیں پڑھیگا اپنے امام کی تبعیت سے لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہیں بدلیگا وہی دو رکعتیں اسکے ذمے ہونگی
تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ میں کریگا تو قعدہ کے حق میں اور دوسرے دوگانہ میں کریگا تو قرات کے حق میں اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والے کا اقتدا
نفل والے کے پیچھے جائز نہیں م نفل سے مراد غیر فرض ہے خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولیٰ امام کے ذمے واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا
فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا اور پچھلے دوگانہ میں قرات امام مقیم کے حق میں مسنون ہے انمیں اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ قرات اسکے حق میں فرض
ہے تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم آویگا کذا فی الشامی ولا ناذل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہیں اقتدا سواری سے اترے
والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا م وجہ عدم جواز اقتدا کی
ان صورتوں میں اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر ذکر ہوچکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہ ہوگا
کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبی
سے منقول ہے م الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اسکو توتلا کہتے ہیں اور اصح
کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کو صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما
کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ
اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی دوبارہ کوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہے یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو
اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتیں حاصل کرے جنمیں تتلانا نہ ہو یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے
حکم میں م حاصل تنقیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون
پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنمیں نہ تتلاوے اور اگر پڑھ سکتا ہے تو بے کوشش کرنا ضرور
نہیں نہ دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسی طرح حکم ہے
اس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے م یعنی ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہ ہوگی مثلاً بعض
لوگوں سے ح اور ع اور ص اور ط نہیں ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے اور چونکہ الثغ کو متن وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے جو سین اور ر نہ
بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کردیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلانا بھی تتلانے میں داخل ہے کذا فی الشامی تبصرہ وکذا علم انہ اذا فسد
الاقتدا بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وھی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح محیط واقرہ فی البحر وانہ المذہب

اور جان لے کہ جب اقتدا فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا
خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلئے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح پر
کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے م وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اُس نماز میں جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہ ہوا تو غیر
میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع
قول ہے خاص امام محمد کا م خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور
شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ فان المذہب نقلہ بما نقلہ فتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے
بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کر لے اس تناقض کو م
صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا
ہر چند فرض میں صحیح نہ ہوا مگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہ ہوا بلکہ نفل میں
اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہے کذا فی الشامی
وحینئذ فلا شبہۃ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم تنعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتین ینعقد نفلا غیر مضمون ثم
الانتقاض بالقہقہۃ اسوقت میں یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو شایستہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب
نہ پائے جانے کسی شرط کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہ ہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونے کی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو
نماز مقتدی کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنے سے قضا اسکے ذمہ لازم نہ ہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نہ جائیگا م زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر محمول ہے کہ
فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہ رہی نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف
من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہو
یا بدون انکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ م عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی انکے پیچھے ہوں گی سب کی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین
عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی نماز جائیگی جو
انکے پیچھے سیدھ میں ہوں گے اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوں تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین یا پوری صف ہوں
تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے
ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفاً و مرفوعاً ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ
یا عورتوں کی صف ہو تو اسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار
نہیں کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ آلۃ یجرہا الثور یا رستہ عام ایسا جس میں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ عجلہ بفتحتین وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نہر
تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جس میں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد میں ہو او خلاء ای فضاء
فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ وکذا
اثنان عند الثانی لا واحد اتفاقا لانہ لکراہۃ صلوتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہے خلا یعنی اتنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں

سے

مثل مسجد قدس کے کہ اسمین گنجایش دو صفون یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت مین مانع نہین جبکہ صفین خالی ہوئی ہون تو صحیح ہو اقتدا استحساناً یعنی اگرچہ بیچ مین نہر یا راہ نافذ ہو مثلا راہ مین
تین شخص کھڑے ہوجاوین تو صفین متصل ہوجاوینگی اور اسی طرح اگر دو کھڑے ہون امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ بسبب مکروہ ہونے نماز کے اسلیے
شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہوگیا ان لوگون کے حق مین جو اسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونے سے صفون کا اتصال ثابت نہ ہوگا جیسا دو کا
کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے عم اور نہر مین صورت اتصال یہ ہے کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندھ کر انپر لوگ کھڑے ہوجاوین اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ
گھر اور مسجد مین جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہین اور گھر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہے یعنی اسمین بھی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہے اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہے اور حد بڑے کی
یہ ہے کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹھ ہاتھ کہا ہے مگر قول اول مختار ہے کذا فی الشامی والحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ
بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اسکے امام کا
اسکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہ ہو اگرچہ دیکھنا جھجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہونچنے کا ہو صحیح تر قول مین امام طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ سننا
امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد وبیت فی الاصح قنیۃ
ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہ ہو حقیقت مین جیسے مسجد اور گھر ہے صحیح تر قول مین کذا فی القنیۃ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت
یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونون کنارے رستہ یا نہر کے مکان مختلف ہین مگر صفون کے اتصال کی صورت مین حکما ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین
ولو اقتدی ای من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر وبحر واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان
وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ لا یصح
وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہے تو جائز نہ ہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور
ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف
مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور مجمع الفتاوے اور نصاب اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق
مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہے
بشرطیکہ اسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہ ہو یا ہو مگر صفون سے بھر گیا ہو وصح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسؤر حمار مجتبی وبحر
اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہین پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے کے گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہ ہونے کی قید اسلیے
لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکے گا اس صورت مین اقتدا صحیح نہ ہوگا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہے اور یہ اسوقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونے کی
جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے
فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہ ہوگا اسلیے کہ ادا فرض مین شک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست
ہے اقتدا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح شکستہ عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پاؤن کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنے والے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص
غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہو وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر پھاہا چپین بندھی ہین وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلے اللہ علیہ وسلم
صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ
فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام قہ اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رض لوگون کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے

معلوم ہوا جائز ہوا موذنوں کی آواز دور تک پہنچانے کا جیسے تحریمہ میں یعنی اصل بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ میں موذنوں نے رائج کر لیا ہے سو بعید نہیں کہ مفسد انکی
نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہے کذا فی فتح القدیر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اس طرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں
کو نماز پڑھاویں جب حضرت صدیق نے تحریمہ کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے
اوٹھ کر جماعت میں تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیق قرارت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں کو
بیٹھے ہوئے نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور تکبیر آواز بلند کرنا بالاتفاق درست ہے جبکہ جماعت میں امام کی آواز
نہ پہنچتی ہو اور اگر حاجت تکبیر کی نہ ہو تو تکبیر کا بولنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی السیرۃ الحلبیۃ وقائم باحدب ان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی
اور درست ہے اقتدا کھڑے ہونے والے کا پیچھے کبڑے جھکے ہوئے کو اگرچہ اسکا کوبڑ رکوع کو پہنچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد کے اور اسی طرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے
کے درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ اسمیں خصوصیت لنگڑے کی نہیں بلکہ
تیمم اور قاعد اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت میں اولی ہے وموم مثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے
والے کا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت میں اقتدا صحیح نہیں اس وجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال
ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا
نفل پڑھنے والے کا پیچھے فرض پڑھنے والے کے سوائے تراویح کے صحیح قول میں کذا فی الخانیہ یعنی تراویح میں اقتدا فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہی ہے کہ تراویح
سنت مخصوص ہے تو اسکے عہدہ سے باہر آنے کے لیے اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اسمیں یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قرارت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر میں
سنت تو اخیر دوگانہ میں اقتدا فرض والے کا پیچھے سنت والے کے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہیں اسکا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے تو قرارت کے باب میں بھی
جہت سے قرارت اسکے حق میں ان دونوں رکعتوں میں سنت ہوگی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل المتعلقۃ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے
والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ اور صحیح ہے اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے
کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی
نماز میں غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب کے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونوں کی نماز کے مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا
کریگا تو جائز نہ ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا الطحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینوں مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اسلیے کہ اعتقاد اختلاف میں ہے نہ اصل وتر ہونے میں اور تیسرے
مسئلہ میں دونوں کی نماز عصر ہے اس دن کی واذا ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رأی مقتدی بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ الموتم صحۃ وفسادا
اور جبکہ ظاہر ہو جا مقتدی کو بیوضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہوگی یعنی سرے سے منعقد نہ ہوگی تو لازم ہوگا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد
میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد میں ہم یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا
تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئیں اسلیے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا اُن کے کلام میں بے محل ہے اسلیے کہ باطل
اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جو منعقد ہو کر فاسد ہوا اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہاں یہ صورت متحقق نہیں ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ مجازا ایسا
کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا
ولا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ دلیل الاسلام واجبر علیہ جیسے لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو حالانکہ
وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا نہ پانے والا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہے مقتدیوں پر دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ہاں واجب ہے اور اگر عادل

نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو
آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول معتبر نہیں اسلیے اُسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براہ ورع
اسکا اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہے تو یہ قول اُسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام
پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اُس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ او بکتابہ او رسول علی الاصح لو معینین والا لا یلزمہ بحر عن
المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقاً لکونہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے یعنی زبانی کہہ کر یا خط لکھ کر
یا قاصد بھیج کر لازم ہے صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا اُسپر لازم نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے سے
معلوم ہوں اور تھوڑے نا معلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے
اس فعل امام کے خطا کے طور پر جس سے درگذر کی گئی ہے لیکن شرحوں میں ترجیح دی گئی ہے فتاووں پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور
ہے تو مجمع الفتاوی کا قول اُنکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہے اور علی الاصح متعلق یلزم سے واذا اقتدی امی وقاری باُمی تفسد
صلوۃ الکل للقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ اولا نواہ او لا علی المذہب کما استخلف الامام امیاً فی الاخریین ولو فی التشہد
اما بعد فتصح بخروجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو
نماز سب کی فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیوں کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہ ہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بنا بر مذہب قوی ہی
کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہ ہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہ ہو گی انتہی یا خلیفہ کر دے امام کسی
امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہے تو خالی نہ ہو گی کوئی رکعت قرارت سے اگرچہ قرارت تقدیری ہو اور امی
میں قرارت تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمیں صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی
جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہو گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل
یعنی استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک یعنی امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں اور قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم
کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ
وصلی منفرداً فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہو گی صحیح تر قول میں اُس وجہ کے سبب سے کہ
گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرات کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اُسکی قرارت اسکی بھی قرارت ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاھا کاملۃ مع الامام واللاحق
من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے جسنے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جسنے
کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر
فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم اقتدا کرے مسافر کے پیچھے مثلاً غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے
بعد غافل ہو گیا یہاں تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو
ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے ہیں امام کے لاحق ہونے کی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اُسنے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں
اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو حصہ کر کے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے
سامنے چلا جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہو گا تو پہلا حصہ لاحق ہو گا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو

مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز میں مقیم کو امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑینگی ان دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہی وکذا بلا عذر بان سبق امامہ
فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسی طرح فوت ہوئی رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس
رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامۃ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہی یعنی فوت شدہ
رکعت میں قرارت نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہوجاوے تو سجدہ سہو نہ کرے اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے
میں نیت اقامت کی کرے تو دو ہی رکعت اسکے ذمہ رہینگی چار نہ ہوجائینگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی پہلے اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئیں پھر امام کی متابعت کرے
عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنی چار مذکورہ باتوں میں لاحق مسبوق کے برعکس ہی تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرارت پڑھیگا اور اگر اسمیں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا
اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونے کے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ
ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے
اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نہ کرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرارت پڑھے جسمیں مثلا سوگیا ہو اسکے بعد وہ پڑھے قرارت کے ساتھ جسمیں
مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونے کی یہ ہو کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر لاحق ہوگیا یعنی تیسری اور چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری
اور چوتھی کو بلا قرارت پڑھے پھر اول رکعت کو قرارت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہی بہتر تعبیر یوں تھی کہ شارح یوں کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ
عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم [illegible] یعنی شروع کرے قضاء فائت کو بدون قرارت کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز میں پاوے پھر وہ نماز پڑھے
جسمیں مسبوق ہوگیا ہو تاکہ عبارت مختصر [illegible] غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول الا تابعہ الخ بے موقع ہی اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ او طور پر کیا ولو عکس صح واثم
لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمیں مسبوق ہوا پھر وہ جسمیں لاحق ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب
ہی اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہی کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہی
جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر آخر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ بعض میں غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوتے
اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا
مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہی یہاں تک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرارت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قرارت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرارت مکروہ ہونے
کی جہت سے اسکا کچھ شمار نہیں [illegible] کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہی اس نماز
میں کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اسکے پڑھنے میں منفرد ہی شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے
پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثناے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہی اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق
قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد
قبلہا اور مسبوق قرارت کے باب میں اول ہی نماز کا اور تشہد کے باب میں آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرارت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے
حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو پہلی [illegible] اب شارح اسپر تفریع کرتا ہی کہ پانیوالا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں الحمد اور
سورہ کے ساتھ اور انکے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت الحمد و سورہ پڑھ کر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہی اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھی
ہی پھر تیسری رکعت الحمد و سورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں
مستصفی سے ہی کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتیں مع قرارت پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر الاعتماد قول ہی

صاحبین کے ہے جسکو شارح نے بیان کیا ہے ولانہ اذیہم فلمقتد احدھا لایجوز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لاحالۃ القضاء
فلذا استثناء اصلاً کما زعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے ہے اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتدا کے پیچھے جائز نہیں اور منفرد کے پیچھے درست
ہے اگرچہ صحیح ہے خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے میں نہ حالت قضائے مافات میں تو استثنا نہیں ہرگز جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے ہم اشباہ میں کہا ہے کہ مسبوق کے
پیچھے اقتدا جائز نہیں اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنے ہے یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کر دے تو درست ہے شارح کہتا ہے کہ یہ استثنا نہیں اسلیے کہ استخلاف مسبوق کا
امام کے سلام سے پیشتر ہے اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہے جب مسبوق اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی نعم لو نسی احد المسبوقین نفسہ مذ ھبطا الاخر بلا اقتداء صح
ہاں اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ آ کر شریک جماعت ہوئے انمیں سے ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں باقی ہیں اور اُسنے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بدون اقتدا کے
تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسمیں اقتدا ہی نہیں وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق اجماعاً اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق تکبیرات
تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض با جماعت کے بعد جو تکبیر واجب ہے مسبوق بھی اسکو کہے حال آنکہ منفرد امام اعظم کے نزدیک تکبیر نہ کہے
وثالثہا لوکبر ینوی استیناف صلوتہ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف المنفرد کا ایسا ہی اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی
سی پڑھ کر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑھنے اپنی نماز کے اور اُسکے قطع کرنے کی تو از سر نو پڑھنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جاویگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہیں ہوتا
چنانچہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام سجدتا سہو ولو قبل اقتدائہ فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام
اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق مقتدی کے مانند ہے یہ ہے کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا اُس نماز کو پڑھنے جو اُس سے پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہیں اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی
ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک ہو جاوے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہاں تک کہ سمجھے
کہ امام کے ذمے سہو نہیں یعنی قضا مافات کے لیے اُٹھنے میں جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف سلام پھیرے اُسوقت اُٹھے ولو قام قبل السلام ھل یعتد باداۂ
ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا وان بعدہ نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہوگا اُسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر
بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اُسکا ادا کرنا معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا ولکرہ تحریما الا بعذر کخوف حدث
وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور مار بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہے کھڑا ہونا مسبوق کا بعد بقدر تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے
مکروہ تحریمی نہیں جیسے خوف بے وضو ہو جانے کا در صورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی
نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزوں کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا
اُسکے سامنے کہ ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جاویگا تو کھڑا ہونا مکروہ تحریمی نہ ہوگا مگر بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اسلیے کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے
کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جاویگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور عطف معذور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ
ثم تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام سے پیشتر پھر سلام میں اُسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد
ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑھنے میں منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہے بعد فراغت پانے کے ارکان سے
تو ایسا ہوا گویا جان بوجھ کر اسوقت میں حدث کیا کذا فی البحر والنہر ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نہ کرے
اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک نہ ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے بدلیل استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ لزمتہ
فرضت المتابعۃ مصنف نے قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدے ہیں اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدۂ تلاوت کا یاد ہوگا تو اُس
سجدہ میں مسبوق کو متابعت امام کی فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہے اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہے اسلیے اُسکے بعد

قعدہ فرض ہوتا ہے تو متابعت امام کی فرض مین فرض ہے اسکے ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وھذا کلہ قبل تقیید ما قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلاتہ مطلقا ولکن ایلزم دونہ سھوا فتابعہ ۱۲ اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدہ سہو وصلبی اور تلاوت مین امام کی متابعت کرنی اسوقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق اُٹھ کھڑا ہوا ہے اسکو سجدہ کے ساتھ مقید نہ کیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نہ کرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اُس سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہے لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسی طرح نماز فاسد ہوگی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی اب وہ متروک نہین ہو سکتی ہے اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نہ کریگا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ سجدہ سہو تو واجب ہے اور سجدہ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہو چکا تھا اور مسبوق پر لازم نہ ہوگا اور یہی وجہ نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الحلبی ولو سلم ساھیا ان بعد امامہ لزمہ السھو ۱۲ اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اُسپر سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اس حالت مین منفرد ہے اور اگر ایسا نہین یعنی امام سے پیشتر پھیر دیا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدہ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونون صورتون مین مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہین ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی بقید الخامسۃ بسجدۃ ۱۲ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ امام کی نماز بھی پوری نہین ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہین جبتک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہو جائیگی اسی لیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السھو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سھو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا گمان کر کے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو متابعت بقواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ مین ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنائے صلوٰۃ مین مانع صلوٰۃ پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اُسکے احکام اس باب مین مذکور ہین طحطاوی نے کہا کہ سین اور تا استخلاف مین زائد ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اُس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہوا اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطین ہین کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے آسمانی یعنی حدث مین اور اُسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہ ہوا اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہ ہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہے ہونا حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہ ہو مثلاً سوچنے سے انزال نہ ہو گیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسا اور بیہوشی نکل گئی ذکر یہ وحدثنا و پانچوین شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ ادا کیا مثلاً سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور ہٹ کر آنے مین قراءت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہو سکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے وصلاتہ منہ بد اور آٹھوین شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہے مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کو حمۃ اور نوین شرط یہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہ ہوگی ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہ ہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کی موزہ کے مسح کی کہ اس صورت مین بھی نماز فاسد

ہو جاویگی ولم یبن کو فائتۃ وھو ذو ترتیب اور گیارھوین شرط یہ ہی کہ اُسکے کوئی نماز قضا یاد نہ کی ہو اس صورت مین کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا
مفسد ہی کسی حال کی نماز کا ہو ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارھوین شرط یہ ہی کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا مین نماز کو پورا نکیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہی
کیونکہ اُسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہی تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور انمین اور امام مین حائل مانع اقتدا ہی تو دونون کو چاہیے کہ اُسی جگہ آوین جہان امام نماز پڑھتا
ہو ورنہ نماز فاسد ہو جاویگی اور منفرد کو اختیار ہی چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ مین ہی کہ یہی حال ہی مقتدی کا اگر انمین اور امام مین کوئی آڑ نہ ہو یا امام نماز
سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرھوین شرط یہ ہی کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نکیا ہو جو لائق امامت نہ ہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ نکیا ہو ورنہ
سب کی نماز فاسد ہوگی سَبَقَ الامامَ حدثٌ سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفرجلۃ من شجرۃ ولحق شج حتّٰی تبخیش ہوا امام کو بے وضو ہونا آسمانی
کہ نہین اختیار ہی بندہ کو اسمین اور نہ اُسکے سبب مین مثلاً ایک بہی درخت سے گرے اور اس سے نمازی کے خون نکلا اور شامی نے وضو ہو جانا نمازی کے چھینک جیسے چیز سے قول صحیح ہی
م شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہی تو اسپر بنا کرے اور اس مسئلہ مین اختلاف ہی ابو یوسف اور طرفین مین ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہی تو جس فعل مین نمازی کا
اختیار نہ ہوگا اُنکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار مین نہ ہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کھانسنا ہی غرضکہ طرفین کے
نزدیک ان عذرات سے بے وضو ہونے مین بنا درست نہین غیرمانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیاتی بالسلام استخلافٍ بجازلہ ذلک
ولو فی جنازۃ باشارۃ اوجر لمحراب ولمسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہ ہو چنانچہ ہم نے اُسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اُس حدث مین وہ تیرہ شرطین ہوں جو
اوپر مذکور ہوئین تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیر دے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہی گو نماز جنازہ مین ہو خلیفہ کرے مقتدی
کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ
لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیون سے
اشارہ کرے دو رکعتین رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہجانے کے لیے اور منہ پر قرارت کے رہجانے کے لیے اور پیشانی اور زبان دونون
پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمہ ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء مالم یتقدم محدّہ
السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اُسوقت تک کہ صفون سے نہ نکل جاوے اگر جنگل مین ہو اور جبتک آگے نہ بڑھے کہ اُسکی حد سترہ یا سجدہ کی جگہ معتمد قول پر مثل
منفرد کے ہی یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جنگل مین اُسوقت تک ہی کہ صفون سے تجاوز نہ کرے یہ صورت داہنے یا بائین اور پیچھے کی جانب مین ہوے اور آگے کی طرف مین حد سترہ سے
شبیہ ہی اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اُسکے بعد نماز جاتی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہ ہوگا اور اسی طرح منفرد کے لیے سترہ حد ہی اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو
شبہ ہوا بے وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہین گیا تو اب بنا نکر سکیگا کہ نماز فاسد ہوگئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ
معتبر ہی جتنا آگے کی طرف کذا فی الطحطاوی وما لم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی امامتہ مالم یجاوز ھذا الحد ولم یتقدم
احدٌ ولو بنفسہ مقامہ ناویًا الامامۃ وان لم یجاوز ذلک اور اُسوقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہ ہو اگر امام انمین سے کسی مین نماز پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی
امامت پر باقی ہی جبتک اس حد سے تجاوز نہ کرے اور جبتک کا اور کوئی امام کی جگہ بہ نیت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو گو خود ہی بڑھتا ہو بدون اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے
نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیون سے امامت کی نیت کر کے جا کھڑا ہوگا تو اُسوقت اُسکی امامت باقی نہ رہیگی اگرچہ امام صفون سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا
م جبانہ بفتح جیم وتشدید بد سودہ نماز کی جگہ عام کو کہتے ہین جو جنگل مین بنائی جائے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو
استخلاف حکمی کہتے ہین حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم لم تفسد صلوٰۃ القوم لانہ صار مقتدیًا یہان تک کہ اگر بعد مقتدی کے کھڑا ہو جانے کے امام کی جگہ مین امام کو فوتی شدہ
نماز کو یاد کرلیگا یا امام کرلیگا تو قوم کی نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اُسکی نماز پہ بنی نہ رہی ولو کان الماء فی المسجد لم یخرج لا یستخلف اذ

اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہے نہ واجب اور امام جب تک مسجد میں رہے اپنی امامت پر قائم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کر کے پھر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر اس صورت میں خلیفہ کر دیگا تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے ہم امام شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلیے کہا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جاوے پھر استیناف کی یہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کر کے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف [illegible] لجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لندرتہا اور متعین ہے از سر نو پڑھنا اگر قبل از تشہد نماز چھوٹی بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہے جیسا کہ مذکور ہوا وکذا یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتأخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ اور اسی طرح جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قرات کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے کہ انہوں نے جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قرات سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو نہ کرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الدر قالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرات فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نہ کرے ہم وجہ فساد یہ ہے کہ یہ مقدر نادر الوجود ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ نادر نہ ہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر رکا بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جاوے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قرات کے رکنے میں کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا کہ میں نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نہ کرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب نص شریف ہونے کے تو جہاں وارد ہوا اسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ میں لخجل ای لاجل خجل او خوف عدّاہ قرات سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی [illegible] فلو منہ بنی خلیفہ نہ کرے اجماعا اگر بھول جاوے قرات کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت میں امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو وہ بھی بنا نہ کر سکے گا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو پیشاب ہے بعد یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا میں سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام کو مثلا نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درہم اسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہ ہوگی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کر سکتا ہے ہاں اگر خارج سے نجاست مانع لگے گی تو مفسد ہوگی او کشف عورتہ فی الاستنجاء والمرأۃ ذراعہا للوضوء الا اذا یضطر الیہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی ستر استنجا کرنے میں یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہ ہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر نا چار کھولنا پڑے یعنی بغیر کھولے ہوئے استنجا وضو ممکن نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی او قرأ فی حالۃ الذہاب والرجوع لادائہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قرات وضو کے لیے جانے کی حالت میں یا واپس آنے کی حالت میں تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت میں یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہی ہے کہ ادا رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ اس صورت میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح [illegible] سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول میں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قرات اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قرات میں زیلعی کا قول ہے کہ جاتے میں قرات پڑھیگا تو فاسد ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد نہ ہوگی او طلب الماء بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للمذاقاۃ اور پانی مانگا اشارہ سے یا اسکو خرید لیا عاطی سے تو نماز

فاسد ہوگی بسبب مخالف ہونے اُن دونوں باتوں کے نماز سے عمر خلاف شرنبلالیہ نے مسئلہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دیدے تو کسی کے نزدیک اُسکی نماز
فاسد نہیں پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے میں نماز فاسد ہے شیخ تحقی نے یہ جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد بیع کے ہے اسیلئے مفسد ہے بخلاف رد سلام کے اور
تعاطی کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدے اور مبیع کو اُٹھا لے بغیر زبان سے ایجاب قبول کچھ نہ کرنا تو جب بیع تعاطی سے فاسد ہوگی تو ایجاب و قبول کے ساتھ خریدنے سے
بطریق اولی فاسد ہوگی غرضکہ ان دونوں صورتوں میں بھی استخلاف جائز ہے (وجاوز ماءً الی اخر الا لتذکر صفین او لنسیان او زحمة او لکونه بئراً او لان الاستقاء
یمنع البناء علی المختار) یا بڑھ گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کی طرف مگر مقدار دو صفوں کے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے سبب سے یا اسپر انبوہ کثیر ہونے
کی جہت سے یا اُسکے کنواں ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں اسیلئے کہ پانی کنوئیں سے نکالنا مانع بنا ہے مذہب مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنواں ہو
تو اسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئیں سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے اور مختار کی قید اسیلئے لگائی کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنوئیں سے پانی نکالنا
مانع بنا نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے (او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم ورعاف) یا توقف کیا مقدار ادا رکن کے اگرچہ قصد
رکن کے ادا کا نہ کیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے نیند یا نکسیر کے باعث مثلاً توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار
ادا رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا ہے (واذا ساغ له البناء توضأ فوراً بکل سنة وبنی علی ما مضی بلا کراهة ویتم صلوته ثمه وهو اولی تقلیلا للمشی
او یعود الی مکانه لیتحد مکانها کمنفرد فانه مخیر وهذا کله ان فرغ خلیفته والا عاد الی مکانه حتما لو بینهما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی
اذا سبقه الحدث) اور جبکہ درست ہو امام کو بنا کر بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فوراً یعنی بلا توقف بقدر رکن کے تمام سنت کے وضو کی سنتوں سے
اور بنا کرے اس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اُسی جگہ جہاں وضو کیا اور وہاں تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ
جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کی کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے اُس جگہ چلا آوے جہاں پڑھ رہا تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اُسوقت ہے
کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یعنی جس جگہ پڑھتا تھا اسی جگہ یا اُسکے قریب جہاں سے اقتدا درست
ہو چلا آوے وجوباً بشرطیکہ امام میں اور اُسکے خلیفہ میں کوئی آڑ مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت میں کہ اُسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اُسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا
واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا اُسمیں اور امام میں ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے (واعلم انه ان تعمد عملا ینافیها بعد جلوسه قدر التشهد ولو بعد سبق
حدثه تمت لتمام فرائضها مع تعلولترک واجب السلام) اور جان کہ اگر نمازی نے قصداً کوئی کام مخالف نماز کے کرے بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو
ہو جانے کے کرے تو نماز اُسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے ہاں یہ نماز اعادہ کیجاویگی بسبب چھوٹنے واجب سلام کے ہم طحاوی نے کہا کہ تمت کے معنی
صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا (ولو وجد المنافی بلا صنعه قبل القعود بطلت اتفاقاً) اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی
بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جاویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی ہم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث آسمانی مذکور الصدر کے سوا
ہو کیونکہ وہ اگرچہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکو مخالف نہیں اعتبار کیا (ولو بعده بطلت فی المسائل الاثنی عشریة عند الامام وقالا صحت وهی حجة
الکمال وفی شرح الوهبانیة والاظهر قولهما بالصحة فی الاثنی عشریة) اور اگر فعل مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جاویگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ
میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ
میں ہم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جب تک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جاویگا
اسوقت تک جو فعل مخالف نماز بھی بے اختیار سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیئے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعه فرض نہیں تو قعدہ اخیرہ پر نماز
تمام ہو جاویگی اسیلئے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعه فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ عرض میں تغیر واقع ہو

مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اسکے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی دھی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرغ بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہیں جو مصنف اپنے قول آئندہ میں مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنے والے کے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھتے قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح نے کہا کہ اگر بعد لفظ ماء کی جگہ بعث کے ساتھ تصریح کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا ہیں ہو جاتا حالانکہ وہ نہیں مسائل میں مخصوص ہے م یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ میں کا واما مسئلۃ رؤیۃ المتوضی المؤتم بمتیمم الماء فقیہا خلاف زفر فقط لانتقلب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے اسمیں صرف خلاف زفر کا ہے کہ انکے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکا وصف باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے م یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کی خلاف ہے اسمے کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اسکے عندیہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہ ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمیں اختلاف مابین امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سب کے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذر جانا مدت نمازی کے مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نہ کرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہوتے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھے جا صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا وتعلم امی ایۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما علیہ الکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اسی قول کے جسپر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں م بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرات اسکی قراءت ہے تو اسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح بہ الصلوٰۃ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلاً لو صلی بنجاسۃ فوجد ما یزیلہا او عتقت امۃ ولم تتقنع فورا اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپالیا تب بھی نماز جاتی رہیگی م یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں وتنوع لنا سخ خفہ الواحد بعمل یسیر ولو بکثیر بتم اتفاقا پانچواں مسئلہ نکالنا مسح کرنے والے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤں نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ مؤم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وھو صاحب ترتیب والوقت متسع ساتواں مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی م قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی بلکہ اسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اسکے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا اسنے ادا کرلیگا تو باطل ہوجائیگی تو یہاں باطل کے ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی

تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل لا فساد لو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع وھو الاصح کما فی الکافی
کانہ عمل کثیر آٹھواں مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی
اور یہی قول صحیح تر ہو چنانچہ کافی مین ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف عمل کثیر ہے یعنی اُس سے نماز پوری ہو جائیگی ھ حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اسلیے کہ یہ مسائل
تو صرف تشہد کے بعد مین علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہے نہ فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان کرنا اُن صورتون کا ہے جنمین امام اور صاحبین مین
اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کے ہے اور جب اصح اس باب مین عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہین کذا فی الطحطاوی وطلوع الشمس فی الفجر نوان مسئلہ آفتاب
کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہے وزوالھا فی العید ودخول وقتہا من الثلاثۃ علے مصلی القضاء اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کے تشہد
کے بعد اور قضا پڑھنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ھ یہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین ودخول
وقت العصر بان بقی فی قعدتہ الی ان صار الظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہ لا یبطل دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام تشہد مین
ٹھہرا رہا یہان تک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ھ کافی مین اس مسئلہ پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنے گی شارح
نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارھوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا
کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پھر نہ عود کرے ھ معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور آئندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام اعظم کے
نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہو گئی اسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر ولکن اخراج وقتہ شارح
نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت کے نکل جانے سے معذور کی طہارت
باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارھوان مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد ھ جبیرہ وہ کھپاچین ہین جن سے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے
مین مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی واعلم انہ لا ینقلب الصلوٰۃ فی ھذہ المواضع العشرین نفلا
اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوھرۃ زاد فی الحاوی والمومی اذا قدر علی الارکان ویزاد
مسئلۃ المؤتم بمتیمم کما قدمنا والظاھر ان زوالھا فی العید ودخول الاوقات المکروھۃ فی القضاء کذلک ولم ارہ جاننا چاہیے کہ نماز
ان بیس جگہون مین جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اُس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے ۳
یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی نفل ہو جائیگی
شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی اُن نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو اختلافی نہون کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہم نے پیشتر بیان
کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہوا اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ھ شامی نے بیس جگہ اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے متن
نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اُس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا
امام کی فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹھیک دوپہر کا ہو جانا قضا مین ہفتم وقت
غروب کا آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکل جانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بھی بارہ مین داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو برہنہ کے مسئلے
مین اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور اخیر صورت کو مدت مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اسکو محشی نے ساتوین مسئلہ مین داخل کیا
ہے شامی نے کہا کہ اس داخل کرنے مین صریح تکلف ہے حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہے اُنمین مصرح دیکھنے کی حاجت نہین انکا حکم وہی ہے جو شارح نے

لکھا اسلئے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتداء نفل انمین جائز ہی تو بقاے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف الامام
مسبوقاً او لاحقاً او مقیماً وھو مسافر صح والمدرک اولیٰ اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک
ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک خلیفہ کرنے کے لیئے بہتر ہو اسلیئے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہو ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا
ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون
پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے اسمین مقتدی اسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا
مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے
اکیلے بدون قرارت کے پڑھ لین اور بہتر یہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسرے کو
خلیفہ نہ کرے کذا فی الشامی ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطاً اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس
احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہی کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون
مثلاً مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہوکر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کرین
جب وہ سلام پھیر چکے اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقاً برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق دو رکعتون سے
ہو تو دو قعدے اسپر فرض ہوجائینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار الیہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضنا القراءۃ فی الاربع
اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے پہلے دوگانہ مین قرارت نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرارت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام
کے اور دو مین خود اسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی چیستان پوچھی جاتی ہی کہ کونسا نمازی ہی جسپر چارون رکعتون مین قرارت فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام تقدم مدرک للسلام
پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کرچکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا
تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو
مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہوجانے ارکان نماز مذکور کے اور اسی طرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب
پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقون کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ ولم یفتہ شیٔ لا تفسد لا صح لانہ کمؤتم
اور اسی طرح فاسد ہوگی نماز امام اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اس بیان کے کہ مذکور امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہ ہوا ہو ورنہ مثل
منفرد کے ہی پس اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہ ہوئی ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت
سے متعلق ہی اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہی وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام بقہقہۃ امامہ
وحدثہ العمد فی ای بعد قعودہ قدر التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر
ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے مگر جب کہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اسکی نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ مستحکم ہوجانے
اسکے انفراد کے ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کرچکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بے وضو
ہونے کی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہوچکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے منافی
واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقاً لانہما منہیان لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام ویقومون فی القہقہۃ
بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز بالاتفاق امام اور صاحبین کے فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا

تمام کرنے والے ہیں مسبوق و لاحق کے بقیہ نہ ہونے کی جہت سے کہ انپر سلام لازم ہے یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے تجاوز کر جاوے تو مدرک کے حق میں یوں ہے کہ واجب ہے کہ سلام پھیریں تو قہقہہ
اور حدث عمد میں بدون سلام اٹھے طرف سے ہوں کیونکہ یہ دونوں مفسد ہیں ہم عنایہ میں ہے کہ انہیں کو کہتے ہیں جسکو شارح نے تحریمہ کا اٹھا دینے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے
کے وقت جیسے سلام تکبیر نا ورخروج بصنعہ ہے اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہیں کیونکہ انہیں سے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کی جس جز سے ملیں گے اسکو فاسد کرینگے
اور اسی قدر مسبوق کی نماز کا جز فاسد ہو جائیگا اب جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جز و فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کذا فی الشامی

بخلاف المدرك فانه تتم امامه اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے باتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقا ففي فساد
صلوته تصحيحان صحح في السراج الفساد وفي الظهيرية عدمه وظاهر البحر ترجيح الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے
فاسد ہونے میں دو تصحیحیں ہیں سراج میں فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کرتا ہے مضمون بحر الرائق
کا اس مسئلہ میں ہے کہ امام کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اسکے ذمہ کچھ نماز باقی نہیں بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث الامام لا

خصوصية له في هذا المقام في ركوعه او سجوده توضأ وبنى واعادهما في البناء على سبيل الفرض ما لم يرفع رأسه منهما مريدا للاداء ولو اما اذا رفع رأسه
مريدا للاداء ركن فلا يبني بل تفسد ولو لم يرد الاداء فروايتان كما في الكافي وفي المجتبى ويبنا خر محدودبا ولا يرفع مستويا فتفسد
اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ میں شارح نے کہا کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے
اور بنا میں اس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جسمیں حدث ہوا بنا کرے جبتک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا نہ اٹھایا ہو اور جس صورت میں کہ سر اٹھایا ہو بارادہ کرکے کہ سر
اٹھانے سے رکن ادا کرے تو اب بنا نہ کرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی از سر نو پڑھے اور اگر سر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے یعنی ایک کے بموجب
بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی میں ہے کہ جب رکوع میں بے وضو ہو تو کھڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نہ کرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد
ہو جائیگی طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہے کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہاں سے ہٹ کر سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد نہ ہوگی ولو تذكر

المصلي في ركوعه او سجوده انه ترك سجدة صلبية او تلاوية فانحط من ركوعه بلا رفع او رفع من سجوده فسجدها عقب التذكر اعادهما اي الركوع والسجود
ندبا لسقوطه بالنسيان وسجد للسهو ولو اخرها الى آخر صلوته قضاها فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا
اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کو اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمیں چھوٹا ہوا سجدہ
یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ
رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے نہ مستحب ہاں سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اسکی
تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا
ہو جاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کی طرف ہے جو مذکور نہیں ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام اي خرج من المسجد الا فهو على امامته كما مر تعين المأموم للامامة

لو صلح لها اي للامامة للامام بلا نية لعدم المزاحم ولا يصلح كصبي فسدت صلوة المقتدي اتفاقا دون الامام على الاصح لبقاء الامام بلا مأموم وهذا اذا لم يستخلف
فان استخلف فصلوة الامام والمستخلف كليهما باطلة اتفاقا اور ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو ہو کر مسجد سے باہر ہوا متعین ہوگا مقتدی
بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امام نکلا مسجد سے [illegible]
نہ ہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہو جائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہ ہوگی مثلا لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہوگی
بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت میں ہے جو

کہ امام نے اسکو خلیفہ نہ کیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کردیگا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی مع اصح کا قول مقابل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو امّ رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوٰۃ الامام وبنی علی صلوتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مرّ اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بے وضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی لما مرّ واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ بیشتر ہوئی یعنے توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہیں واللہ تعالی اعلم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے اُن امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا مع یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق میں گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر کرتا ہے یفسدھا التکلم ھو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرًا ولو استعطف کلبًا او ھرًّا او ساق حمارًا لا یفسد لانہ صوت لا ھجاء لہ ھا فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرفوں کا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً عِ اور قِ امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور دوسرے کے ہیں بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہ ہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ یہ آوازیں ہیں جنکے ہجے نہیں اور کلام میں حرفوں کا ہونا چاہیے ہر چند یہ آوازیں مفسد نہیں مگر مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی عمدًا وسہوًا قبل قعودہ قدر التشہد بیان کلام کا قصد کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھے نمازی کے مقدار تشہد کی یکساں ہے مع قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدًا ہو یا سہوًا مفسد نہیں وسواء کان ناسیًا او نائمًا او جاھلًا او مخطئًا او مکرھًا ھو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نجانتے کی صورت میں یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرأت خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے مع جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اُسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہوجاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کی طرف راجع ہے اسلیے کہ اسی میں اختلاف فقہاء مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیوں کا خلاف نہیں بلکہ دوسرے مذہب والوں کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر مع حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ یعنی اللہ تعالی نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائیں غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہ ہوا اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ھذہ لا یصلح فیہا شیء من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام مناسب نہیں مع ذی الیدین کے دونوں ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے انکا نام عمیر اور لقب خرباق اور کنیت ابو محمد ہے انکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر کر اٹھے اور مسجد میں ایک

لکڑی پر تکیہ لگالیا اسکے آخر مین مذکور ہی کہ ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپنے فرمایا کہ نہ مین بھولا نہ نماز کم ہوئی اُسنے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی
آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذوالیدین جسطرح کہتا ہی ایسا ہی ہوا لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپکے بڑھے اور جسقدر نماز رہگئی تھی اُسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم
ہوتا ہی کہ کلام مفسد نماز نہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے
روایت کی ہی کہ اس اثنا مین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگون مین سے چھینک لی مینے یرحمک اللہ کہا لوگون نے مجکو گھورنا شروع کیا
مینے کہا کہ تم کو کیا ہوا مجھے کیون دیکھتے ہو انھون نے اپنے ہاتھ رانون پر مارے مینے جب جانا کہ مجکو چپ کرتے ہین مین خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجکو
بلایا پس قسم اُنکی آپ پر میرے والدین مین نے آپ سے بہتر تعلیم کرنے والا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپکے بعد کہ بخدا نہ مجکو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز مین کوئی کلام آدمیون کا
مناسب نہین ہی یہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قرارت قرآن ہی الحدیث الا السلام ساھیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامہا علی ظن اکمالہا فلا یفسد مگر سلام
پھیرنا بھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنے کو پیشتر اسکے پورا پڑھنے کے بخیال اسکے کامل وا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز نہین بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ او علی
ظن اکمالہا ترویحۃ مثلًا او سلم قائمًا فی غیر جنازۃ فانہ یفسدہا مطلقًا وان لم یقل علیکم ولو ساھیًا فسلام التحیۃ مفسد مطلقًا وسلام التحلیل انما
بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہی مثلًا یا سلام کیا حالت قیام مین سوائے جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینون سلام مفسد نماز ہین مطلقًا اگرچہ علیکم
نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہی مطلقًا خواہ دانستہ ہو یا بھول کر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہی اگر دانستہ ہو مفسد نماز سلام تحیت سے اسلیے ہی کہ وہ کلام
مین داخل ہی اور بگمان تراویح اسلیے مفسد ہی کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہی کہ قیام اُسکا محل نہین اور چونکہ جنازہ
مین سلام کھڑے ہونے کی حالت مین ہوتا ہی اسلیے جنازہ مین سلام سہوًا کرنا معاف ہی جیسے سلام تحلیل قعدہ مین سہوًا معاف ہی ورد السلام ولو سہوًا بلسانہ
لا بیدہ بل یکرہ علی المعتمد نعم لو صافح بنیۃ السلام قال الفسد کانہ کلام عمل کثیر اور فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھول کر ہو نہین تو فاسد کرتا ہاتھ
سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہی معتمد مذہب پر ہان اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہی غالبًا اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہی وفی النہر عن
صدر الدین الغزی نظم فقال وفی شرح الفائق مین صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہی جسمین اُن لوگون کو جمع کیا ہی جنپر سلام کرنا مکروہ ہی صدر الدین نے کہا ہے سلامک مکروہ
علی من ستسمع ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع سلام کرنا تیرا ان مخاطب مکروہ ہی اُن لوگون پر جنکو تو سُنے گا اور بعد اُس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہون مین مسنون اور مشروع ہی
یعنی جنکو مین نے ابھی ذکر کیا ہی اُن کے سوا اور لوگون پر سلام کرنا مسنون ہی ے مصل وتال ذاکر محدث خطیب ومن یصغی الیہم ویسمع نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن
کرنے والا اور واعظ یا ذکر الٰہی مین مشغول اور حدیث بیان کرنے والا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص اُن پانچون کی طرف کان لگا دے اور سُنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہی ے
مکرر فقہ جالس لقضائہ ومن بحثوا فی العلم دعہم لینفعوا تکرار کرنے والا فقہ کا اسکے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی
اور مدعا علیہ اُسپر سلام نہ کرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہی اور یہ لوگ ملاقات کو نہین جاتے کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کرین علم شرعی مین چھوڑ اُنکو تاکہ فائدہ اُٹھاوین یعنی اُنپر
سلام مت کرے ے مؤذن ایضًا او مقیم مدرس کذا الاجنبیات الفتیات امنع اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسی طرح اجنبی عورتین
جوان سلام کے حق مین ممنوع ترین ہین اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتون کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہی ے ولعاب شطرنج وشبہ بخلقہم ومن ہو مع اہل لہ تمتع
اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ اُنکی عادت کے مشابہ ہون یعنی جو فسق اور معصیت مین اُنکے شامل بیٹھ کر ہون جیسے جواری اور شراب خوار اور غیبت کرنے والا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا
وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس وکنار مین مصروف ہو ے ودع کافرًا ایضًا ومکشوف عورۃ ومن تقوی فی حال التغوط اشنع اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون
حاجت ابتدا بالسلام مت کر اور چھوڑ کھلے ہوئے شرمگاہ کو اور اُس شخص کو جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اُسپر سلام کرنا اوروں سے زیادہ برا ہی ے ودع آکلا الا اذا کنت جائعًا
وتعلم منہ انہ لیس یمنع اور چھوڑ کھانے والے کو مگر جس صورت مین کہ تو بھوکا ہی اور اسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نہ کریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام

مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے و قد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحقتہ فقلت ط کذلک استاذ ومغن مطیر فہذا ختام والزیادۃ تنفع
صاحب نہر کہتا ہے کہ میں نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کئے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور میں نے انکو
ایک شعر میں بڑھا کر تعداد مذکورہ سابق میں ملا دیا تو یوں کہا کہ یہی حکم ہے استاد و مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہے ان لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور
بعضوں نے ان لوگوں کو بھی بڑھایا ہے بوڑھا آدمی ٹھٹھا کرنے والا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار میں قصداً لوگوں کی برائیوں پر نظر ڈالے اور جو لوگوں کو گالیاں دے
اور جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریہ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی ہے واجب ہونے
جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہے کہ
السلام علیکم یا یوں ہے کہ سلام علیکم ان دونوں کے سوا اور طرح پہ کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام نہ ہوگا اور نہ اسکا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار میں جلال الدین
سیوطی کی نظم لکھی ہے جنمیں وہ لوگ ضبط کئے ہیں جنپر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگوں پہ واجب نہیں جو نماز میں معروف ہو جو کھانے میں یا پینے
میں یا قرارت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضا حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا سوالی یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا
ہو یا جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہاں ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین
صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکھارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر
زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولی مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہیں بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے خودبخود
بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں یا مفسد نماز ہے کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لئے کھنکھارے یا اسلئے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی کو چھوڑ کر
صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکھارنا
مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح میں کھنکھارنے کا مفسد نہ ہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جسوقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لئے کھنکھار دیتے اس سے معلوم
ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہوں آدمیوں
کی گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کی وہ ہے جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اسکا مانگنا بندوں سے محال نہ ہو جیسے الہی مجکو نمک مرچ تیل دے وغیرہ
تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اسکا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ اہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ آہ بالمد والتأفیف
اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وجشاء
وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد
ہے رونا ایسی آواز سے کہ اس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہے یعنی انین و آہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے
رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اس مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا اسلئے کہ اسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہے جیسا چھینکنا اور کھانسنا
اور ڈکار لینا اور جماہی لینا اگرچہ حروف پیدا ہوں کہ یہ مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اسمیں بہت سے لغت ہیں یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ
ف کی تینوں حرکتیں مخففا و مشددا و تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جسمیں حروف نہ ہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی
لا لذکر الجنۃ او النار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے
پس اگر امام کی قرارت مقتدی کو معلوم ہوئی اور رو کر کہنے لگا کہ ہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی السراجیہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے

ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور مجھکو دوزخ سے بچا تو چونکہ اسطرح کی دعا مفسد نہیں اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد
نہ ہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر بسبب خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر رویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد و مصیبت کے لیے آہ کرنا اظہار افسوس ہے لو
لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی ویفسدہا تشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک اللہ ولو من العاطس لنفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا
چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھپر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہیں ہم شامی نے کہا کہ
لغیرہ بدل ہے عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس میں اضافت بمعنی لام ہے اور یہ لفظ شارح نے صرف نفسہ کے مقابلہ کو بڑھایا اور یہ بہتر یہی ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جائے کیونکہ تشمیت کا
فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس پھر لغیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنی تشمیت کے دعا خیر کرنے کے ہیں اور وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کی طرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگوں کے کلام میں
داخل ہو گیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کر کے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہ ہونے کی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد وبعکسہ التأمین بعد التشمیت اور اسکا الٹا ہے
آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہ ہوگی ہم صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ میں یوں ہے کہ مثلا حامد اور محمود نماز پڑھتے
ہیں اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ سنکر حامد اور محمود دونوں نے کہا آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہوگی کیونکہ اسنے خود اپنے حق میں
دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار ککلام الناس
اور مفسد نماز ہے جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بموجب قوی مذہب کے اسلیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہو گیا ہم علی المذہب کی قید سے
ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ اسمیں عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ تصحیح مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلیۃ والبحر ولکن ایفسدہا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل أمع اللہ
الہ فقال لا الہ الا اللہ او ما مالک فقال الخیل والبغال والحمیر او من این جئت فقال وبئر معطلۃ وقصر مشید اور اسی طرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی
نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلا اگر کہا گیا کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالی کے
یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئیں بیکار اور محل گچکاری کے تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی
ہم نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے کہ امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ متضمن ثنا ہو یا قرآن میں کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا
یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی
او موسی یا یحیی خذ الکتب بقوۃ او ما تلک بیمینک یا موسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخلہ کان امنا او قصد کیا جائے اس جملہ سے خطاب تو بھی
مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہو یہ آیت یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہے اسکو یہ کہنا وما تلک بیمینک یا موسی یعنی
اور کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسی یہ آیتیں کہے مخاطب ہو کر ایسے جسکا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسی یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی آمین داخل ہوگا وہ بےخوف ہوگا ہم
خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں تصور کرتے ہیں کیونکہ قرآن اس شخص کے خطاب کے لیے موضوع
نہیں جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہو کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ
الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا
یا امام کی قراءت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ہو ہم یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد
نہ ہوگی اور کہنا اسکا معتبر ہے کہ اپنے آپ سنے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی فلو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد قیل لا
اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ
اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونے کے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے لیے ہم ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او عطس فقال

امین تفسد اور اگر سب میں سے کوئی چیز کہی سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعا بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی و لا تفسد فی الکل عند
الثانی والصحیح قولہما اعادہ بقصد التکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل ہونے کے تکلم کے قصد سے
ہم چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک قصد تکلم سے متغیر نہیں ہوتے اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت
کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شارح کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو خلاصہ امام ابو یوسف کے نزدیک
بھی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہیں ہوا ہے لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ
قہستانی معزیا للزاہدی مرادی فتنہ یہاں تک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے بڑھ گیا یا جماعت کے درمیان کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو
جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کیسے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے اویگا تو
خبردار رہنا و قید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک و ملتقی اور مانع فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے
قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب تکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر ہوں تو نماز باتفاق فاسد نہ ہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن مالک نے اور صاحب ملتقی
میں و فتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قرات میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے
تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہ ہوگا عام ہے یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کے بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتا دے جو نماز
نہیں پڑھتا ہو تو یہ صورت بتانے والے کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسی طرح
مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو مفسد نہ ہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتا دے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا
تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانے والا نہ بتا چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہ ہوگی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح و آخذ
بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد نماز نہیں مطلقاً یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا
ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اتنی قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہو یا نہ پڑھ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار
کسی طرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا
ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتا دیگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد
ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے یہ اسمیں اسکا شریک نہ ہو خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو و ینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ
قرات کی کیونکہ قرات پیچھے امام کے ممنوع ہے لقمہ دینا ہم مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسی طرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قرات
میں رک جائے اور ایسے کہ مقتدی کو بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ مقام کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کردے یا اگر قرات
بقدر واجب پڑھ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہما فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا فتح اور اگر نمازی کی زبان
سے نعم یا آرے نکل گیا تو اگر ایسے کلمہ کا عادی ہو یعنی گفتگو میں بیشتر اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ
لفظ قرآن ہیں شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونوں کا نام ہے انکے قول کے بموجب آرے قرآن نہیں ہوسکتا و اکلہ و شربہ مطلقا ولو سمسمۃ
ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ ماکول دون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ اور مفسد نماز ہے کھانا نمازی کا اور پینا اسکا مطلقاً یعنی تھوڑا یا بہت
دانستہ ہو یا بھول کر اگرچہ ایک تل ہی کھالے بھول کر یا ایک قطرہ پانی کا بھول کر پی جائے تب بھی مفسد نماز ہے مگر جس صورت میں کہ نمازی کے دانتوں کے درمیان کوئی کھانے کی چیز ہو اسکو نگل جائے
تو نماز فاسد نہ ہوگی بشرطیکہ دانتوں کے اندر چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ میں ہے کہ اگر اسقدر دانتوں کے درمیان سے نگل جائیگا تو روزہ نہ جائیگا یہی قول صحیح ہے کہا ہے اسکو باقانی نے شرح ملتقی میں

اما الملفوف فیفسد لسکوتی فیہ فیبلع ذوبہ اور جانا تو مفسد ہے جیسے شکر نمازی کے منہ میں رکھی ہوئی کو گھلتا ہے ہم شامی نے کہا کہ جانے سے مراد یہ ہو کہ زیادہ چبائے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت
سے شارح نے یہ فایدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز کا نوجانا ہے یا خود ماکول کا پیٹ میں پہنچنا یعنی صرف مزہ جو چیز کا مفسد نماز نہیں مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی اور اسکی مٹھائی منہ میں
باقی تو اسکے نگلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی ویفسدہا انتقالہ من صلوٰۃ الی مغایرتھا ولو من وجہ حتی لو کان منفرداً فکبر ینوی الاقتداء وعکسہ صار مستانفاً
نیۃ الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستانفاً مطلقاً اور فاسد کرتا ہے نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اسکی غیر میں اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار سے ہو یہاں تک کہ اگر اکیلا
نماز پڑھتا ہو پھر اللہ اکبر کہہ نیت اقتدا کی ہے یا اسکا عکس یعنی مقتدی ہو اور تکبیر سے نیت تنہا پڑھنے کی کرے تو نئے سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائیگی
مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد اللہ اکبر کہا اس سے نیت عصر کی کر لی تو فجر کی نماز فاسد ہو جائیگی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ
کی تو پہلی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے پیچھے پھر ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہ ہوگی مگر اس صورت میں نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت میں
از سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ اسی کی کرے لفظاً نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا لفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراتہ
من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقاً لانہ تعلم اور مفسد نماز کا پڑھنا مصحف کو دیکھ کر یعنی جس میں قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو جس میں سے دیکھ کر پڑھنا مفسد ہے مطلقاً
خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اسکو ممکن ہو یا نہیں ہر صورت میں مفسد ہے اسلئے کہ یہ پڑھنا تعلم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکھ کر پڑھنے میں وجہ فساد کی دو طرح
سے ذکر کی گئی اول جو ضعیف ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں قرآن کا اٹھانا اور اسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے جو عمل کثیر ہے اور دوسری وجہ جو کافی ہے تبعیت سرخسی تصحیح کی ہے یہ ہے کہ اسطرح پڑھنا
تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکھاتا جاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے اور تعلم و تعلیم نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی یعنی اذا کان حافظاً لما قرأہ وقرأ بلا حمل ہاں اگر حافظ ہو جسکو دیکھ کر پڑھا
اور بدون قرآن اٹھانے کے پڑھا تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ دونوں وجہیں فساد کی اس صورت میں مفقود ہیں وقیل لا تفسد الا بآیۃ استظہرہ الحلبی
اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہے اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوزہ الشافعی
بلا کراہۃ وہما بالتشبہ باہل الکتاب ای ان قصد فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہے
دیکھ کر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اسکو جائز رکھا ہے کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نمازوں میں توریت و انجیل دیکھ کر پڑھتے ہیں یعنی اگر نمازی
قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز میں مکروہ نہیں مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں یکساں ہیں تو مشابہت
سے کچھ حرج نہیں بلکہ بری بات میں مشابہت مکروہ ہے اور اس چیز میں مکروہ ہے جس میں قصد مشابہ ہونے کا کیا جائے جیسا بحر الرائق میں ہے ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا اور
فاسد کرتا ہے نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال میں سے نہ ہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو یہ مفسد نہ ہوگا اگرچہ عمل کثیر ہے مگر
نماز کے اعمال میں سے ہے اسی طرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہیں جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسۃ اصحہا مالا یشک بسببہ الناظر من بعید
فی فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں انمیں سے صحیح تر یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اسکے کرنے والے کو اس بات میں تردد نہ کرے
کہ وہ نماز کے اندر نہیں ہم دور سے دیکھنے والے سے مراد وہ ہے جسکے سامنے نماز شروع کی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہے کہ اسکے کرنے والا دیکھنے والے کی نظر میں غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول
ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت میں دو ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے
اگرچہ نمازی دو ہاتھ سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل پیہم کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنے والے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس
کرتا ہو پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتامل اور اگر دیکھنے والا
تردد کرے کہ کام کرنے والا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اسکے
شوہر نے اسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ تفصیل اسکے جواب کے شارح نے ذریعہ میں ذکر کیا

فلا تفسد بمجرد رفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ پس نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنے کے وقت
اور اس سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور روایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنے کا اور اس سے
سر اٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت آدم سے
کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اسکا کرنے والا
نماز میں نہیں ہے اور کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے کذا فی الشامی ویفسدها سجوده علی نجس وان اعاده علی طاهر بخلاف یدیه ورکبتیه علی الظاهر اور فاسد
کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دوبارہ کیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر عدم فساد نماز سجدہ
کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسی لیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی
صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا زمین پر رکھنا نماز میں
شرط نہیں کذا فی الشامی ویفسدها اداء رکن حقیقة اتفاقا او تمکنه منه بسنة وهو قدر ثلاث تسبیحات مع کشف عورة او نجاسة مانعة
او زحام فی صف نساء او امام امام عند الثانی وهو المختار فی الکل لانه احوط قاله الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام
ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلنے کے ساتھ
یا نجاست مانع کے لگ جانے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ یہ زیادہ
احتیاط والا ہے یہ بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ہم حاصل یہ کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کے اثنائے نماز میں کھل گئی پس اگر حقیقت میں اسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب ابو یوسف اور محمد دونوں
کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک برہنگی کھلے گی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں
کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کر لیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک
فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلاته علی مصلی مضرب نجس البطانة بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس ان لم یظهر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے
نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا ایسی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہ ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی
ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی
نے کہا کہ باریک کپڑا اس جگہ حائل شمار نہ ہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق ہوگا اور مفسد نماز نہیں نجاست قریب
ہو یا بعید وتحویل صدره عن القبلة اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہ کا
پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثه فاستدبر القبلة ثم علم عدمه ان قبل خروجه من المسجد لا تفسد وبعده فسدت پس اگر نمازی
نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد
ہوگی بسبب مختلف ہو جانے مکان نماز کے **فروع** سال المؤلف شارح کے مشی مستقبل القبلة هل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف
کذلک وهکذا لا تفسد وان کثر ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالة العذر ما لم یستدبر القبلة استحسانا ذکره القهستانی نمازی چلا قبلہ
کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اسی طرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسی طرح چلا گیا
تو فاسد نہ ہوگی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھہرا جب تک کہ مکان مختلف نہ ہوگا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جب تک مسجد میں سے باہر نہ ہوا ہوگا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے یا امام

نہ ہوا ہو گا فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی جیسے ایک ہی دفعہ مین دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر مین چلنے
سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہو جائے جب تک کہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی
مین حالت عذر یعنی جہاد وغیرہ حالت عذر وھل یشترط فی العمل الاختیار فی الخبازیة نعم وقال الحلبی اور کیا شرط ہے عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا اختیار مین ہو کہ
ہان شرط ہے اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ہے کہ شرط ہونا معتمد ہے اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فان من دفع او جذبتہ
الدابة خطوات او وضع علیہا او اخرج من مکان الصلوة او مصّ ثدیہا ثلاثا او مرة ونزل لبنہا او مسّہا بشہوة او قبلہا بدونہا فسدت کیونکہ
جس نمازی کو دھکا لگا یا اسکو سواری کے جانور نے کھینچا اور اس دھکے یا کھینچنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھاکر سواری پر رکھ دیا گیا یا نماز کی جگہ سے نکال دیا گیا یا نمازی
عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایک بار چوسی گئی اور اسکا دودھ اتر آیا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی
حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسّہا و قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تھے
لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع نہین فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونون صورتون
مین یہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے معنی ہین حاصل یہ کہ اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب وہ دواعی
جماع مین سے کوئی حرکت عورت کے ساتھ کریگا تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے اسکی طرف سے دواعی
جماع کا پایا جانا داخل جماع نہین جب تک کہ مرد کو شہوت نہ ہو کذا فی الشامی معہ بحر فرمی بہ طائرا لا یفسد ولو انسانا تفسد کضرب ولو مرة لانہ
مخاصمة او تادیب او ملاعبة وھو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہو اسنے اسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان
پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسی کو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا کھیل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر
کیا ہے اسکو حلبی نے شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین یون ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھاکر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو
فاسد نہ ہوگی تو اس سے ظاہر ہے کہ پرند و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پھینکنے سے بھی نماز فاسد
ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر
کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مر جانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مر گیا
تو نماز مقتدیون کی باطل ہوگی نئے سر سے انکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی اور انکا حکم مفصل صلوة مریض کے آخر مین آ چکا
وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے بتبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد
لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یون کہتا
کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اسکو ادا نہ کیا
تو نماز فاسد ہوجائیگی او شرط بلا عذر یا مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نہ کیا تو فاسد
ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتون کا نہ کرنا مفسد نہین ومسابقة المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ
معہ او بعدہ وسلّم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اسکا امام اسکا شریک نہ ہوا ہو مثلا مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا
اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اٹھالیا اور پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی ہم طحطاوی
نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہین ومتابعة المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ او مفسد

نماز ہی پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدہ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہی صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ مسبوق امام کے
سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد مثلاً اٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کرلیا اسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک
ہوگا تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہی ہان جب تک اسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر امام
سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہو وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ تذکرھا بعد الجلوس اور مفسد نماز
ہی دوبارہ نہ کرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے ہم اسلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہوجاتا ہی
تو اگر دوبارہ نہ کریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن مین داخل ہی اسکو جدا لکھنا
ضرور نہ تھا وعدم اعادۃ رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہی دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اس رکن کو جسکو سونے کی حالت مین ادا کیا امام طحطاوی نے کہا کہ یہ
صورت ترک شرط مین داخل ہی یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہی اور سونے کی حالت مین یہ شرط چھوٹ جاتی ہی لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط
مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیے یہ صورت جدا ہی وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہی کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق
کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ مین زور سے ہنس پڑیگا تو اسکی نماز اور مدرکون کی نماز پوری ہوجائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی کہ قہقہہ
امام کا اسکی نماز کے درمیان مین واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا مد الھمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہی اللہ اکبر کہنے مین
چنانچہ پیشتر گذر امام یعنی اللہ اکبر رکوع و سجدہ کے لیے بمد ہمزہ آللہ کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو شروع
کے بعد ہوا کرتا ہی کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہی قراءت
کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغمون کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہی اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو راب العلمین
پڑھے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد و لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہ ہوگا تو نماز
فاسد نہ ہوگی کذا فی البزازیہ ہم واے تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہی یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر
ہو تو انکو حروف مد کہتے ہین اور اگر نا موافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حروف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سواے زبر
کے اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہو ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہو معلوم جاننا چاہیے
کہ قراءت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین اگر انکو جان لیا جاے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہوسکتا ہی کہ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین لغزش ان قواعد کے ضبط
کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہی مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے
پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کلمہ
کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسی طرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاے اور وقف کی جگہ وصل ہی متقدمین
کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائین کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہوجائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور
اگر غلطی سے معنی ایسے نہین بگڑتے جنکا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت سی تبدیل معنون مین آجاتی ہی جیسے ہذا الغراب کی جگہ ہذا الغبار پڑھنا یا بالکل بے معنی
لفظ ہو جاتا ہی جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی
مگر مطلب سے دور پڑ جاتے ہین تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہی یا نہین اگر نہین ہی تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن
مین وہ لفظ ہی تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہی اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑین اور ویسا

لفظ قرآن میں نہ ہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد نہ ہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور
ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ
متاخرین کا اسپر اتفاق ہے کہ اعراب میں غلطی آجانی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اور اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے
اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز
کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں
اسلیئے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے کہ انکے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فتاووں میں انہیں کے قول پر محمول
ہیں کذا فی الشامی عن شرح المنیۃ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ
نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا یا تخفیف
سے پڑھنے میں مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے میں مخفف کے جیسے نعینا کو نعینا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑھا دینے
کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے یعنی الف و لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک نعبد میں ایا جدا پڑھ کر
ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتوں میں نماز فاسد
نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ م شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل میں عدم فساد
پر فتوی ہے بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتوں
میں در صورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے الا تشدید رب العلمین
وایاک نعبد فیترکہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اسکے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص
کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم یتغیر المعنی
اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا نقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها
میں جزاء سیئۃ مثلها پڑھا دوسری سیئۃ کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا بدون ی (یعنی الف مقصورہ) کے آخر میں یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے
انفرجت عوض میں انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کی تو نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ معنی نہ بدلیں م شارح کے کلام
میں لف و نشر مرتب ہے اسلیئے مترجم نے تسہیل کے واسطے ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنے کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک
فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں کہ لفظ مقروء قرآن میں نہ ہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہ ہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم
لم یفسدہا حرف کے بدلنے سے در صورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً
ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے م شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد
ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہ ہوگی بزازیہ میں کہا کہ یہ قول سب اقوال سے درست تر ہے
اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار
لفی جنات وتمامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر مکرر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہے باقانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل
جائیں جیسے رب رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہے نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار

لفی جنات پڑھا الفی جحیم کی جگہ اور پورا بیان اسکا بڑی کتابون مین ہے م شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اُس صورت مین مفسد ہو کہ پڑھنے والا مضاف ومضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصداً اضافت نہ کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین جو اس باب سے پیشتر ہوچکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثنار نماز مین کسی فعل مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن و شارح نے انکو اسلیئے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہو ولا یفسد ہا نظرہ الی مکتوب وفہمہ ولو مستفہماً وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اُسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا مکروہ ہو اسلیئے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہ مین گو صحیح تر قول مین م یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہ تک مین سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہین اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہو کہ قدمون سے لیکر اُس جگہ تک گذرنا مفسد نہین جہان تک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونون صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول مین قدمون سے لیکر سجدہ تک کی جگہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اُس جگہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقاً ولو امرأۃ او کلباً یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اُسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ کا ہونا اُن دونون مین مانع اقتدا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہو مفسد نماز نہین گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا م شامی نے کہا کہ اسمین رد ہو ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہے اور اشارہ ہو اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہو وہ منسوخ ہو چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہو او مرورہ اسفل من الدکان امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاء المار بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے بعض اعضا نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہو چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار مین ہو م بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہو اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو مکروہ نہ ہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہو کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفاً فی ذلک المرور ولو بلا حائل ولو سترۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنے والا گنہگار ہوتا ہو بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اُسپر کیا گناہ ہو تو ٹھہرا رہے چالیس برس اور گناہ اُسوقت ہو کہ گذرنا بدون آڑ کے ہوا گرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہوجاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو م حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجایش ہو کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذریگا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو راستہ نہین اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت مین گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ نمازی
نے راستہ روکا ہو مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونون گناہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے رستہ نہین روکا اور گذرنے والے
کو اور طرف راہ نہین تو اسمین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہ ہو کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا کوئی اور چیز چھت مین لٹکتی ہو جب
نمازی سجدہ کرتا ہو تو وہ سر کی حرکت سے اسکی گردن یا کمر پر ہوجاتی ہو اور جب کھڑا ہوتا ہو پھر بدستور ہوجاتی ہو تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے
پر کچھ گناہ نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہو کذا فی الشامی و الطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان
یمر علی رقبۃ من لم یسدھا لانہ اسقط حرمۃ نفسہ فتنبہ اور اگر صف مین کوئی جگہ خالی ہو تو نماز مین آنے والے کو جائز ہو کہ جس شخص نے
اس جگہ کو بند نہین کیا اسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاوے کیونکہ اسنے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہو جا یعنی اسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہین م شامی نے
کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرنا چاہتا ہو اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہو تو اسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جاکے
اسکو اٹھالے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہوجاوے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جا پھر دوسرا کھڑا ہوجاوے تاکہ اول شخص اسکی آڑ سے
گذر جاوے انتہی ان دونون مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہوجانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اٹھالینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندباً
بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوھا سترۃ بقدر ذراع طولاً وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء احد حاجبیہ
لا بین عینیہ والایمن افضل اور کھڑا کرے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنی بڑی مسجد مین کھڑا کرلے
ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لنبائی مین اور ایک انگلی کی موٹائی مین تاکہ دیکھنے والے کو یعنی گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک
ابرو کے نہ دونون آنکھون کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہو کہ مطابق سنت ہو م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثۃ اذرع
کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ حلبی مین ہو کہ سنت یہ ہو کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل
مقدار کا ہو کہ اس سے کم نہ ہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولاً وقیل
کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہو خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط
کھینچنا کافی ہو تو خط کھینچے نمازی طول مین یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی اسکی شکل کمان کھینچے م فتح القدیر مین در صورت نہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین
کیا ہو اور کہا ہو کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہو علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہو تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہو اس سے یہ نکلتا ہو کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفع ھو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند
الشافعی رضی اللہ عنہ خلافاً لنا علی ما یفیدہ کتبنا بتسبیح او جہر بقراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیھا عندنا قہستانی لا بھما فانہ یکرہ
اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ
سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہو عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہو اسلیئے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی
نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مرگیا تو اسپر کچھ نہین نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہو
ہماری کتابون سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہو نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین
کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونون سے کہ دونون باتون کا جمع کرنا مکروہ ہو اسلیئے کہ مقصود ایک سے حاصل ہو م یہ جو حدیث مین آیا ہو کہ گذرنے
والے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہو تو منسوخ ہو چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہو کہ یہ حکم ابتدا اسلام مین تھا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اب آنکی

اجازت نہیں کذا فی الشامی مختصراً والمرأۃ تصفق لا ببطن علی بطن اور عورت گو منع کرنے والی کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتھیلی ہتھیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی بجانے
کی بحر الرائق میں یوں منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی میں مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح تالی بجانے کی کوئی
وجہ نہیں معلوم ہوتی دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی
طرف کو بائیں کی پشت پر مار دے کہ اسمیں عمل تھوڑا ہے فلو صفقت او سبح لم تفسد وقد ترکا السنۃ تتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی
بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی التتارخانیۃ وکفت سترۃ الامام للکل اور
کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیوں کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے کو گذریگا اسپر کچھ گناہ نہ ہوگا ولو عدم
المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرا اور راستہ نہ ہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی گذرتا نہ ہو اور منہ راستہ کی طرف نہ ہو تو ترک
کرنا سترہ کا جائز ہے اور رکھنا اگرچہ سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہے ہم راستہ کی طرف منہ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور
بدون سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہے کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہے تو اسمیں ایسی چیز نہ چاہیے جو اسکے مناسب نہ ہو کذا فی البحر وکرہ نعم التنزیہیۃ التی
مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہے کہ کراہت
شامل ہے تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولی ہے پس فرق کرنے والی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہے
اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کی طرف نہ ہو تب تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے ہم بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی
جو واجب کے رتبہ میں ہے یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا
نہو تو جب فقہا کی عبارت میں لفظ مکروہ پایا جاوے تو اسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون
دلیل کے بھی اسکا حال معلوم ہو سکتا ہے اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریما
للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی
چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی میں داخل ہے قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اسکی کشادہ بغلوں میں سے ہاتھ نکال کر آستین
پیچھے کو ڈالنا بھی سدل میں داخل اور مکروہ ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تا کہ لفظ سدل جو مضاف
ہے اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان دونوں میں فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا اسطرح شانہ پر رکھکر اسکے
کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنوں کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمیں داخل نہیں کذا فی الشامی کشد ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم
یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل دوپٹہ اور رومال کے کہ اسکو اپنے دونوں مونڈھوں سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا
لیگا تو مکروہ نہ ہوگا جیسے عذر کی حالت میں اور نماز سے باہر صحیح تر قول میں سدل مکروہ نہیں ہم شد بفتح شین معجمہ و دال مشدد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈھوں پر ڈالتے
ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہیں بشرطیکہ تکبر کے لیے نہ ہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدیہ فی کمی الفرجی المختار
انہ لا یکرہ وہل یرسل الکم لو ممسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین میں نہ ڈالے تو مختار
یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور کیا اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑے اسمیں خلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ہم
شامی نے کہا کہ خلاصہ میں عدم کراہت کو مختار کہا ہے اسپر کسی نے سوائے بزازی کے اسکی موافقت نہیں کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور جمہور فقہا
کہتے ہیں کہ فرجیہ کو بدون آستین میں ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہے وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم

او ذیل واعبثه به ای بثوبه وبجسده للنهی الا لحاجة ولا بأس به خارج صلوٰة اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی مین بھرنے کے سبب سے ہو جیسے
مکروہ ہے داخل ہونا نماز مین آستینین یا دامن چڑھائے اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہین مثلاً
بدن کو خارش کے سبب سے کھجانا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہ امور مکروہ نہ ہونگے اور کچھ مضائقہ نہین کھیلنے کا کپڑے اور بدن سے
نماز کے باہر م شامی نے کہا کہ آستین چڑھائی نماز شروع کرنے مین یہ صورت بھی داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی اور جلدی کے لیے آستین
نہ اتاری شریک جماعت ہو گیا تو ایسی صورت مین افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اتار دے اور عبث کے باب مین نہی وہ حدیث ہے جسکو قضاعی نے روایت
کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمہارے لیے تین چیزین مکروہ کین نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ مین فحش باتین کرنی اور قبرستان
مین ہنسنا وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنة ای خدمة ان له غیرها والا لا اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا میلے کچیلے کپڑون
مین جنکو گھر مین پہنتا ہے اور کام کرنے کے کپڑون مین بشرطیکہ اسکے پاس اور کپڑے ہون ورنہ مکروہ نہ ہوگا م بذلہ بموحدہ مکسور اور سکون ذال معجمہ
سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنة بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہن کر دوسرون کے پاس نہ جاوے کذا فی الشامی واخذ درهم
ونحوه فی فیه لم یمنعه من القراءة فلو منعه تفسد اور مکروہ ہے درم اور اسی جیسی چیز کا منھ مین لینا جو نمازی کو قرارت سے مانع نہ ہوا اور اگر قرارت کی
مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑھ نہ سکے یا ایسے الفاظ نکلین جو قرآن کے الفاظ نہ ہون تو نماز فاسد ہو جائیگی م شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز
کا منھ مین لینا جو مانع قرارت نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے وصلوته حاسرا ای کاشفا راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل واما للاهانة بها فکفر اور مکروہ ہے
نماز پڑھنا نمازی کا سر کھول کر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہین سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہے م شامی نے
بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر جا پڑے
نمازی کی ٹوپی تو اسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت مین کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہین وصلوته مع مدافعة الاخبثین
او احدهما او الریح للنهی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا بول اور براز کے دباؤ کے ساتھ یا دونون مین سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک
رکھنے کے ساتھ اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث کے باعث کہ نہین حلال ہے کسی کو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالے اور روز آخرت پر کہ
نماز پڑھے اس حال مین کہ پیشاب کو دبائے ہو یہان تک کہ اس سے ہلکا ہو جاوے اور اسی جیسا ہی پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعره للنهی
عن کفه ولو بجمعه او ادخال اطرافه فی اصوله قبل الصلوٰة اما فیها فیفسد اور مکروہ ہے بالون کا جوڑا کرنا بسبب منع کے انکے اوپر اٹھانے سے
اگرچہ جوڑا کرنا انکے اکٹھا کرنے سے ہو یا انکے سرون کو جڑون مین کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز مین جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے م عقص بفتح اول بالون کے گوندھنے
کو کہتے ہین یہان یہ مراد ہے کہ بالون کو سر پر جمع کرکے گوند سے چپکالے یا ڈوری سے باندھ لے خواہ مینڈھیان گوندھ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سے
باندھے کہ سجدہ مین زمین پر نہ گرین تو یہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ مین نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون
احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی
وقلب الحصا للنهی الا للسجود التام فیرخص مرة وترکها اولی اور مکروہ ہے کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہین ہے
سوا ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہے اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہے م صحاح ستہ مین معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹا
جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اگر ضرور ہٹانا ہی ہو تو ایکبار ہٹالے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہ ہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکرون کو
ہٹادے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعة الاصابع وتشبیکها ولو منتظرا الصلوٰة او ماشیا الیها للنهی ولا

ویکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہی انگلیان چٹخانی اور ایک ہاتھ کی انگلیون کو دوسرے کی انگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانیوالا
نماز کی طرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے م ابن ماجہ نے مرفوعًا روایت کیا کہ اپنی انگلیان مت چٹکا
جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیان چٹکائے جبوقت کہ مسجد مین نماز کا
منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہی کہ جسوقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابو داؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہی اور خارج نماز
سے یہ مراد ہی کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اُسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلا اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت تحصیل کے
طور پر انگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور
مکروہ تحریمی ہی تخصر یعنے ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہی م صحیحین وغیرہما مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز مین کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہی صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ
کلہ او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے م ترمذی نے انس رض سے روایت کیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہی کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور
بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہی اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہی چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا
وقیل قائلہ قاضیخان تفسد بتحویلہ للعمد اور قاضی خان نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوتی ہی منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہی کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ
تحریمی ہی واقعاؤہ کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہی نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے م اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہی کہ دونون سرین
پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرے دونون گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہی اسلیے
یہی صحیح تر ہی اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہی اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہی کہ دونون پانو کو کھڑا کرکے انکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے
زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہی اسلیے مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی
اور مکروہ تحریمی ہی بچھانا مرد کا اپنے دونون ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہی وصلوتہ الی وجہ انسان ککراہۃ استقبالہ
فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ والا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے
منہ کی طرف جیسے مکروہ ہی منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا
اگرچہ منہ کرنیوالا دور ہو اور نمازی مین اور اسمین کوئی آڑ نہ ہو م طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہی اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہی
اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین رہتی مثلا نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہی مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہی جسکی
پشت نمازی کی طرف ہی تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہی جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر
مفسدات مین گذرا **فرع** مسئلہ متعلقہ شارح کا لا بأس بتکلیم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شئ او اری درہما وقیل اجید فاومأ بنعم
او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی
یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہی پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کردیا کہ ہم نے
دو رکعتین پڑھی ہین م لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہی کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی امالو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع
لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما فی البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فورا

اسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے برخلاف اُس قول کے جو لکھا بحر الرائق سے ھم بحر الرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد
نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہی اور قول نماز کے فاسد ہونیکا ضعیف ہی چنانچہ بتصریح شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربع
تنزیہا وترک الجلسة المسنونة بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ
تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہی چار زانو بیٹھنا نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مارکر بیٹھنا نماز سے
باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اصحاب کبار کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسیطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہی
اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اسمین رد ہی اُن لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہی اسوجہ سے کہ جابر لوگون کی
نشست ہی کذا فی الشامی والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہی جمائی لینا اگرچہ نماز کے
باہر ہو ذکر کیا ہی اسکو مسکین نے اسلیے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہی اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہین ھم صحیحین مین مروی ہی کہ جمائی لینا شیطان
کی طرف سے ہی تو جب کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہین لکھا کہ تحریمی ہی یا تنزیہی مگر
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبث ہی اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہی وتغمیض
عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہی کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہین ھم
نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہی اور بدائع مین وجہ کراہت یہ مذکور کی ہی کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہی اور آنکھون کے بند
کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہی تو اسلیے حلیہ اور بحر الرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی بتصرف وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ
وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یتشبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ
فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہی کھڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونون پانون اُسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ
اندر اور باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہی امام کا کھڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہی اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ ہونیکی
اہل کتاب کی مشابہت کو ٹھہرایا جاے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاے اور محراب مین کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ نہونے مین کچھ شبہ نہین ھم
حاصل یہ ہی کہ امام محمد نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہی اور کچھ تفصیل نہین کی اسلیے اُس کراہت کے سبب مین مشائخ نے اختلاف کیا
بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرے کیطرح ہی تو اسمین کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر
اکتفا کیا ہی اور مختار امام سرخسی بھی یہی ہی اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہی تو
شارح کہتا ہی کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہی تو ہر صورت سے مکروہ ہی مقتدیون پر اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہی تو جس
صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نہ رہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدرہ الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع
بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہی کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اونچے پر اور لوگ اُسکے پیچھے ویسی رہین کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہی بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہین ایک
ہاتھ سے کم بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہ ہی کہ جس سے امتیاز ہو جاے اور یہی قول بوجہ زیادہ ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ھم
بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہی اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہی طحطاوی نے کہا کہ دکان بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہ
جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائے حدیث یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہی کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہی اسکا عکس صحیح تر قول مین یعنی کھڑا ہونا مقتدیونکا

ادر نیچے مکان ہیرا اور صرف امام کا پستی مین ہونا ہے طحطاوی مین ہے کہا کہ غالباً کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہی اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اسمین
امام کی حقارت ہی اور اصح قول ہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسکا مقابل قول طحاوی کا ہی کہ یہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی وھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید
فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تینون مسئلون مین وقت نہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہون اور
امام زمین پر یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر
قول مین یعنی اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہی جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنے اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہی تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط
فی البحر اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہی اسکو
بحر الرائق مین م یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہوتا کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا
اس سے معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراھۃ القیام فی صف خلف صف فیہ
فرجۃ للنھی وکذا القیام منفرداً وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر
یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم بیشتر باب الامامت مین لکھ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جسمین فرجہ ہو بسبب
نہی کے اور اسیطرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف مین جگہ نہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہی
صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے مین نہ کھینچنا بہتر ہی یعنی لوگون مین جہل زیادہ ہی اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑتے ہین اور اسی وجہ سے بحر الرائق
مین کہا کہ مکروہ ہی تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت مین کہ صف مین جگہ نہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین
کیا ولبس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق رأسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ
لا مفروشۃ اور مکروہ ہی نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت مین یا سامنے یا برابر
داہنے خواہ بائین یا سجدے کی جگہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے مین ہو جسپر نہ چلتے ہون نہ تکیہ کرتے ہون نہین مکروہ ہی اگرچہ بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو م تمثال صرف
جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہی جاندار کی ہو یا بے جان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ فرشتے داخل نہین ہوتے
اس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظہر الکراھۃ
اور اختلاف ہی اس صورت مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہ کتاب انکی
آخر تالیف ہی تو غالباً اسمین ان امور کا لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحاوی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانھا مھانۃ او فی یدہ
عبارۃ الشمنی بدنہ لانھا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونون پاؤن کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ مین ہو کیونکہ اس صورت مین تصویر
ذلیل ہی یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت مین فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہی یعنی اسکے
بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین م یعنی متن کی عبارت مین یہ اشکال ہی کہ اگر ہاتھ مین تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہی پھر
عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھ مین لٹکی ہو یا گڈی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہی کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی
البحر ومفادہ کراھۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی

علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر النقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اسکا مفاد یہ ہو کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ
ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بدرہ یا دوسرے کپڑے مین چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اسکے اعضا کی تفصیل دیکھنے والے کو نہ معلوم ہو جبکہ وہ کھڑا ہو
او تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بھی مکروہ نہوگی ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او
ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا
جاندار زندہ نرہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہ سب مذکورہ چیزین عبادت نہین کی جاتین ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہو اس سے کہ اسکو مٹا
یا بنایا ہی نہو یا بنا کر لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کھرچ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتون سے کراہت نرہیگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ
کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہو اس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ شرح بیان کیا ہو اسکو ابن کمال نے ہم
یہ جواب ہو ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تصویر کی کراہت اسوجہ سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث
جبریل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہو مذکور ہو کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت
ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتھ مین تھا اسکو زمین پر ڈالا
پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل
تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گھر مین تھا ہم ایسے گھر مین نہین
جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونون صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین لفظ صورت عام مذکور ہو اور اگر وجہ
کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے بائین ہونے مین شارح جواب
دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہو کہ نماز کی جگہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین ہر چند لفظ تصویر عام ہو مگر وہ اسی تصویر سے مخصوص ہو جو ذلیل
نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہو جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر
ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گھر مین تو ایک پردہ ہو جسمین تصویرین ہین اگر آپ کو انکا
رکھنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقد
فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہو اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب ان تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین
تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہو اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہو ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علما حنفی نے بھی تصریح
کی ہو چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر مین مکروہ نہین یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا گھر مین مکروہ
نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہو **فائدہ** یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہو لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے
حرام ہو کہ اسمین مشابہت اللہ تعالے کی پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہو وکرہ عد الآی والسور والتسبیح
بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انامله وعلیه یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ ہو
نمازی کو شمار کرنا آیتون اور سورتون اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور
مکروہ نہین ہو شمار کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہو صلوۃ التسبیح جو حدیث
مین مذکور ہو یعنی اسمین بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاوے **فرع** سئلہ الحقہ الشارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق مین اور سبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہے اور اسکو اصطلاح عوام مین تسبیح کہتے ہین
یعنی کچھ دانے ایک ڈورے مین پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھین جنپر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو اس سے آسان
اور افضل بتائے دیتا ہون اسطرح پڑھ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ہُوَ خَالِقٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ
مِثْلَ ذٰلِکَ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ تو اس حدیث مین اسکو کنکریون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان
اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے مین پرو
لیتے ہین اسطرح کی زیادتی منع مین کچھ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہان اگر نمود اور شہرت کے لیئے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا یکرہ قتل
حیۃ او عقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا
اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنے کے لیئے ہے اسلیئے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین مین ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ
چیزون کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم انکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا
جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لیئے ہے کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے
کے لیئے اسکا نہ مارنا اولیٰ ہوا کہ اسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہے اور نہایہ مین ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی ملتقطا
مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے
تصحیح نماز کے فاسد ہونے کی کی ہے درصورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑھنا
بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کی طرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانے کا ہو اسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف
او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قران کی طرف یا تلوار کی طرف کو مطلق
یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کی طرف یا چراغ کی طرف یا آگ کی طرف جو روشن ہو اسلیئے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین
نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمین صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہو تا اگر کوئلہ
یا چنگاری بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی العنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہین نماز اس فرش پر جسمین تصویرین
ہون بشرطیکہ تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اسکی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل ملحقہ
شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پاؤن تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے
اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہے کہ حدیث مین انسے نہی وارد ہے اسلیئے کراہت تحریمی
معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ ہے زور کی
سانس کے ساتھ بلغم کا نکالنا تنخم بتائے فوقانیہ دونون وخائے معجمہ ہے اور بعض نسخون مین تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے طحطاوی نے
ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور کھنکھار کر کے بلغم نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہے چنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی و کل عمل
قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے و ترک کل سنۃ و مستحب
اور مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ موکد ہوگی تو عجب نہین کہ اسکا ترک مکروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد نسخ

بحدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا اور مکروہ ہو بدون حاجت اُٹھا لینا بچہ کا نماز مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہو وہ منسوخ ہو اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ
لشغلا یعنی نماز مین ایک شغل ہو جو اور باتون کا مانع ہو م یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہوسکتا ہو یہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین اپنی نواسی بی بی امامہ کو اُٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو انکو اتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اُٹھا لیتے تھے اس
سوال کا جواب ایک تو یہی ہو جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہو مگر یہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا ہجرت سے پیشتر کی ہو اور قصہ بی بی امامہ کا
ہجرت کے بعد ہو تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہوسکتی ہو اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہو کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپ کو اسکی ضرورت تھی
کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اُٹھانا مکروہ نہین البتہ بدون حاجت
مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم له او لغیرہ اور مباح ہو نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو
ان جیسے عذروں سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا اُبلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی
یا کسی دوسرے کی م اسیطرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اُٹھا لیجائیگا تو جائز ہو کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین
وللخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت او جماعۃ اور مستحب ہو نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف
نہ ہو وقت کے جانیکا یا جماعت کے م شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہو تو اُسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت
فوت ہو جاوے اور خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہو کہ نماز پڑھنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہو کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے
نزدیک نماز نہوگی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہو نماز توڑ دینا واسطے فریادرسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے م طحطاوی نے کہا
کہ ظاہر یہ ہو کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہو اندھے کو کنوئین مین گرتے دیکھنا لا لنداء احد ابویہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم
انہ یصلی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہین جائز ہو نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز مین
اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہو گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین جواب نہ دے
اور اگر معلوم نہو تو جواب دے م ماں باپ سے مراد اصول ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہو یہان تک بیان نماز کے اندر کے
مکروہات کا تھا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہو جو نماز کے باہر ہون مگر نماز کے توابع مین سے ہون ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء
بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہو بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منھ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ
تحریمی ہو پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح تر قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین م وجہ کراہت کی یہ ہو کہ صحاح ستہ
مین مروی ہو کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ کیطرف منھ نکرو نہ پشت بلکہ اسکو داہنی طرف کر لو یا بائین اور یہ حکم مرد و عورت دونون کو یکسان ہو اور کراہت بول
و براز کے وقت ہو پانی سے استنجا کرنے کے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ
سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحو القبلۃ جیسے مکروہ تحریمی ہو بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کیطرف
کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرنا حرام ہو جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہو کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ
فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہو دونون پاؤن کا پھیلانا سونے مین یا سوا سونے کی حالت
مین قبلہ کے طرف یعنی پاؤن پھیلانا دانستہ مکروہ ہو اسلیے کہ یہ بے ادبی ہو کہا ہو اسکو ملا باکیر نے م طحطاوی نے کہا کہ عمداً کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے
پھیلاوے تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پاؤن کے پھیلانے کے مانند ہو حکم ایک پاؤن کا اور بالغ اور لڑکا اسی حکم مین برابر ہین

شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہوگی مگر آگے آویگا کہ قبلہ کی طرف پانون پھیلانے سے آدمی کی گواہی قبول
نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریمی ہے وَ اِلیٰ مُصْحَفٍ وَ شَیْءٍ مِّنَ الْکُتُبِ الشَّرْعِیَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی مَوْضِعٍ مُرْتَفِعٍ عَنِ الْمُحَاذَاۃِ فَلَا یُکْرَہُ قَالَہُ الْکَمَالُ
یا مکروہ ہے پانون پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کی طرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو
پانون کی سیدھ سے تو پانون پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہے اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی وَ کُرِہَ غَلْقُ
بَابِ الْمَسْجِدِ اِلَّا لِخَوْفٍ عَلٰی مَتَاعِہٖ بِہٖ یُفْتٰی اور جیسے مکروہ ہے قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہے
شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہے کہ غلق باب لغت خراب ہے اغلاق باب فصیح ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے
نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ اور خوف متاع کی صورت مین
بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وَ کُرِہَ تَحْرِیْمًا الْوَطْءُ فَوْقَہٗ وَالْبَوْلُ وَالتَّغَوُّطُ لِاَنَّہٗ مَسْجِدٌ اِلٰی عَنَانِ السَّمَاءِ وَاتِّخَاذُہٗ طَرِیْقًا بِغَیْرِ عُذْرٍ وَصَرَّحَ
فِی الْقُنْیَۃِ بِفِسْقِہٖ بِاعْتِیَادِہٖ اور مکروہ تحریمی ہے صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہے تحت الثریٰ سے لیکر آسمان
کی سطح تک اور مکروہ ہے ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہے آدمی کے فاسق ہو جانے کی مسجد کو رستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر
عادت کریگا کہ راستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہو جائیگا وَاِدْخَالُ نَجَاسَۃٍ فِیْہِ وَعَلَیْہِ فَلَا یَجُوْزُ الْاِسْتِصْبَاحُ بِدُہْنٍ نَجِسٍ فِیْہِ وَلَا تَطْیِیْنُہٗ
بِنَجِسٍ وَلَا الْبَوْلُ وَالْفَصْدُ فِیْہِ وَلَوْ فِیْ اِنَاءٍ اور مکروہ ہے اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ گارا
کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب و خون لیا جاوے ﻫ فتاوے عالمگیری مین ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو
وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہو اُس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہے وَ حُرِّمَ اِدْخَالُ صِبْیَانٍ وَمَجَانِیْنَ حَیْثُ غَلَبَ تَنْجِیْسُہُمْ وَاِلَّا فَیُکْرَہُ
اور حرام ہے داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہے ﻫ شامی نے کہا کہ مراد حرام
ہونے سے مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہے کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہے کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شرا اور شور و غل
اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس نہونے کے لڑکون کا
لیجانا مکروہ تنزیہی ہے وَیَنْبَغِیْ لِدَاخِلِہٖ تَعَاہُدُ نَعْلِہٖ وَخُفِّہٖ وَصَلٰوتُہٗ فِیْہِمَا اَفْضَلُ اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو
کہ آلودہ نجاست نہون اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہے ﻫ وجہ افضلیت یہ ہے کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہے
کہ نماز پڑھو جوتون کو پہن کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہے کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانے کے عرف مین داخل بے ادبی ہے اور
خوف مسجد کے فرش کے آلودگی کا بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین یہ خوف نہ تھا کیونکہ مسجد شریف مین اُسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین
لَا یُکْرَہُ مَا ذُکِرَ فَوْقَ بَیْتٍ جُعِلَ فِیْہِ مَسْجِدٌ بَلْ وَلَا فِیْہِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِمَسْجِدٍ شَرْعًا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اُس گھر کی چھت
پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اُس جگہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین ﻫ یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے
ہوتی ہے اور گھر مین ایک جگہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو جاتی وَاَمَّا الْمُتَّخَذُ لِصَلٰوۃِ جَنَازَۃٍ اَوْ عِیْدٍ فَہُوَ مَسْجِدٌ فِیْ حَقِّ جَوَازِ الْاِقْتِدَاءِ
وَاِنِ انْفَصَلَ الصُّفُوْفُ رِفْقًا بِالنَّاسِ لَا فِیْ حَقِّ غَیْرِہٖ بِہٖ یُفْتٰی نِہَایَۃٌ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے سو وہ مسجد ہے
اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اُسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہے
جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے حق مین کذا فی النہایہ ﻫ بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین

تو اسمین بول وبراز وجماع جائز ہوتا حالانکہ بانی نے اسلیے نہین بنوایا تو لائق یہ ہے کہ یہ امور درست نہون اگرچہ ہم اسکو مسجد نہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہے
جسکی تصحیح محیط مین کی ہے کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعہ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہے
کذا فی الشامی فيحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حياض واسواق لا قوارع ہے پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور
مکان جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فناء مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازارون کی مسجدون مین
نہ شارع عام کے مساجد مین ہم فناء مسجد وہ مکان ہے جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو حوض کے پاس بنا دیتے
ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اسپر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو تجار نافذ بازار مین نماز کے لیے بنا لیتے ہین جیسے
سوداگرون کی سراے مین ہوا کرتے ہین غرضکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین وہ در حکم مسجد نہین
مگر انمین اعتکاف نکیا جاے کذا فی الشامی ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها
خصوصا في جدار القبلة قاله الحلبي وفي حظر المجتبى وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى وظاهره ان المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ
اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنے کا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہے یعنی خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہے تکلف کرنا باریک نقش ونگار
اور اسکے مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہے اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر مین ہے کہ بعض فقہاء نے کہا کہ نقش ونگار محراب مین مکروہ ہے نہ چھت اور پچھلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا
اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے تو اسکو یاد کر لینا چاہیے ہم یعنی پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار
دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب سے غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہے اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی برا ہے کیونکہ خشوع سب کے لیے
مستحب ہے اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی ہے کذا فی الشامی بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف فانه
حرام وضمن متوليه لو فعل النقش والبياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كافي والا اذا كان لاحكام البناء او الواقف فعل مثله لقولهم
يعمر الوقف كما كان وتمامه في البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنے والا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے
نقش کرنا حرام ہے اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش ونگار یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہے کہ ظالم
چھین لینگے تو اسوقت نقش کرنے کا مضائقہ نہین کذا فی الکافی اور مگر اس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنے والے نے اسطرح کے
نقش بنوائے ہون تو اس صورت مین بھی ضمان نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاے جیسی پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہے ہم مال حلال کی قید اسلیے
لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش ونگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے کذا فی الشامی عن البحر **فرع**
مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد
مکہ معظمہ ہے کیونکہ اسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہے ان اول بيت وضع للناس پھر مسجد مدینہ منورہ ہے جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہے ہزار نمازون کے اسکے سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے
کیونکہ ثواب کی زیادتی کی اسکے اندر حدیث مین وجود ہے پھر مسجد قبا بالضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس على التقوى من اول
يوم الاية ہے ان چارون مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہے جو قدیم تر ہو پھر وہ ہے جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے
نقل کی ہے اور بحر الرائق مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور انکے بعد محلہ کی مسجدون کو اور انکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہے
اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہے کہ جنمین وسعت زیادہ

اور جماعت بہت ہوتی ہو اور انمین سے افضل وہ ہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی
و مسجد استاذہ لدرسہ و سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد اپنے استاد کی اوس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہی یعنے قدیم تر
اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے
محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہی کہ اگر محلہ کی
مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اسیمین جا کر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اوسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون
تو جو پیشتر بنی ہو اوسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم
تحری الاول اولی و ھو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر الحاق کی گئی ہی وہ ثواب مین
اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنے مقدار الحاق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی الگ کرنی بہتر ہی اور اصل مسجد سو ہاتھ کا طول
اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے سلطان روم مرحوم نے
ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط الصلوۃ مین قبلہ کی بحث سے پیشتر گذر چکا
وہان دیکھنا چاہیے و یحرم فیہ السؤال و یکرہ الاعطاء مطلقا و قیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین دینا
ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا کیا ہی
چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی
اللہ تعالی نے اونکی تعریف کی اس آیت مین (و یؤتون الزکوۃ و ھم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اوسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
و انشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اونکا پڑھنا
مکروہ نہین ہم کھوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی
تو کہو کہ خدا تعالی اوسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نہ ملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالے
کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اونکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر اونمین ذکر زمانون اور استون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان
کی ہجو یا بیوقوفی کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت
کی برے اشعار پر محمول ہی کذا فی الشامی و رفع صوت بذکر الا للمتفقھۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے
والون کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اسنے خالی ہو تو
بعض علماء کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اوسکا فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنے والا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ
پاتا ہی اور اکثر علماء ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی خیر الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی و الشامی
بتصرف و الوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اوسکے پانی سے گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے
خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اوس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت
کے نہانے کا ہی و غرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز و تکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اونکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا نز بفتح نون و تشدید زا معجمہ زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ میں ہی کہا اگر جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختوں کے لگانے کا مضائقہ نہیں اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہی اور فتاوی عالمگیری میں ہی کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اُنکے مسجد تنگ نہو اور نہ جماعت میں خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اُنکے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہی (واکلٌ ونومٌ الا لمعتکفٍ وغریبٍ) اور مکروہ ہی مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں (ودخول اکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا کل موذٍ ولو بلسانہ) اور مکروہ ہی مسجد میں آنا کھانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمیں بدبو آتی ہی اور منع کیا جائے ایسا مسجد میں گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان درخت بدبو میں سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہی اُس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہی انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہی کذا فی الطحطاوی (وکل عقدٍ الا لمعتکفٍ بشرطہ) اور مکروہ ہی مسجد میں ہر معاملہ یعنے معارضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہی بموجب اُسکی شرط کے ہم شرط یہ ہی کہ اُس چیز کی حاجت اُسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد میں نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی (والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ) اور مکروہ ہی مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہی کہ کلام ہی کی خاطر مسجد میں بیٹھے یعنے اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہی کہ کراہت کو مطلق رکھنا موجہ تر ہی یعنی کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہی ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہی اور اسمیں حرج بھی بہت ہی (وتخصیص مکانٍ لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسًا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درسٍ بل ولاھل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوۃ فیہ) اور مکروہ ہی خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہی اُسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہی ہٹانا دنیا بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قرات یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہی کہ جو شخص اُس محلہ والوں سے نہو اُسکو مسجد میں نماز سے منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صفوں میں خلل پڑتا ہو تو اُسکا اُٹھا دینا بھی نمازیوں کو جائز ہی (ولھم نصب متولٍّ وجعل المسجدین واحدًا وعکسہ لصلوۃ لا لدرس او ذکرٍ) اور جائز ہی محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہی دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر اُنمیں جائز ہی کذا فی النھر (فی المسجد عظةٌ وقرانٌ فاستماع العظة اولی) مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہی ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہی اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں اُنکے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ یہ ضرور ہی (ولا ینبغی الکتابۃ علی جدرانہ ومنابرہ) نہیں لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیواروں پر ہم یعنے اسلیے کہ گر کر پامال نہوں کذا فی البحر اور مثل اسکے ہی رقعوں پر کچھ لکھ کر دروازوں پر چپکانا کذا فی الطحطاوی (ولا بأس برمی عش خفاشٍ وحمامٍ لتنقیتہ) اور کچھ مضائقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینکدینا واسطے مسجد کے صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہی اسکی تقریر یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو اُنکے گھروں میں تو دور کرنا گھونسلوں کا مخالف ہی اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہی جو شرعًا مطلوب ہی اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہی

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہی وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور بکسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہی چنانچہ آگے

آتا ہے اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعاً نفل اُس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل سُنّۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہے اور اسکا اُلٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالانکہ عنوان میں صرف وتر اور نوافل
مذکور ہیں سنتوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ھو فرض عملاً وواجب اعتقاداً وسنۃ ثبوتاً وبھذا وفق ابن الہمام بین الروایات
وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں عملاً فرض ہے اسکے یہ معنی
کہ عمل میں اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہونا اور اسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہے ویسی وتر میں ہے اور اعتقاداً
واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی ہے
اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد کہ امام اعظم سے
وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونے کی دوسری واجب ہونے کی تیسری سنت ہونے کی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے اور واجب
اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطاً وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا کہ
کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا اور ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف پھیری ہے اور یا ہے
شرح منیۃ المصلی میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونے کی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد له کعکسہ بشرط خلافاً لھما ولکنہ یقضی ولا یصح قاعداً
ولا راکباً اتفاقاً اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اسکے عکس کے یعنی
وتر میں یاد ہو گا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازیں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وتر کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک سنت
ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنی ہر چند سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز ہیں مگر
صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وھو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود
ولو عاد ینبغی الفساد کما سیجیء وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز
فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب کے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے آمین وہ نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے
اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جاوے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطاً
وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی انکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتیں احتیاطاً پڑھے اور وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونے کے قائل ہیں تو اس
لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قراءت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث وزیادۃ المعوذتین لم یختارھا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں
سورۃ اعلیٰ اور دوسری میں سورۃ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورۃ اخلاص کے سورۃ فلق
اور ناس پڑھنا مختار نہیں ویکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعاً یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنے کے اپنے
دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھاوے اور
ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل رکوع کے ویسن الدعاء المشہور ویصلی علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتویٰ ہے دعا قنوت مشہور یہ ہے اللّٰھم انا نستعینک
ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللّٰھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک

نسعیٰ ونحفد ونرجو رحمتک ونخشیٰ عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق اور حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
قنوت کے لیے مجکو یہ دعا سکھائی اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک
تقضی ولا یقضیٰ علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک طحطاوی اور شارح منیہ نے کہا کہ بہتر ان دونوں دعاؤں کو
قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود ہے اور نووی و حلبی نے کہا کہ مستحب ہے کہ یوں کہے وصلی اللہ علی سیدنا
محمد النبی وآلہ وسلم اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے وصلی اللہ علی النبی بہرحال درود پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی
رہتی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی
الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار یا تین بار اللھم اغفرلی کہے یا تین بار یارب کہے وصحح الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ونحفد بدال مھملۃ
بمعنی نسرع فان قرأ بالذال المعجمۃ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مھملۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث مرسل میں جو وارد ہے الجد بکسر جیم و تشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے
دوجگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرۂ فا اور ضمہ دال مہملہ ہے اسکے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز
فاسد ہوجائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ بے معنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بے معنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے یحفد بہا یعنی جلدی
لیتا تھا چلنے میں اپنے دونوں بازوؤں سے ویخافت بھا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ
اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا
رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصحح الاقتداء فیہ ففی غیرہ اولیٰ ان لم یتحقق منہ ما یفسدھا فی
اعتقادہ فی الاصح کما بسط فی البحر شافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتداء حنفی کا پیچھے
شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا بالطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی امر ایسا متحقق نہو جو نماز
کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیرنے سے
صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مخالف ہے امام سنت ہونے کا
معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں جو اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام
سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولیٰ درست ہونا چاہیے اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا
معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب پڑھنے والے کا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا
مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی وکذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی
کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف واجب و مسنون ہونے کے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت بھی متحد ہوگی
ویأتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت
پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہو اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے قنوت
پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کو لٹکائے ہوئے کہ ہم آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں عرب کے چند قبیلوں پر جنہوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد بددعا فرماتے تھے جب آپ نے ان پر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا
کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات

محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع مین اُسکو یاد کیا تو رکوع مین اُسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اُسکے محل
یعنے اُسکا پڑھنا محض قیام مین تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر روایت مین یعنی رکوع کو چھوڑکر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمین قنوت واجب کے لیے
فرض رکوع کا چھوڑنا ہے دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام کر کے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع
لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءة تامة وسجد للسہو قنت او لا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھکر دوبارہ رکوع نکیا تو اُسکی نماز
فاسد نہوگی بسبب ہونے اُسکے رکوع سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین
ہو سکتی ہین ایک یہ کہ رکوع مین قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اُٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اُٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا
نہ رکوع مین نہ اُس سے کھڑا ہو کر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو واجب ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ ہوا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ
وتابعہ ولم یقرء منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفة فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدة لا فی غیرہا فیہ اگر امام نے
رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے کے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے
اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اُسکو پورا کر کے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اُن امور
مین ہو کہ ارکان ہین یا شرائط نماز کے مفسد ہین نہ غیر ارکان وشرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدر ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل ایک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت
مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر اُن فرائض وواجبات مین واجب ہے جبکہ کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہ کہنی چاہیے کہ قنوت
کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادا ے سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے
اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہین قنت فی اول الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ اما لو شک انہ فی ثانیتہ او
ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک فیہ حلبی تکرار اگر نمازی نے وتر کی پہلی
رکعت یا دوسری مین بھول کر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑھے اور اگر اُسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری مین ہے تو قنوت کو مکرر
کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑھکر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اُسمین قنوت پڑھے کیونکہ دونون رکعتون پر احتمال ہے کہ تیسری ہو اور
فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا یہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے
کی دونون کو یعنی بھولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ و بحر الرائق مین بھی موافق حلبی کے قول کے ہے والمسبوق یقنت مع امامہ فقط ویصیر
مدرکا بادراک رکوع الثالثة اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اُسکی آخر نماز یہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا
مشروع نہین اور ہوجاویگا پانے والا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اُسکو مل گئی اب باقی دو
رکعتون مین اگر قنوت پڑھے گا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اُسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلة فیقنت الامام فی الجہریة
وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول ہے کہ سب نمازون مین پڑھے
جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑھنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑھے اور عبارت شارح
مین سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی قائل قنوت
پڑھنے کا نہین اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کہ سری نماز کے قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے پھر قنوت کا موقع نماز فجر مین
دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے کذا فی الشامی ہم فائدہ یہ ایک کلام کی بات ہے حسنتر یتبع فیہ الامام تو حُقّہ قعود اول وتکبیر عید

و سجدة تلاوة و سهو وادعية لا يتبع فيها زيادة تكبير عيد و جنازة و ركن و قيام لخامسة پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت کیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اول سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزون کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اسے رہجائین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ انمین متابعت امام کی نکیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اسکا ساتھ ندے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیرون سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہوجانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے هم شامی نے کہا کہ چوتھی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہی تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نتھی و ثمانية تفعل مطلقا الرفع لتحريمة والثناء وتكبير انتقال وتسميع وتسبيح وتشهد وسلام وتكبير تشريق اور آٹھ باتین ہین کہ مطلق کیجائے یعنے امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھون کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم دعا سبحانک اللهم الخ سوم تکبیر انتقال یعنے ایک رکن سے دوسرے مین جانے کو الله اکبر کہنا چہارم سمع الله لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنے التحیات اس صورت مین کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اول مین امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنے اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی سلام پھیر لین کذا فی الطحاوی ہشتم تکبیر تشریق و سن مؤكدا اربع قبل الظهر و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها بتسليمة فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة ولذا لو نذرها لا يخرج عنه بتسليمتين و بعكسه يخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسلیے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس مین یعنی نذر کے دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چارون کو پڑھا تو نذر سے باہر ہوجائیگا و ركعتان قبل الصبح و بعد الظهر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدية لجبر النقصان والقبلية لقطع طمع الشيطان مشروع ہوئی ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنے فرائض مین کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اسکی کمی کو پورا کردینگی اور مشروع ہوئی ہین پہلے کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتون کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نتھی اسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا هم ان سنتون کی موکد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق مین ہی کہ سنت موکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی و يستحب اربع قبل العصر و قبل العشاء و بعدها بتسليمة وان شاء ركعتين وكذا بعد الظهر لحديث الترمذي من حافظ على اربع قبل الظهر واربع بعدها حرمه الله على النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلے عصر اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کردیتا ہی یعنی اسکو دوزخ مین نڈالیگا و ست بعد المغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة او ثنتين او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین مین لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کی طرف چھ رکعتین ایک سلام سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی هم وجہ اسکے مشکل ہونے کی یہ ہی کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ سے بہت دیر تک رکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جاوے وهل تحسب المؤكدة من المستحب و يؤدى الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم اور کیا شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحبہ میں اور ادا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ ہان هم کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار رکعتین جو بعد ظہر یا عشا کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہی کہ وہ چارون جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر دو سنت موکدہ کے ملکر چار شمار ہوتی ہین یعنے تم

ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا ہونگی و خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب نمازی چار رکعتین ایک سلام سے پڑھیگا تو دو سنت
موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرم ای ندباً ویباح رکعتان خفیفتان قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ
ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے حاصل تقریر کمال کا یہ ہی کہ قبل مغرب کی دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ
اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقاً ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء
اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتون کو چھوڑیگا نہین پہونچیگی اسکو میری
شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہین کہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری
نہ فرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالباً شفاعت خاص ہی جو زیادتی درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی
تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل بوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعداً ولا راکباً اتفاقاً بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے واجب ہونے کو کہا ہی تو نہین جائز پڑھنا اسکا بیٹھ
اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونے کی صورت مین بیٹھ کر اور سواری پر نا جائز ہونا ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین
اسلیے نا جائز ہی کہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعاً فی الفتاوی بخلاف باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی
چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ اسکو انکا ترک کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگون کی اسکے فتوے
کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگون کے ہجوم کے باعث او سنتون کو ترک کردے اور بعد فراغت پانے کے پڑھ لے جیسے جماعت فوت ہونے کے خوف سے
ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعاً کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اسکا منکر
ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتون کے کہ انکی قضا نہین ہم شامی
نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر قضا انکی نہ چاہیے ولو صلی
رکعتین تطوعاً مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعاً فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزی عن رکعتیہ علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتداۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین
اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ مین مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین
پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اسکی وجہ بیان کیا ہی کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلاً بتسلیمۃ
لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون مین
اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین اور افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ
رات کو دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہی ہم اس فتوے کو معراج مین عیون کی طرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم کے قول سے
امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصراً ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیاً
فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی مین ظہر اور جمعہ کی پیشتر کی چار سنتون مین اور جمعہ کے بعد کی چار مین اور
اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو اسپر سجدہ سہو ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سجدہ سہو نہین کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتون مین درود پڑھنے سے سجدہ سہو کا
لازم آنا مسلم نہین کیونکہ انکا حکم اور سنتون کا سا نہین اسلیے انکو دو سلامون سے پڑھنا درست ہی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا لتاکدہا اشبہت الفریضۃ

اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح یعنی سبحانک اللھم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں بوجہ اسکے کہ ظہر کے فرض کے مشابہ ہوگئی ہیں وفی البواقی
من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ لان کل شفع صلوٰۃ وقیل لا یاتی فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور باقی نوافل چار رکعت
والیوں میں درود پڑھے قعدہ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعاء استفتاح پڑھے اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور
بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے اس قول کو قنیہ میں ہم نماز نذر کو اسواسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب عارضی ہو اور حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا
فی الطحاوی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی ونجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر من ثلاثۃ اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک سجدہ
کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہے اسمیں نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ
اول یہ ہے کہ قیام ہر چند وسیلہ ہے مگر اسکے طول کی خوبی اس باعث سے ہے کہ اسمیں قرأت بہت ہوگی اور قرأت اگرچہ تمام قرآن کو پہونچ جاے سب فرض ہوگی بخلاف
رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے کہ قرأت کے رکن زائد ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں
قرأت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ھذا قول محمد وان مذھب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع قلت ھکذا لانہ یستحق الجنۃ مع بالحمد
فقط قنیۃ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں
میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے مجتبے کے اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد کیطرف فقط پس تو خبردار ہو جا ہم حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہے یا مشکل کیطرف اور مجتبی اسکے بدل واقع ہوا ہے
وھل طول قیام الاخرس افضل کالقاری لم اره اور کیا گونگے کا زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ
گونگا چونکہ حکما قاری ہے تو اسکا قیام بلاشبہہ افضل ہے ویسن تحیۃ رب المسجد وھی رکعتان واداء الفرض او غیره وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنھا بلانیۃ
اور مسنون ہے تحیۃ المسجد یعنے تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی
نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے ہم رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد میں حذف
مضاف ہے کذا فی الحلبۃ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنے جب کسی عذر سے مسجد میں
چند بار جاے تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر ہم اور یہ جو حدیث میں آیا ہے
کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپنے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو
رکعتیں ہیں سو اٹھ اور انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منھا لحدث او غیره یقول اربعا کلمات التسبیح الاربع اربعا
میں کہتا ہوں اور ضیا معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار
یعنے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص
ثوابھا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیۃ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں کے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط
نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح
ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہے صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادھا
وبلقمۃ او شربۃ لا تبطل اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں
تو سنتیں باطل نہونگی ولو جیء بطعام ان خاف ذھاب حلاوتہ او بعضھا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے کا
اسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتیں پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے ہم یعنی عمل مخالف عدم

جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہو جانا بھی عذر ہی تو اسکے لیے سنتون کو تاخیر کر سکتا ہی ولو اخرھا لآخر الوقت لا تکون سنۃ و قیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہو کہ سنتین ہو جائینگی ھ شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہو اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہو اسپر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتین ساقط ہو جاتی ہین اور اصح یہی ہو کہ ساقط نہین ہوتین **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے لا اسفار بسنۃ الفجر افضل و قیل لا خوب چاندنی مین پڑھنا سنت فجر کا افضل ہو اور ایک قول یہ ہو کہ خوب چاندنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہو ھ شامی نے کہا کہ مؤید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہو خلاصہ سے منقول کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورۂ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھ کر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹے رہتے یہان تک کہ موذن تکبیر کے لیے آپ کی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن و اوفی بالمنذور فہو السنۃ و قیل لا نذر کیا سنتون کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی ھ نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتون کی نیت کر کے توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زاید ہو جائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی وجوب نہین کہ سنت نرہین اراد النوافل ینذرھا ثم یصلیھا و قیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کر لے پھر پڑھے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے ھ نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتون کو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنے کی یہ ہی کہ نفلین جب نذر کی نماز ہو جائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائیگا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان رآھا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو اگر انکو حق سمجھتا ہو تب تو ترک سے گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے ولا افضلیۃ للنفل عند التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہو جانے کے اُنسے اور صحیح تر قول افضل ہونا اُس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو ھ وجہ مکان پر بہتر ہونے کی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہی سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہی یہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہی کہ خشوع و اخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے مستثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنے ہین کذا فی الشامی و ندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے ھ اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہو کذا فی الطحطاوی اور تحیۃ الوضو مین بھی سورۂ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی و ندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال و وقتہا المختار بعد ربع النہار اور مستحب ہین چار رکعتین یا چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار ایسے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی و فی المنیۃ اقلہا رکعتان و اکثرھا اثنا عشر و اوسطہا ثمان وھو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ و قولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما اکثرھا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتون کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور نسائی مین سند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونے کا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونون سے اور اکثر رکعتون یعنے بارہ کا ثبوت تو صرف آپ کے قول سے ہی فقط یعنی جو دونون سے ثابت ہو وہ اولی ہی بہ نسبت اسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی فہذا الوصل لا کلہ

بسلام واحد اعلم وفضل فکلام زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح المنہاج اور آٹھ رکعتون کا افضل ہونا اس صورت مین ہو کہ بارہ رکعتون کو ایک سلام سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا
پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہو مصر ابن حجر نے کہا ہو کہ اکثر اور افضل مین فرق اسی صورت مین ہوگا کہ اکثر
ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتین مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلین ہو جائینگی تو ظاہر ہو کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا
کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہو وممانی بالمندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ
اور مستحبات مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنے کی اور سفر سے آنے کی ہم طبرانی نے روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے
بہتر نائب نہین چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑھتا ہو اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا
کہ سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑھ کر اسمین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی
وصلوٰۃ اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہو نماز تہجد اور اسکی کمتر رکعتین بموجب بیان جوہرہ
کے آٹھ ہین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیئے افضل ہو اور اگر آدھون آدھ کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہو ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن
کی نوافل سے افضل ہو اور اسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہو چنانچہ مسلم مین مروی ہو کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہو پھر اسمین اختلاف ہو
کہ نماز مذکور مستحب ہو یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اسکی روسے سنت معلوم ہو
ہو شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہو اور اسی وجہ سے حلیہ مین کہا کہ اشبہ
یہ ہو کہ تہجد سنت ہو پھر اسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہو نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہو کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گھر والی کو جگادے پھر دونون دو
رکعتین پڑھین تو وہ دونون اللہ کے بہت ذکر کرنے والون مین لکھے جائینگے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابو داود کی حدیث مین معلوم ہوتا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تھین اور حاوی قدسی مین ہو کہ آپ کا اقل تہجد دو رکعتین تھین اور زیادہ آٹھ رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون
کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھ ہین پھر اگر تہائی ہی چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیے
بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہ ہو کہ رات کے چھ حصہ کرکے پہلے تین حصہ مین سووے اور چوتھے اور
پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سووے کیونکہ صحیحین مین مروی ہو کہ اللہ تعالی کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہو کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی
رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیۃ واحیاء لیلۃ العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ وتکون بکل عبادۃ
تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہو جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتون کا اور مستحب ہو جاگنا پندرھوین شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہو جاگنا دس راتون اخیر رمضان المبارک
کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم لیئے جاگنا وہ معتبر ہو جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو
عام ہو کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اسکی
نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھونگا تو اسکو شب بیداری کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی
ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اسکے کرنے اور نہ کرنے مین تردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے اللہم انی استخیرک الخ چنانچہ دعاء مذکور
کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھدی ہو اور مستحب ہو اس دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا اور بہتر ہو کہ اول رکعت مین سورۃ کافرون پڑھے اور دوسری مین اخلاص
اور ایک بزرگ سے منقول ہو کہ پہلی رکعت مین یہ بھی پڑھے وربک یخلق ما یشاء و یختار یعلنون تک اور دوسری مین وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار
عمل کو کرے پھر بعد اسکے جو بات اسکے دل مین آوے اسی پر کاربند ہو کہ خیر اسمین ہو اور شرح شرعہ مین ہو کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے اگر خواب مین سفیدی یا سبزی

دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نہ کرے کہ برا ہے کذا فی الشامی واربع صلوۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہے صلوۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانے کے دس بار پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جاوینگے دوم حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدۂ اول اور جلسہ اور سجدۂ دوم میں دس دس بار بعد سجدۂ دوم کے دس بار کہ کر دوسری رکعت کو اٹھے ان دونوں طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام ہی میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قرات کے ہے اور دس بار بعد سجدۂ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدۂ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہیں اسلیے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسے کے نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونوں طور حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتیں معین آپ کو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورہ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سواے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہو جاے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاے تو دوسرے ہی رکن میں اسکو پڑھ لے مثلاً رکوع میں بھول جاے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدۂ اول میں بیس بار پڑھے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچھتر ہو جاے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہ لے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نہ کرے بلکہ دل میں گنتا جاے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جاے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللھم انی اسئلک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور ہفتم اسکی تسبیح میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہ اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالی معاف فرمائیگا کذا فی الشامی بتصرف واربع صلوۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور شرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین

انشاءاللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر اسمین اور اسمین کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق مین یہ لکھا کہ
استخارہ حاجت آیندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجودہ کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتون کی روایت مین کلام ہے ۔ وتفرض القراءۃ عملا فی رکعتی الفرض مطلقا اما
تعیین الاولیین فواجب علی المشهور اور فرض عملی ہے قراءت فرض کی دو رکعتون مین کوئی سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہے
مذہب مشہور کے بموجب هم فرض عملی ہے یعنی اعتقادی نہین کہ اسکا منکر کافر ہو بلکہ شدت سے گناہگار ہوتا ہے کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلیٰ قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور کی قید اسلیے
لگائی کہ وہ قول نکلجائے جسمین اول دوگانہ مین فرض کہا ہے یا بعضون نے افضل بیان کیا ہے کذا فی الشامی وکل النفل للمنفرد ولان کل شفع صلوٰۃ لکنہ لا یعم الرباعیۃ
الموکدۃ فتأمل اور فرض عملی ہے قراءت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہین چار رکعت والی سنت
موکدہ کو پس تامل کر هم نہ شامل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ انکے قعدہ اولی مین درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت مین دعاء استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے اشارہ ہے جواب کا جو
شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن موکدہ سبب تاکید ہونیکے مشابہ فرض مین تو انہین دونون باتون کی نہین قراءت کا فرض ہونا ہر رکعت مین نفل ہونے کے ہے اور درود کا نہ پڑھنا اور دعا کا
نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے ہے کذا فی الشامی وکل الوتر احتیاطا اور فرض عملی ہے قراءت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا ولزم نفل
شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام لثالثۃ شروعا صحیحا قصدا اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کرکے تیسری رکعت کے لیے کھڑا
ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصدا هم صحیح شروع سے وہ صورت نکلگئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصدا سے وہ صورت نکل گئی کہ شروع گمان
کیا ہو مثلا اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر مین نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصدا شروع نہین ہوئی کذا فی الشامی حاصل یہ کہ شروع
صحیح قصدا کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی الا اذا شرع متنفلا خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی ناویا ذلک الفرض بعد تذکرہ او تطوعا آخر لیکن قضا
لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کو پیچھے فرض پڑھنے والے کے پھر نفل کو توڑ کر اسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا هم پہلے
مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلا فرض ظہر پڑھ چکا ہون امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر ابھی نہین پڑھا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا
تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آئی نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیے کہ اسکی نیت ادا نماز کی امام کے ساتھ ہی سو دونو
صورتون مین حاصل ہے کذا فی الشامی او فی صلوٰۃ ظان یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنیوالے کے پیچھے هم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلا عشا کی فرض پڑھی تھی
چاہی اس گمان سے کہ ابھی نہین پڑھی اور اسکے پیچھے ایک دوسرے شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشا اسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو نہ اسپر قضا ہے نہ اسکے مقتدی پر شامی نے
کہا کہ بحر الرائق مین مقتدی پر اس صورت مین قضا مذکور ہے تو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین او امی او امرأۃ او محدث یا قضا لازم نہوگی امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے مین اسلیے
کہ شروع نماز کا صحیح نہین هم مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدا مین وجوب قضا مناسب ہے اسلیے کہ اسمین شروع صحیح ہوتا ہے اور قراءت کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی یعنی تفسد فی الحال مما لو اختار المصنف ثم افسدہ لزمہ القضاء مراد یہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بغیر امام کے ترک کرنیکے فاسد کر دے تب قضا لازم ہوگی
اور اگر مقتدی نے نماز کا اٹھ جانا پسند کیا پھر کچھ دیر کے بعد اسکو فاسد کیا تو اسکو قضا لازم ہوگی هم یہ صورت خاص اس صورت سے متعلق ہے جسمین اقتدا گمان والے کے پیچھے مذکور ہے
اور عورت او امی وغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہین کذا فی الشامی ولو عند غروب وطلوع واستواء علی الظاہر نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہے اگرچہ شروع غروب یا طلوع
آفتاب اور ٹھیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے فان افسدہ حرم لقولہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم الا لعذر ووجب قضاءہ
ولو فسادہ بغیر فعلہ کمتیمم رای ماء ومصلیۃ حاضت پس اگر نمازی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ باطل نکرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت سے فاسد
کرنا حرام نہین جیسے اوقات مکروہہ مین شروع کرنا کہ اس صورت مین فاسد کرنا چاہیے اور واجب ہے قضا اس نفل کی اگرچہ فاسد نمازی کے اختیار سے نہ ہوا ہو جیسے تیمم والا کہ نماز مین پانی کو دیکھے
اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جاوے کہ فساد اول مین انکا اختیار نہین مگر قضا نماز و روزہ کی لازم ہے اسطرح اگر عذر کے باعث خود فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی

کذا فی الشامی واعلم ان ما یجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وھو النذر وسیجیٔ وما یجب بالفعل وھو الشروع والنوافل جمعہا او جاننا چاہیے
کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم پکڑنے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں
اور شاعر کا قول اُن نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں ۔ من النوافل سبع یلزم الشارع اخذا لذلک مما قالہ الشارع صوم صلوٰۃ طواف
حجۃ رابع عکوفہ عمرۃ احرامہ السابع ان نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنے والے کو لازم ہوجاتی ہیں یہ حاصل ہوا ہے اُس قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنیوالے
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوسرے روزہ نفل تیسرے طواف نفل چوتھے حج نفل پانچویں اعتکاف کرنا معتکف کا چھٹے عمرہ نفل ساتویں احرام نفل ہم طواف شروع کرنے سے سات پھیرے
پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اسوقت ہوسکتی ہے جب اسکی میعاد اقل ایکدن ہو یعنی ان لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے انکے نزدیک تمام دن اقل مدت کا
اور قول صحیح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں لیکن اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت میں قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگے گی اسقدر سے اعتکاف
ادا ہوجاویگا اور فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج
یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پھر اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لو نوی اربعاً
غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول او الثانی ای دتشہد للاول والا یفسد الکل اتفاقاً اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر
مؤکدہ کی کی ہو موجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو
یعنی بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہوجائینگے بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوتا کہ اسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر
مؤکدہ نفلوں کا ہے اور اگر مؤکدہ سنتوں میں سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے
مشروع ہیں اور انکے دونوں دوگانوں کا حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض
اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولے کے ہم یعنی ان تین صورتوں میں
ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کے پڑھنے والے کے پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہییں کذا فی الشامی کما
یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح
بناء الثانی علیہ فہذہ ست صور لزم فیہا رکعتان جیسے دو رکعتیں قضا کرے اگر قرات ترک کرے نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قرات ترک کرے
صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں نہ انکے سوا اور صورتوں میں
ان چھ صورتوں میں قضا دو رکعتیں اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا تو یہ چھ صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونے کی وقضی اربعاً فی ست صور
لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول وبصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے
قرات کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت میں قرات کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام
مسائل ثمانیہ ہے جنمیں سے چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انھیں آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں لیکن دو میں تین
چھ کو حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قرات پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم نہیں قضا لازم
ہونیکی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھے دیتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قرات کی جگہ ق اور ترک قرات کی جگہ صفر دینگے اور ترتیب بھی
رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہیں کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی
تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن یقضی اذا لم یفعل لیکن وہ صورت باقی ہے جسمیں نمازی نے قعدہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	؍؍

،،	٠	٠	ق	ق
،،	٠	ق	ق	ق
،،	ق	٠	ق	ق
،،	ق	ق	٠	ق
،،	ق	ق	ق	٠
،،	٠	ق	٠	٠
،،	ق	٠	٠	٠
چار کی قضا لازم ہوگی	٠	ق	٠	ق
،،	ق	٠	ق	٠
،،	ق	٠	٠	ق
،،	٠	ق	ق	٠
،،	٠	٠	٠	ق
،،	٠	٠	ق	٠
چارون صحیح ہونگی	ق	ق	ق	ق

نہ کیا ھم اُسکی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونون رکعتون مین قرات نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کردیا اُسکا حکم یہ ہے کہ چار رکعتین قضا کرے اجماعًا کذا فی النہر و قعد و لم یقم لثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیئے نہ اُٹھا ھم اُسکی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول مین قرأت ترک کی اور قعدہ اُسکے لیے بیٹھا اور تیسرے کے لیئے نہ اُٹھا تو اسمین صرف دو رکعتین قضا کرے کذا فی النہر او قام و لم یقیدھا بسجدۃ او قیدھا بسجدۃ و مابین المتداخل یا تیسری کے لیئے اُٹھا اور اُسکو سجدہ سے مقید نہ کیا یا مقید کیا سجدہ تین ہوا اور متداخل صورتون کو تمیز کرھم یعنی پہلے دوگانہ قرأت ترک کرکے تیسری رکعت سے پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کردی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اسکا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابویوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین مگر انکا حکم متحد ہے چنانچہ بعض نے متداخل کو ملا کر آٹھ صورتین لکھی ہین حالانکہ واقع مین پندرہ ہین وحکم مؤتم و لو فی تشہد کامام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا ہو مثل امام کے ہے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہے اور اُسکا اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اُسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو فلو اقتدی ناویا اربعا و قعد قدر التشہد ثم نقض لا ناہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتون کی اور بیٹھا بقدار تشہد کے پھر توڑدیا نماز کو اسلیئے کہ اُسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او شرع فی فرض ظانا انہ علیہ ثم تذکر اداءہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض نمازکو اُسکے ذمے ہے پھر یاد آیا اُسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہوجائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اُسنے نماز کو شروع کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی اربعا فاکثر و لم یقعد بینہا استحسانا لانہا صارت صلوۃ واحدۃ فتبقی واجبۃ الخاتمۃ ھی الفرض یا قضا نہین اگر پڑھین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ مین نہ بیٹھا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہوجانے ہر دوگانہ کو جدا نرکھا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولی واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا قم یعنے قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جبکہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہوگیا تو اُسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیئے بیچ کا قعدہ استحسانًا فرضون کے قعدہ کی طرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا و فی التاترخانیۃ صلی الف رکعۃ و لم یقعد الا فی اخرھا صح خلافا لمحمد و یسجد للسہو لکن ینبغی ان یتعین فلیحفظ اور تاترخانیہ مین ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتین اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ قعدہ کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھی کسی دوگانہ کے شروع مین کیونکہ یہ دونون ابتداء نماز مین ہوتی ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم ایک نسخہ مین بجائے شرح کے تشریح بتقدیم تشین لکھا ہے اور ایک نسخہ مین توشیح لوا ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی و یتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء و کذا بناء بعد الشروع بلا کراھۃ فی الاصح کعکسہ فیہا اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑھے بیٹھ کر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھ کر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنے کے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ کھڑا ہوکر کرے اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اُسکے عکس کے یعنے بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہوکر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹھ کر نفل پڑھنے مین ثواب لوگون کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے ھم فی الاصح راجع ہے بلا کراہت کی طرف

اور اسکا مقابل الامداد و وقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انھون نے کراہت پر یقین کیا ہے بنا کی صورت مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے مستثنیٰ کیا کہ آپکا ثواب قیام و
قعود مین یکسان ہے بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوٰۃ مفروضۃ مثلہا ای فی القراءۃ او فی الجماعۃ ۸ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض نماز کے اسکی
مثل نماز اپنی کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز
مثل اسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا عام مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پہلے ویسی ہی سنتین ہین
اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جائے یعنی مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصراً ولا تعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دوہرائی جاے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنی اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسے باعث شبہ ہوگیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت مین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعاً بثلث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو اگر
یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور
کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پچھلی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہون تا کہ اعادہ انکا واجب ہو جاتا بلکہ
غالباً انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپنے قراءت پڑھی تا کہ نفل ہوجائین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو وتر
اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھ لیتے تھے تا کہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہوجاے اور قعدہ کا زیادہ ہونا
نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تھی تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے کہ یہ
روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفل کما فی التشہد علی المختار ۸ اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے
اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف فضیلت مین ہے نہ جواز مین یعنی مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے اگرچہ
اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہوجائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین
کذا فی الشامی ویتنفل المقیم راکباً خارج المصر محل القصر مومیاً فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء
عندنا او علی سرجہ نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم بحالت سواری مین شہر کے باہر یعنی ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز
یا زین پر سجدہ کریگا تو سجدہ بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو گرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے وقت قبلہ
رو ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور یا رکاب پر
نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولیٰ سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل لا باس بہ اور اگر سواری کے
جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکباً ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادنی الکامل مما وجب ناقصاً
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہوگیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز جبکہ اور دوسری اسکی عکس ہے ہم یعنی پہلی صورت مین نیت اسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اتر کر انکو ادا کیا

توشروع کی نسبت زیادہ کامل طور پایا گیا اور دوسری صورت میں تکبیر تحریمہ اس نماز کی ہے جسکا پڑھنا رکوع و سجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چھوڑ
نہیں سکتا کذا فی البحر ولو افتتحها خارج المصر ثم دخل المصر اتم على الدابة بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیه الاکثر قاله الحلبی وقیل یتم راکبا مالم
یبلغ منزله قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی
اُتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچے
سے اُتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلة او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کے طرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اُتر
پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب تفسد لانه عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو
فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اُترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اس طرح کہ دونوں پاؤن ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہ مسئلہ
شارح نے مکرر اسلیے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کر کے ضعیف طور پر ادا درست نہو گا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہے کذا
فی الشامی ولو صلی على دابة فی شق محمل وهو یقدر على النزول بنفسه لا تجوز صلوته علیها اذا كانت واقفة الا ان تكون عیدان المحمل على الارض
بان ركز تحته خشبة اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اس پر سے اُتر سکتا ہے تو اسکی نماز اونٹ پر درست نہو گی جبکہ اونٹ ٹھہرا ہوا ہو
مگر یہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان جو
سواری پر ہو جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اُترنے کی صورت میں یا کیچڑ
گارا وغیرہ ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہی جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ اسکے ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف
کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرا لینے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذروں کے باعث ٹھہرا نہ سکے تو
جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوٰۃ على العجلة ان كان طرف
العجلة على الدابة وهی تسیر او لا تسیر فهی صلوٰۃ على الدابة فتجوز فی حالة العذر المذكور فی التیمم لا فی غیرها اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا
جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہو گی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ہم عجلہ بفتحتین بوجہ لادنے کی گاڑی
کو کہتے ہیں جو کہ انجن کی طرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال ونفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیه
الوجه وفقد رفقة ودابة لا تركب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرة الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینھ کا برسنا اور گارا جس میں منھ غائب ہو جائے
یعنی منھ جا دھسے اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا جس پر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ہم شامی
نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو كان مع امه مثلا فی شق محمل
واذا نزل لم تقدر علی ركوبه وحدها جاز له ایضا كما افاده فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہو کوئی مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایک طرف میں اور جب وہ اُترتا ہے تو اُسکی ماں اکیلی سوار نہیں ہو سکتی
تو اُس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم لیعنی محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا تھم سکے
تو دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانها كالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمین جائز ہے اگر وہ ٹھہری ہو
کہ سبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر ٹھہری ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہان ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ ہمیں علماء ہند
مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض وواجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اس میں آدمی
نماز... وضو اور فرض... پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اتنے عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے سوار کو کوئی عذر نہیں [illegible]

مسئلہ نماز در ریل

پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اُسکے شروع کرنے کے معتبر ہی گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس جاتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہی پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی مل جائیگا تو اُسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نتھا دونو طرف کی دلیلین مین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کے طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والون کا درست ہی چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہی کہ مسافر قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہی کیا اُسکو درست ہی کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہی کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہی گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی مل جائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہی چنانچہ حلبہ کے باب التیمم مین مجتبیٰ سے منقول ہی کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے هذا كله في الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسيرها المكان یہ سب یعنی نہ قادر ہونا اُترنے پر او محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جو ریلون پر ہو نا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لیے ہی بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہی کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوا ہی نفل کے اور نمازون مین شرط ہی اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہی قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہی تا کہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہی اور کھڑا نہین کر سکتا تو حلبہ مین مذکور ہی کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہی اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور وجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا في الشامي واما في النفل فيجوز على المحمل والعجلة مطلقا فرادى لا بجماعة الا على دابة واحدة اور نفل کا حال یہ ہی کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہی نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہی خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا في الشامي ولو جمع بين نية فرض ونفل ولو تحية رجح الفرض لقوته وابطلها محمد كالائمة الثلثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض و نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہی اُس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک و احمد و شافعی رحمہم نے یعنے فرض و نفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا في الطحطاوي ولو نذر ركعتين بغير طهر لم تلزمه عند محمد ولو بغير قراءة او عريانا لزمه عند ابي يوسف ولو نذر بغير قراءة او عريانا او ركعة ولزمه ركعة عند ابي يوسف وهو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قرارت کے یا حالت برہنگی مین تو قرارت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہی طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بیموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہی کہ عندہ کی ضمیر امام کیطرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واهدره الثالث اي محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنی محمد رحمہ نے تو انکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہی اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہی جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر والے کے حق مین نماز بدون طہارت کے ادا ہو سکے حق مین بدون قرارت کے عبادت ہی تو نذر معصیت نہوئی کذا في الشامي ولو نذر عبادة في مكان فاداها في اقل

تم فجاز لحصول المقصود القربة خلافا لزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پھر اُسکو ادا کیا ایسے مکان مین جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے
کم تھا تو ادا ئے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہے اور وہ ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر اور تینوں اماموں کے ولو نذرت عبادۃ کصوم وصلوٰۃ
فی غد فحاضت فیه یلزمها قضاءها لانه یمنع الاداء لا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے
روز مین پھر اُس روز مین وہ حائضہ ہوگئی تو لازم ہوگی اُس عورت کو قضا اُس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا ئے عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا امام شامی نے
کہا کہ ضمیر لانه کی حیض کیطرف ہے جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذرت یوم حیضها لا لانه نذر معصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن کی
کی یعنی یون کہا مثلاً کہ جس دن مین حائضہ ہون اُس دن اتنی نفلین پڑھون یا روزہ رکھون تو اُسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہے معصیت کی یعنے یوم حیض
عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہ نذر ہی درست نہوئی التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا
تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردون اور عورتون کے حق مین بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد
مبارک حضرت عمرؓ کے درمیان ہوئی اور اُسکے بعد سے آج تک صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہے کہ اکثر علما نے اسکے
مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت مؤکدہ ہونے کی تصحیح ہدایہ وغیرہا مین کی ہے اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو
صرف مردون کے حق مین سنت بتاتے ہین یا سرے سے سنت ہی نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ابی بن
کعبؓ کو امام مردون کا کیا تھا اور تمیم داری عورتون کو نماز پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوٰۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح
نماز عشا کے بعد ہے فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول مین ہم وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہ کہ تمام شب اُسکا وقت ہے تو اس صورت مین آفتاب کے
غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو ماتن نے
ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہے اور غایة البیان مین کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہے اور تیسرے
قول کو ہدایہ اور خانیہ و محیط مین صحیح کہا ہے اور کافی مین اسکو جمہور کیطرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته
پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نکلی ہون اور امام وترون کے لیے کھڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہوگئی ہون ہم یہ تفریع تیسرے
قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو رہا ئیگا اور دونون قولون پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہون
تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک
تہائی تک یا اُسکے نصف تک اور نہین مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے
تو جب اصل عشا مکروہ ہے تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور فضل نماز شب مین یہی ہے کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصرا
ولا تقضی اذا فاتت اصلا ولا وحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنة مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نکی جا
اصلا یعنی نہ جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلین مستحب ہو جاینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہو جانے سے
قضا نہین کیجاتین ہم طحاوی نے کہا کہ ولا وحدہ بیان ہے اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا
قضا پڑھ سکتا ہے والجماعة فیها سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا الا لو ترک بعضهم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہے اصح قول مین پس اسیے
مثلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو اُنمین سے بعض نے چھوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے
حق مین علی الکفایہ سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جاے وکل ما شرع بجماعة فالمسجد فیه افضل

قال الحلبی اور جو نمازیں کہ جماعت سے شروع ہیں انکیں مسجد افضل ہے کما ہو اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بہ نسبت گھر پڑھنے کے وھی عشرون رکعتہ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت انکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تو تکمیل کرنے والی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات فلو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراھۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہوجاینگی ورنہ ایک دوگانہ کے قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم نے سلف سے انکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے علی ما قال ویجلس ندبا بعد کل اربعۃ بقدرھا وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلوۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں کے مقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہیں چاہیں اُس توقف میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن کا ایک بار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جاے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں کچھ اوپر چھ ہزار ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی لکن فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اُسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گران نہو اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرا ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیٔ فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم یعنے جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاھدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کی برابر ہو اسیطرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ سست اور بیدل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہے ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے سنت وہی ہے ویأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوۃ ویکتفی باللھم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللھم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر پڑھ جاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور اللھم صل علی محمد پر اکتفا کرے کہ اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ھذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قرات کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحوں کے بعد توقف کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی ذکرہ قاعد الزیادۃ تاکدھا حتی قیل لا تصح من قدرۃ القیام

یعنی بادشاہی اور ملک و سلطنت والا اور عزت اور بزرگی اور قدرت اور بڑائی اور ... والا [illegible]

اور مکروہ ہی تراویح کا بیٹھ کر پڑھنا بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہان تک کہ بعض فقہا نے کہا ہی کہ بیٹھ کر درست نہین باوجود قادر ہونے کے کھڑا ہونے پر ہم یعنی اگر کھڑا ہو کر
پڑھنے کی طاقت نہو تو بیٹھنا مکروہ نہین اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہی اسلیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہی کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی الرکوع الامام
للتشبہ بالمنافقین جیسے مکروہ ہی دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقون سے ہم یعنے مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کو
نماز کا شروع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی منافقون کے حال مین وَاِذَا قَامُوا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوا کُسَالٰی یعنے جب نماز کو کھڑے
ہوتے ہون تو کھڑے ہون سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہی ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ
اور اگر لوگون نے جماعت فرض مین ترک کی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہی جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہون وہ
تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے
امام کے ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہی کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے ہم مراد اس سے یہ ہی کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑھا تو وتر جماعت سے
پڑھ سکتا ہی لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہون تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر تراویح
کی جماعت سب نے ترک کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہرا وتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر مین جماعت کا
مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہی تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان
ای یکرہ ذلک او علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہر اور نہ پڑھا جاے وتر اور نہ نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنون مین یعنی جماعت وتر اور نفل کی ان دونون مین مکروہ ہی بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھین چنانچہ درر مین ہی
اور خلاف نہین اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر ہم چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے تو بلا کراہت
درست ہی شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل مین درست ہی مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب وبراءۃ
وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ سے
کہ مکروہ ہی اقتدا کرنا صلوۃ رغائب مین اور صلوۃ برات اور صلوۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچھے جماعت سے نذر کی تمام ہوا
قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہی کہ نہین چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم رجب کے پہلے جمعہ کی شب مین بارہ نفل صلوۃ
رغائب کہلاتی ہی یہ نماز ۴۸۰ مین ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والون کی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ کے شارحون نے تصریح کی
کہ جو کچھ اس باب مین مروی ہی سب باطل اور موضوع ہی اسکی جماعت کے لیے اہل روم یہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتون کو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت نفل کی نرہے واجب کی
ہو جاے اور صلوۃ برات سے مراد پندرھوین شب شعبان کی ہی نفلین ہین اور صلوۃ قدر سے ستائیسوین شب رمضان کی نفلین ہین انہین بھی جماعت مکروہ ہی تو جماعت سے
نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین ہی کہ اگر امام امامت
کی نیت نکریگا تو اسکے حق مین کراہت نہو گی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان مین پڑھا جاے وتر اور قیام رمضان
جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہی یعنے وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ
ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت ہی یا گھر پر پڑھنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی لیکن شارح وہبانیہ نے
وہ عبارت نقل کی ہی جسکا مقتضا یہ ہی کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہی اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اوپر
قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازین جماعت سے مشروع ہین انکو مسجد مین پڑھنا افضل ہی اسکے رو سے معلوم ہوتا ہی کہ قول اول ہی راجح ہی

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا میں طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلیے کہ سواے کیفیت جماعت میں ملنے کے اور مسائل بھی اسمین مذکور ہین

شرع فیھا اداء خرج النافلۃ والنذر والقضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا اقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وھو فی غیرہ قطعھا

لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو اداکے طور پر پھر اُسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اُسکی نماز پڑھنے کی جگہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر

حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر اُنکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو اُنکو قطع نکرے اور

اقامت سے غرض اُسی جگہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اُسکے غیر مین ہو مثلاً یعنے موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست

نہین بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور

اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل پر یعنے مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کا لو ند ہت دابتہ دفار قدرھا او خاف ضیاع درھم من مال

ولو کان فی النفل فجنازۃ تحضرہ خاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاے اُسکی سواری کا جانور یا اُبلی ہانڈی یا عورت کی یا خوف کرے

تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہووے نمازی نفل نماز مین یا جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے یعنے اگر فرض نماز

پڑھنے مین جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنے

فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور اُنکے مثل کے ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ

فی الصلوۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اُسکی ماں یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اُس سے یعنے فریاد خواہی کے وقت جواب دے

اور اسمین ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اُسکو پکارا تو جواب ندے ورنہ جواب دے صاحب بحر الرائق

نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے

لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قائما لان القعود مشروع للتحلل وھذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ

ھو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک

سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے یعنی اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑکر امام کا اقتدا کرے وھذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی

بسجدۃ وقیدھا بھا فی غیر رباعیۃ او فیھا ولکن ضم الیھا رکعۃ اخری وجوبا لم یا تم احرازا للنفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا

اقتدا اُس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی مین سجدہ کیا ہو لیکن

اُس رکعت مین دوسری رکعت ملادے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع

کیے پھر اُسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو توڑکر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب

بھی توڑکر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اسمین اور ملاکر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر

و مغرب مین اُس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کرے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلاثا منھا ای الرباعیۃ اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا

ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراھۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو اُنکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا

کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ تحریمی ہونے نفل کے بعد عصر کے یعنی چاہیے کہ اگر

تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑکر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطع مطلقا ویتمہ رکعتین وکذا سنۃ الظہر

وسنة الجمعة اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوة واحدة ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحہ الکمال
اور شروع کرنے والا نفل مین قطع کرے کسی حال مین یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جا یا امام خطبہ
پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتین پڑھے قول راجح کے موجب کیونکہ وہ چارون ایک نماز ہین اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہین ہو بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اُس قول کے کہ ترجیح دی ہو اُسکو کمال نے
ہم قطع کرنا کمال کے لیے نہین اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اُسکو دوبارہ جماعت مین پڑھتا ہو تو اُسکا توڑنا کامل
کرنے کے لیے ہو اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہو کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع کر دے اور ہدایہ مین بظاہر اسکو اختیار کیا ہو کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل
من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ او لا اور مکروہ تحریمی ہو بسبب ممانعت کے نکلنا اُس شخص کا جسنے نماز نہین پڑھی اُس مسجد سے
جسمین اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلا ہو اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہو کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہو اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہو خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو
یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہو جاوے تو بدون نماز پڑھے اُسمین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہو طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہو صاحب بحر الرائق
کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہو کہ جسنے مسجد مین اذان کو پایا پھر نکل گیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہین رکھتا تو وہ منافق ہو الا لمن ینتظم بہ
امر جماعة اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمہ ان یعود نہر مگر نکلنا اُس شخص کو
مکروہ نہین جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اُسمین لوگون نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی سبق کے لیے
اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اُسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النہر ولا لمن صلی الظہر والعشاء وحدہ مرة فلا یکرہ لہ
الخروج بل ترکہ للجماعة الا عند الشروع فی الاقامة فیکرہ لمخالفتہ الجماعة بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اُس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی
نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اُسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہو اُس
شخص کو نکلنا بسبب اُسکی مخالفت کرنے کے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل و جماعت دونون حاصل کرنے کے لیے کذا فی
الطحطاوی ولا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہة النفل بعدہا ولیس فی المغرب بحمل المحظورین البتیراء ومخالفة الامام
بالاتمام اور مگر اُس شخص کو مکروہ نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہو جاوے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے
اگر ان دونون نمازون کو پڑھکر امام کا ساتھ بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا اُن دونون کے بعد مکروہ تحریمی ہو اور مغرب کی نماز مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہوگی یا ایک
رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے ہم بتیر التصغیر ہو بتیرا کی اور بتیرا اُس ایک رکعت کو کہتے ہین جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بنیت نفل کریگا تو اُس سے
یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت بتیرا ہو جاوے اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتین پڑھکر اُنمین چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہو وفی السراج ینبغی ان
یجب خروجہ لان کراہة مکثہ بلا صلوة اشد اور نہر الفائق مین ہو کہ مناسب یہ ہو کہ جماعت ہو چکنے کے وقت اُسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اُسکا مسجد مین بدون
نماز کے زیادہ مکروہ ہو بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم یعنی محیط مین کہا ہو کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہو کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہة التنفل بالثلاث
تنزیہیة وفی المضمرات لو اقتدی فیہ لا یاثم مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہو کہ تین رکعتین نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہو اور مضمرات مین ہو کہ
اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو گنہگار نہوگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید مین مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہو حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہو اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت
کی کر دی ہو اور غایة البیان مین کہا ہو کہ تین رکعتون نفل کا پڑھنا بدعت ہو اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہو اور صاحب بحر الرائق
نے کہا کہ حدیث مین بتیرا سے ممانعت وارد ہو تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہو کذا فی الطحطاوی واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتہا
ترکہا لکون الجماعة اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کے اُسکی سنتون مین تو سنتون کو

ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل ترھم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہی اسکے سوا وعید ترک جماعت کا زیادہ ہی بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی (ولا یأتی بہا ان رجا ادراک رکعۃ) فی ظاہر المذہب (وقیل التشہد) واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر (بل یترکہا) بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہی کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہی مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نکرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہی یعنے سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہی اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہی کہ فعل مکروہ کو نکرے ھم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہی فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہی کہ اگر جماعت سے کی التحیات بھی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین اسی پر یقین کیا ہی اور شرح منیہ مین بھی یہی ہی اور بدروازہ مسجد سے یہ غرض ہی کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہی کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اُس سے کم کراہت یہ ہی کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین (ثم ما قیل) یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا ویقضیہا (مردود) بان درء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہی کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کیلیے اللہ اکبر کہے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہی بہتری کے کھینچنے سے ھم فقیہ اسمعیل زاہدی نے یہ کہا ہی کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تا کہ انکی قضا واجب ہوجاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھے کیونکہ یہ واجب ہین سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام حلوانی نے رد کیا ہی کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہی چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہی علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کیلئے شروع کرنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہی تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہی کذا فی الطحطاوی (ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح) لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضون کی قضا کے زوال سے پیشتر نہ بعد اسکے صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہی تو غیر اس وقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا ھم وقت مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہی اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہی جو مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کی ہی مجملاً یہ ہی کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہان تک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپ نے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہی کہ یہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اُس پر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہی کہ بعد زوال کے بھی تنہا قضا درست ہی اور کافی مین ہی کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہین (بخلاف سنۃ الظہر) وکذا الجمعۃ (فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یاتی بہا) علی انہا سنۃ (فی وقتہ) ای الظہر (قبل شفعہ) عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ (واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا) بخلاف سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتون کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہی کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز (ولا یکون مصلیا جماعۃ) اتفاقا (من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع) لانہ منفرد ببعضہا (لکنہ ادرک فضلہا) ولو بادراک التشہد اتفاقا (لکن ثوابہ دون المدرک) لفوات التکبیرۃ الاولی (واللاحق کالمدرک) لکونہ مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہی بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے اقتدا کرنے والے کی نسبت کم ہوگا بسبب نملنے تکبیر اولی کے اور لاحق یعنے جسکی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہین ہوئی مثل مدرک کے ہی

ثواب پانے مین بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے ہم حاصل یہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہو اور مسبوق کو
ان دونون سے کم ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نمازمین کی یہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بھی یہی ہی
کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہین ملیگی ولکن مدرک الثلاث لا یکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتون کا
پانے والا چار مین سے جماعت کے ساتھہ نماز کا پڑھنے والا نہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنے تین رکعتون کو پانے سے جماعت کا پانے والا
ٹھہریگا اور ضعیف کہا ہی اسکو بحر الرائق مین ہم صاحب بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین یہ روٹی نکھاؤنگا تو بالاتفاق اُسکی قسم جب ہی ٹوٹے گی جبکہ وہ
کل روٹی کھاے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹیگی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہین کیا جاتا کذا فی الشامی واذا امن فوت الوقت تطوع ما شاء
قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع لتفویتہ الفرض اور جب نمازی بخوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑھے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانیکا
خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات ولما فی حقہ
علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتون کو ہر حال مین اگرچہ فرض تنہا پڑھے صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنے والی ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نمازون مین
اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتین یا اور نوافل پھر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑھیگا یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت موکدہ قطعاً
پڑھے یعنے بلا عذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہی تب بھی ایک روایت مین یہی حکم ہی اور ایک روایت مین اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے
کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتین پڑھے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نص شرعی مین جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہین تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا
مطلقاً نہو ہان اگر وقت کے جانیکا خوف ہو تو انکو ترک کرسکتا ہی ثم قول الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل بما مر فتدبر پھر قول درر کا اگرچہ فوت ہو جاے
نمازی کو جماعت مشکل ہی اُس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سوچ ہم یعنے پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نکلنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی
ترک کرے تو اب یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتون کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت نملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہی اور واقع مین
اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہی اُسکے شروع کو خیال نہین کیا اُسمین مسئلہ یون لکھا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اسنے فرض تنہا پڑھنے چاہے
تو یہ شخص سنتین پڑھے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتین اُسیوقت پڑھی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑھی جائین مگر اصح یہ ہی کہ سنتین پڑھے اگرچہ جماعت
اُسکو ملی نہین مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نملے حالانکہ اُسکا مطلب یہ تھا کہ گو جماعت اُس سے فوت ہوگئی ہی
مگر تاہم سنتین پڑھے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الموتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من
الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا
قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہان تک کہ اُٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا
اسلیے کہ شرکت ایک جزو مین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے بخلاف اس
صورت کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اُسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اُس رکعت کا پانے والا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پہلے
امام کے فراغ سے پیشتر ہم یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تھا اُسکی مناسبت سے یہان بھی قبل
الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتدا اُسیوقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین جزو قیام مین شرکت
ہوئی نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع مین ساتھ نہ دینے سے لاحق ہوگیا کذا فی الشامی مختصراً ومتی لم یدرک الرکوع مع

تجب المتابعة فی السجدتین وان لم تجب الا انه لا تفسد بترکهما او تجب او یسکت پس مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہی امام کی متابعت
دونون سجدون مین اگرچہ یہ دونون سجدے اسکے حق مین شمار نہوں گے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑے گی او فاسد نہوگی نماز ان دونون کے ترک سے
ترک سے ھم بعض ناواقف جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ہم نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع نکلے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدون
مین واجب ہی گو اونکے ذکر نے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ فیہا اذا سلم الامام فقام الی ما فاتته فصلوته تامة وقد ترک واجبا کذا فی الخلاصۃ
پھر اگر مقتدی نے رکوع نہ پایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی کہ جب امام نے سلام پھیرا تو اسنے اٹھکر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہوا اور اسنے ترک واجب کیا
یعنی شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل ان یرکع الامام فلحقه الامام فیه صح لکن یکرہ تحریما
ان قرأ الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہی پہلے رکوع
کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے
رکوع کرتا ہی یا اپنا سر اٹھاتا ہی اسکو یہ خوف نہین کہ اللہ تعالی اسکا سر گدھے کے سر سے بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجبہ ہے یعنی امام تین آیتین
پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھا لیا
انتہی نے رکوع کیا یا مقتدی نے جسوقت رکوع کیا یعنی امام قرات واجبہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی
کذا فی الشامی ولو سجد للمؤتم مرتین وکان الامام فی الاولی لم تجزہ السجدۃ الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ
مین ہو تو مقتدی کو اسکا سجدہ دوسرے سجدہ کا کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی یعنی اگر مقتدی نے دو سجدے کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہی تو مقتدی
کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہی ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہی احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلم خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت
متروکات نکہا واسطے بہتری کے گمان کرنے کے مسلمانون سے کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہی کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہی توبہ کرنے سے اور حج
کرنے سے یعنی اگر متروکات لکہتا تو جھوٹری ہوئی نمازین سمجھ مین آتین چنانچہ نمازین چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمان سے
رہگئین غفلت سے نہ جان بوجھکر اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اس قول کے سبب سے ہی کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو
وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرھا یوم الخندق اور عذر مین سے ہی دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی لڑائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جس دن خندق کھودی تھی چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئین
یہان تک کہ کچھ رات گئے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی
اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست ہی کذا فی الطحطاوی لیشارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہی ثم الاداء لغۃ
فعل الواجب فی وقتہ بالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے معنی ہین کہ واجب اسکے وقت مین کرنا اور سبب تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر
ادا ہوگی ہمارے نزدیک لیکن ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین نماز پوری تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ ہمعون کے نزدیک
نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد
لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا سبب کسی خلل کے سوا فساد کے

یہ تعریف اسلیے کی کہ فقہا کا قول ہی کہ جو نماز ادا کیجاے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجائے یعنی اسکا اعادہ واجب ہی وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہی
شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہی اسلیے کہ اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہوا اُسکا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہی اور نہ یہ کہ اعادہ
خاص ہی وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہی دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونے کی بعد
وقت کے صرف بے دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہی حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہی کہ واجب ہی کہ بحر الرائق کے اس قول پر عمل
نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول جو کہ نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاے اُسکا اعادہ لازم ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونوں صورتوں
مین واجب ہی اور یہی قول راجح ہی وَالْقَضَاءُ فِعْلُ الْوَاجِبِ بَعْدَ وَقْتِهِ وَاِطْلَاقُهُ عَلَى غَيْرِ الْوَاجِبِ كَالَّتِي قَبْلَ الظُّهْرِ اور قضا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتون پر قضا کا کہنا مجاز ہی یعنے قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہی اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہی نہ حقیقۃً

اَلتَّرْتِيْبُ بَيْنَ الْفُرُوْضِ الْخَمْسَةِ وَالْوِتْرِ اَدَاءً وَّقَضَاءً لَازِمٌ يَفُوْتُ الْجَوَازُ بِفَوْتِهِ لِلْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ مَنْ نَامَ عَنْ صَلٰوةٍ وَبِهِ يَثْبُتُ الْفَرْضُ الْعَمَلِيُّ ترتیب درمیان
پانچون فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم ہی فوت ہوتا ہی صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بہ سبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہی ترتیب کا فرض عملی ہونا اھ ترتیب کو صدر الشریعہ نے فرض کہا ہی اور محیط میں شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض
عملی ہی اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا
تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بنایا کہ پوری اسطرح ہی جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اسکو یاد نہ آئے مگر اُسوقت کہ وہ امام کے ساتھ
نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اُسکے بعد اُسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اُسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا انتہی فتح القدیر مین کہا کہ
دعوی اسکے مشہور ہونیکا نا مقبول ہی کیونکہ اسکے مرفوع ہونے مین بھی اختلاف ہی کہ بعض موقوف کہتے ہین چہ جاے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی وَقَضَاءُ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ
وَالسُّنَّةِ فَرْضٌ وَّوَاجِبٌ وَّسُنَّةٌ لَفٌّ وَّنَشْرٌ مُرَتَّبٌ اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہی شارح نے کہا کہ اس عبارت مین لف و نشر مرتب
ہی یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہی اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہی اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہی اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کر کے توڑ دیا ہو
یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی وَمِنْ جَمِيْعِ اَوْقَاتِ الْعُمُرِ وَقْتٌ لِلْقَضَاءِ اِلَّا الثَّلٰثَةَ الْمَنْهِيَّةَ كَمَا مَرَّ اور سب اوقات عمر کے وقت ہین قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتون منع
کیے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہی کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہی اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہی
اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فَلَمْ يَجُزْ تَفْرِيْعٌ عَلَى اللُّزُوْمِ فَجْرُ مَنْ تَذَكَّرَ اَنَّهٗ لَمْ يُوْتِرْ لِوُجُوْبِهٖ عِنْدَهٗ اِلَّا اسْتِثْنَاءٌ مِنَ اللُّزُوْمِ فَلَا يَلْزَمُ التَّرْتِيْبُ اِذَا ضَاقَ الْوَقْتُ
الْمُسْتَحَبُّ حَقِيْقَةً اِذْ لَيْسَ مِنَ الْحِكْمَةِ تَفْوِيْتُ الْوَقْتِيَّةِ لِتَدَارُكِ الْفَائِتَةِ پس نہین جائز ہی فجر اُس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اُسنے وتر نہین پڑھی بسبب واجب ہونے
وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہی لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین یعنی یہ صورت لزوم
ترتیب سے خارج ہی اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے اور نہ جائز ہونے کے یہ معنی کہ نماز فجر کا فاسد ہونا موقوف رہیگا
چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہی تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہین رہتا مثلاً عصر مین آفتاب زرد ہوجاتا ہی تو اس
صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہی کیونکہ وقتی کو فائتہ کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھ حکمت نہین وَلَوْ لَمْ يَسَعِ الْوَقْتُ كُلَّ الْفَوَائِتِ فَالْاَصَحُّ جَوَازُ الْوَقْتِيَّةِ مُجْتَبٰى
اور اگر وقت گنجایش نرکھتا ہو سب فائتہ نمازون کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہی کذا فی المجتبی صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا مع وتر ہی اور
صبح کا وقت اتنا ہی کہ اسمین وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہی تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہی کہ جب تک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی مین اصح اسکو ٹھہرایا ہی
کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وَفِيْهِ ظَنَّ مَنْ عَلَيْهِ الْعِشَاءُ ضِيْقَ وَقْتِ الْفَجْرِ فَصَلَّاهَا وَفِيْهِ سَعَةٌ يُكَرِّرُهَا اِلَى الطُّلُوْعِ [illegible] مجتبی مین ہی

کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا یعنی پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت مین وسعت ہو تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اُسکا سب سے پچھلا ہوگا صورت اسکی
یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشا اور فجر دونون ہو جائین اسلیے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اسمین بھی
یہی خیال کیا کہ دونون نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسیطرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو
کہ وقت مین گنجائش دونون نمازون کی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جاے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بھولنا
عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آوےگی اسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیۃ
لدخولہا فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اُس شمار مین کہ چاہتی ہے مکرر ہونے کو
اور پہونچانے والی ہے تنگی کیطرف ھم یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی
اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازون کو جنمین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی یعنی وتر
نکلجاے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل نہین پھر ترتیب کا سقوط اس
سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازین فوت ہو گئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب
اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف التصحیح رجح اطلاق المتون بحر چھ نمازون کے فوت ہونے سے
ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون معتمد ہے اسلیے کہ جب تصحیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق
کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر ھم قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلاً چھ نمازین صبح ہی کی فوت
ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اُسکی کوئی نماز قضا نکلی اب اگر
کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اُسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلی کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ چھ نمازین حال
کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو صحیح کہا ہے اور معراج مین اسپر فتوی بیان کیا ہے
تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے
اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظناً معتبراً ای یسقط لزوم الترتیب ایضاً بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکراً لترکہ الفجر فسد ظہرہ فاذا
قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکراً للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وھو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اُسکی نماز ظہر فاسد ہو گئی پھر جب اُسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اُسکی نماز عصر کی درست
ہوگی اسلیے کہ اُسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اُسپر کوئی نماز قضا نہین اور وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے ھم یعنی اگر اپنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانتا اور
بعد اسطرح نمازون کے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ اگر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اُسکا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب
ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخارا وعلیہ یتخرج ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر
وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے
بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی
نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اُسپر ترتیب لازم نہوگی یعنی ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے عذر سے
اسپر سے ترتیب ساقط ہوگی کذا فی البحر ھم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ جہالت بھول مین داخل ہے اور ظن معتبر بھی جہالت کی قسم ہے

تو یہ بھی نسیان میں داخل ہوا چنانچہ صاحب بحرالرائق نے انکو نسیان سے لاحق کیا ہے پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین ہیں جو متن والوں نے لکھے ہیں یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بھولنا اور فوائت کا
چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد
لان الساقط لا یعود اور عود نہیں کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہوجانے کے فوائت کی کثرت کیوجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے مائل کمی باعث قضا پڑھ لینے بعض فوائت کے
مذہب معتمد پر وجہ عود نکرنیکی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہیں تو ظاہر ہے کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے
ساقط ہو گیا اب اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازوں سے کم کردیا یہاں تک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ رہگئی تب بھی لزوم ترتیب عود نہ کریگا یعنے
اس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم ہوجائیں تو ترتیب عود کر آتی ہے اور
اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو رد کیا ہے اور محیط اور معراج اور کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کریگا اور ایک
نماز بھی اسکے ذمہ نہ رہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ ببعض
المسقطات السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وھو مؤید لما صحح المجتبی
اور اسیطرح عود نہیں کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنے والی چیزوں کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی تب بھی عود
نکریگی یہاں تک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نمازی ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبی ھم یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط
ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائیگا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہوگی
اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے
خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان
والضیق ثم تذکر واتسع الوقت یعود اتفاقاً ونحوہ فی الاشباہ وفی بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے
کہ اگر ترتیب بسبب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہوگئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اور قاعدہ
کے بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ھم تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت
نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرنیکی تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح بھولنے کے بعد یاد ہونیکی
صورت مجتبی میں اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اسپر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی وفساد اصل الصلوٰۃ بترک
الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ
التی ھی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادس غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس
اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں اور
سب نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہے نمازوں سے اسلیے کہ داخل ہونا
چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی دن کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اس دن کی اداکیں پھر فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازیں دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح
ہو جائینگی ھم یعنے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک
اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا
کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعاً فاسد ہو جاتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعاً

ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوٰۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی یا پانچوین فوت نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی و فی الایضاح لو نقص ستا لا یظہر
صحتہا بل تصیر نفلا و فیہا یقال صلوٰۃ تصحح خمسا و اخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جائین تو ان نمازون پنجگانہ کی
فرضیت ظاہر نہوگی بلکہ نفلین ہو جائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے ظہر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے بیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد تھین فاسد ہو جائینگی
یعنے نفلین ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچ نمازون کو درست کر دیتی ہے اور
دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے ہم جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد
ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہے اور چونکہ
صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہتے ہین شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات و علیہ صلوات فائتۃ و اوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ
نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دینے کی دیا جاسے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون یا مانند صدقہ
فطر کے ہم یعنی آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے اوپر اور ادا نہ کی اور
صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالی و کذا حکم الوتر والصوم و انما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع
مثلا و یدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی انمین سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کے مانند دینا
چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاوے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نماز وغیرہ کا کفارہ ہو کافی ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع
گیہون مثلا قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دیوے اسیطرح جاتی یا دادو ستد ہو کہ کفارہ تمام ہو جاوے ہم یہ حیلہ اس کا ہے
جو اس زمانہ مین باسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز و روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج
معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمہ قرض لیا اور اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین
تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین ولو قضاھا ورثتہ بامرہ لم یجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر
نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہونگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لاوے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت قبول کرتا ہے یعنے وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے اسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسکو دے دیا تو درست ہے ہم یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
مین اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین عدد شرط ہے ایک کو سب دینا درست نہین
کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہوگا یعنی اسپر واجب ہے
کہ وصیت کر جائے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی و یجوز تاخیر الفوائت
وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال و فی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازون کا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہین بسبب عذر کمائی کے
عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنے بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث
تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھے انکو چھوڑنا نہ چاہیے کذا فی الحاوی و سجدۃ التلاوۃ والنذر و قضاء رمضان
موسع و ضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنے نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان تینون کو

جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا حلوانی نے کذا فی المجتبیٰ ہم کہتے حلوانی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہیں اور نذر مطلق کی قید اسلیے لگائی کہ نذر معین کا اُسکے وقت میں ادا کرنا
واجب ہے کذا فی الشامی ولا یعذر بالجہل حربی اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او دلیلہ ولم یوجد
اور معذور رکھا جائیگا جہالت سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اُسپر قضا نہو گی اسلیے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل
علم سے اور وہ دونوں پائے نہیں گئے ہم دلیل علم سے مراد دار الاسلام میں ہونا ہے کہ دار الاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہاں رہنے سے عذر جہالت مسموع نہوگا
اور جسقدر نمازیں فوت ہوئی ہونگی اُنکو قضا پڑھنا پڑیگا کذا فی الشامی تحت قولہ بخلاف مرتد ما فاتہ زمن ردتہ ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر
کالکافر الاصلی جیسے نہ قضا پڑھے مرتد اُن نمازوں کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ ردت میں اور نہ اُنکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہوں بجز حج کے کہ اُسکا اعادہ کرنا پڑیگا
کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہوجاتا ہے تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازوں کی نہیں ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسیطرح مرتد کو تصور
کرنا چاہیے ولذا یلزم باعادۃ فرض اداہ ثم ارتد عقیبہ وتاب ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عملہ اور اسیلیے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اُسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی یعنے
مسلمان ہوا اُسی فرض کے وقت میں کیونکہ فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے اور جو شخص نہ مانے ایمان کو تو اُسکے عمل باطل ہوجاتے ہیں
وخالف الشافعی رح بدلیل فیمت وہو کافر قلنا افادت ثمہ الایۃ احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود
بالموت علیہا افلیحفظ اور خلاف کیا ہے امام شافعی رح نے دلیل فیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو کاموں اور دو جزؤں کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا
اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا وجزائیں ہیں سو اول جزا ردت کی ہے اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ اُس شخص پر اعادہ
فرض لازم نہیں اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ
واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونے کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اُسیوقت مسلمان ہوگیا اور
ردت پر نہیں مرا تو اُسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اُسکی
جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الایۃ میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مرتب
کیا ہے تو اسمیں بھی یہی جاننا چاہیے کذا فی الشامی مختصراً ف ۹۶ مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاؤہا
ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور
مکلف بعد اسکے ہوا وقت کے ہوتے اور سونا مانع خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والا ایماء فانہ فی صحتہ صحیح
ولا یعید لو صح پڑھی نمازیں نے اپنے مرض میں تیمم اور اشارہ سے وہ نمازیں کہ اُسکو فوت ہوئی تھیں اُسکی صحت میں تو درست ہونگی اور اُنکو دوبارہ نہ پڑھے
جب تندرست ہوجاوے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او اخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہوگئیں فوائت نیت کرے اول
ظہر کی یا یعنے سب یا آخر ظہر کی اور اسیطرح روزہ کا حال ہے اگر دو رمضانوں کے ہوں یہی صحیح تر ہے ہم مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا ہوئیں ہیں تو تعیین قضا
ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے لکھا کہ نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اُسکے دوسرے روز کے
ظہر اول ہوجائیگی اسیطرح سب ادا ہوجائینگی اور آخر ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے
تعیین ہوجائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر
معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے یہ کہ اپنی قضا پڑھنے پر دوسرے شخص کو اطلاع نکرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے

۹۷ اور جو شخص پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مرجاوے اور وہ کافر ہو تو ان لوگوں کے

عمل باطل ہوگئے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے اور اسی میں ہمیشہ رہینگے ۱۲

تو اسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم ھ شامی نے کہا کہ ظاہر قضا نماز کا اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

باب سجود السہو

یہ باب ہے سہو کے سجدوں کے بیان میں من اضافۃ الحکم الی السبب سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اسکے سبب کے ھ اسپر یہ اشکال ہے کہ حکم تو وجوب ہے
نہ سجدہ کرنا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل میں وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی والاولٰی بالفوائت لان الاصلاح مافات اور سہو کو فوائت
کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہے جو نماز میں فوت ہوگیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا ہو والنسیان و
الشک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہیں فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم
طرف مغلوب کا نام ہے ھ یعنے حکم کے اعتبار سے تینوں میں فرق نہیں بحر الرائق میں کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو میں کچھ فرق نہیں دونوں کے معنی یہ ہیں کہ نہ
یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے میں تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونوں میں ترجیح ہو تو اسکو ظن
کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع میں ہے کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ معلوم چیز سے غفلت ہوجاے یعنے ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہوجاے اور نسیان معلوم بات کے بالکل
بھول جانے کو کہتے ہیں کذا فی الشامی یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لان المعہود بہ یحصل التحلیل وھو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہیں نماز میں دو سجدے
واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہے
اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ھ یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور
صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونوں سلاموں کے بعد سجدہ سہو کرے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف تو داہنے کو اسلیے شارح نے
ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے واحد کی اور وجہ وجوب سجدہ سہو حدیث ثوبان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز میں اسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ تفریع ہوتا ہے کہ اگر
دونوں سلام پھیردیگا تو اسپر سے سجدہ سہو ساقط ہوجایگا ھ یعنے سلام اول دو چیزوں کے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف
تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسی وجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیردے تو سجدہ سہو نکرے کذا فی الشامی یعنے اس صورت میں تدارک سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا
ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال و اگر سجدہ سہو کیا سلام سے
پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک رح کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت میں اور بعد سلام کے ہے زیادتی کی صورت میں تو معتبر ہے انکے نزدیک قاف قبلیت کا
نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ھ یعنے اگر نماز میں واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہیں
کہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف حاضر تھے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز میں واجب کی کمی اور زیادتی دونوں ہوئی ہوں تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب
میں حیران رہگئے کذا فی الطحاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعود لقوتہا بخلاف الصلبیۃ والتلاویۃ فیرفعہما
وکذا التلاویۃ علی المختار واجب ہیں دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدہ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی
ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدہ سہو واجب تو واجب فرض کو نہیں اٹھا سکتا بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونوں بیکار کردیتا ہے اور اسیطرح
سجدہ تلاوت ہے قول مختار پر ھ اور ایک قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدہ سہو کے ہے کیونکہ وہ دونوں واجب ہیں اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ ہرچند سجدہ تلاوت واجب ہے مگر چونکہ قرات کا
تابع ہے اور قرات رکن ہے اسلیے اسکو بھی اسیکا حکم ہوگیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرات حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہے
و یاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دعا قعدہ اخیر یعنی سجدہ سہو

کے

بعد کے قعدہ میں قعود جلسہ کی قول مختار ہے نواخیر مختار ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاطا ای سجود اذا کان الوقت صالحا فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی
او وجد منه ما یقطع البناء بعد السلام سقط عنه یعنی سجدہ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ
ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کر دے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نمازی سے ظاہر ہو تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جاوے
کذا فی الفتح ہم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی و فی القنیة لو بنی النفل
علی فرض سها فیه لم یسجد اھ قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جسمیں سہو کیا تو سجدہ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا
فی الطحطاوی بترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفة الصلوٰۃ سهوا فلا سجود فی العمد واجب ہیں دو سجدے بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان واجبوں میں سے
کہ صفت صلوٰۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں ہے قصداً واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا قول بترک واجب متعلق ہے یجب سے قیل الا فی اربع ترک
القعدة الاولی وصلوٰۃ فیها علی النبی صلی الله علیه وسلم وتفکره عمدا حتی شغله عن رکن وتاخیر سجدة الرکعة الاولی الی آخر الصلوٰۃ نهر عمداً ترک واجب میں سجدہ نہیں مگر
چار صورتوں کے قول ضعیف میں اول عمداً چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمداً درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمداً اتنا تفکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے مشغول کر دے
چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر ہم علامہ قاسم نے کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت میں ہے نہ درایت میں اور طرفہ یہ ہے کہ تاخیر سجدہ میں رکعت اولی اور آخر نماز تک
کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر عمداً کی تب حکم کیا ہے نہیں کذا فی الشامی والطحطاوی وان تکرر لان تکراره غیر مشروع
اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہو سے چھوٹ جائیں تب بھی اسکو
دو ہی سجدہ سہو لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بترک واجب قبل قراءة الواجب لوجوب تقدیمها جیسے رکوع کرنا قرات واجب سے پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے
ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرآت کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم عاد الرکوع لانه فی تکرار الفاتحة
بعد السورة ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرآت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرآت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرآت
کیطرف عود کرے یعنی قرآت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی ہے الحمد نہیں
پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تا کہ الحمد اور سورہ ترتیب سے ہو جائیں اھ خلاصہ یہ ہے کہ قرآت کیطرف عود کرے یا نہ کرے ہر صورت میں سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی
وتاخیر قیام الی الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبه باللهم صل علی محمد جیسے دیر کرنا کھڑے ہونے میں تیسری رکعت کے لیے مقدار ایک
رکن کے بسبب پڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پڑھانا ایک حرف کا موجب ہے سجدہ سہو کو اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا ہے اللهم صل علی محمد سے ہم اس مسئلہ کا
بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں
مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم رحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ارشاد فرمایا
کہ تمنے سجدہ سہو کا حکم پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اس نے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجهر فیما
یخافت فیه للامام وعکسه لکل مصل فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں جنمیں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدہ ہے اور اسکے عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں
ان نمازوں کے جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدہ سہو ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا صواب یہ ہے کہ قرآت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے
ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تا کہ اسکے ترک سے اس پر سجدہ آوے اھ نقل کیا یہ نقل ملتقط باب الصلوٰۃ فی الفصلین
قائله والاصح ان یجب السهو بهما ای بالجهر والمخافتة مطلقا ای قل او کثر وهو ظاهر الروایة ولعله الحلوانی اور صحیح تر معین کرنا جہر و خفا کا ہے بقدر کہ جائز ہو اس سے
نماز دونوں کو جہر اور اخفا میں کیونکہ کثیر جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی تھوڑا ہو یا بہت

حکایت عجیبہ

اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے
اور پچھلی دو میں فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خفا کی جگہ میں کسی قدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو
صحیح کہا کذا فی الشامی تیسرا فرع علی منفرد متعلق بیجب مقتد بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو کرنا جیسے واجب ہے منفرد پر ویسے ہی
مقتدی پر واجب ہے اسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جائے تو اس صورت میں مقتدی بھی
سجدہ نہ کریگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے کسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت
لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ
ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنے خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر
اس باقی میں سہو ہو جائے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا
تو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعاد اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکے امام کے
سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام
اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنے اسکے ساتھ سجدہ
کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنے آخر نماز میں سجدہ کرے صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی
کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نہ کرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقیدہا بالسجدۃ
ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا
تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی دوبارہ بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں یہ حکم ہے جبتک کہ پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا
فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز صبح کا خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو
والا ای وان استتم قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس
بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نہ کرے بسبب اسکے مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے
واجب یعنے قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنے قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ
فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر
اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب میں بیٹھنے
کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول اشبہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف
قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑ دینا لازم
آتا ہے سو یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس
صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی للمصنف بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم
المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی واجبا بیٹھ جائے اگرچہ خوف ہو ملنے تیسری
رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعت کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کیا

تو مقتدی پر واجب ہے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وظاہرہ انہ لو لم تعد بطلت قلت وفیہ
کلام والظاہر انہا واجبۃ فی الواجب فرض فی الفرض نحر ولنا فیہا رسالۃ جامعۃ فراجعہا اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنی قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے
کہ اگر مقتدی عود نہ کریگا تو نماز باطل ہوجائیگی کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر یہ ہے کہ متابعت واجب ہے واجب نماز میں اور فرض ہے فرض نماز میں نہر اور متابعت کے
باب میں ہمارا ایک رسالہ جامع ہے اسکو دیکھو طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز میں متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہیں
کہ کسی جزو میں قعدہ کی شرکت بھی ضرور ہو (ولو سہا عن القعود الاخیر کلہ او بعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد ما لم یقیدہا بسجدۃ
لان ما دون الرکعۃ محل الرفض وسجد للسہو لتاخیر القعود) اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کل کا یا تھوڑے کو اور کھڑا ہوگیا زائد رکعت کے لیے تو عود کرے جب تک کہ نہ کیا ہو مقید بسجدہ
اسلیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر کر کے بیٹھنے کے شارح نے کہا کہ کافی ہے دونوں جلسوں کا ہونا مقدار تشہد کے یعنی تمام قعدہ جو بیٹھ کر کھڑا ہوا
پھر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلا کلام کیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگیا ہے تب تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی (وان قیدہا بسجدۃ
عامدا او ناسیا تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشیء باخرہ) اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھ کر یا بھول کر تو ہوجائینگے فرض اسکے نفل
وقت اسکے اٹھانے کے پیشانی کو امام محمد رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ تمام ہونا چیز کا اسکے آخر پر ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہوجاتا ہے
اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی کہ سجدہ پورا جب ہوگا جب اسکا آخر ہوچکے گا ہم یہاں شارح نے خلط کردیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بھی
اسکے قائل ہیں کہ فرض نفل ہوجاتے ہیں بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں انکے نزدیک جب فرض نہ رہے تو اصل تحریمہ باطل ہوجاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اختیار شیخین کا ہے تو عند محمد
صرف تقدیر سے متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہوا کہ فرض اصل سے باطل ہوجاتے ہیں وقت سر اٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل ہوجاتے ہیں شیخین کے
نزدیک (فان سبقہ الحدث قبل رفعہ توضأ وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال زہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث) پس اگر پیش ہوا نمازی کو حدث پہلے سر اٹھانے کے تو وضو کرے
اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہوگئی اور حدث نے اسکی اصلاح کردی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کرکے پانچویں رکعت کو
اٹھا اور اسکے سجدہ میں تھا کہ بے وضو ہوگیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اٹھانا شرط ہے اسلیے اسکے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کرکے قعدہ اخیرہ
کرے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے فرض پورے ہوجائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض نفل ہوگئے تو اب بنا فرض نہیں کرسکتا اور آپ کا قول
زہ بکسر زا معجمہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہے معنی عجب کے یہ آپنے اسوقت فرمایا کہ اس مسئلہ میں آپکے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا گیا اور نماز کو فاسد بتایا تو اسلیے فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک
بھی باطل ہوجاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھا لیتا یا اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوچکی اس اعتبار سے فاسد کہا کذا فی الشامی تصرف (والعبرۃ للامام حتی لو عاد
ولم یعلم بہ القوم حتی سجدوا لم تفسد صلوتہم ما لم یتعمدوا السجود وفیہ یلغز ای مصل ترک القعود الاخیر وقید الخامسۃ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ)
اور اعتبار قعدہ کیطرف عود کرنے میں قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا ہے یہاں تک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیوں نے اسکا بیٹھنا نہ جانا تا آنکہ انہوں نے سجدہ کیا تو انکی نماز فاسد
نہوگی یعنی انکے فرض نفل نہونگے جب تک سجدہ عمدا نہ کیا ہوگا اور اسی صورت میں یہ چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسنے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچویں
رکعت کو سجدہ سے مقید بھی کردیا مگر اسکے فرض باطل نہوئے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت میں بیٹھنے سے امام کا رکوع
جاتا رہیگا تو مقتدیوں کا رکوع بھی اسکی متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام
رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کرینگے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہوجائیگی (وضم سادسۃ ولو فی العصر والفجر ان شاء لاختصاص الکراہۃ
والاتمام بالقصد ویسجد للسہو علی الاصح لان النقصان بالفساد لا یجبر) اور ملادے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر میں ہو اگر چاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنیکے
قصد سے اور سجدہ کرے سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہوگئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا ہم اگر چھٹی رکعت نہ ملائے رکعت زائد

تو فجر میں وہ چوتھی ہو گی اور یہ جو کہا کہ کراہت و اتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو تم نے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر و فجر میں ہو تب بھی رکعت ملا لے دوسرے
یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملا لے شارح نے دونوں کا جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اس نفل میں ہے
جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یوں بھی دیا ہے کہ جب نماز ہی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل
ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسی میں یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا ہے اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلبی میں کہا ہے کہ اسمیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب
نفلیں مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلیں باطل ہیں کذا فی الشامی وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قدر التشھد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ
فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام وضم الیھا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ
فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ھنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا
تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے پھر صحیح تر قول یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر وہ عود کرے بیٹھنے کیطرف تو
اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کیلئے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اسپر باقی نہیں اور ملاوے
رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسیکا فتوی ہے اور ایک رکعت اسلیے ملا دے تاکہ دو رکعتیں اسکی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے ولو
قطع لا قضا ولا باس باتمامہ فی وقت کراھۃ علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر توڑ دے یعنی اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اسپر قضا
لازم نہو گی کیونکہ اس نفل کو اسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت میں قول معتمد پر ہم یعنے رکعت زائدہ پر دوسری کا ملانا عصر و فجر کے بعد ہو تو مضائقہ
نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی ملا دے اسکے ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہو گا اسلیے
اس صورت میں ملانے کی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا ویسجد للسھو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں
یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور یونہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے
سلام کے دوسری صورت میں ہم یعنی دوسری صورت میں چند سلام نماز کے آخر میں پھیر لگا چونکہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا ینوبان عن
السنۃ الراتبۃ بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیھما انما کانت بتحریمۃ مبتدأۃ اور یہ دونوں رکعتیں اسکے قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد نہوں
صحیح تر قول میں اسلیے کہ ہمیشگی سنتوں پر مداومت جدید تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کی تحریمہ سے اور ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیھما صلاھما ایضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے
امام کے ان دونوں رکعتوں زائدہ میں تو انکو بھی چھ ہے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاھما
بہ یفتی نقایۃ اور اگر مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف ان دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایۃ شامی نے کہا کہ یہ پچھلی ہی صورت میں ہے یعنی امام اگر قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو اور اگر بیٹھا نہو تو اس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاولی فی النفل سھوا سجد ولم تفسد استحسانا لانھا صار شرع رکعتین شرع
ایضاً وقدمنا انہ یعود ما لم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہو گی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جیسے دو
رکعتیں شروع کی ہیں اسیوقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کیطرف جب تک تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے
کہ سیدھا کھڑے ہو جانے کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہو گئی ہیں ہم یعنی قیاس کے رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہیئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو
فرض ہے اول دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسھا فیھما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیھما لم یبن لہ
ذلک البناء ای یکرہ لہ تحریما لئلا یبطل سجودہ بلا ضرورۃ اور جب پڑھیں دو رکعتیں فرض یا نفل کی اور ان میں سہو ہوا اور بعد سلام کے اس سہو کا
سجدہ کر لیا پھر چاہا کہ اس دوگانہ پر دوسرا دوگانہ بنا کرے تو اسکو یہ بنا کرنا نہیں پہونچتا یعنی یہ بنا اسکے لیے مکروہ تحریمی ہے تاکہ اسکا سجدہ سہو کرنا بدون ضرورت بیکار نہو جاوے

ھ سجدۂ سہو واجب ہے اور واجب کا باطل کرنا بدون ضرورت کے جائز نہیں ہاں اگر اسکے صحیح رکھنے سے کوئی چیز واجب سے بڑھکر ٹوٹی جاتی ہو تو اسوقت باطل کیا جائیگا جیسے اگلے مسئلہ میں ہے بخلاف المسافر اذا نوی الاقامۃ لانہ لو لم یبن بطلت بخلاف مسافر کے کہ اگر اسنے دو رکعتیں پڑھیں اور انہیں سہو کا سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور انہیں دو پر چار کرنا چاہا تو اسکو چاہیے اسلیے کہ اگر وہ بنا نہ کرے اور پورا پڑھنا اسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہے تو اسکی دو رکعتیں پڑھی ہوئی باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کرلیگا تو سجدہ سہو جو واجب ہے وہ باطل ہوگا اور چونکہ واجب کا باطل ہونا نسبت بطلان فرض کے خفیف ہے تو اسکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل ما لیس له من البناء صح بناؤه لبقاء التحریمة ویعید یعیدھ المسافر سجود السھو علی المختار لبطلانه بوقوعه خلال الصلوۃ اور اگر نمازی نے کیا وہ فعل جسکا اسکو اختیار نہ تھا یعنی بنا کرلیا تو اسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو مذہب مختار پر اسواسطے باطل ہو جانے سجدہ سہو کے بسبب پڑ جانے کے نماز کے درمیان ھ قول مختار کا مقابلہ یہ کہ سجدۂ سہو کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہے جبر نقصان کے لیے ہوا ہے تو اب اسکی کیا حاجت ہے کذا فی الحلبی سلام من علیه سجود سھو یخرجه من الصلوۃ خروجا موقوفا فان سجد عاد الیھا و الا لا اس نمازی کا سلام پھیر دینا جسپر سجدہ سہو ہے اسکو نماز سے باہر کر دیتا ہے مگر ملتوی طور پر یعنے اگر اب سجدہ کریگا تو نماز میں پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو عود نہ کریگا ھ یہ نکلنا نماز سے قول ہے شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی فعلی ھذا فیصح الاقتداء به ویبطل وضوءه بالقھقھة ویصیر فرضه اربعا بنیة الاقامة ان سجد للسھو فی المسائل الثلاث والا یسجد لا تثبت الاحکام المذکورة کذا فی غایة البیان

اور اسی بنا پر یعنی سلام کے سبب نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ نہ کرے صحیح ہے اقتدا کرنا پیچھے اسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اسکے قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو احکام مذکورہ ثابت نہ ہونگے ایسا ہی ہے غایۃ البیان میں ھ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قعدۂ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اسپر سجدہ سہو ہے تو اب اگر کوئی شخص اسکے پیچھے اقتدا کریگا تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو اقتدا درست نہ ہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو سے پیشتر نمازی نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدہ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو نجائیگا اور فرض چار نہ ہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں عامۃ الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہے کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلوں میں مصنف نے لکھی ہے وہ عامہ کتب کے مخالف ہے التبغا غایۃ البیان میں اسیطرح ہے جیسا مصنف نے لکھا ہے وھو غلط فی الاخیرتین والصواب انه لا یبطل وضوءه ولا یتغیر فرضه سجد او لا لسقوط السجود بالقھقھة وکذا بالنیة لئلا یقع فی خلال الصلوۃ وتمامه فی البحر والنھر اور یہ کہنا غلط ہے دو اخیر صورتوں میں اور صحیح یہ ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اسکے فرض نہیں بدلتے سجدۂ سہو بعد کو کرے یا نہیں بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان میں اور یہ مسئلہ پورا بیان بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے ھ یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی صورت میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو دونوں باتیں نہونگی ان دو باتوں کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھ دیا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ کا ایک ہی ہے یعنے نہ وضو باطل ہو نہ فرض بدلیں اسلیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تو اب چونکہ قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہے اسلیے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائیں اسکے یہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت درست ہو تو سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدہ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہے تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوتا ہے جو باطل اور بے اصل ہے اسلیے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اسپر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا وسجد للسھو ولو مع سلامه ناویا للقطع لان نیة تغییر المشروع لغو ما لم یتحول عن القبلة او یتکلم لبطلان التحریمة اور سجدہ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو نہ کر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہے یعنی شروع یہ تھا کہ سجدۂ سہو سے نماز کو پورا کرتا بیچ میں اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہر گئی ولو نسی السھو او سجدۃ صلبیة او تلاوية

یلزم ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر سجدہ کرنا جب تک مسجد کے اندر ہو شامی نے کہا کہ او شارح کے
کلام میں یا لفتہ نحلو ہی تو ہو سکتا ہے کہ اُسکے [illegible] یہی الحسن ہو یا دونوں یا تینوں ہوں غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئیں او مسجد کے اندر ہو تو اسپر اُنکا کرنا لازم ہے سلم مصلی الظہر
مثلا علی رأس الرکعتین توهما اتمامها انها اربعا او جمعة او تسبیحا کان التسلام ساهیا لیبطل لانہ دعاء فی حین سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلا دو رکعتوں کی
نماز کے پورا ہونے کے وہم سے تو اسکو چاہیے پورا کرے او سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہے یعنی اسوجہ سے کہ اُس میں نیکی کے لیے دعا
مطلوب ہے او دعا قاطع نماز نہیں بخلاف مالو سلم علی ظن انہ فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انها الجمعة او کان قریب عہد بالاسلام فقطع او فی
الظہر رکعتان او کان فی صلوۃ العشاء فظن انها التراویح [illegible] ثم علم ذلک ان علیہ [illegible] لانہ سلم عمدا بخلاف صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے فرض دو ہیں اسطرح
کہ خیال کر لیا کہ میں مسافر ہوں یا یہ نماز جمعہ ہے یا اسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اُسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا [illegible] گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام
پھیرا اس حال میں کہ اسکو یاد ہے کہ مجھپر ایک [illegible] باقی ہے کہ ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمدا ہے سہو نہیں ہم فرق [illegible]
گمان لیا تھا اسلیے سلام سہوا قرار دیا گیا او یہاں قطع کا دو پڑھنا [illegible] سلام پھیرا اسلیے عمدا ہوا اور [illegible] دونوں صورتوں میں عمدا ہے کذا فی الشامی [illegible]
یہ خطاب آدمی او ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو ہم یہ قول دوسرا بحث ہے صاحب بحر کا او قول اول معتمد کتابوں میں [illegible] کیا ہے
کذا فی الشامی والسہو فی صلوۃ العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر
واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنے ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہ کرنا سجدہ سہو کا ہے
عید اور جمعہ میں واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہے درر البحار میں ہم فتنہ سے مراد لوگوں کا تردد ہے یعنے عید و جمعہ
میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑ جائیں اسلیے متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعوں میں اولی ہے کذا فی الطحطاوی و اذا
شک فی صلوته من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوۃ قط بعد بلوغه وعلیه اکثر المشائخ بحر عن الخلاصة کم صلی
استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانه المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی عادت نہو او بعض فقہا نے کہا ہے کہ اُسنے کسی نماز میں کبھی
شک نکیا ہو بعد بالغ ہونے کے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو او اسی قول پر ہیں اکثر مشائخ کذا فی البحر عن الخلاصة شک اس بات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتیں پڑھیں تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے
اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولی ہے اسلیے کہ سلام حلال کرنے والا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہے وان کثر شکہ عمل بغالب الظن
ان کان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعود ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبه
او اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتوں میں اکثر شک ہو جایا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے موجب
عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمیں حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل کرے او اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی رکعتوں کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلا تین اور
چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہیں شبہ چوتھی میں ہوگا او بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال کرے اُس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تا کہ قعدہ فرض یا واجب کا
نہو ہم مثلا اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہے یا اول او گمان غالب اول ہونے کا ہے تو اول سمجھے او اُسکے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب دوسری بھی ہے تو
محل قعدہ ہے اسیطرح دوسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہے اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تو اقل پر بنا کرنے میں بھی یہی صورت کرے ہر چند [illegible]
بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت سے اسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل
حالة الشک بقراءة ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرة وجب علیه سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل
فتح لتاخیر الرکن اور جاننا چاہیے کہ جب نمازی کو وہ شک مشغول کرے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچا او شک کی حالت میں قراءت اور تسبیح میں مشغول نہو ذکر کیا ہے اسکو ذخیرہ میں واجب ہے

اسے سجدہ سہو کرنا سست ہو ۔ تون مین شک کی یعنی خواہ اُسنے عمل غالب ظن کیا ہو یا اکثر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ھ یعنے غلبہ ظن کی صورت مین اور امر یقینی کے
اعتبار کرنے کی صورت مین اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کمتر فکر کرنے مین سجدہ سہو نہین کذا فی الطحطاوی وکذا فی السراج انہ یسجد للسھو فی
الاخذ بالاقل مطلقا وفی غلبة الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج مین ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے مین مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نہ کرے اور غلبہ
ظن مین اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نکرے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا جرد الشک
ایک عادل یعنے سچے آدمی نے کہا کہ اُسنے چار رکعتین نہین پڑھین اور اسنے شک کیا خبر کے سچے اور جھوٹے ہونے مین تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط ھ اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ مین نے پوری چار
پڑھی ہین تو مخبر کے قول پر لحاظ نکرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیون نے
پس اگر امام کو یقین ہوا اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نکرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیون کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورت مین قوم اعادہ کرے کیونکہ انکے
ظن مین انکی نماز فاسد ہو شک انہا ثانیة الوتر ام ثالثة قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت فیھا ذکاہ پھر شک کیا نمازی نے اس باب مین یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا
تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اسمین بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول مین ھ قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ
ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنے مین ہے کذا فی الشامی شک ھل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او اصابہ نجاسة اولا او مسح راسہ
اولا استقبل ان کان اول مرة والا لا ھ شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہین خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہین خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہین
خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہین تو اگر یہ شک اول مرتبہ ہو تو از سر نو کرے ورنہ نہین ھ یعنے اول صورت مین نماز از سر نو پڑھے اور دوسری مین وضو کرے اور تیسری مین نجاست کو دھو ڈالے
اور چوتھی مین مسح کرے اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اُس شک کا کچھ اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثنا وضو یا نماز مین شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہین واختلف لو شک فی
ارکان الحج فظاھر الروایة البناء علی الاقل علی ما فی الاشباہ فی قاعدة الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت مین کہ شک کیا حج کے ارکان مین اور ظاہر
روایت ہے بنا کرنا کمتر پر یعنے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلاً چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر مین کہ یقین شک سے زائل
نہین ہوتا ھ ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہین اور بحر الرائق مین اس قول کو اکثر فقہا کی طرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوة المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام مین من اضافة الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا وتاخیر سجود التلاوة ضرورة اضافت صلوة کی
مریض کیطرف از قبیل اضافت فعل کی ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنے مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے
ہونا مرض کا ہے عذر آسمانی یعنے اس لحاظ سے سہو اور مرض دونون یکسان ہین اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا اور پیچھے رکھا گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنے چاہیے
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونون جزو نماز ہوتے ہین مگر صلوة مریض مین اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا
فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضة او حکمی بان خاف زیادتہ او
بطوء برئہ بقیامہ او دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا ولو مستندا الی وسادة
او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذھب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالھیئات اولیٰ ھ جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنے
سارے قیام نکر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنے عذر حقیقی کے اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اسی پر فتویٰ ہے یہ دشواری
قیام کی یعنے ضرر پہنچنا ہو نماز سے پہلے یا خود فرضون کے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث
یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ

باب صفۃ الصلوۃ میں گذر چکا تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دے کر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اسپر لازم ہے قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب
روایت مذہب کے اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتوں کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اسپر ضرور نہیں ہم شارح نے حقیقی اور
حکمی کو صفت مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونوں صورتوں میں حقیقی ہے اور یہ دونوں لفظ صفتیں عذر کی ہیں جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر جدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف
پھیری جاوے تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جسکے بدن میں آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیریں تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی
قیام میں یہ ہے کہ کھڑا ہو کر گر پڑے ہاں جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہے اسکی طرف پھیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے کذا فی الشامی منحصرا وقال زفر کالتشہد
قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتوی ہے ہم تجنیس اور خلاصہ میں اسپر فتوی مذکور ہے اسوجہ سے کہ مریض کو ایسا بیٹھنا آسان ہے
شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہے بلکہ آسانی تو اسمیں ہے کہ کچھ ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہے کہ التحیات
کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جاتی ہے ہم کوع و سجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یعنے اشارہ سے نہ پڑھے
اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے انکو ناقص کرنا نہیں چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما
بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا
ہو سکے تو کھڑا ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنے جیسے کل قیام پر
قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا ہم شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو
تو اسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرأت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکے خلاف ہمارے
ائمہ سے مروی نہیں اور اگر کوئی شخص اسطرح نہ کریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہوگی
اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور یقینا بقدر دو چار آیتوں کے کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوتا انکی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہ
کہ گھر سے اپنے پاؤں چل کر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھ کر نیت باندھتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذرا لیس تعذرہما شرطا بل
تعذر السجود کاف لا القیام اومأ بالہمز قاعدا وہو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما
ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ سے
کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم
یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے ہم شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط
نہیں بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے لیے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اومأ ہمزہ سے ہے یعنے مہموز اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان
تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا لیے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بیماری کی
جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول لیذکر الغیبی وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر
من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اٹھائی جاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا
ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اس صورت میں کہ پاوے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو
صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے ہم شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول ہے ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم حلبی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہے
کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہ معنی کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنے والا اسکا اقتدا کریگا تو جائز ہوگا اور سر کو پست نکرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگا

بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما اومأ مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ
غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراہۃ مد الرجل الی القبلۃ ویرفع رأسہ یسیرا لیصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ
الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پاؤن قبلہ کیجانب کرے لیکن
گھٹنوں کو کھڑا کرے بسبب مکروہ ہونے پاؤن پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور اٹھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہو جاوے اسکا چہرہ قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنے یا بائیں کروٹ
اور منھ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ھم حکما نہ بیٹھ سکنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک
کر دینا اور لیٹ کر اچارنا اسلیے تاکہ مشابہ بیٹھنے والے کے ہو جاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تندرستوں سے بدقت ہوتا ہے چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا
مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اُس صورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ وکثرت الفوائت بان
زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب
اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جاوے اور فوائت بہت ہو جائین اسطرح کہ بڑھ جاوین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا
اگرچہ سمجھی جاتی ہے قضا ظاہر روایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ مین ہے اسلیے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو
کافی نہین ھم یہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے
یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت مین نماز قضا پڑھے اجماعاً تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور
عقل بنی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایت مین قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے
مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح عدم قضا کو دی ہے اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان
سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بدائع اور بتلادیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا
بطریق اولی اور اعادہ نہ کرے اُن نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع ھم یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث
ساقط ہو جاتے ہین تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگے مثلاً استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی
ہین ہان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی
ہے اور اُس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو اُنھین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات
لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہتا ہو رکعتون اور سجدون کا شمار
بسبب اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہے تو اُسپر ادا سے نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ ھم یہان
یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے
بیچ کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہے کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ
اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رح کے کہ اُنکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اُس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے
اور اُس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نہ کر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمائیگا
مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز مین تو تمام کرے
نماز کو اُن افعال سے جن پر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہے تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہے

کذافی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ نماز سرنو پڑھے کذافی الحلبی ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی
الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہوگیا یعنے قادر ہوگیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی
پر بنا کرے یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہوگیا ہو م بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان
یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالة القعود اقوی فلم یجز بناؤہ علی الضعیف
جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سرنو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بنسبت
لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وحائط مع الاعیاء ای التعب بلا کراهة وبدونہ یکرہ
ولہ القعود بلا کراهة مطلقا هو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ
تھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال
مین یعنے عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال ذخیرہ نے اور ہدایہ مین ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتداءً اسکو
بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہوگا کذافی الشامی وصلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العذر و
اساء وقالا لا یصح الا بعذر وهو الاظهر برهان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کھڑے
ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذافی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذافی البرہان
م شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطة فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہے صحیح تر
قول مین م یعنے اسمین فرض بیٹھ کر جائز نہین بالاتفاق یہ ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر
ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اوسسے
کنارہ پر اتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر
پڑھنا درست ہے کذافی الطحطاوی والمربوطة بلجة البحر ان کان الریح یحرکها شدیدا فکالسائرة والا فکالواقفة اور بندھی ہوئی موج دریا مین
اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے
اور دوسری مین جائز نہین کذافی الطحطاوی ویلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور
جبکہ کشتی گھوم جاوے م یعنے اسپر سب کا اتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے
جانے کا نہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذافی الشامی ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا لا
اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی ہوئی مین تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہین م بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے
نہون کیونکہ پاس پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذافی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلة قضی
الخمس وان زاد وقت صلوة سادسة لا للحرج ولو افاق فی المدة فان لافاقتہ وقت معلوم قضی والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش
ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی بر
وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو

قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے هم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہو مگر صبح کو ہوش مین آتا ہو تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت ہوش کا معین نہین یکایک ہوش ہو جاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وزال عقله ببنج او خمر ادواء لزمه القضاء وان طال لانه بصنع العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اسکو قضا پڑھنا بیعقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہوا سلیئے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہو مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسیطرح کچھ کھا کر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی هم بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہو جو نیند لاتی ہو سواے بھنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہو

ولو قطعت یداه ورجلاه من المرفق والكعب وبوجهه جراحة صلى بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد هو الاصح وقدمنا في التيمم وقيل لا صلوة عليه وقيل يلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونون پانون ٹخنے سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور انکا اعادہ نکرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اسپر لازم ہو دھونا کٹی جگہ کا هم یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لحقہ شارح کے امکن الغريق الصلوة بالايماء بلا عمل كثير لزمه الاداء والا لا قادر ہو اگر ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہو هم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امره الطبيب بالاستلقاء لنزع الماء من عينه صلى بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسہی اعضا کا بچانا فرض ہو هم نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ و عین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخون مین بزغ ہو بفتح موحدہ و سکون زا معجمہ و غین معجمہ بمعنے پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مريض تحته ثياب نجسة وكلما بسط شيء تنجس من ساعته صلى على حاله وكذا لو لم يتنجس الا انه يلحقه مشقة بتحريكه ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فورًا ناپاک ہو جاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اسیطرح اگر ناپاک فورًا نہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز انھین ناپاک کپڑون میں پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہو سجدہ تلاوت کے احکام مین هم اضافة الحكم الى سببه سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب کے هم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنے المحکوم بہ یعنے فعل کے لیا جائے تجب بسبب تلاوة آية اي اكثرها مع حرف السجدة من اربع عشرة آية اربع في النصف الاول وعشر في النصف الثاني واجب ہو ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہو لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین هم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہ ہوگا اسیطرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج

اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سجدہ سورۂ نمل میں رب العرش العظیم پر اور سورۂ ص میں حسن مآب پر اور حٰم سجدہ میں لا یسأمون پر ہے اور امام شافعی
کے نزدیک تعبدون پر ہے مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباسؓ سے لا یسأمون پر مروی ہے اسلیے احتیاط اسی میں ہے کہ لا یسأمون پر سجدہ کیا جاوے
کیونکہ سجدہ میں ایک آیت کی تاخیر مفسد نماز نہیں اور ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص میں بھی ہے گو زیلعی نے
اناب پر سجدہ لکھا ہے منہا اولی الحج اما ثانیتہ فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی واحمد ونفی مالک سجود المفصل ان چودہ سجدوں
میں سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہے اور دوسرا سجدہ سورۂ مذکور کا وہ تلاوت کا نہیں بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع
سے اور ایک سجدہ سورۂ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمدؒ کے کہ انکے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ نہیں اور حج میں دو سجدہ ہیں غرضکہ شمار سجدوں کا انکے نزدیک
بھی چودہ ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ مفصل صورتوں میں سجدہ نہیں یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرأ میں انکے نزدیک سجدہ نہیں تو انکے
نزدیک تعداد گیارہ ہے ھم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اسنے سورۂ حج کے دوسرے سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا
تو اسپر سجدہ نہیں کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ
اذا اخبر ... واجب ہے سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہیں اول تلاوت اگرچہ سماع نہ پایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا
دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق میں اگرچہ فارسی میں ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے
تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے او بشرط الائتمام ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والموتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط
نہیں حالانکہ غیر تالی میں وہ بھی داخل ہے او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا الا بعدہا
یا سجدۂ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اس شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی
آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ کے پڑھنے کے وقت یعنے گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے
بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ھم اقتدا سے واجب ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب
نہیں اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تا کہ بشرط الاقتداء کے موافق
ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لا فی الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز
نہ نماز میں نہ بعد نماز کے ھم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت
المغیین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنے قرارت کی ممانعت ثابت
ہوئی ہے معین شخصوں کے لیئے تو انسے تجاوز نہ کریگی یہان تک کہ اگر خارج نماز میں داخل ہوگا انکے ساتھ تو اسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ھم خارج سے
مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ
کی جو شارح نے بیان کی ہے اسمین امام داخل نہیں اسلیے کہ اسکو ممانعت قرارت کی نہیں تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ میں ہے کہ اگر
مقتدی سے پڑھے ... امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلا فی رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا عن القراءۃ
اور نہیں واجب ہے سجدہ اس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ میں یا التحیات میں واسطے ممانعت
کے ان ارکان میں قرارت سے ھم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ میں اور
مقتدی کے مسئلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرارت کی روک ہے اور امام کا تصرف اسپر جاری اسلیے اسکے تصرف کا

اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرارت سے ممنوع ہی مثل جنب کی تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہی
ویسا ہی یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہی بشروط الصلوٰۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ و نیۃ التعیین
سجدہ واجب ہی ساتھ شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے
سجدہ کے لیے جدا تحریمہ کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اُسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہ
ما یفسدہا وکذا السجدۃ ویدل لہا رکوع مصل وایماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدہ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے دانستہ
حدث اور قہقہہ اور کلام سے فاسد ہوجاتا ہی اور اُسپر اعادہ اُسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدہ تلاوت سے
اندر قہقہہ سے وضو نہین جاتا اور رکن اُسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ھ
رکوع مین نمازی کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑھے اور بیماری
مین اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجائیگا
گو بیچ مین اُتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اُسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین
مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے
ایکبار اللہ اکبر کہے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سُنے اور امام اتنا کرے کہ اورون کو آواز جاوے اور درمیان
دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہوکر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہوجانا مستحب ہی بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت اور
بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدہ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلی
تین بار کہے ھ فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلی کہے یا یہ دعا
پڑھے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ ہمنے باب صفۃ الصلوٰۃ مین لکھا ہی علی من کان متعلق بہ اہلا لوجوب الصلوٰۃ
لانہا من اجزائہا اداء کالاصم اذا تلاہا او قضاء کالجنب والسکران والنائم واجب ہی سجدہ تلاوت اُس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب ہونے کا ادا
کرنے کے اعتبار سے یعنے اُسیوقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہ ہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اسلیئے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ
جزو نماز ہوجاتا ہی ھ متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اُسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اُسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور بعد
جاگنے کے اُسکو کوئی خبر کردے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اور اگر سوتے اور مدہوش
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اُسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا اہلا لہما
پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھین یا سنین اسلیے کہ یہ سب نماز کے اہل نہین
نہ اُسوقت پر اور نہ اُسکے بعد اور ایک نسخہ مین لہا ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین ووجب بتلاوتہم یعنی المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب
بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اُس مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑھنے سے
سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ھ طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تعلیل مین اثر کا بھی مدخل ہی یعنے اُسکے پڑھنے سے سننے والے پر

سجدہ واجب ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اہل نہین ہے اور یہ مطبق بکسر باء موحدہ سے یہان وہ مجنون مراد ہے جسکو چھ نمازون یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ
فکان یوماً و لیلۃ او اقل تلزمہ تلاوۃً و سمعاً وان کثر لا تلزمہ بل تلزم من سمعہ علی ما حرّرہ ملا خسرو ولکن جزم الشرنبلالی باختلاف
الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوی الصغری والجوہرۃ قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن
اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہے خواہ وہ خود پڑھے یا دوسرے سے سُنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ
اُس شخص پر لازم ہے جو اس سے آیت سجدہ کو سُنے یہ جب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہے شرنبلالی نے اختلاف روایت پر
دربارہ مجنون کے اور نقل کیا ہے وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوی صغری اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہے قہستانی نے ھم
شرنبلالی نے کہا ہے کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہے اور جوہرہ مین کہا کہ اصح
یہ ہے کہ سجدہ واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدٰی والطیر ومن کل تالٍ حرفاً ولا بالتہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوٰۃ
ذی صلوٰۃ المؤتم بخلاف الخارج کما مرّ نہین واجب ہے سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنی گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ
مین پلٹ کر ویسی ہی سنائی دیتی ہے اور نہین واجب ہے پرند سے سننے کے سبب یعنی طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب
نہین اور واجب نہین سننے سے ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے
عدم وجوب کا مسئلہ متن مین آگے مذکور ہے تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین
واجب ہے بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ
واجب بخلاف خارج کے نماز مقتدی سے کہ اُسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گزرا وھی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہاً ویکفیہ ان یسجد عدد
ما علیہ بلا تعیین ویکون مؤدیاً وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتہا جزءاً منہا ویأثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوٰۃ
ولو بعد السلام فتح اور سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے تراخی کے طور پر مختار قول کے موجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر اسکا وقت ہے اور یہی
قول مختار ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنے تاخیر سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے فوراً بسبب
ہو جانے اُس سجدہ کے جزو نماز کا اور گنہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اسکو قضا بجا لائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہے تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہے قرآن پڑھنے والے کو
کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اُسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہوویگا ادا کرنے والا یعنی تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ قضا ہو جاوین اور ساقط ہو جاتا ہے
سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہان تک کہ حائضہ ہوئی تو اُسپر سے سجدہ ساقط ہو جاویگا اور اسیطرح
مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ھذہ النسبۃ ای الصلوتیۃ خطأ قالہ المصنف لکن فی العنایۃ انہ خطأ مستعمل وھو عند الفقہاء خیر من صواب نادر
پھر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوتیہ کہنا درست ہے اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیہ کہنا غلط ہے کہا ہے اسکو مصنف نے مگر عنایہ مین ہے کہ صلوتیہ کہنا غلط ہے لیکن مروج ہے
اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہے صحیح کم رائج سے کیونکہ انکی غرض صرف احکام کا بتلانا ہے ان الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون ھم وجہ غلطی کی یہ ہے
کہ قاعدہ نسبت کا یون ہے کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہین پھر اگر الف آخر مین ہو تو اسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوتیہ کہنا بموجب
قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ انھین نے ت کو حذف کیا ہے نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو سمعہا من امام فأتم بہ
قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ ولو اقتدی بعدہ لا یسجد اصلاً کذا اطلق فی الکنز تبعاً للاصل وان لم یقتد بہ اصلاً سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ

اخرى على ما اختاره البزدوى وغيره وهو ظاهر الهداية اور جو شخص سنے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہو گیا ہو یعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اُس شخص نے اُسکے پیچھے اقتدا کیا اور اسوجہ سے امام ہو گیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اُسکا اقتدا بعد سجدہ کرنے کے اُسی رکعت میں کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز میں اصل کی تبعیت سے یعنے اقتدا کیسے سبب وہ سجدہ نماز کا ہو گیا تو خارج نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نکیا نہ اُس رکعت میں نہ دوسری میں تو سجدہ تلاوت کیلیے اور اسیطرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہے اُسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا م حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اُسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اُسی رکعت میں جس میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اُسکے ساتھ سجدہ کر لیوے ورنہ اُسپر سے ساقط ہو گا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لا خارجها لما مرّ اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اسوجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے وفي البدائع واذا لم يسجد اثم فتلزمه التوبة اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گناہگار ہو گا پس لازم ہوگی اُسکو توبہ اسلیئے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہو گیا اور اُس سے مخلصی کیصورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوة بغير الحيض فلو به تسقط عنها السجدة ذكره في الخلاصة فيسجدها خارجها لانها لما فسدت لم يبق الا مجرد التلاوة فلم تكن صلوتية مگر جبکہ فاسد ہو جاوے نماز سوائے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیئے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نرہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنیکا حکم ہوا اور سوا حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اُسکو خلاصہ میں ولو بعدما سجدها لم يعدها ذكره في القنية وخالفه ما في الخانية تلاها في نفل فافسده قضاه دون السجدة الا ان يحمل على ما اذا كانت بعد سجودها اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اُسکو قنیہ میں اور اُسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھے نماز نفل میں پھر نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اُس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدى بركوع وسجود غير ركوع الصلوة وسجودها في الصلوة وكذا في خارجها ينوب عنها الركوع في ظاهر المروي بزازية لهما ء للتلاوة اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے سوائے رکوع نماز کے اور اُسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسیطرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے میں کذا فی البزازیہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اُسکے لیے رکوع کیا سوائے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوا نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسیطرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہو گا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کیواسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدى بركوع صلوة اذا كان الركوع على الفور من قراءة آية او آيتين وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحر ان نواه اى كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتوں سے اور اسیطرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق میں ہے اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ

تلاوت کےلیے قول راجح پر یعنے اگر آیت نماز مین پڑہی اور اسکے بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑہا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کےلیے کرتا ہون
تو سجدہ ادا ہوجاویگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بہی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا و تؤدّی بسجودھا کذلک
ای علی الفور وان لم ینو بالاجماع اور ادا ہوتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسیطرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نکی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت
کا ہی بالاتفاق ہر آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکہی غالباً اس سے مراد یہ ہی کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا و ر نہ ظاہر ہی
کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پہر فوراً کیسے ہوسکتا ہی ولو نواھا فی رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلّم الامام
ویعید القعدۃ ولو ترکھا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجھریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین
اور نہ نیت کی اسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پہیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چہوڑیگا
تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیئے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہوجاتا ہی اگر اعادہ نہ کریگا تو فرض نماز کا رہجاویگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت
کو نماز جہری پر اسلیئے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑہی نعم لو رکع وسجد لھا فوراً ناب بلانیۃ ہان اگر
رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہوجاویگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے
یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نکی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین نکی تو اس صورتمین مقتدی پر کچہ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ
کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لھا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد لھا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنھا ومن رکع وسجد سجدتین
فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع میں ہو وہ
رکوع کو ترک کرکے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے
تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیئے کہ اسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑہلی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہی ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیھا
لانھا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدھا لسماعھا من غیر محجور اور اگر نماز پڑہنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نکرے
اسلیئے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنا مثلاً
مقتدی سے تو اسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرے نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیھا لم یجزہ لانھا ناقصۃ للنھی فلا یتأدی بھا الکامل و
اعادہ ای السجود لما مرّ لا اذا تلاھا المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعھا سراج اور اگر نماز پڑہنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ
اسکو کافی نہوگا اسلیئے کہ سجدہ اسکا ناقص ہی بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنے سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہی اسکو پورا کرنا اور
اسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اسکو لازم ہی اور اس بات کا مقتضی ہی کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہی اسکے ادا کرنے مین مشغول
نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر یہ سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہی نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور
اس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑہا ہو اسکو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد
سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نماز پڑہتا ہی اسنے آیت سجدہ پڑہی خواہ پیشتر دوسرے سے
سننے کے یا بعد سننے کے پہر اسکے لیئے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیئے لگائی کہ مقتدی کا آیت
سجدہ کو پڑہنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیئے کذا فی الشامی ولم تفسد ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا یفسد الا
اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعتہ غیر امام ولا یجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اس لیئے کہ زیادہ ہونا

ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہیں تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد ہوگی ہاں اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنے جب تلاوت
کرنیوالے نے سجدہ کیا اسیوقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو اُسکا امام نہیں
اور یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سنتے ہوئے سجدہ کیطرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ ولو تلاھا فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاھا فیھا
سجد اُخریٰ ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلوٰتیۃ اقوی من غیرھا فتستتبع غیرھا وان اختلف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے
خارج پڑھکر سجدہ کرلیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ
اُسکو کافی ہے اسلیئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہوتا ہے اپنے غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ مجلس بدلجائے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ میں صاحب نہر الفائق
کا تابع ہوا اور بحر الرائق میں مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے ایک سجدہ کافی ہونے کے لیئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اُس آیت کو دوہرایا
تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط ہوگا اُسکے لیئے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیئے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا
فی الاصح واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہونگے صحیح تر قول میں اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب میں ہے اور ایک
قول یہ ہے کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونوں ساقط ہیں اسلیئے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررھا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلھا بعد الاولیٰ اولیٰ قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں
تو سجدہ مکرر ہوجائیگا اور ایک مجلس میں مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلدی بجالانے عبادت کے کذا فی القنیہ
اور بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے م قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہے اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتوں کا ہے یعنے اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسری میں دو قدم سے زیادہ چلکر ہو بیچ میں
یہ شرط ہے کہ دونوں جگہوں کا ایک حکم ہو مثلا چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ ہوں کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر
کے کئی کونوں میں پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان
میں عمل کثیر کیا ہو مثلا خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھایا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل
قلیل کیا ہو مثلا آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھالیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا
اور مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناھا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الاٰیۃ
والمجلس اور اصل یہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنے ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنے ہر تلاوت پر سجدہ
واجب کرنے میں سکھانیوالوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل کی اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنے ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سبکے لیئے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسیکو اُسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا
وھو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لھا وھو الیق بالعبادۃ لان ترکھا مع وجود
سببھا شنیع اور وہ یعنے مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہے سبب میں اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اسکی تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لیئے اسلیئے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اُسکے
سبب کے برا ہے م حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کہہ سکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متبرک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلیئے ہمنے سب سببوں کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہے
عدم تکرار کیطرف جو مصنف کے قول لا متکررۃ سے سمجھا جاتا ہے لانہ اخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی
بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وھو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہے حکم مین
اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیئے کہ حکم مین تداخل ہونا
زیادہ لائق ہے سزا کے لیئے کیونکہ سزا زجر کے لیئے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم
ہونے سبب سزا کے مترجم یعنے سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو پر ہے تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین
زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہے کہ معاف کردے اسلیئے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے
شراب پی دو بار تو ہرچند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ
فی تداخل السبب عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے
بتادیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے
سجدون کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی
سجدہ جو کیا ہے سب کی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو یہان سجدہ کریگا وہ سب کے لیئے
ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلا پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہوگیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا
اسکے لیئے دوسرا سجدہ چاہیئے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اوسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری
حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب ذاھبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ
الی آخر وسبحہ فی نہر او حوض تبدیل للمجلس والآیۃ فتجب سجدۃ اخری بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل
کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم یصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا
پھرنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ
انکی سجدہ سے یعنے مثلا تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹتے کیوقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا
سننے والے کے حق مین یعنے مثلا سننے والے نے اوسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسیکو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف
کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والی اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا
کہ اس سے مجلس نہین بدلتی اور اسیطرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہونگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلیئے کہ
اختلاف مکان کیصورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کیوجہ سے سب مکان ایک کیئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہوجائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کیطرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما تتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتی لو کررہا راکبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدلجاوے مجلس سننے والے
کی یہان تک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لاتکرر فی عکسہ وھو تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی بہ وھذا یفید ترجیح سببیۃ السماع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر
عکس مین یعنے تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہ
بیٹھا ہی تو سننے والے پر بسبب اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہ یعنے مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا
اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہی یعنے اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت مین
حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہی نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے
کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فی
حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہی متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی واسطے کہ بندون
کے حقوق مین تداخل نہین ہی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت
مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور
یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العاطس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ کذا فی الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہی کہ اگر تین بار
سے زیادہ ہو تو اُسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ ہم اصح کا مقابل یہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ کہ دس بار کہے اور ایک یہ ہی کہ جتنی
بار چھینکے اُسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراءۃ باقی السورۃ لان فیہ
قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراھۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہی چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور
پڑھنا باقی سورت کا اسلیے کہ اسطرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اُسکی عبارت و ترکیب
کے اتباع کا حکم ہی کذا فی البدایع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہی ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی
فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ یعنے جب ہم اُسکو پڑھین تو پیروی کر اُسکے تالیف کی کذا فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن تندب ضم آیۃ او آیتین الیھا
قبلھا او بعدھا لدفع وھم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی رتبۃ وان کان لبعضھا فضیلۃ باعتبار ما فیہ علی صفات اللہ تعالی
نہین مکروہ ہی اُسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اُسکے ساتھ خواہ
پیشتر ملا دے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنے تاکہ یہ وہم نہو کہ اس آیت کو فضیلت ہی اورون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ
سے کہ اللہ تعالی کا کلام ہی ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اُسکے شامل ہونے کے اللہ تعالی کی صفات پر واخفی
اخفاؤھا من سامع غیر متھیئ للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو یعنے
اگر سننے والا بیوضو ہو یا اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم
نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبھا علی متشاغل بعمل ولم یسمعھا والراجح الوجوب زجراً لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالی
فنزل سامعاً لانہ بعرضیۃ ان یسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہو اور آیت کو
نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے
ٹھہرا لیا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی ہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلیے کہ سننا جو شرط ہی وجوب کے ایک قول پر
اور سبب ہی دوسرے پر وہ پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد حرفاً لا سجدۃ لانہ لم یسمعھا من تال حقیقۃ فقد افاد

(ای اتحاد التالی بشک مگ) اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم نے یعنے اُنمین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نہ کرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیۃ تو صاحب خانیہ نے تبلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی صحیح سنۃ لکا مثلہ یہ ایک مفید بات ہی بہرحم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ ای السجدۃ کلھا فی مجلس و سجد لکل منھا کفاہ اللہ تعالی ما اھمہ و ظاھرہ انہ یقرأھا ولاءً ثم یسجد یحتمل ان یسجد الکل بعد قرأتھا وھو غیر مکروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالی اُسکو اُسکے حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولے نہو مکروہ تنزیہی ہو اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہو جیسا جتنے سورتون ملا کر پڑھے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنھا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجھلۃ یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب اسی پر فتوی ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اُسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدۂ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جداگانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اُسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اُسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأھا فی مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تودی برکوع الصلوٰۃ او سجودھا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضایقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اُسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اُوسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اوتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیہ

باب صلوٰۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشی الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کیصورت از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اُسکی شرط کے یا اُسکے محل کے ہم یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اُسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ذکرہ عقیب التلاوۃ لانہ عارض کما ھو عبادۃ و السفر عارض مباح الا بعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

باب صلوٰۃ المسافر

مناسبت تو یہ ہو کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت کی یہ ہو کہ تلاوت میں اصل یہی ہو کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا جنابت
جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ہو اور سفر اصل میں مباح ہو مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہو جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہو جیسے رہزنی کے
لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہو وہ مقدم ہو اُس پر جو اصل میں مباح ہو اور بالعارض استثنا ہو عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی
وسمی به لانه یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہو مردوں کے اخلاق کو مؤلف سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور
چونکہ سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روی زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر
مسافر کے معنی میں ہو مشارکت کے لیے مستعمل نہیں اور ہو سکتا ہو کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہو اور ایک رفیق کو دوسرے
کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم یجاوز من الجانب الاخر جو شخص نکلے اپنی
اقامت کی جگہ کے گھروں سے یعنی اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی
محلہ مثلاً سیدھ میں پڑتا ہو مع خبر میں کی اگلی آلی ہو یعنی وہ دو پرچے چار رکعتوں والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہیں تا کہ خیمہ میں رہنے والے بھی شامل
رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اُسی طرف کا اعتبار ہو جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا تو جب تک اُس سے باہر نہو جاوے
قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ اُنمیں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا رکھوالوں کی جھونپڑیاں ہوں و فی الخانیة ان کان بین الفناء و المصر اقل
من غلوة و لیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا اور خانیہ میں ہو کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونوں کے درمیان
کھیت نہو تو اُسسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہو ورنہ شرط نہیں اور فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑوں کے پھیرنے اور مردوں کے
دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اس طرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہو کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اُس سے
تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصدًا و لو کافرًا و من طاف الدنیا بلا قصد
لم یقصر مسیرة ثلاثة ایام و لیالیها من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے قصد کرنے والا
سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نکرے یعنی اگر مثلاً دو منزل کی
نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسیطرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر تین دن کا مع اُنکی راتوں کے برس کے سب سے
چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہو سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہو زوال تک مترجم شامی نے کہا کہ لیالیها کا حذف کرنا مناسب ہو کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے
معتبر نہیں ہاں اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے
مراد اُن ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنی جنمیں دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہوں جیسے بلغار میں کہ دن چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہو تو
مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں تو تین دن کا سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور میں
صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر میں جیسا عرض بلد ہوگا اُسکے موافق یہ مقدار کم و بیش ہوگی
اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہو تو اگر پورے روز کے چلنے میں یہ باتیں کریگا تو نصف روز بلا شبہہ صرف
ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب اور اعتبار نہیں فرسخوں کا مذہب کے بموجب مترجم
فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہو اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہو اُسکا
اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہو اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہو بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرامون معتاد کے ہم یعنے درمیان راہ مین معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ یا اونٹ
کی چال ہے چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین منزلین مدت سفر کی ہین
کذا فی الشامی بدائع مین کہا کہ منزلون کا حال لوگون کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کیصورت مین انہین کیطرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فی یومین
قصر یہان تک کہ اگر جلد چلا اور دو روز مین پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز مین قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان
احدھما مدۃ السفر والاخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہون ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول مین
نہ دوسرے مین صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین
ولذا عدل المصنف عن قولھم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عندنا بل ھما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی
سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتون والے فرضون کو دو رکعتین پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض
کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتین اور مسافر کی دو رکعتین اور اسی سبب سے مصنف نے عدول کیا
فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتین پڑھے اسلیے کہ دو رکعتین واقع مین قصر نہین ہمارے نزدیک بلکہ دونو
رکعتین مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق مین اجازت شرعی نہین بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے ہم رخصت کے
معنی یہ ہین کہ حکم اصلی کسیوجہ سے بدل کر بصورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز مین نہین کیونکہ اصل مین اسکے لیے
وہی رکعتین فرض ہوئی ہین نہ یہ کہ چار کی دو رہ گئی ہون بلکہ اول دو ہی رکعتین سبکے لیے فرض ہوئی تھی پھر مقیم کے حق مین چار ہو گئین جیسا کہ
صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کذا فی الشامی تصرف قلت و فی شرح البخاری ان الصلوۃ فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب
ثم لما ھاجر علیہ الصلوۃ والسلام اطمانت بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرھا فی السنۃ الرابعۃ من الھجرۃ دبھذا تجتمع
الادلۃ انتہی کلامھم فلیحفظ مین کہتا ہون اور بخاری کی شرحون مین ہے کہ نمازین شب معراج مین دو رکعتین سفر اور اقامت کے لیے فرض
ہوئین مگر مغرب پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ مین مطمئن ہوے رکعتین زاید کی گئین بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی ہین
بسبب بڑی ہونے قراءت کے نماز فجر مین اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتین ہین اسلیے کہ وہ وتر ہین دن کی یعنے دن سے قریب اور اسکے متصل ہین اسلیے
رکعتین ونڑھانا ہوا جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئے تو سفر مین انمین تخفیف کی گئی وقت اوترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہین ہے تمپر گناہ اس سے
کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری مین ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہین دلیلین تمام ہوا کلام بخاری کے شارحون کا تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے مترجم یعنے ہماری دلیل ہے قول ابن عباس رض کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتین ہین یہ بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آ ٹھہری اور امام شافعی رح
مسافر کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہین وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتون مین زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب
پر بنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونون مین ہو گئے پھر سفر مین تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور نیز اس
حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین مین مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہین ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی
صورت کا قصر کرنا اور خوف کیوقت قصر کیطرح ادا کرنا ہے جیسا کہ شرح منیہ مین مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر مین ہوا
جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار مین مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ

مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیئے کیا ہو کہ رہزنی کرے تب بھی قصر کرے اسلیئے کہ برائی ساتھ ہو جانیوالی نہیں معدوم کرتی ہی مشروع ہونے کو جو مجاور برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت میں برائی مجاور ہی اسلیئے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہی تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لیئے مضر نہیں کذا فی الطحطاوی حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز میں قصر کرتا ہی جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ میں بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو فوراً نیت گھر کو پھرنے کے پوری نماز پڑھے بسبب مستحکم ہونے سفر کے صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسیوقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصد کے لیئے شہر سے نکلنا شرط ہی ویسے ہی بقاء قصر کے لیئے مدت سفر کا پورا ہو جانا ضروری ہی او ینوی ولو فی الصلوٰۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما لما فی البزازیۃ وغیرھا ولو دخل الحاج الشام وعلم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وھو من اھل الاخبیۃ یا قصر کیئے جاے مسافر جب تک نیت اقامت کی نکرے پندرہ دن ایک جگہ میں جو لائق اقامت کے ہو یعنے شہر یا گاؤں میں یا دارالاسلام کے صحرا میں حالانکہ مسافر خیمہ والوں میں سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندوں میں سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا میں کرلے تو اسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو یعنے اس صورت میں فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے میں وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتیں پڑھنی نہ پڑینگی اسیطرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہوگیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت میں ہو یا حکماً دونوں معتبر ہیں حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا میں ہی کہ اگر حاجی شام میں داخل ہوا اور جانتا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھویں شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیئے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنیوالے کے ہی یعنی گو حقیقت میں نیت اقامت کی نہیں کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیئے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہوگئی کذا فی الشامی فیصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن فی موضعین مستقلین کمکۃ ومنیٰ پس نماز پڑھے دو رکعتیں یعنے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے مگر ایسی جگہ میں قابل اقامت نہو جیسے دریا میں یا جزیرہ میں یعنے جس جزیرہ میں آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ میں لیکن دو مستقل جگہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منیٰ میں مثلاً یعنی خواہ دونوں شہر ہوں یا گانو یا ایک شہر ہو ایک گانو غرض کہ ان سب صورتوں میں مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منیٰ وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ میں دس دنوں میں ذی الحجہ کے تو ان تاریخوں میں نیت اقامت درست نہوگی اسلیئے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا میں کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منیٰ اور عرفات میں ہی تو نیت اقامت بیمحل ہوگی وبعد عودہ من منیٰ تصح کما لو نوی مبیتہ باحدھما او کان احدھما تبعا للاٰخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منیٰ سے نیت اقامت کی درست ہی جیسے درست ہی نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونوں جگہ میں سے ایک میں یعنی مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ میں رہونگا اور رات کو منیٰ میں تو درست ہی اسلیئے کہ اقامت میں رات کے رہنے کا اعتبار ہی تو جب منیٰ میں داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونوں جگہ میں سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اسکے بسنے والے پر اتحاد حکمی کے سبب یعنے اگر ایک گانو شہر کے ایسے قریب پاس ہو کہ اسمیں اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونوں میں اقامت کی نیت کرنی مثلاً یوں نیت کرنی کہ

شہر میں دس روز اور گانو میں پانچ روز رہونگا درست ہے اسلیئے کہ دونوں حکم کی راہ سے ایک ہیں او لم یکن مستقلا برایہ کعبد فانہ قرأتہ یا نماز قصر پڑھے
وہ شخص جو اپنی راے میں مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت میں آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلا غلام یا
عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہیں تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدة
ولم ینوها ای مدة الاقامة بل ترقب السفر غدا او بعده ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلة نصف شهر کما مر یا وہ شخص قصر کیے
جائے جو کسی شہر میں داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیئے اور مدت اقامت کی نیت نکرے بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسوں اگرچہ اس توقع پر برسوں رہے
تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ تراویہ کے مسئلہ میں گذرا ہم یعنی اگر نیت میں تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو
ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نکرے وکذا یصلی رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا
فیها بخلاف من دخلها بامان فانه یتم او حاصر اهل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیة الاقامة مدتها لتردد بین القرار والفرار اور اسیطرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر
کہ داخل ہو زمین حرب میں یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب میں بخلاف اس شخص کے کہ دار الحرب میں امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن
کے باعث کوئی اسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیوں کا دار الاسلام میں غیر شہر میں باوجود نیت اقامت کے
مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو کہتے ہیں جو امام کی اطاعت نکریں کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہیں ہے
اگر شہر میں محاصرہ کے لیئے فوکش ہوں تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج میں مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسکی
مقتضی ہے انتہی بخلاف اهل الاخبیة کعرب وترکمان نووها فی المفازة فانها تصح فی الاصح وبه یفتی اذا کان عندهم من الماء والکلاء ما یکفیهم
مدتها لان الاقامة اصل بخلاف خیموں کے باشندوں کے مثل بدوں اور ترکمانوں کے کہ نیت کریں اقامت کی جنگل میں کہ انکی نیت درست ہے
صحیح تر قول میں اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ انکے پاس پانی اور چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیئے کافی ہو اسلیئے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے
ایک چراگاہ سے دوسری میں جانے کے سبب سے اقامت جاتی نرہیگی ورقول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کریں کیونکہ جنگل محل اقامت نہیں کذا فی
الطحطاوی والبرجندی ولو قصدوا موضعا بینهما مدة السفر قصروا وان نووا سفرا والا لا اگر جب خیموں والے جائیں ایسی جگہ کو کہ دونوں جگہوں میں فاصلہ مدت سفر کا
ہو تو اسصورت میں قصر کریں بشرطیکہ سفر کی نیت کریں اور اگر نیت سفر نہ کریں تو قصر بھی نکریں ولو نوی غیرهم الاقامة معهم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت
اقامت کرے غیر خیمہ والوں کا انکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول میں والحاصل ان شروط الاتمام ستة النیة والمدة واستقلال الرای وترک
السیر واتحاد الموضع وصلاحیته قهستانی اور حاصل یہ ہے کہ شرطیں پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیئے چھ ہیں اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت
پندرہ روز کی سوم رای کا مستقل ہونا یعنی کسیکا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل میں ہو اور کسی شہر یا گانو کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا
موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة
الاولی تم فرضه ولکنه اساء لو عامدا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وهذا لا یحل کما حرره
القهستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار ومازاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھیں کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی
میں بیٹھا ہی تب تو اسکے فرض پورے ہوجائینگے مگر اسنے برا کیا کہ دو کی جگہ چار پڑھی اور دو رکعتیں زائد نفل ہونگے جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اسمیں بھی
دو فرض اور دو نفلیں ہونگے شارح نے کہا کہ برائی اسصورت میں جبکہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے میں اتنی خرابیاں ہوئیں اول سلام میں دیر کرنا دوم
قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض میں ملا دینا حالانکہ یہ چاروں باتیں حلال نہیں چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا

اور پہلے یون ذکر کیا ہے کہ معنی اساءۃ کے یہ ہین کہ وہ شخص گناہگار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے دان لم

یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع

لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولی مین نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہوگئے اور کل رکعتین

نفل ہوگئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے

لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اُس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہو گا اور اگر تیسری رکعت

کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل ہوجاینگے ہم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہے یعنی اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر

تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کرلی تو فرض باطل نہوتگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجانا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہ

خاص پچھلی صورتون مین ہے کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہی وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد

للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا قنیۃ اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر

اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھتے ہین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین

قراءت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قراءت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اور دونون قعدے

فرض ہین مقیم مذکور پر یعنی ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیۃ وندب

للامام ہذا یخالف الخانیۃ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال

الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ ان یقول بعد التسلیمتین فی الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا

اور مستحب ہے امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے

لیے مستحب ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول متن کا کہ امام کو مستحب ہے خبردار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ

انمین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول متن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیونکو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط

ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ

انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف متن و خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیے

یعنی مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے

آگاہ کردے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس

غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری پڑھادے تو ایسی نیت سے مقیم نہو گا یعنی اس صورت مین اُسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگے اور اگر مقتدی اُسکے

پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت

ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولی او القراءۃ لو اقتدی فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے

مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہوجاینگے نہین

درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ بدل جاتی ہین یعنی ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ

مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے کے یعنی غیر فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے

حق میں واجب ہے اور مسافر کے حق میں فرض اور اگر پچھلے دوگانہ میں اقتدا کریگا تو قرارت کے حق میں اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے
حق میں سنت ہے پچھلے دوگانہ میں اور مسافر کے حق میں فرض غرضکہ قضا نمازوں میں اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہیں چار رکعت والی نمازوں میں اور
فجر و مغرب کی نمازوں میں درست ہے خواہ ادا ہوں یا قضا ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بها
هو المختار لانه ترک لعذر تجنیس وقیل لا الا سنة الفجر اور مسافر بولکہ سنتوں کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت میں ہو یعنے حالت فروکشی اور اطمینان
میں اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی میں ہو تو سنتیں نہ پڑھے یہی مختار ہے اسلیئے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث ہے کذا فی التجنیس ایک قول
یہ ہے کہ فجر کی سنتیں نچھوڑے یعنی اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہیں والمعتبر فی تغییر الفرض اخر الوقت وهو قدر ما یسع التحریمة فان کان المکلف
فی اخره مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانه المعتبر فی السببیة عند عدم الاداء قبله اور معتبر فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت ہے یعنی اسقدر
کہ گنجائش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت میں مسافر ہوگا تو دو رکعتیں واجب ہونگی اور اگر اسوقت میں مسافر نہوگا تو چار پڑھنی
واجب ہونگی اسلیئے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے میں وقت نہ ادا کرنے کے پہلے اسوقت سے مر یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر
حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت میں لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش میں آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت
کی نماز انکو لازم ہوگی اسیطرح اقامت و سفر میں آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تأهله او توطنه
یبطل بمثله اذا لم یبق له بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیهما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اگلے
وطن میں آدمی کے گھر والے نرہے ہوں اور اگر رہے ہوں تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونوں میں خواہ نیت اقامت کرے یا نہیں نہیں باطل
ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنوں سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا شادی کرنیکا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمیں
ہیں ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہیں دوم وطن اقامت یعنی وہ مکان جس میں پندرہ روز یا زیادہ
سکے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہیں تیسرا وطن سکنی جسمیں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی میں
آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر میں وطن اصلی آگیا اور وہاں منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو
وطن اصلی بنا لیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اوٹھ گئے ہوں اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہوں اور خود
دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہے تو دونوں مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونوں میں نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامة بمثله وبالوطن
الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہے وطن اقامت اُس جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کرجانے سے مر یعنے اگر ایک جگہ
میں نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اسکو چھوڑ کر دوسرے مقام میں نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسیطرح اگر وطن اصلی کو
چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کرجانے کا ہے تو اگر ان حالتوں میں وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی
نکرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی والاصل ان الشیء یبطل بمثله وبما فوقه لا بما دونه اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے
اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر سے یعنی سب میں قوی وطن اصلی ہے اُس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہیں اور وطن
اقامت سے وطن اصلی باطل نہیں ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وهو ما نوی فیه اقل من نصف شهر لعدم فائدته اور مصنف نے ذکر نکیا وطن
سکنی کو یعنے اس مقام کو جس میں نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی ہو بسبب اسکے نہ مقید ہونے کے یعنے وطن سکنی میں تغیر نہ مقیم کے لیئے ہے
نہ مسافر کے لیئے اسلیئے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں وما صححه الزیلعی رده فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیئے بنائی ہے

اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گاؤن مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گاؤن مین
پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گاؤن سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہوا کہ ابھی
نہ اپنے شہر وطن گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیئے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہوگیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اُوسی گاؤن
مین کو گذرے تو وہ اُس گاؤن مین کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیئے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہوجاتا
یعنی نہ تو اُسنے دوسری جگہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کردیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے
وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اُس گاؤن سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نپایا گیا اسلیئے نماز پوری پڑھی صاحب
بحر الرائق نے اسکا جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گاؤن مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن
اقامت باطل ہوجاتا ہی جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہوا اسلیئے
کہ یہان تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاھا مھرھا
المعجل وعبد غیرہ مکاتب وجندی اذا کان یرزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولی وامیر و
مستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیئے کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر
نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر ندیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون لواے مہر معجل شوہر اُسکو سفر
مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سے شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیئے
کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اسپر طاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کو کھانا
امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اُسکی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے
کہا کہ یہ اسصورت مین ہی کہ ماہبہ یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کیوقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسی لیئے اعتبار اُسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی و قیدی
کی نیت معتبر نہین قید کرنے والے کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس ہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ
جبکہ استاد کے ذمہ کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسی لیئے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ
بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیئے قلت فقید المعیۃ ملاحظ فی تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر
محقق لہا وھو الارتزاق فی مسئلۃ الجندی ووفاء المھر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ
ہی تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہی
اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا ہم شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا
دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے موجب کاربند ہو ورنہ ظاہر حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری
نماز پڑھے وبہ بان جواب حادثۃ جزیرۃ کرید سنۃ ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا
سنہ ایکہزار اسّی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہوگئے یعنی نہ امیر
کے ساتھ رہتے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملتا تو ہر ایک تابع نرہا مستقل ہوگیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب
کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے [illegible] مین فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو

ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الاقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الاصح وفي الفيض وبه يفتى
كما في المحيط وغيره دفعاً للضرر عنه اور ضروری ہے کہ تابع کو متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا
جب تک کہ اسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنی اسکی بے علمی
مین اگر اسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اسکا ضرر ہوگا کما في الخلاصة عبد ام مولاه فنوى المولى الاقامة ان اتم صحت صلاتهما
والا لا مبني على خلاف الاصح پس یہ مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا
تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونوں کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے کہ اسکو چار پڑھنے چاہیئین تھی دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ
سے کہ غلام کی نماز پر اسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس قول مین کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء يحكي
اي يشابه الاداء سفراً وحضراً لانه بعد ما تقرر لا يتغير اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر مین اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے
کے متغیر نہین ہوتی ہے یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اسکو پڑھنا چاہے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے
کہ انکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت
اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا في الشامي غير ان المريض يقضي فائتة الصحة في مرضه
بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہوسکے ویسی پڑھ لے ہے یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی
بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا في الطحطاوي **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہے یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہے یہ نہین کہ ممالک محروسہ اسکے
لیئے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا في الشامي تزوج المسافر ببلد صار مقيماً على الاوجه مسافر نے کسی شہر مین شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول
اوجہ کے بموجب ہے یعنی گو اس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق مین وجیز سے نقل کی ہے کہ حدیث
مین آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کرلے وہ اوسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانیکا ارادہ ہوگا تو
مسافر ہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقي
لمقصدها يومان تتم في الصحيح ولكن الصبي يقصر بخلاف كافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ
نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسیطرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے
کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہے حائضہ اسلیئے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیئے حکم سفر کا اسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف
ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہوسکتا تھا اسلیئے اسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اسکا دور کرنا اسکے
قابو مین نہ تھا کذا في الشامي عبد مشترك بين مقيم ومسافر تهايئا قصر في نوبة المسافر ولا يفرض عليه القعود الاول ويتم احتياطاً
ولا يأتم بمقيم صلاتهما لغز ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی
باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام پر قعدہ اولی فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اسکے مالک دو ہین تو وہ
ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقاً یعنی نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے
نہ اول دو رکعتوں مین نہ دوسرے مین اور یہ غلام کا حکم ان مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین ہے یعنی اس مسئلہ مین یہ سوال ہوسکتے ہین

کون شخص ہے کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے اور درمیانی قعدہ اسپر فرض ہو اور کونسا شخص ہے کہ اُسکو اقتدا اُسکے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہے کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کونسا شخص ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہیضہ مین کی ہے روایت ہے قال لنسائہ من لم یدر منکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فھی طالق فقالت احدٰھن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلق الاولیٰ لضمھا الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ المسافرۃ ۱۲ علمی

ایک شخص نے اپنی چار بیبیوں سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ نجانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اُسکو طلاق ہے تو اُنمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھے نے گیارہ تو اُنکو طلاق نہوگی کیونکہ اون عورت کا جواب درست ہے کہ اُسنے وترون کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر اون دونون نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہے جمعہ کے احکام مین ہم جمعہ اسلیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا اُسکی آیت مدنی ہے اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہے کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہے اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ھی فرض عین یکفر جاحدھا لثبوتھا بدلیل القطع کما حققہ الکمال وھی فرض مستقل آکد من الظھر ولیست بدلاً عنہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہے وہ فرض عین ہے کہ اُسکا منکر کافر ہے بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیہ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہے اُسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہے زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہے عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کی طرف نسبت کرکے ہم جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہے وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالیٰ اُسکے دل پر مہر کردیتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہے اُس قول سے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہے کہ جمعہ عوض ہے ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلیے ہوا کہ ظہر ساقط ہوجائے اور اسیوجہ سے اگر کوئی آدمی بغیر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ جمعہ ظہر پر حاکم ہے اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین کی ہے حتی کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسیکو اختیار کیا تو شارح نے جو تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہے کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوٰۃ الاربع بعدھا بنیۃ اٰخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منھا فالاولیٰ ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ مین نے چند بار فتویٰ دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہے ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ چارون رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سے جسنے یہ کہا ہے کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کیفیت بیان کو اسلیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین

پچھلی دوپہر تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اسکو ابھی نہ پڑھا ہو اسکو پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیئے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا (ویشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء) اور شرطین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہین نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیئے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنی جنسے جمعہ آدمی پر واجب ہوتا ہے اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہے کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہے جسکا ترجمہ مترجم نے فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ۱ بینائی است مردی و آزادی بعد ازان ۲ سلطان و وقت و خطبہ جماعت ہم اذن و شہر دان ۳ یاد ش پی اداکر بگذار ار انگان ۴ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہے اسلیئے تعداد سات ہوئی (الاول المصر وھو ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظھور التوانی فی الاحکام) پہلی شرط صحت کی شہر ہے یعنی وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنیکا حکم ہے نہ سماوین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہے اکثر فقہا کا کذا فی المجتبی اس تعریف پر فتوی ہے بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین (ھ) یعنی ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ حاکم سزا اُن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی (وظاھر المذھب انہ کل موضع لہ امیر و قاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی) اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ بستی ہے جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہے ملتقی الابحر کی شرح مین (ھ) امیر و قاضی سے مراد یہ ہے کہ اُوسی شہر مین رہتے ہون یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نکرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی (وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ) اور قہستانی مین ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گاؤن مین اذن ہے جمعہ کے لیئے بالاتفاق اوپر اُس بیان کے کہ کہا ہے اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن کے سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے (ھ) قہستانی مین مذکور ہے کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گاؤن مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہے بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنیکا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہے قصبات اور بڑے گاؤن مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا (او فناءہ بکسر الفاء وھو ما حولہ اتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی) یا شرط صحت جمعہ کی فنا مصر ہے بکسر فا اور فنا وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیئے مثل دفن کرنے مردون اور دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہے اُسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیئے اندازہ کرنا اُسکا ہے ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہے اسکو ولوالجی نے (ھ) شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے اسکی کچھ حد مقرر نہین کی یعنی جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہے جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہے اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب مین تو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار

باتہ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیئے مسافت مختلف ہوتی ہی اسلیے بہتر یہی ہی کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاے (والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأة فیجوز امرها باقامتها لا اقامتها) اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہی اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہی حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہین ہی قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اُسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اُس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہی تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونون باتین کریگا تو درست ہی اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھائے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہی تو تغلب ہی سے ہوتی ہی اسلیے کہ امامت کبریٰ مین مرد ہونا شرط ہی تو شارح کو چاہیے تھا کہ اولی جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو (او مامورہ باقامتها ولو عبدا ولی عمل ناحیة وان لم یجز انکحته واقضیته) یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونون امر اُس شخص کیطرف سے نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی (واختلف فی الخطیب المقرر من جهة الامام الاعظم او من جهة نائبه هل یملك الاستنابة فی الخطبة فقیل لا مطلقا ای لضرورة اولا الا ان یفوض الیه ذلك وقیل ان لضرورة جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورة لانه علی شرف الفوات لتوقته فكان الامر اذنا بالاستخلاف دلالة ولا كذلك القضاء) اور اختلاف ہی متاخرین کا اُس خطیب مین جو سلطان یا اُسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کیطرف سے مقرر ہو کہ اُسکو خطبہ پڑھنے کے لیئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہی یا نہین یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نایب کر سکتا ہی یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اُس صورت مین کہ خطیب مذکور کو امام حاکم کی طرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہی اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہی مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیئے کہ ادای جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونے کے سبب سے فوت ہو جانے کے کنارہ پر ہی تو اجازت اداے جمعہ کی اذن ہی خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہی ایسی قضا مین یعنی جمعہ کے ادا کے لیئے ایک وقت معین ہی کہ وہ گذر جائے تو جمعہ جاتا رہے اسلیئے جب حاکم نے ادا جمعہ کے خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہی کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی خطیب پر آ سکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیئے کوئی وقت خاص نہین کہ اُسکے گذر جانے سے خوف اُسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی (وهو الظاهر من عبارتهم ففی البدائع كل من ملك الجمعة ملك اقامة غیره) اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہی فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہی کہ جو شخص مالک ہی جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہی اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہی وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہی (وفی النجعة فی تعدد الجمعة لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتها عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلك بل الاذن مستصحب لكل خطیب وتمامه فی البحر) اور کتاب نجعہ فی تعداد الجمعہ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہی مرقوم ہی کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہی پھر اُسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی م نجعہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہی اور ابن جرباش بضم جیم وراء مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہی حاصل مسئلہ کا یہ ہی کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہی کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر

دوسرے کو اجازت دے اسیطرح اجازت در اجازت چلی جائے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس
مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہوگی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اسنے اجازت دی ہو اُس سے نہیں رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے
سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جبکہ بیمار ہو جاوے تو اسپر
کوئی دلیل نہیں فقہا کی عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ صورت خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بیماری میں بھی درست
ہے حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیئے نایب کر سکتا ہے یا نہیں کذا فی الشامی م اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف
خطبہ موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیئے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہے نہ نماز کے لیئے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فی المنح
وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برھن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا وابدع ولکثیر من الفوائد اودع لہ
جن باتوں کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں رد کیا ہے جسمیں خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے بیان کیا ہے اور اس
رسالہ میں لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہیں م ملا خسرو نے بیان کیا ہے کہ خطیب کو نایب کرنا نہیں پہونچتا جب تک بادشاہ
کیطرف سے اسکو نایب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام
وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر میں ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلق ہمارے زمانہ میں یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیئے کہ ۹۴۵ھ میں سلطان کیطرف سے اجازت
عام ہوگئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوی ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہے
کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہیں بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہیں م وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ
الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ وقد اقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو
درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت
اُس شخص کی ناجائز ہوگی اور تایید کرتا ہے عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہے نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہے اسکو شیخ الاسلام نے م یعنی جب جمعہ
بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہے کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو
یہاں تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بفتحتین حاکم السیاسۃ
او القاضی لما حل لہم ذلک جاز لانہ فوض الیہم امر العامۃ اذ ذاک بذلک دلالۃ م اگر مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ میں کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا
فی البدایع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنے ولی عہد نے یا حاکم کوتوالی نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اسلیئے کہ سپرد کرنا
عوام کے امور کا اُنکو دلالت اجازت ہے اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ و را مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جمع ہے شرطی کی م شامی نے
کہا کہ جمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا
سو درست ہے شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے م شامی نے
کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوروں کو اختیار نہیں دے
سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبوں کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہیں وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ
اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے
مقرر کیا ہو م شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کے کہ جنازہ میں قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر ونصب العامۃ کالعدم

غیر معتبر ہم وجود من ذکر لما مر عدمہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں یعنی بدون اذن
قاضی یا سلطان میت کے نائب کے اگر رعیت کسیکو خطیب کریگی تو اسکا اعتبار نہوگا اور اونکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے
م معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہوون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا
اور اونکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیئے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق
او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے
یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اون مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو م یعنی حج کے دنون مین
منی حکم شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیان کے اوترنے کے
منی گاؤن کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی
وعدم التعیید بہا للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لیئے ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منی شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے
مثلاً اہل مکہ تو وہ اسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیئے نہین کہ منی شہر نہو بلکہ اسلیئے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا
کرنے مین مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اونپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج حتی
لو اذن لہ جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب قاصر ہونے اسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہان تک کہ اگر اسکو اجازت
اقامت جمعہ کی تو درست ہے م امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا
سپرد کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیئے اسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے
اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصراً ولا بعرفات لانہا
مفازۃ اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیئے کہ وہ جنگل ہے یعنی اسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع
کثیرۃ مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج اور ادا ہوجاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقاً یعنی
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع
اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے م یعنی ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد
سے بہت فاصلہ پر ہونگے اونکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ
جمعہ درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث لا جمعۃ الا فی مصر مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی فعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق
تحریمۃ وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنی دو جگہ
سے زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ
پڑنے سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے
اسکو بحر الرائق مین م ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہوجائین
مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہوجائے اسلیئے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اسمین
شبہ قوی ہے اسلیئے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی یا اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہی یہہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً و فی البحر الا نھر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکت وقتہ ولم اصلہ بعد فان کانت الجمعۃ صحیحۃ فلا وجوب علیہ فان لم یکن علیہا ظہر فائتۃ کانت نفلا وان کان علیہا ظہر فائتۃ کانت قضاء فتنبہ اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیئے کہ وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا مین اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسی لیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہو گا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہو گا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نماز جو نکلا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین قنیہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فی الشامی والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کی وقت ظہر کا ہی پس باطل ہو گا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب غلبہ نیند کے سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی مراد یہ ہی کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہان تک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہی کہ لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیئے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاوے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا اور خطبہ بضم خا بمعنی مفعول ہی مشتق ہی خطاب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان شرط الشیء سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لانہ امر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنی مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی اسلیے کہ حکم جمعہ کا ذکر کیطرف نہین ہی مگر اس ذکر کے سننے کے لیئے اور مامور لفظ جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا مع یعنی آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیئے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیئے کہ حضور جماعت شرط ہی پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہو گا کذا فی الشامی و کفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لابد

من ذکر طویل و اقلہ قدر التشہد الی عبدہ ورسولہ اور کافی ہے خطبہ فرض کے لیئے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الٰہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب
کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہے ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب کے برابر ہے م دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ آیت
مین مطلق لفظ ذکر ہے جو شامل ہے تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہے پھر یہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی اور قہستانی
کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی بنیتہ فلو حمد لعطاس او تعجبا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی
الذبیحۃ لکنہ ذکر فی الذبائح انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہے ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے
یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہے الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے
کتاب الذبائح مین ذکر کیا ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والیکا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے سو اس اختلاف کو سوچ لے م مصنف نے کتاب الذبائح
مین کہا ہے اور اگر چھینک لے ذبح کرنے کے وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اگر چھینک کے لیئے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لیئے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہے کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اسطرح ممکن ہے
کہ کتاب الذبائح مین اس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہے یعنی ایک روایت امام سے ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینک والیکا کافی ہے خطبہ کے
لیئے ویسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب
وتارکہا مسیئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث آیات اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان
مین مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنیوالا ہے صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونون خطبونکو اتنا لمبا کرنا
کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہو جاوین مکروہ ہے جیسے بقدر تین آیتون کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنی نہ اتنا طول دے کہ
خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتون کی مقدار نرہے م شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑھنے
کیوقت اپنا منہ دہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے یعنی اسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا
ہے کہ جب خطیب خطبہ اول کو پڑھ کر بیٹھتا ہے تو لوگ ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیئے اس مسئلہ کی تحقیق اسجگہ مناسب معلوم ہوئی ہے ابو داود مین
حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھکر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہوتا پھر
کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان خطبون کے جدائی کے لیئے جلسہ اتنا کرنا چاہیئے کہ تمام اعضا اپنے
قرار پاجائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا بدعت ہے اور صغانی نے لکھا ہے کہ ہاتھ اوٹھانا دعا کے لیئے دو خطبون کے درمیان غیر مشروع ہے اور جامع الخطیب مین ہے کہ ہاتھ
اوٹھانا دعا کے لیئے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکھا ہے کہ کلام نکرنے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے تھے نہ
کہ سوا اسکے کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کیوقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک ہے تو ملا علی
قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کلام اسوقت مین حرام ہے اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانون کے لیئے پڑھتا ہے خطبہ مین دعا
کے اندر دل مین سے یہ نہین ثابت ہو سکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگین اور اس امر مین [illegible] ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علماء نامی دلی
و رامپور و دہلی نے یہی لکھا کہ دونون خطبون کے بیچ مین ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھ اوٹھائے اور بدون زبان ہلائے دلمین دعا مانگے تو
اسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہے اور عمارہ بن رویبہ رضہ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ مین ہاتھ اوٹھائے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بددعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ کالاولی ویبدأ بالتعوذ
سِتراً اور پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنی اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اُس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر م یعنی اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تخمیس مین
کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اُس مین وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیئے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون
ہی کذا فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان فجوّزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیئے
اور جائز رکھا ہی اسکو قہستانی نے م شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہی
کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیئے واجب ہی وہ اُس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریماً وصفہ بما لیس فیہ اور
مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسے امور سے کہ اُسمین نہون مثلاً عادل کہنا جبکہ ہو رسیدن کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا
جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیئے کلام مکروہ نہین
کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنی اچھی بات کا حکم کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر اً مکروہ تحریمی ہی ومن السنۃ
جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوٰۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر
سلم مجتبی اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیئے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل
ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبی م مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہی اور سیوطی بروزن مکتب اور
منبر بیان کیا ہی وہ خلوت خانہ ہی جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے
محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائماً اور مسنون ہی دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے
ساتھ کھڑا ہو کر م یعنی یہ تینون باتین مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے بے ستری کھل جائیگی یا بیٹھکر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت
کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الصحیح لا ذکرہ الزیلعی لکنہ اشار الی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام
دو رکعتون کے ہی صحیح تر یہ ہی کہ نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین بعض نماز جمعہ کے مانند ہی م یعنی یہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ بمنزلہ صلوٰۃ ہی اس
کا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اُسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہیئیں شارح اُس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم
مقام ہو اور نماز کی شرطین اُسمین لازم ہون کذا فی الشامی ولو خطب جنباً ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز
پڑھائی جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع
لبیتہ فتغدی او جامع واغتسل استقبل لاصر اولی لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطیب
اور نماز مین فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ نئے سر سے پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنی
واجب ہی از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی

صورتوں میں اعادہ ضرور ہوگا مثلاً خشیت خبث تر ہوکر کسیکو نماز پڑھانے کے لیے نائب کرکے گھر جاوے تو اس صورت میں اعادہ خطبہ کا نہیں کذا فی الشامی (و) السادس
الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غير الثلثة الذين حضروا الخطبة سوى الامام بالنص لانه لا بد من الذاكر وهو الخطيب وثلاثة سواه بنص
فاسعوا الى ذكر الله اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے نص کے سبب سے اگرچہ سوا اُن تین شخصوں کے کہ
جو خطبہ میں موجود ہوں اسلیئے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اسکے سوا ہوں تاکہ صیغہ جمع اونپر صادق ہو ہم
تین مردونکو معلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتیں
نکلگئیں وہ کسی حال میں امام ہونیکی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی الطحطاوی فان
نفروا قبل سجوده لا قبل التحريمة بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائیں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنی اب ظہر کی نماز
از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جائیں تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام
پورا کرلے وان بقی ثلثة رجال ولذا اتی بالتاء او نفروا بعد سجوده او عادوا وادرکوه راکعا او نفروا بعد الخطبة وصلی باٰخرین لا تبطل و
اتمها جمعة اور اگر جماعت میں تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے
ساتھ رکوع میں شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل نہوگا
اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثة سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لئے
ت کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثة بولے جاتے ہیں اور بعد سجدہ کے آدمیوں کے چلے جانے سے
اسلیئے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط ابتدا کی ہے اور نفروا بعد الخطبہ کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والوں کے سوا ہوں
والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن
العام مقرر لاهله وغلقه يمنع العدو لا المصلى نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزيا لشرح عيون المذاهب قال وهذا
اولى مما في البحر والمنح فليحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنیکا اختیار رکھتا ہے
اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیئے یعنی جنپر اداے جمعہ چاہیئے انکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم
ہوا کہ صریح اذن شرط نہیں دروازہ کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم
کی جہت سے اسلیئے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیئے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہاں اگر بند نہ کیا جاوے یعنی
جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاہب کیطرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ بند نہ کرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے
اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور اسمین اپنے
لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصره واغلق بابه فصلی
باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وكره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا
محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن ظاہر نماز کیوقت چاہیے اور یہ اس صورت میں حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا
اور لوگوں کو اندر آنیکی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی فالامام فی دینه ودنیاه
الی العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتياج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا (وشرط لافتراضها تسعة تختص بها) اور مشروط ہیں جمعہ کی
فرضیت کے لیے نو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیئے مہ ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں
بلکہ ہر نماز فرض کیواسطے ہیں اسلیئے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لئے کہا (اقامة بمصر واما المنفصل عنه فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد
وبه يفتى كذا في الملتقى وقدمنا عن الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح في البحر اعتبار عوده لبيته بلا مشقة) شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر
میں یعنی مسافر پر واجب نہیں اور اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ایسا مذکور ہے ملتقی میں اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنیکو اپنے گھر بدون مشقت کے مہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں
بلکہ گرد شہر وہی ہے جسمیں اسکے منافع کی چیزیں ہوتی ہوں (وصحة والحق بالمريض الممرض والشيخ الفاني) اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی
ہے یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنی جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر لینے
(كذا في الحلية) اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نرکھتا ہو (وحرية والحق وجوبها على مكاتب ومبعض
واجير ويسقط من الاجر بحسابه لو بعيدا والا لا) اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے
کہ جمعہ واجب ہے مکاتب پر اور اس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا او بقیہ کے لئے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت
کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہوگی مہ یعنی مثلاً استاد دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی دن یعنی
ایک پہر لگتا ہے تو اس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا (كذا في الشامي ولو اذن له مولاه وجبت وقيل
يخير جوهرة ورجح في البحر التخيير) اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہیے
جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینیکو (وذكورة محققة) اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونیکی مرد ہونا
ہے یقیناً یعنی عورتوں اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں (وبلوغ وعقل ذكره الزيلعي وغيره وليسا خاصين) اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونیکی
بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیئے خاص
نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیئے شرط ہیں (ووجود بصر فتجب على الاعور) اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اسکو پہونچانیوالا میسر ہو (وقدرة على المشي في البحر
بان سلامة احدهما كاف في الوجوب لكن نقل الشمني وغيره لا تجب على مفلوج الرجل مقطوعها) اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی
قادر ہونا ہے چلنے پر تبیین کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پانوں کا نماز کے لیئے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہیں اس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ یا کٹی ہوئی ہو مہ شامی نے ابو سعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پانوں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانیکا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجائے
احدهما کے احدیہا لکھتا اسلیئے کہ پانو مونث ہے (وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شديد ووحل وثلج …) اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس
نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکے مثل کا جیسے [illegible]

کو جائز ہیں اور ادا کرنا ہی جائز ہے ہم ماتن نے شرائط وجوب کے گیارہ بیان کئے اور ہمنے جو پیشتر قطعہ لکھا تھا اُس میں چھ شرطیں مذکور تھیں یعنی پانچ شرطیں آخر کی ان گیارہ میں سے
و صحت کے قطعہ کی ایک شرط بے عذر ہونے میں داخل ہیں وفاقدھا ای ھذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ و صلاھا وھو مکلف بالغ عاقل
وقعت فرضا عن الوقت لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض وفی البحر ھی افضل الا للمرأۃ اور جس شخص میں یہ سب شرطیں وجوب کی
نہوں یا بعض نہوں اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اُسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض میں تاکہ
اُسکے حق میں جو چیز شریعت نے وضع کی ہے وہ مضر نہ پڑے اور بحر الرائق میں ہے کہ جمعہ سب عذر والوں کے حق میں افضل ہے ظہر سے مگر عورت کے لئے ظہر افضل ہے
اسلئے کہ اُسکی نماز گھر کے اندر افضل ہے ہم عزیمت حکم شرعی ہے مقابل رخصت کے یعنی رخصت میں شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی ہے اور عزیمت میں مشقت زیادہ
مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا کہ جمعہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو اُنکے حق میں ظہر کا پڑھنا سہولت کیوجہ سے رخصت ہے اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے
لحاظ سے عزیمت تو جب اُسنے مشقت گوارا کرکے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اُسکے جمعہ کو صحیح نہ کہیں اور اُسپر ظہر لازم کریں تو اُسپر اور مشقت رکھی جائیگی
اور اُسکے حق میں جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی و یصلح للامامۃ فیہا من صلح لہا فی غیرھا فجازت لمسافر و عبد و مریض
و تنعقد الجمعۃ بہم ای بحضورھم بالطریق الاولی اور لیاقت امامت کی رکھتا ہے جمعہ میں وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ میں پس جائز ہے امام
ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہے جمعہ اُنکے حاضر ہونے سے بطریق اولے ہم امام شافعی نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی امامت
تو صحیح ہے مگر انکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلئے ماتن نے کہا کہ جمعہ اُن سے ہو جاتا ہے کیونکہ جب اُنمیں لیاقت امام ہونے کی ہے تو لیاقت
مقتدی ہونے کی بطریق اولے ہوگی کذا فی العنایہ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا اما بعدھا فلا یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت
الجمعۃ وھو حرام اور حرام ہے اُس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن میں شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہیں کذا
فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلئے حرام ہے کہ ظہر سبب ہوتا ہے واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہے تو جو چیز حرام کا سبب
ہوگی وہ بھی حرام ہے ہم شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہے واقعا محذوف سے جو حال ہے ظہر کا یعنی اُسی روز کا ظہر حرام ہے نہ اُس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اسلئے لگائی کہ اگر
گاؤں میں قبل جمعہ ظہر پڑھیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ میں نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہے اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت
کی ہے فان فعل ثم ندم و سعی علیہا اتباعا للایۃ ولو کان فی المسجد لم یبطل الا بالشروع فیہا بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ او مع فراغ الامام
او لم یقیموا اصلا لم یبطل فی الاصح فالبطلان بہ لہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب دارہ والامام فیہا ولم یدرکہا لبعد
المسافۃ فالاصح انہ لا یبطل سراج بطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ ولا ظہر من اقتدی بہ ولم یسع ادرکہا او لا بلا فرق بین معذور وغیرہ
علے المذہب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنی جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ
سے باہر ہوا تو اُسکا ظہر باطل ہوگا یعنی فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی ورنہ باطل ہوگا ظہر اُس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑھی
ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والیکو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نملے دونوں صورت میں فرض ظہر باطل ہونگے بدون فرق کے درمیان معذور اور
غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت میں فاسعوا الی ذکر اللہ ہے اسلئے ماتن
نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کیطرف سعی کی اسلئے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اُسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام
نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی نہ کیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول میں کیونکہ اِن صورتوں میں اُسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہے جمعہ کے
پاسکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہ ہے کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج ہم شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید

شارح نے لکھا ہی سو صحیح نہیں اور سراج کے مسئلہ میں جو لا تبطل نقل کیا ہی اسمیں لا غلط ہی کیونکہ بحر الرائق میں کہا ہی کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی شامل ہوگئی کہ جمعہ کو نپایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا اور یہ قول بلجنون کا ہی اور سراج میں کہا کہ یہی صحیح ہی اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اُسکو ابھی تک فوت نہیں ہوا انتہی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہیں تو چاہیے تھا کہ اُسکا ظہر باطل نہو تا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم میں شامل ہوگیا وکرہ تحریما للمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدها لتقلیل الجماعۃ و صورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگوں کو مکروہ نہیں اسیطرح گانو والوں کو جماعت ظہر مکروہ نہیں اور شہر میں وجہ کراہت یہ ہی کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائیگی یعنی معذوروں کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت اُسقدر کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہی یعنی حکم اقامت جمعہ کا ہی تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدیں جمعہ کے روز بند کیجائیں سوا جامع مسجد کے یعنی اسلیے کہ مسجدیں اجتماع کی جگہ ہیں تو اُنکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی وکذا اهل مصر فاتتهم الجمعۃ فانهم یصلون الظهر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہی جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والوں کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھیں بدون اذان و تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرها الی فراغ الامام وکره ان لم یؤخر هو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیکر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہی ومن ادرکها فی تشهد او سجود سهو و تشهد علی القول به فیها یتمها جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ میں ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد میں وہ تمام کرے جمعہ یعنی دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگوں کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہی کہ کثرت اژدہام جمعہ وغیرہ میں سجدہ سہو نہ کرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو یا اُسکے تشہد میں نہ مل سکیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین میں ہی یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو میں ملے تو بالاتفاق دو رکعتیں پوری کرے لکن فی السراج انه عند محمد لم یصر مدرکا له لیکن سراج میں ہی کہ نمازی امام محمدؒ کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا یعنی تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمدؒ کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زاید تکبیروں کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہی یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی جمعۃ لا ظهرا بالاتفاق فلو نوی الظهر لم یصح اقتداؤه اور نیت کرے تشہد میں ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاهر انه لا فرق بین المسافر وغیره نهر بحثا پھر ظاہر یہ ہی کہ نہیں فرق ہی مسافر اور غیر مسافر میں کذا فی النهر بحثا امام ظہیریہ میں ذکر کیا ہی کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتیں پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ مسافر اور غیر مسافر اسمیں برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کریں واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامه للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامها وان کان فیها ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر چڑھنے کے لیے معتبر ہی کذا فی شرح المجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہی نہ کلام خطبہ کے تمامی تک اگرچہ خطبہ میں ذکر ظالموں کا ہو صحیح تر قول کے بموجب مقابل قول اصح کا یہ ہی کہ جب ظالموں کا ذکر خطبہ میں ہو اُسوقت کلام درست ہی اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہی کذا فی الطحطاوی الا القضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینها وبین الوقتیۃ فانها لا تکره سراج وغیره لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کیوقت

جائز نہیں سوا قضا پڑھنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان میں ترتیب ساقط نہوئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہیں کذا فی الشرح
وغیرہ بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہی بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلیئے کہ اُس کے
پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر ترتیب نہ ہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کیوقت مکروہ ہی ولو خرج وھو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح
ویخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہو یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہونے کے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور
نفل جو کچھ پڑھتا ہی تمام کرے صحیح تر قول میں اور قراءت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوٰۃ حرم فیہا ای
فی الخطبۃ خلاصہ وغیرھا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا او رد سلام او امرا بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین
قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصۃ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کیوقت کھانا اور
پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہتا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون
فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط مم اور قول ضعیف یہ ہی کہ خطیب سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں
شامی نے کہا کہ تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہی اسلیئے کہ تسبیح نماز مین حرام نہیں اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنی ہی
چنانچہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف ھلاکہ لانہ یجب لحق آدمی وھو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ
اور اعتراض نہیں وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کیوقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئیں مین
گر جائیگا تو لازم ہی کہ اُس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہی اور سکوت
خطبہ کیوقت اللہ تعالی کے حق کے لیئے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہی یعنی اللہ تعالی غنی ہی اُس سے درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف رح
ینظر فی کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطیب سے دور ہوتے تو خطبہ کیوقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اُسکو صحیح کیا کرتے
شامی نے کہا کہ یہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہی والاصح انہ لا باس بان یشیر براسہ او یدہ عند رؤیۃ
منکر اور صحیح تر یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنیکا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب
انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب ہی کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپکے اسم
مبارک کے اپنے جی میں مم یعنی آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ درود دلمین پڑھے
کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والیکا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی
ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکے تو الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور
اسیطرح واجب ہی سننا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا واذا جلس عند
الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جب تک خطبہ شروع کرے اُسوقت تک
کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اُسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما
غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی جو آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہی
بالاتفاق وعلی ھذا الترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندھما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہماری زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب
کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک مم ترقیہ اُسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہوکر اول یہ آیت پڑھتا ہی ان اللہ وملائکتہ یصلون الخ

عــلی النبـــی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم آخر تک بخبر حدیث صحیحین کی پڑہتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اسوقت کہ امام خطبہ پڑہتا ہی تو تو نے لغو کیا تو ہر حدیث پڑہتا کلام آخر تک بخبر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا واما ما یفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا وتمامہ فی البحر اور جو رضی اللّٰہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کیوقت کرتے ہین سو یہ تو مکروہ ہی بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی مترجم موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفا و اصحاب کا لیتا ہی تو وہ باآواز بلند رضی اللّٰہ عنہ کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللّٰہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کا پکار کر کہتے ہین تو یہ حرکت انکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوا اسکے عجیب مسئلہ شارح بیان کرتا ہی اور کچھ بیان نہین والعجب من المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللّٰہ قلت الا ان یحمل علی قولھما فتنبہ اور تعجب ہی ترقیہ پڑہنے والے سے کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالی تم پر رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا مترجم یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اسکا امر صاحبین کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ ذکر کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین ووجب السعی الیھا وترک البیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رض اور واجب ہی جمعہ کیطرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہ اذان عہد مبارک مین آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع مین مشغول ہونا بڑا گناہ ہی مترجم بیع سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نہ کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت مین بیع کرنا اگر خارج سعی ہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلیے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض مین بھی یہی اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوئے تو آپ نے زورا پر ایک اذان اور بڑہا دی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ اذان اول وہی ہی جو وقت مین اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہی کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہی مترجم اذان کیوقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہی شارح صاحب ہدایہ کیطرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہی چنانچہ بحر الرائق مین افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیہ ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑہنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ ہو تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی و تمرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے مترجم طحطاوی نے کہا کہ یہ افادہ اسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑہین اور جس صورت مین مجہول پڑہین تو افادہ مذکور ظاہر نہو گا فاذا اتم اقیمت یکرہ الفصل بامر الدنیا ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کر لے تو تکبیر کہی جاے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہی اسکو عینی نے مترجم یعنی آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور امر منکر کا فاصلہ مکروہ نہین اور یہ جو دوسرے خطبہ مین خطیب

منبر سے ایک سیڑھی وہ ترتے ہیں پھر چڑھتے ہیں یہ بدعت شنیع ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کی بائیں طرف
اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورہ اعلیٰ و غاشیہ کا پڑھنا ولا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب لانہما کشیٔ واحد
مناسب نہیں کہ سوائے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے اسلیے کہ خطبہ و نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط ہیں یا مشروط
ہیں شرط کے پایا نہیں جاتا تو اسلیے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان صلی بالغ جاز ھو المختار
پس اگر ایسا کیا جاے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے تو درست ہے یہی مختار
ہے مم لڑکے کی قید اسلیے لگا دی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ میں اذن شرط
ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ
وغیرھا بلفظ حتی ان یدخل وقت جمعہ نہیں مضائقہ ہے سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکل جاے شہر کی آبادی سے پہلے نکل جانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر
عبارت ظہیریہ اور اسکے سوا دوسری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے نکل جائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے مم سفر سے مراد ہے
ایسی جگہ جانا جسکے باشندوں پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی و قال فی شرح المنیۃ و الصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا و لا
یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں یعنے کہ زوال کے پیشتر
اُسپر جمعہ واجب نہیں مم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی
القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ
لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ و قیل لا گانوں کا رہنے والا
جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں آنے اُس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اُسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا اور
شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہوگا مم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف و سکون راء نسبت ہے
قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہ او یومہ الا قام نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے
دن شہر میں ارادہ سے کہ اُس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نکی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا ویخطب الامام
بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حائل کرکے اُس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہے اور
اگر تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ
وھو متکیٔ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب موذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر
اُسپر سہارا کیلے مم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اُسمیں تلوار کا حائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی کہ تلوار
کو حائل کرکے پھر اسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اُسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکی علی قوس
او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر مم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا ملتقط محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے
اسیطرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فرع مسائل متفرقہ کے بنمع المنادی وھو یاکل تر کہ ان خاف فوت جمعۃ

ومکتوبة کالجماعة ایک شخص نے آذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہے تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف
ہو جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھنے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذرا مشتاق سعی
یریدُ الجمعة دخوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعة فلہ ثواب السعی الیھا وھذا یعلم من شرک فی عبادتہ فالعبرة للاغلب ایک گانون والا
شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑھنا ہے تو اُسکو جمعہ کیطرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت میں شریک کرے یعنی دوسری کوئی مطلب اُسمین ملا دے خالص اللہ تعالیٰ کے لیئے نہ رکھے تو اعتبار غالب ترکا ہوگا مثلاً حج میں
ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الا حفضل حلق الشعر و قلم الظفر بعدھا بہتر ہے بالون کا منڈوانا
اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے مر تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخنون کا منڈوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی
سی ہے تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے ان کا منڈوانا چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحة جلد چہارم
مین دیکھنا چاہیے لا باس بالتخطی ما لم یاخذ الامام فی الخطبة ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجة امامہ فیتخطی الیھا للضرورة مضائقہ
نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نکیا ہو اور بشرطیکہ کسیکو ایذا دے مگر یہ کہ اُسکو سوا خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو
اُس خالی جگہ کے بیٹھنے کو پھاندجاوے ضرورت کیوجہ سے مترجم یعنی لوگون پر سے پھاندنا ایک عمل ہے تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسیطرح اور ونکو ایذا
دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسیکا کپڑا دبا دے کسی کے بدن پر پاؤن رکھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیئے کسیکو
اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کیوجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی و یکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہے گردنون پر سے
پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنی خواہ ایذا کسیکو ہو یا نہو مترجم مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہے کہ درست ہے یا نہین نہر الفائق مین کہا
کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ امرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے
کذا فی البزازیة و سئل علیہ علیہ السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوة وھو الصحیح و قیل وقت العصر
الیہ ذھب المشائخ کذا فی التاتارخانیة اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے
خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُسوقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اس قول کیطرف گئے ہیں
مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے مترجم صحیحین مین ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو
اُسکو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت مین اختلاف ہے کہ کونسی ہے اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت
خطبہ کے لیئے بیٹھنے کے وقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوموسی رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے تو اس قول
کے بموجب دعا اپنے دلمین مانگے اسلیئے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسکو مالک اور احمد اور ابوداؤد
اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے
کذا فی الشامی و فیھا سئل بعض المشائخ اللیلة الجمعة افضل ام یومھا فقال یومھا اور تاتارخانیہ مین ہے کہ بعض علما سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر
ہے یا جمعہ کا دن تو اونھون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اسلیئے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے کذا
فی احکام مات کالاشباہ ومما اختص بہ یومھا قراءة الکھف فیہ ومن فیہ عطفہ علی قولہ فیکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقل
وھم نوفیہ یجتمع الارواح و تزار القبور و یامن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم

وفیہ یزورا ھل الجنۃ ربھم تعالی اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہو ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہو جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہو کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہو مع تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرات کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر سمجھا ہو کہ مکروہ ہو تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کا جاگنا تو اسنے غلطی کی یعنی اسلئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن قبرون کی زیارت ہوتی ہو اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہو اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہو اور اس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہو نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سوائے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا مگر اسکی شرطون کے اور مسنون ہونا اسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اسکے روزہ کا اور تنہا اسکی رات مین جاگنے کا اور اسمین سورہ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف رح کے جو صحیح اور معتمد ہو اور ہفتہ کے دنون مین اسکا بہتر ہونا اور اسکا روز عید ہونا اور اسمین دعا مقبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اسکے دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اسکا بچا رہنا اور اس روز دوزخ کا گرم نہونا اور اس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور انکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر عیدان المومنین سے اکثر ماتن اور شارح کے اقوال مین گذر چکے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونے کے لحاظ سے سبکا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہو اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہان تک عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہو دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عیدین کی جمعہ سے یہ ہو کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قراءت دونون مین جہر واجب ہوتی ہو اور نماز عید اسی پر واجب ہو جسپر جمعہ واجب ہو اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہو اور سال مین بہت ہوتا ہو کذا فی الشامی سمی بہ لان اللہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اسمین اللہ تعالی کے انعام بندون پر عائد یعنی مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہو یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل مین عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید کے دن کو عید کہتا یا اسلیے ہو کہ اللہ تعالی نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تھا عید کے باعث اسکے انعام یعنی افطار نے بندون پر رجوع کیا یا اسلیے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہو یا بفال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا ویستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ؎ عید و عید و عید صرن مجتمعۃ وجہ الحبیب ویوم العید والجمعۃ اور مستعمل ہوتا ہو لفظ عید اس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہو کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین جیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوۃ احدھما وقیل الاولی صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی فرأیتہ حکاہ عن مذھب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑے تو لازم نہین مگر ایک کی نماز

اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی اسیا ذکرہ القہستانی میں تمرتاشی سے میں کہتا ہوں کہ میں نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اونسے اس
مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی اور کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس نقل بیان کرنے کی غلطی پر ہم جامع صغیر میں ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک
روز میں جمع ہوں تو عید سنت ہے اور جمعہ فرض اور دونوں میں سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونوں قول جو قہستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ
حنفیوں کا مذہب نہیں اور دوسرے مذہب والوں کا بھی قول ضعیف ہے کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الھجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال
ہجری میں ہم ابو داؤد نے حضرت انس رض سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں
کھیلا کرتے ہیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں اونھوں نے عرض کیا کہ ہم انمیں حالت کفر میں کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے انکے عوض
تمکو دو روز انسے بہتر بدل دیئے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتھما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ
سوی الخطبۃ فانھا سنۃ بعدھا واجب ہے نماز دونوں عیدوں کی صحیح تر قول میں اوس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہے مع ان شرطوں جمعہ کے جو
پہلے گذریں سوائے خطبہ کے کہ وہ سنت بعد نماز عید کے ہے اصح قول کا مقابل یہ ہے کہ نماز عید سنت ہے اور بظاہر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں
اسلیے کہ سنت سے مراد سنت موکدہ ہے جو بمنزلہ واجب ہے یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا سنت سے ہے اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت
ہے یعنی اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی و فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ
اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ اور قنیہ میں ہے کہ عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے یعنی اسلیے کہ عید پڑھنا گاؤں میں ایسی چیز میں
مشغول ہونا ہے جو درست نہیں اسلیے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گاؤں میں مفقود ہے ہم یعنی گاؤں میں عید صحیح نہیں اگر پڑھیں گے تو عید نہوگی
نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتھا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا
والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کیجاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اسلیے کہ عید واجب عین ہے یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض
کفایہ ہے کہ دوسروں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے ہم واجب سے مراد یہاں وہ ہے جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید میں ہے یا فرضیت
کے طور پر ہو جیسا کہ جنازہ میں کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرھا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے
جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتیں مسنون ہیں اور مقدم کیجاوے نماز عید سورج گہن
سے ہم یہ مسئلہ فرضی ہے ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہیں پڑ سکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہے اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی
ہے لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف انہ الحقھا بالصلوۃ
لیکن بحر الرائق میں کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہے کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہے سنت سے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے شاید اسوجہ
سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنی فرضوں کے تابع ہیں لکن فی آخر احکام دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض
ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر میں ہے کہ مناسب ہے مقدم کرنا جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت
تنگ نہو سو اسکو تامل کر لے ہم یعنی جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بگڑنے کا خوف ہے اور کسوف کی تاخیر میں آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف
کے نہ ملنے کا اندیشہ ہے اسلیے کہ انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہے صاحب اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہیں ہو سکتی وندب یوم
الفطر اکلہ حلوا وتمرا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتھا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض
اور مستحب ہے عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی میں طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گاؤں کا رہنے والا ہو پیشتر عید جانے کے

نماز عید کے لیئے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمین خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ہم
ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ کل باتین سنت ہین اور انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہی اور بولنا مستحب کا
سنت پر اور اسکا عکس درست ہی کذا فی الشامی مختصراً واداءُ فطرۃ صح عطفہ علی الکل لان الکلام کلہ قبل الخروج ومع ثم اتی بکلمۃ ثم خروجہ
لیفید تراخیہ عن جمیع ما مرّ ماشیا الی الجبانۃ وہی المصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ جبانہ کیطرف یعنی عید گاہ کو جہان سب نماز پڑھتے
ہین شارح نے کہا کہ ادائے فطرہ کا عطف اکل پر درست ہی اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی باتون مین ہی اور اسیوجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے
پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سے عید گاہ کو جانا موخر معلوم ہو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا اُسکی تقریر یہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہوسکتا ہی
وہ تو واجب ہی شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب
ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا
ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لیئے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی گنجایش رکھتی ہو یہی صحیح ہی ہم یہی جواب ہی سوال کا یعنی نماز عید کے لیئے
نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہی امور گذشتہ کیے بعد نکلنا یا پیادہ یا نکلنا یا خاص عید گاہ
کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا باس باخراج منبر الیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے
لیجانے کا عید گاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانیکا عید گاہ مین نہ اُسکے باہر لیجانیکا یعنی منبر عید گاہ مین لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ
اور ظہیریہ مین کہا کہ مشایخ کا اختلاف ہی عید گاہ مین منبر بنانیکا بعضون نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر
کا سبکے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لاباس سے سمجھا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عید گاہ مین بہتر ہی کذا فی
الشامی ولا باس بعودہ راکبا ونُدِب کونہ من طریق آخر اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب
حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنیۃ
یتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکبا د دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمسے اور
تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اسطرحکی مبارکبادی جائز ہی ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر
صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رض سے اُسکے کرنے مین روایت کیئے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی
کہ معانقہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال مین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ رضی اللہ نے اُسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان
رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا قررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر
ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ مین اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے
علاقہ رکھتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عید گاہ مین پڑھے نہ گھر پر ایسا تنقیح کیا ہی اسکو مصنف
نے بتبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہی اسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح
منقول ہی ایک قول یہ ہی کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہی اور
صاحب بحر الرائق نے اُسکی تبعیت کی ہی اور اُسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور صاحبین
کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض

کوئی نہیں کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہی ہان پشیتر اُس سے یہ لکھا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہی اصح یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہیں کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرهان وقال الجهر به سنة كالاضحى وهو رواية عنه ووجهها ظاهر قوله تعالى ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ووجه الاولى ان رفع الصوت بالذكر بدعة فيقتصر على مورد الشرع انتهى زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحی کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالی کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی یعنی اس آیت مین اُن نعمتون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہیں مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہی بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب کذا الاینتفل بعدها فی مصلاها فانه مکروه عند العامة اور اسیطرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کیونکہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑھنا ثابت نہیں ہی کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدها فی البیت جاز بل یندب تنفل بأربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لا کر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہم وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لئے ہی یعنی جو کسل عبادت مین نہ کرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز کے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نہ کرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اسوجہ سے منع نہ کیا جاے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہی تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی فی حاشیته بخط ثقة وکذا صلوٰة رغائب وبرأة وقدر ہم اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسیطرح نہ منع کیا جاے عوام کو صلوٰۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوٰۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیئے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازون کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنه رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعه یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی ارأیت الذی ینهی عبدا اذا صلی اسلیئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین داخل ہو جاؤن اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتها من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبله بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایة اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط ہی یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وهو فی اثنائها فسدت کما فی الجمعة کذا فی السراج قدمناه فی الاثنی عشریة پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نماز ہی عید کی

نماز میں ہو تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ میں عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہے ایسا ہی نور میں سراج میں ہے اور ہمنے اسکو پیشتر بیان کیا ہے بارہ مسائل
اختلافی میں یعنی خلیفہ کرنے کے باب میں ہم فاسد ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا

قبل الزوائد وھی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور لا الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگو
امام دو رکعتیں ثناء سبحانک اللہم زائد تکبیروں سے پیشتر پڑھ کر اور زائد تکبیریں تین تین ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ
یہ تعداد بھی حدیث میں منقول ہے مگر یہ کہ سنے تکبیروں سے تو کل تکبیریں کہے ہم یعنی اول نیت کرکے دعا ثنا پڑھے پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرات کے ہے اور امام
تین سے زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملا کر سولہ تک متابعت کرے اور اگر تکبیر کی آواز پہنچتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید تکبیر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کے
لیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القراءتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قرات کو پیاپے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے
یعنی سورہ اعلیٰ اور غاشیہ ہم قراتوں کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قرات کے کہے تاکہ دونوں رکعتوں کی قرات میں فاصلہ تکبیروں کا نہو
پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرات شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیریں کہے اور قرات پھر سے پڑھے
کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام میں پایا بعد
تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو حنفی تین تکبیریں کہکر شامل ہو جاوے
کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرات پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ
تکبیریں پیاپے نہو جائیں یعنی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرات کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہیگا تو تکبیریں پیاپے ہو جاوینگی اور یہ
امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر یتابع ثم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح
لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو
مقتدی قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے
یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولیٰ ہے ھ اور بحر الرائق میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہونگا تو امام
رکوع سے سر اوٹھا لیگا تو اسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی فلو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاھر
الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کی طرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت
میں پس اگر عود کرے تو چاہیئے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ھ حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہے کہ اسصورت میں ترک فرض ہے واجب کیلیے
اور وہ مخل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ
فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اوٹھائے زائد تکبیروں میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ
نہ اوٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہے اسی کا اعتبار
کرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ھذا یختلف بکثرۃ
الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام میں
مسنون ہے جسمیں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیر کے بیچ میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اسکی
قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدھا خطبتین وھما سنۃ

فلو خطب قبلها صح واساء لترك السنة وما يسن في الجمعة ويكره يسن فيها ويكره اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونون سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا پہلے نماز کے تو درست ہوا اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہو وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہو طحطاوی نے کہا کہ دو باتون کا فرق ہو ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید مین مسنون ہو اور جمعہ مین نہین دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہو اور عید مین نہین والخطب ثمان بل عشر تبدأ بالتحميد فی ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونكاح وينبغي ان تكون خطبة الكسوف وختم القرآن كذلك ولم اره اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس تین سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی یعنی الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہو اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہو اسلیے شارح نے دس خطبے بیان گئیے ويبدأ بالتكبير في خمس خطبة العيدين وثلث خطب الحج الا التي بمكة وعرفة يبدأ فيها بالتلبية ثم الخطبة كذا في خزانة ابي الليث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبونکو دونون عید کے خطبون کو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور عرفہ مین ہو اسمین اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا اندکورہی خزانہ ابو اللیث مین یعنی جو خطبہ منی مین گیارہوین ذی الحجہ کو ہوتا ہو اُس مین لبیک نہ کہے کذا فی الطحطاوی

ويستحب ان يستفتح الاولى بتسع تكبيرات تترى اي متتابعات والثانية بسبع هو السنة وان يكبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة اور مستحب ہو کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کہکے یہ سنت ہو اور مستحب ہو کہ منبر سے اوترنے کے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد عليه لا يجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے لیے ہو اور چونکہ عید مین اذان نہین اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ويعلم الناس فيها احكام صدقة الفطر ليؤديها من لم يؤدها وينبغي تعليمهم في الجمعة التي قبلها ليخرجوها في محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے کہ لوگون کو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اُسکے موقع پر دیڈالین اور مین نے اس بات کو کہین مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اُسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وهكذا كل حكم احتيج اليه لان الخطبة شرعت للتعليم اور اسیطرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اُسکی تعلیم کردے اسلیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے مشروع ہوا ہو ولا يصليها وحده ان فاتت مع الامام ولو بالافساد اتفاقا في الاصح كما في تيمم البحر وفيها يلغز اي رجل افسد صلوة واجبة ولا قضاء عليه اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کردینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیساکہ مذکور ہو بحر الرائق کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچھی جاتی ہو کہ کونسا شخص ہو جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کردے اور اُسپر قضا نہو مراد یہ ہو کہ اگر بلا عذر امام کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہو کہ فاسد کردینے سے قضا لازم ہو کذا فی الطحطاوی ولو امكنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا فان عجز صلى اربعا كالضحى اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہ ادا کیجاتی ہو بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہ جانے سے تو چار رکعتین پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیرین زائد ان مین نہ کہے جیسے عید مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثاني كالاول وتكون قضاء لا اداء كما سيجيء في الاضحية وحكم القهستاني قولين اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہو یعنی صرف عذر سے تاخیر کیجائے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہی نہ اسکے بعد یہی وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہی اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ میں مذکور
ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہی روایتوں کا کذا فی الطحطاوی
واحکامہا احکام الاضحی لکن هنا یجوز تاخیرها الی الثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراهة وبه ای بالعذر بدونها فالعذر هنا لنفی
الکراهة وفی الفطر للصحة اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرط میں دونوں یکسان ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی
کے تیسرے دن تک یعنی بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہی اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید
قربان میں کراہت کے دور کرنے کو مشروط ہی اور عید فطر میں نماز کی صحت کے لیے شرط ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہیں ویکبر جہرا
اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیه عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول یہ ہی کہ عیدگاہ
میں بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہی لوگون کا آج یعنی عیدگاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہی کہ عیدگاہ میں تکبیر نہ کہے جب تک
امام نماز نہ پڑھ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گھر کے اندر یعنی مسنون راستہ میں ہی نہ گھر میں اور بحر الرائق میں جو مکروہ لکھا ہی تو کراہت کی وجہ
کوئی معلوم نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکله عنها وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکره ای تحریما اور مستحب ہی کھانا نماز ہی کا نماز عید
کے پیچھے اگرچہ قربانی نہ کرے صحیح تر قول میں اور اگر کھا لیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا مہ یعنی جن چیز دن سے روزہ کا افطار ہوتا ہی آنسے نماز کے بعد تک
رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ رض سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیرخوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور
تحریمی کی قید جو شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہی کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہی حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ بدائع میں کہا ہی کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے
اور مستحب یہ ہی کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تا کہ قربانی میں سے کھانا ملے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیة وتکبیر التشریق فی الخطبة اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور
تکبیر ایام تشریق کو خطبہ میں اضحیہ بضم ہمزہ اور کسرہ ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت بہت
سکھایا جاتا ہی اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہی اسلیے عرفہ
سے پیشتر کے جمعہ میں اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہیں والوقوف الناس یوم عرفة فی غیرها تشبیها بالواقفین لیس بشیء هو نکرة فی موضع
النفی فتعم انواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین قال اما لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم
ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراهة اتفاقا اور شہر والے لوگون کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنے والون کی کوئی عبادت نہین
شارح نے کہا کہ شیء نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرنا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا
مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہون اسدن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے
بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون میں یا شہر کے باہر کسی مکان میں
جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہی ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ نہین اور
فتح القدیر میں کہا کہ اولی یہ ہی کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہو اور درر بحار میں بھی مکروہ
لکھا ہی اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایة البیان یہ ہی کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی اور نہر الفائق میں ہی کہ عبارتین فقہا کی نا متفق ہین کراہت کو ترجیح ہو اور دوسرے
اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر به مرة وان زاد علیها یکون فضلا قاله العینی واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر
میں ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ثواب ہوگا کہا ہی اسکو عینی نے مصحح مجتبی میں ہی کہ تکبیر سنت ہی اور اکثر

اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ھو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہنا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ کلمات منقول ہین
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے
کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ
مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ ہین یعنی
اطاعت کرنیوالا اللہ تعالی کا ہم اسمین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کے نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابو اللیث
نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحق
اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہوئے اور حدیث مین وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنی مین بیٹا ہون دو ذبیحون کا کہ ایک آپ
کے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے ہین
کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیھا منھا من عامہ لقیام وقتہ کما صححہ مستحبۃ خرج جماعۃ
النساء والعراۃ لا العیدین کا ہم چوتھے واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنی اگر
فاصلہ ہوجائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کہا لیا تو تکبیر ساقط ہوجائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام تکبیری
کا اوسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کرلے کہ وقت اس روز تک باقی ہے اور جماعت
مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح قول مین تو اسکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلئے کہ آزاد ہونا
جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین
اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منھا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر مین پڑھے جسکو فیھا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیئے
من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین اول یہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے
ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف آخر صورت مین واجب ہے
نہ اور دنون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فھی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے
عصر تک ہے عید کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی واجب ہے تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر و
مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور
مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی زور سے پکار کر کہنا واجب
ہے اور ایک نقل مین سنت ہے کذا فی الشامی اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ
لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار
اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیئے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگون پر نماز فرض ہے ان پر
تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دن کے عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھوین تاریخ ہے تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین

ہوں جنکے بعد تکبیر واجب ہے اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے سب شہروں اور کل زمانوں میں یعنی اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہے
کذا فی الطحطاوی ولا باس به عقب العید لان المسلمین توارثوه فوجب اتباعهم وعلیه البلخیون اور کچھ مضائقہ نہیں تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان
ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضروری ہے انکی پیروی کرنی اور اسی پر ہیں بلخ کے علماء اور کلمہ لاباس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہے چنانچہ بحر الرائق
میں بیان کیا ہے تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہے اسی لیئے کہا کہ اتباع ضروری ہے طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہاں معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یعنی کہ
اتباع ثابت ہے اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہیں ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه نأخذ
بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاویں عوام تکبیر کہنے سے بازاروں میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسیکو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے
کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر میں المجتبی کہتا اسلیے کہ بحر الرائق میں اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہے وبالی المؤتم به وجوبا ان ترکه امام لاداء الله بعد الصلوٰة
قال ابو یوسف صلیت بهم المغرب یوم عرفة فسهوت ان اکبر فکبر بهم ابو حنیفة اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے
اداء تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہیں تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ
میں نے لوگوں کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگوں کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوتے اول یہ کہ امام اگر بھول
جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی آسکے امر کی بجا آوری میں ہے چنانچہ ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے
یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے اسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اسکی توقیر کریں چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے
تو شاگرد اسکی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاته ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی
فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر
کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہیں ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ
لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہے کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السهو لوجوبه فی تحریمتها ثم بالتکبیر لوجوبه فی حرمتها ثم بالتلبیة لوجوبها فی
خلاصه اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز میں یعنی سجدہ سہو ایسے وقت میں واجب ہے کہ اس وقت تک
نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہے اسی لیے سجدہ سہو میں اقتدا امام کا درست ہے پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ
پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت میں کذا فی الخلاصة وفی الولوالجیة لو بدأ بالتلبیة سقطا
السجود والتکبیر والله اعلم اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگوں کے کلام
کے مشابہ ہے اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہے تو اس سے نماز قطع ہو جائیگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہے اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے
چاہیے اسی لیے دونوں ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہے سورج گہن کی نماز کے ذکر میں مناسبة اما من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوٰۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہے
یا باعتبار ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونوں کی نمازیں جماعت سے دونوں بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور تضاد سے
یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہیں ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہے اور گہن خوف و اندوہ کا یا یہ کہ جماعت عید میں
شرط ہے اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمهور انه بالکاف وللخسوف للشمس والقمر بغیر الکاف فقہا کہتے ہیں کہ

کسوف کاف سے سورج گہن ہے اور خسوف خ سے چاند گہن ہم اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا یعنی ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانیکو یعنی تاکہ بندے ڈر کر اسکی طاعت بجالاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کیطرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالی کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو اٹھکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحاوی

یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وما فی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع بتسلیمۃ نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کیوقت دو رکعتیں شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوائے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور ماتن کا رکعتیں کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہئے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی وصفتہا کالنفل ای برکوع واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنی ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتوں میں بدون اذان و تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم ایک رکوع کی قید اسلیئے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیئے کی کہ صاحبین اس نماز میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے دن ہوا اور اسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیئے تھا کہ جو لوگ وہم کرتے تھے کہ گہن آپکے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائیں کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحاوی وینادی الصلوۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے بلفظ الصلوۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں ہم یعنی بجائے اذان ان لفظوں سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ یعنی انشائی ہے ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی یتجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور سجدہ اور قراءت اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کیطرف منھ کر کے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے ہم قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورہ بقر اور دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو انکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منھ کر کے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے تو بہتر ہے اور دعا کے لیئے منبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلی الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانیکا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع میں پیش امام ہونیکا جھگڑا ہوا کرتا ہے اسلیئے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا اپنے گھروں میں پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اور اسوقت جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہم ظہیریہ میں ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام جماعت سے پڑھا دے کذا فی الطحاوی

لیلاً و الفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ

اور جیسے نماز پڑھیں تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنی دنکو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل انکے خوفناک حوادث کیوقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کیوقت اور متواتر برف اور مینھ کے برسنے کیوقت اور بیماریون کی کثرت کیوقت اور اسی مین داخل ہی دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہی وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنی یہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہی ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہی اسلیے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینھ اور برف مین دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہی نہ رحمت وفی الحلیۃ صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور حلیہ مین ہی کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اُسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہی یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہی کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کے اوقات کی حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی تیر ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کیطرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیئے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا اخرہ واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسی لیئے مصنف نے اُسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہی کہ دونو مین اجتماع لوگونکا ہوتا ہی پھر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی کی درخواست ہی اور شریعت مین خشک سالی کیوقت خدا تعالیٰ سے مینھ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہی جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لیئے باہر نجاوین کذا فی الطحطاوی

ھو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیئے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینھ کے برسنے کا ہم یعنی امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منھ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا ھنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما اور جو الفاظ انکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینھ برسنے کا یعنی قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بھیجیگا تمپر مینھ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینھ برسانیکا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ھی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وھل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینھ کا دعا ہی بدون جماعت کے مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کی یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اسل دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہی یعنی امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہی کہ تکبیرین یہ کہے کذا فی الشامی ولا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنی امام کے نزدیک دونو دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاے اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے اور جائز ہے صرف امام بیٹھے نہ مقتدی ولا الحضور ذمی فان کان الراجح ان دعاء الکافر قد
استجاب استدل رجاء اما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہے بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ
قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہے کذا فی شرح مجمع
ہم اس امر میں اختلاف ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ
سے کہ کافر دعا خدا تعالیٰ سے نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت
مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب میں بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ
مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیئے کہ اس سے پہلے
دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہینگے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ہم پر ایک دن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر
بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیوں نہیں فرشتے کہینگے کہ تو تم دعا مانگو اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادیٰ جاز فھی
مشروعۃ للمنفرد ورد قول التحفۃ وغیرھا ظاھر الروایۃ لا صلوٰۃ ای بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھیں تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع
ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہیں اسکے یہ معنی کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ویخرجون ثلاثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منھا
متتابعات ویستحب للامام ان یامرھم بصیام ثلاثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ ثم یخرج بھم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ
متذللین متواضعین خاشعین ناکسی رؤسہم اور جنگل کو جاویں دعا کے لیے تین روز برابر اسلیئے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں
ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا اور گناہوں سے خالص توبہ کرنیکا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح
کہ سب پیادہ پا دھوئے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے ذلیلوں کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوں ہم جنگل میں
جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے باشندے نہوں کہ انکے لیے حکم دعا کی افضل مساجد میں جانیکا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ
حقوق حقداروں کے بھی ادا کر دیں کیونکہ اسمیں یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجھم

ویجددون التوبۃ ویستغفرون للمسلمین ویستسقون بالضعفۃ والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امھاتھم اور ہر روز
اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیویں اور سر نو توبہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کریں اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بڑھیوں اور لڑکوں کے
ذریعہ سے مینہ کی دعا کریں اور بچوں کو انکی ماؤں سے علیحدہ کریں ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان
آمین کہیں کیونکہ انکی دعا جلد مقبول ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچوں کو
ماں سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریائے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی
الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانوروں کا اسلیئے کہ کبھی مینہ انھیں کے سبب سے عنایت
ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں آسمان
کیطرف اوٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولیٰ خروج الامام
معھم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں امام کی اجازت سے یا بدون
اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس لاھل المدینۃ کانہ لضیقۃ اور جمع ہوویں

مسجد الحرام مین یکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور یہ باتین تسے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہوگا ہم شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہین اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ اُنکی گنجایش نہو جاے اور باشندون کی کثرت اسلیے ضرور ہے کہ دعا بایان مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیجاے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیئے دعا آپکے مشاہدہ مین کیجاتی ہے اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازون پر کھڑا کیا جاے وان دام المطر حتی اضر فلا باس بالدعاء بحبسہ وصرفہ حیث لا ینفع اور اگر مینہ کی جھڑی لگے یہان تک کہ نقصان کرے تو مضایقہ نہین دعا کرنیکا اُسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو ہم یعنی یون دعا کرے کہ الٰہی جہان مینہ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اُسکو ہٹا لے وان سقوا قبل خروجہم تمکثوا شکر اللہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیئے باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہے کہ باہر نکل کر دعا کرین تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً

باب صلوۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان مین ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہے کہ دونون خوف کیوقت ہوتی ہین من اضافۃ الشئ الی شرطہ اضافت صلوۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہے شرط کیطرف یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی ہم بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کیطرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کیطرف ہے ھی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندھما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ خلافاً للثانی بشرط حضور عدو یقیناً فان صلوا علی ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہما وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر ولم اَرَہٗ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رأیت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنیکو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپکے یہ بات جاتی رہی تو اب اُسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہ رض نے آپکے بعد اس نماز کو پڑھا ہے اسلیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اُسکے مثل اور چیزون کے مثلاً آتش زدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید ہمنے اسلیئے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے پھر اُسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھین اور درست ہے یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہے اور یہ قید مین نے اورون کے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید وركعتین فی غیرہ لو مقیما وذهبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم ما بقی وسلم وحدہ وذهبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولی واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اُسکے ڈرانے کے لیئے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً ب کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازون مین اور اسی مین داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑھاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاے

باب صلوۃ الخوف

پہ ب ٹولی دشمن کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور آوے آ ٹولی پس انکو امام پڑھاوے
باقی نماز یعنی جتنی نماز اُسکو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ آ ٹولی دشمن کے سامنے جاوے براہ استحباب یعنی اگر نجاویں
اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلیں تو بھی درست ہے اور آوے ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدون قرات کے اسلیئے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے اور
سلام پھیریں پھر وہ آ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کریں بیچ ون قرات کے ساتھ اسلیئے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا ایک حال ہے م صلوۃ خوف کی کیفیت
میں علما کا اختلاف ہے اور مستصفی میں ہے کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمیں ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور ہے اُس سے زیادہ تر
قریب یہ صورت ہے جو ماتن نے مذکور کی اور دو دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف صرف فرضوں میں
منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی الطحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کیطرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل
کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیئے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جاوینگے تو نماز باطل ہو جائیگی وھذا ان تنازعوا فی
الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اُس صورت میں ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے
میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے م یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز پڑھے جب امام
فارغ ہو لے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاوے اور دوسری ٹولی کے لیئے امام کسیکو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھاوے اور اگر وقت اتنا نہو
تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح الاقتداء
بالایماء الی جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیئے اشارہ کر کے جس طرف کو اُنسے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے وفسدت بمشی لغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ م ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیئے نہو اور نہ بے وضو ہو جانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی خواہ صف باندھنے
کے لیئے ہو یا دوسرے مطلب کے لیئے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلا ایک تیر چلانے سے فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے
پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہیں اُن سے فاسد ہو جائیگی ھم الطحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ جو کوئی اُسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ
نماز نہیں پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی والسائف وھو یضرب بالسیف
اور تیرنے والا دریا میں اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی
اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا تصح صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ
سوار اگر مطلوب ہو یعنی اُسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری
پر اُسکی نماز درست نہیں اسلیئے کہ اُسکو کچھ خوف نہیں شرعوا ثم ذھب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگوں نے نماز خوف شروع کی پھر دشمن
چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہیں یعنی ہر ٹولی جہاں کی تہاں نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے یعنی شروع
کیوقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاوینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے کذا فی
الطحطاوی ولا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہیں نماز خوف اُس شخص کے لیئے
جو اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور اسی بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہوگی م یعنی جس شخص

كالنفس سفر معصيت ہو جيسے رہزنی اور بغاوت كے ليے سفر كرتا تو اسكی صلوة خوف جائز نہيں كذا فی الشامی وصح انه عليه الصلوة والسلام صلاها فی الاربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی كہ انحضرت صلی الله عليه وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات الرقاع ميں دوسرے بطن نخل ميں تيسرے غزوہ عسفان ميں چوتھے غزوہ ذی قرد ميں ہم ذات الرقاع كے معنی پيوندوں والا اس غزوہ كا نام ذات الرقاع اسليے ہوا كہ حضرت ابو موسی اشعری سے بخاری ميں روايت ہی كہ اس غزوہ ميں ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چيتھڑے لپيٹتے تھے اس سبب سے اسكو ذات الرقاع كہا يہ غزوہ تيسرے سال ہجری ميں غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ايك جگہ كا نام ہے اور عسفان بروزن عثمان مكہ سے دو منزل ايك مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف وراء مہملہ و دال مہملہ ايك مقام ہے مدينہ كے قريب اس غزوہ كو غزوہ غابہ بھی كہتے ہيں يہ غزوہ سنہ ہجری ميں ہوا طحطاوی نے كہا كہ امداد الفتاح ميں حاوی سے منقول ہے كہ انحضرت صلی الله عليه وسلم نے نماز خوف چوبيس مرتبہ پڑھی اور شارح نے چار مقام لكھا ہی تو يا يہ مراد ہی كہ چار بار غزوں ميں اتفاق ہوا اور بيس بار دوسرے مقاموں ميں يا يہ كہ ان مقاموں ميں چوبيس نماز خوف كی پڑھيں والله اعلم

باب صلوة الجنازه

يہ باب ہی جنازہ كی نماز اور اسكے لواحق كے ذكر ميں ہم مناسبت اسكی ماقبل سے يہ ہی كہ خوف وقتال كبھی نوبت موت كی پہونچاتے ہيں اور اسكو پيچھے اسليے بيان كيا كہ يہ نماز ہر صورت سے نماز نہيں كيونكہ بلا ركوع اور سجدہ اور اذان وتكبير كے ہوتی ہی دوسرے يہ كہ نماز آدمی كے آخر حال سے متعلق ہی كذا فی الطحطاوی من اضافة الشیٔ الی سببه نماز كی اضافت جنازہ كيطرف چيز كی اضافت ہی اپنے سبب كيطرف يعنی ميت سبب ہی اس نماز كا وهی بالفتح الميت و بالكسر السرير وقيل لغتان اور جنازہ بفتح جيم مردہ كو كہتے ہيں اور بكسر جيم چارپائی يا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور جسكو نعش كہتے ہيں اور ايك قول يہ ہی كہ فتح اور كسر دونو مردہ كو كہتے ہيں كذا فی الشامی والموت صفة وجودية خلقت ضد الحيوة وقيل عدمية اور موت ايك كيفيت وجودی ہی پيدا كی ہی زندگی كے مقابل اور ايك قول يہ ہی كہ كيفيت عدمی ہی ہم موت ميں اختلاف ہی كہ وجودی چيز ہی يا عدمی جو وجودی كہتے ہيں انكی دليل ارشاد خداوندی ہی خلق الموت والحيوة يعنی پيدا كيا الله تعالی نے موت اور حيات كو تو چونكہ پيدا كرنا ايك چيز كا موجود كرنا ہی اس سے معلوم ہوا كہ موت وجودی چيز ہی اور اسميں اور حيات ميں مقابلہ ضدين كا ہی كہ دونوں جمع نہيں ہو سكتيں اور جو لوگ عدمی كہتے ہيں انكی دليل يہ ہی كہ زندہ چيز سے سوا حيات كو نيست كرنيكا نام موت ہی تو عدمی ہونے اور انميں مقابلہ عدم اور ملكہ كا ہی اور اكثر محققين نے دوسرے قول كو يعنی عدمی ہونے كو اختيار كيا ہی اور آيت كے معنی يہ كہتے ہيں كہ مقدر كيا موت اور حيات كو كذا فی الشامی يوجه المحتضر وعلامته استرخاء قدميه واعوجاج منخره وانخساف صدغيه القبلة علی يمينه وهو السنة منہ پھيرا جاوے وہ شخص جو مرنے كو ہو قبلہ كيطرف دہنی كروٹ پر اور يہ منہ پھيرنا سنت ہی شارح نے كہا كہ علامت موت كے قريب ہونے كی يہ ہی كہ پاؤں اسكے ڈھيلے ہو جائيں اور ناك كا بانسا ٹيڑھا ہو اور كنپٹياں اندر كو دھس جائيں ہم طحطاوی نے كہا كہ محتضر بصيغه اسم مفعول ہی يعنی جسپر موت حاضر ہوئی يا فرشتے موت كے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علی ظهره وقدماه اليها وهو المعتاد فی زماننا ولكن يرفع راسه قليلا ليتوجه للقبلة وقيل يوضع كما تيسر علی الاصح صححه فی المبتغی وان شق عليه ترك علی حاله والمرجوم لا يوجه اور جائز ہی چت لٹانا ميت پر اس صورت ميں كہ دونوں پاؤں اسكے قبلہ كيجانب ہوں اور يہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ ميں ليكن اسكا سر تھوڑا اونچا كر ديا جاوے تاكہ جانب قبلہ اسكا منہ ہو جاوے آسمان كيطرف نہ رہے اور ايك قول يہ كہ منہ قبلہ كيطرف كر ديا جائے جسطرح بن سكے صحيح قول كے بموجب يعنی داہنی كروٹ پر ہو يا بائيں پر يا چت لٹانے سے اسيطرح منہ قبلہ كی طرف كر دينا چاہيے تصحيح كی ہی اس قول كی مبتغی ميں اور اگر قبلہ رخ كرنے ميں اسكو تكليف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ ديا جائے اور جو شخص زنا كے سبب سے سنگسار ہو

اسکا منہ قبلہ کیطرف نہ کیا جائے اُسکے ضرر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کہا جائے بطور استحباب اور ایک قول میں بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیئے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول نہیں ہے تلقین کے معنی فہمایش کے ہین اور یہان یہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جائے کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاوے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسیطرح یاد دلایا جا اور یہ یاددہانی اُسوقت تک ہے کہ جان حلق میں نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کہہ نہ سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے واجب کہا ہے وہ مجازا کہدیا ہے اور بعض فقہا نے لکھا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلیئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اسلیئے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیئے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق میں ہے مسلمان کے لیئے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہما اور جان کندنی کیوقت کی توبہ مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اُسکی توبہ قبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہیں ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہے جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا)[1] اور توبہ کے قبول اور عدم قبول میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلیئے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ)[2] اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اُسکی حلق مین غرغرہ نہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفی ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ یعنی تلقین کیا جاوے بدون حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نہ کرے یعنی تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہو تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایکبار یہ کہہ چکے تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاوے جب تک اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر تلقین چاہیئے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یٰس والرعد اور مستحب ہے مرنیوالے کے پاس سورہ یٰس اور رعد کا پڑھنا ام یعنی اسلیئے کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاوے ہم چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنی تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث میں موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی) یعنی تو نہیں سناتا مردون کو تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر میں بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہیں بلکہ اُس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار میں وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کیجاوے و فی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ میں ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالی مردہ کو قبر میں زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کذا فی الطحطاوی دیکھو قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ اے فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنی اللہ تعالی پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کیطرف یعنی مرد ہو تو یون کہنا چاہیئے اے آدم کے بیٹے

[1] یعنی پس کام نہ آیا انکو انکا ایمان جب دیکھ لیا انھون نے عذاب کو ہمارے
[2] یعنی اللہ تعالی وہ ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندون کی ۱۲ منہ

اور عورت ہوئیں کیونکہ وہ حوا کی بیٹی ہیں ولا یسأل ینبغی انه لا یلقن ولا صح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسألون ولا اطفال المؤمنین وتوقف
الامام فی اطفال المشرکین وقیل هم خدم اهل الجنة اور جو شخص کہ قبر میں سوال نہ کیا جاوے مناسب ہے کہ اسکو تلقین بھی نہ کیجاوے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام
سے سوال نہیں ہوتا اور نہ مومنوں کے بچوں سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم رح نے مشرکین کے بچوں کے باب میں کہ ان سے سوال ہوتا ہے
یا نہیں اور وہ دوزخ میں رہینگے یا جنت میں اور کہتے ہیں کہ وہ جنت والوں کے خادم ہونگے ف جن لوگوں سے سوال نہوگا وہ یہ ہیں انبیا اور
شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اسکی شب میں مرے اور جو شخص ہر شب کو سورہ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین میں اخبار
کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے
جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہیں کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر وسیجیئ فی الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنی صدمات
وغیرہ سے تنگ ہوکر یہ تمنا کرے کہ میں مر جاؤں اور اسکا پورا بیان نہر الفائق میں ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ میں آگے آویگا ہم نہر الفائق میں کہا
ہے کہ اگر بمجبوری موت مانگے تو یوں دعا کرے الہی مجھکو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق میں
بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخوں میں نہیں وما ظهر منه من کلمات کفریة یستغفر له ویعامل معاملة موتی المسلمین حملا علی
انه فی حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذکره الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی میں سرزد ہوں انکے لئے اسکے حق
میں مغفرت مانگنی چاہیے اور اسکے ساتھ مسلمانوں کے مردوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنی اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اسکو کافر نہ کہا جاوے
اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت میں ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اسکی موت سے
پیشتر ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے هم یعنی اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے
کلمات کفر بقصد اکہنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت میں عقل نہونیکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاه وتغمض
عیناه تحسینا له بقول مغمضه بسم الله وعلی ملة رسول الله اللهم یسر علیه امره وسهل علیه ما بعده واسعده بلقائك واجعل ما خرج الیه خیرا
مما خرج عنه ثم تمد اعضاءه ویوضع علی بطنه سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عنده الطیب ویخرج من عنده الحائض والنفساء
والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے تو اسکے جبڑے باندھ دیئے جائیں اور اسکی آنکھیں بند کیجائیں اسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنی اگر منہ اور
آنکھیں کھلی رہینگی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھوں کا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز و تکفین وغیرہ
کا آسان کر اور سہل کر اسپر وہ حال جو اسکو آگے کو درپیش ہو یعنی سوال قبر اور احوال قیامت اسپر سہل کر اور اسکو مشرف کر اپنے دیدار سے
اور جس چیز کیطرف وہ نکلا ہے اسکو بہتر کر بہ نسبت اسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اسکے حق میں دنیا سے بہتر کر پھر اسکے اعضا پھیلا دے جائیں
اور اسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اور اگر لوہا یا
آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز رکھدی جاوے اور اسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اسکے پاس سے حیض و نفاس والی عورتیں اور
ناپاک آدمی چلے جائیں ویعلم به جیرانه واقاربه ویسرع فی جهازه اور اطلاع کیجاوے اسکے مرنے کی اسکے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو
اور جلدی کیجاوے اسکے سامان کفن و دفن میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اسکے گھر والوں میں روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی
ولا یقرأ عنده القرآن الی ان یرفع الی الغسل کما فی القهستانی معزیا للنتف اور پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہاں تک کہ
وہ اٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی میں ہے نتف کیطرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ نتف میں تعبیر ہے بصیغہ اثبات اور شامی نے کہا کہ میں نے بھی قہستانی کی

دونسخوں میں دیکھا لا نفی دونوں میں نہیں پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قول میں اختلاف نہیں رہتا اور بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہے قلت ولیس فی النتف الی الغسل بل الی ان یرفع فقط وفی البحر یرفع الروح وعبارة الزیلعی وغیره تکره القراءة عنده حتی یغسل وعلله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیها للقرآن عن نجاسة المیت لتنجسه بالموت میں کہتا ہوں کہ نتف میں نہلانے تک کی قید نہیں بلکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اوٹھائے جانے تک اور بحر الرائق میں ہے اوٹھائے جانے کی تفسیر کی روح کے اوٹھائے جانے سے کی ہے یعنی صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت ہے کہ مکروہ تحریمی ہے قراءت قرآن مردہ کے پاس جب تک نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں قرآن کو علیحدہ رکھنا ہے میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہے وقیل نجاسة خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ حکمی ہے پھر اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانوں کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہیں ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی کو کافی میں صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے بغیر کنوئیں میں گر جاوے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہے تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہے اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہے اور زندگی میں وضو نے سے جو صرف تھوڑے سے اعضا دھوتے ہیں اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیئے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت میں وہ حرج نہیں اسلیئے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو نجس مت جانو کیونکہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہے اسکی نجاست دائمی نہیں بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہے مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہے وعلیه فینبغی جوازها کالقراءة للمحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قراءت درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن کا پڑھنا درست ہے پھر حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جائے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہے تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے اور اگر اور مردہ جانوروں کی طرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہے اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہے کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہیں شامی نے کہا کراہت میں یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قراءت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح وکیفیته عند موته فهی ثلث لا خلفه وکذا فی القبر اور صحیح کہ مرجاوے رکھا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول میں تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سے زیادہ نہ بسایئں مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کیوقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا پیچھے اسکے اور نہ قبر میں ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن میں آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاویں اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراویں تو یہ بسانا تین وقت چاہیئے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کیوقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو لیجانا مکروہ ہے احادیث میں منع وارد ہے کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاو اور نہ قبر کو بسائیں کیونکہ قبر میں آگ لیجانی بدفالی ہے اور یہ جو کہا کہ بعد مرنے کے تختہ پر رکھیں یہ اس صورت میں ہے کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو یا بلحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ جاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہے کہ شمالاً جنوباً رکھیں قبر کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پاؤں قبلہ کیطرف کریں اور اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھیں کذا فی الشامی ستر فیه ذکره قراءة القرآن

عنده الی تمام غسله عبارة الزیلعی حتی یغسل وعبارة النهر قبل غسله اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اوسکو غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی
عبارت یون ہی کہ جب تک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہی کہ اوسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہی ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیئے نہین مراد سبکی یہی ہی
کہ غسل ہو چکنے تک قراءت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وتستر عورته الغلیظة فقط علی الظاهر من الروایة وقیل مطلقا الغلیظة والخفیفة
وصححه الزیلعی وغیره اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہی کہ مطلق برہنگی چھپائی جاے
خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی یعنے زیلعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا ہی ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اونکے آس پاس کو
کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہ ہی کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنو تک تہمد ڈالین اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی ویغسلها تحت خرقة السترة بعد
لف خرقة مثلها علی یدیه لحرمة اللمس کالنظر اور دہوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھو پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانے کے
مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدن آدمی کے ہاتھ لگانا شرمگاہ کو حرام ہی جیسے دیکھنا
حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لیئے تہمد اور کیسہ ضرور نہین ویجرد من ثیابه کما مات وغسل علیه السلام فی قمیصه من خواصه اور ننگا کیا
جاوے اپنے کپڑون سے بفور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہی ہم بفور مرنے کے اس لیئے ننگا کیا جاے کہ کپڑون کی
گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیئے خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو
تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسے اپنے مردونکو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضأ من
یؤمر بالصلوة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقة وعلیه العمل الیوم ولو کان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا
تتمیما للطهارة کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح للمقدسی اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور ناک مین پانی دینے کے بسبب
حرج کے یعنے پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اوسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہ ہی کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے کرائی جاے یعنے نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر
دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونو باتین کیجائین بالاتفاق
واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر ہم نماز کا حکم کیا جاے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بے عقل ہو اوسکو وضو
نکرانا چاہیئے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اس لیئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہی
اسیطرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لیئے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے
بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ویبدأ بوجهه ویمسح رأسه اور شروع کیا جاے اوس کے چہرہ سے یعنے جنب کیطرح اول
دونون ہاتھ پہنچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ پہلے منہ اور ہاتھونکو پونچھکر منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاے اوسکے سر پر یعنے وضو مین ہم شارح نے
استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اوس مین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ کیا جاے اور اوس کی صورت یہ ہی
کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیه ماء مغلی بسدر ورق النبق او حرض بضم فسکون الاشنان
ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور اوس پر وہ پانی ڈالا جاے جسمین بیری کے پتے جوش دیے گئے ہون یا اشنان پڑا ہوا گر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص
جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہی جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین
اوس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین ویغسل رأسه ولحیته بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوه

هذا لو كان بهما شعر حتى لو كان امرد او اجرد لا يفعل ور دھویا جاے سر اوسکا اور داڑہی اوسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اوسکے مثل یعنے
ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اوس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہان تک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پہر نہ دھویا جاوے
شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ويضجع على يساره ليبدأ بيمينه فيغسل حتى يصل الماء الى
ما يلي التخت منه ثم على يمينه كذلك ثم يجلس مسندا بالبناء للمفعول اليه ويمسح بطنه رفيقا وما خرج منه يغسله ثم بعد اقعاده يضجعه على
شقه الايسر ويغسل وهذه غسلة ثالثة ليحصل المسنون ويصب عليه الماء عند كل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد عليها او نقص
جاز اذ الواجب مرة اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اوسکے داہنے جانب پر پڑے پہر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدنکے اوس
حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پہر واسی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پہر مردہ کو بٹھلاوے یعنے نہلانیوالا
اپنا سہارا دیکر اور سونتے اسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اوسکو دہو ڈالے پہر بٹھلانے کے بعد اوسکو بائین کروٹ پر لٹا کر
غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور ہر لٹانے کیوقت مردہ پر تین بار پانی
ڈالا جاوے اوسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دہونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اس لیئے
کہ واجب تو ایکبار کا دہونا ہی شارح نے کہا کہ مسند الصیغہ مجہول ہی م شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اوسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اوسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اوسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ موجب وضو سے فراغت ہو تو سر
اور داڑہی دہوئی جائے اور اوسکے بعد بائین کروٹ پر لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دے ہون ڈالا جاے کذا فی الشامی مختصرا ولا يعاد غسله ولا
وضوءه بالخارج منه لان غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت كسائر الحيوانات الدموية الا ان المسلم يطهر
بالغسل كرامة له وقد حصل بحر وشرح مجمع اور اوسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارجکے اوسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست
خارج ہو تو اس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اس لیئے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنیکے لیئے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہی
بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہوگیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اوس کی
تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع م یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی
تو جب نہلا دیا اوسکی نجاست دور ہوگئی اب جو کوئی نجاست اوس کے بدن سے نکلے گی تو صرف وہی مقام دہو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ
ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لیئے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا وينشف في ثوب ويجعل الحنوط
وهو بفتح الحاء العطر المركب من الاشياء الطيبة غير زعفران وورس لكراهتهما للرجال وجعلهما في الكفن جهل على
رأسه ولحيته ندبا والكافور على مساجده كرامة لها نہلانیکے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائیگا اوسکے سر اور ڈاڑہی پر براہ استحباب اور
کافور ملا جائے اوسکے سجدہ کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پاؤن ہین ان پر کافور
ملا جائے انکی تعظیم کے لیئے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران
اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردونکو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا يسرح شعره اي يكره
تحريما ولا يقص ظفره الا المكسور ولا شعره ولا يختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کیجاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کتری جاین
ناخن اوسکے سوائے ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیجائے م نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے

تزیین جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین تو کفن مین مردہ کے رکھدے جائین کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علی وجهه وفی مخارقه
کدُبُرٍ وقبلٍ واذنٍ وفمٍ اور مضایقہ نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اوسکے سوراخون مین مثلا مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہ مین
حم شرم گاہ مین روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہین کیا اور شارح نے لا باس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہی کذا فی الشامی ویوضع یداه فی
جانبیه لا علی صدره لانه من عمل الکفار ابن ملك اور رکھے جائین دونون ہاتھ مردہ کے اوسکے دونون پہلو مین نہ اوسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر
ہاتھ رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک نے ویمنع زوجها من غسلها ومسّها لا من النظر الیها علی الاصحّ منیه
وقالت الائمة الثلاثة یجوز لان علیا غسّل فاطمة رضی الله عنهما قلنا هذا المحمول علی بقاء الزوجیة لقوله علیه السلام کلّ سببٍ ونسبٍ
ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابة انکر علیه شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اوسکیطرف
نگاہ کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون امامون نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اس لیے کہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کو غسل دیا ہم
اس کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضی رضہ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضی پر انکار کیا ایسا مذکور ہی
عینی کی شرح مجمع مین حم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اوسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر تھیلی چڑھا کر تیمم کرا دے
اور اوسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اوسکو جائز ہی کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبا اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہی
اور حضرت فاطمہ رضہ کے غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ اونکو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضی رضہ
کی طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اوسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات
مین سے ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فرمایا تھا کہ فاطمہ رضہ تمھاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی
دلیل خصوص ہی سبب سے مراد اوسمین قرابت سببی ہی جیسے زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہی کذا فی الشامی مختصرا وهی لا تمنع
من ذلك ولو ذمیة بشرط بقاء الزوجیة بخلاف ام الولد والمدبرة والمکاتبة فلا یغسلونه ولا یغسلهن علی المشهور مجتبی اور عورت
نہ منع کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلا دین اور نہ آقا اونکو نہلا وے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبے م یعنے ام ولد اور مدبرہ مین مرنیکے بعد ملک باقی نہین رہتی جو موجب
حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہی شامی نے کہا کہ یغسلونه بصیغہ جمع مذکر غلط ہی صحیح یغسلنه
بصیغہ جمع مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیة صلاحیتها حالة الغسل لا حالة الموت فتمنع من غسله لو بانت قبل موته او ارتدت
بعد ه ثم اسلمت او مسّت ابنه بشهوة لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اوس کا ہی غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع
کیجاوے گی وہ عورت شوہر کے نہلانے سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اوسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا
چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے م یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور
پچھلی صورتون مین موت کیوقت نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیة بیان نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجیة
بدون ہی کے کہتا وجاز لها غسله لو اسلم زوج المجوسیة فمات فاسلمت بعده لحل مسّها حینئذ اعتبارا بحالة الحیوة اور جائز ہی
مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اوسکے بسبب حلال ہونے اوسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین

حالت زندگی کا لحاظ کرکے ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اوسکے مسلمان ہونیکے بعد اوسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ
لگانا درست ہوتا اسیطرح جب وہ اوسکے مرنیکے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورتمین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ
لا یغسل ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اوسکے دو آدہوں مین سے تو غسل دیا جاوے اور نہ
اوسپر نماز پڑہی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورتمین کہ نصف سے زائد پایا جاے اگرچہ بدن سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف
دہر سمیت سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے ولا فضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثم غیرہ والا لا لتعینہ علیہ
وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا
وہان اوسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانیکے اوسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اوٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورتمین اوٹھانا اور قبر کھودنا اوسپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت
لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزأ ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت
فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ
صح وان لم یسقط وجوبہ عنہم فتدبر اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اوسکے پاک ہو جانیکو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصونکے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلیے
کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اوس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ
اگر لوگ اوسپر نماز پڑہین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اون سے ساقط نہو گا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول
معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اون کے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اونکو نیت نہو اور پانی مین
مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے آسمین بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہی وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ
ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اونکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے
تمہارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانیوالیکا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرحکا مردہ دار الاسلام مین
تو اوسکو نہلاکر نماز پڑہی جاے اور اگر یہ علامت دار الاسلام مین نپایا جاے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاے نہ نماز پڑہی جاے ہم طحطاوی مین
ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالونکا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین موچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونیکی ہے اختلطوا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل دفنہم مسلمانون کے
مردے کافرونمین ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاینگے نماز کے حق مین یعنے اون پر نماز
پڑہی جاوے اور دعا مین مسلمانون کی نیت کیجاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑہی جاوے نہلاکر اور کفن دیکے کفار کے قبرستان مین دفن
کیے جاوین کذا فی شرح الطحاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سبکو غسل دیا جاویگا اور اوپر نماز پڑہنی اور اونکے دفن کرنیکی جگہ مین اختلاف ہے

ف ظاہر علامت مسلمان ہونیکی

ہم بعض فقہانے کہا کہ اون پر نماز نہ پڑہی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑہی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پہ نماز کسی صورت سے
جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا یعنے اونمین سے جو مرگیا ہو اوسپر کبھی نماز مت پڑہ اور بعض فقہا نے کہا
کہ نماز پڑہی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجز نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہ لے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تین
اماموںکا یہی ہی اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہی اور محل دفن مین بھی اختلاف ہی بعض نے کہا کہ مسلمانونکے قبرستان مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہا کہ اونکے لیئے قبرستان
علیحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہی کذا فی الحموی کذا فی ذمیۃ حبلی من مسلم قالوا الاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرھا الی القبلۃ
لان وجہ الولد لظہرھا جیسے اختلاف ہی دفن مین اوس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط یہی اوسکا دفن کرنا علیحدہ
اور کیجاوے اوسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہی ہم یعنے بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہی تو دفن مین اوسکا
لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کیطرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو
یعنے حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کیجاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ
ایک عورت مرگئی درمیان مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے
اور اگر محرم نہو تو اجنبی ہتھیلی سے تیمم کرادے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتہ کو کپڑا لپیٹ کر
مردہ کو تیمم کرادے وتیمم الخنثی المشکل لو مراھقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب بالغ ہونیکے ہو
اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہی اوسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونکی صورت مین اوسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم
لفقد ماء وصلی علیہ ثم وجد غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہ ملنے پانی کے اور اوسپر نماز پڑہی گئی پہر لوگون کو پانی ملا
تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ پڑہین اور ایک قول یہ ہی کہ غسل نہ دین اور نہ نماز کا اعادہ کرین ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے
نزدیک غسل و نماز دونون چاہیین اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہی کہ زندہ کے
لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنے جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑہ لے پہر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی

چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق اصول کے یہی ہی ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح
مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء والاشراف اور مسنون ہی کفن مین مرد کیواسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر
پاؤن تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر پاؤن تک بدون آستین کے اور ایک پوٹکی چادر اور مکروہ ہی پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی
المجتبے اور اچھا جانا ہی اوسکو پچھلے فقہانے علما اور سادات کیواسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہی اور تین کپڑونکا کفن مسنون ہی اور مجتبے مین ہی کہ پگڑی
کسی حال مین باندہی نجاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہی کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہی کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ
علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنیکا ہم یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہی مگر مجتبے مین ہی کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہی
کذا فی الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ
اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونیسے
فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہی یعنے جیسے
کپڑے جمعہ اور عیدین مین پہنتا تہا ویسے کا کفن سفید اور ستہرا دینا چاہیئے یہ مراد نہین کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اوس سے ابوداود وغیرہ کی حدیث مین

کما نعت آئی ہو کذا فی الشامی (ولہا درع) ای قمیص (وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا) اور عورت کیواسطے کفن مین مسنون
پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑہنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندہا
جاوے اور قہستانی مین درع اور قمیص مین یہ فرق لکھا ہی کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کیطرف ہوتا ہی اور مرد کی کفنی کا گریبان
مونڈھون کی طرف اور اوڑہنی کی مقدار تین ذراع ہی اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی (وکفایتہ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح
ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک) اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کیواسطے دو کپڑے اور ایک
اوڑہنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہی مرد کو دو کپڑے اسلیئے کفایت ہوی کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دوہی کپڑے ہوتے ہین
اور اسی لیئے اگر دو کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہی کہ تعیین دو کپڑونکی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون
خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے تین کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ
عدم تعیین ہی مناسب ہو شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہی اسلیئے سوا اوڑہنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہی کہ اون سے سر اور گردن چھپی رہیگی
(وکفن الضرورۃ لہما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی) اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہی جو میسر ہو اور
اوسکی کمتر مقدار وہ ہی جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکی مقدار اتنی ہو کہ برہنگی کو چھپا دے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل
مصعب بن عمیر رض کا حال ہی کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو اونکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اوس سے اونکا سر ڈھانکتے
تھے تو پانون کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے
چھپوادیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی (بتسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا ویقمص ویوضع
علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر) کفن دینے کی صورت یہ ہی کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر
اوسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اوسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین طرف
پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے (وفی المرأۃ تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ) ای
الدرع (والخمار فوقہ) ای الشعر (تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر) اور عورتکو کفنی پہنا کر اوسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالونکے
اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑہنی کیجاے پھر کیا جاے جیسا گذرا یعنے ہر ایک چادر جدا جدا ویسے لپیٹی جاے اس طرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہو
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہی کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نپاوے اور جوہرہ مین یہ ہی کہ اول ازار
لپیٹین اوسکے اوپر سینہ بند باندہین اوسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی (ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ) اور کفن باندہ دیا جاوے
اگر خوف ہو اوسکے کھلجانیکا (وخنثی مشکل کامرأۃ فیہ) ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہی یعنے احتیاطا اوسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر
بالفرض عورت ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اوسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی (والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ)
اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہی یعنے اوسکا سر ڈھانکا جاوے اور اوسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنے مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑونکا
کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا (ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز) اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہی ہم
حلیہ مین ہی کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اوسکے لیے سب سے بہتر یہ ہی کہ بالغ کی طرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاے
تب بھی اچھا ہی اور ایک کا دیا جاے تو درست ہی کذا فی الشامی (والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت) اور پیٹ کا گرا بچہ ایک کپڑے مین

لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اوس کو نہ دیا جاے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اوسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاے اور یہی حال اوس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی وآدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخری اور جس آدمی مردہ کا کفن اوتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اوسکو کفن دیا جاے مثل اوس شخص کے کہ دفن نکیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اوسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ھم اگر ایکبار کفن کیسینے چورا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جاوین اوسکے خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اونسے بمقدار کفن واپس لیا جاے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اوسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاے ھم اور یہی حال کافر مردہ کا ہو کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والی ھنا صار المکفون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرھا فی المجتبیٰ اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہوے اور بارھوان شہید ہی ذکر کیا ہو اونکو مجتبے مین ھم یعنے پانچ متن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ مونث ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل مایجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض اوماکان یصلی فیہ اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اوس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہو اور سب سے بہتر کفن سفید ہو یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ فان تعدد وافعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اوسکا کفن اوس شخص پر واجب ہو جسپر اوس مردے کا نفقہ واجب ہو اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اونپر حصہ رسد موافق اونکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اونپر نفقہ واجب ہو اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہو کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہی اس لیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی ھم اس باب مین فتوی مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہو کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اوسمین یہ ہو کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اوسپر اوسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوے ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوی مذکور ہی یعنے عورتکے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اوسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہو کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اوسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصراً وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معموراً او منتظماً فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوباً فان فضل شی رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لایجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اوسکا صرف ہونا چاہیے اوسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اونپر کفن دینا اوسکا واجب ہوگا اور اگر اونسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار

آدمیون سے اوسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اوس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والیکو واپس کردین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور
اگر معلوم نہو یا دہ واپس نہ ملے تو اوس باقی کپڑے سے اس مردہ کیطرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نملے تو اوس کپڑے کو
خیرات کردین کذا فی المجتبی اور قوباً کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ واقف کارکو بقدر ضرورت کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہو نہ لفن کفایت کا طحطاوی نے کہا
کہ کفن دینا فرض کفایہ ہو اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گناہگار ہون گے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلك الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ
تکفینہ یعنی اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اوس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اوسپر لازم نہین کفن دینا
اوس مردہ کا اوس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہو ولا یخرج الکفن عن ملك المتبرع اور کفن احسان کرنیوالیکی ملک سے خارج نہین
ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کہا جاوے تو اوسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پاسکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض
کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع قنیۃ کدفنہ وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہو کہ وہ فرض کفایہ ہو بسبب اجماع کے
تو کافر ہوگا اوسکا انکار کرنیوالا اسلیے کہ اوسنے انکار کیا اوس امر کا جو اجماع سے ثابت ہو تو آگاہ رہنا چاہیے مردہ کا دفن کرنا اور اوس کا نہلانا اور سامان
دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین ہم شارح دماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اوسکی کیفیت اور اوسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا
مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہو اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہو اور جو
چیز اور نمازون کی مفسد ہو وہی نماز کی مفسد ہو بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہو اور
اگر امام اسمین بیوضو ہو جاوے تو اوسکو خلیفہ کرنا درست ہو کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ ما لم یہل علیہ التراب فیصلی
علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اوسکا پاک ہونا یعنے اوسکے
بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اوسوقت تک شرط ہو کہ اوسکو مٹی نہ دیجاے اور مٹی دینے کے بعد اوسکی قبر پر نماز پڑہی جاے بدون غسل کے
اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہو ہم وجہ استحسان کی یہ ہو کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز
نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہو اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب
بدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت لا الامام جمیعاً فلو امہم بلا طہارۃ والقوم بہا اعید وبعکسہ لا ور قنیہ مین ہو کہ طہارت نجاست سے کپڑے
اور بدن اور مکان کی اور چھپانا بدن کا شرط ہو میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو
نماز پھر پڑہی جاوے اور اسکے عکس مین یعنے مقتدی بیوضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے
فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز بیکار اور مقتدیون کی نماز مبنی تھی جب اوسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہو
اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہو اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہو تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر
کفن ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہیں ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست
نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا
اعادہ نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنے نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑہنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہو تو اگر عورت امام ہوگی
مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطہا حضورہ ووضعہ وکونہ
ہو او اکثرہ امام المصلی وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنے یہ تیسری شرط ہی اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہی تو پانچوین

شرط مردہ کا رکھا جانا ہے زمین پر خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کی جانب
ہم اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاوے تو شرطیں آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہونگی
پھر سامنے ہونا مردہ کا امام کے جبھی شرط ہے جب مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا
تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابة وموضوع خلفه لانه کالامام من وجه دون وجه لصحتها علی الصبی پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ
غائب کے بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہ اوپر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر لینے کسی گاڑی یا جانور یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائی جانے شرط کے
جانے کے زمین اور نہ اوپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہے ایک طرح سے نہ دوسری طرح لیسے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر
ہم یعنی اسی لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہے اور ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ سے
امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی اسلئے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی
امامت درست نہیں وصلوة النبی صلی الله علیه وسلم علی النجاشی لغوية او خصوصية اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر
لغوی ہے یا خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم یعنے یا تو صلوۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہے
نجاشی بکسر نون وفتح جیم بلا تشدید ویا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے
اصحاب کو خبر دی اور انکے ساتھ اوسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاوے یا یہ کہ
جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلين واساؤا ان تعمدوا
اور نماز جنازہ درست ہے اگر لوگوں نے سر کو ٹانگوں کے رکھدیا ہو اور اونہوں نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو اولٹا رکھا یعنے سر جنازہ کا امام کے دہنے
ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھکر پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطؤا القبلة صحت ان تحروا والا لا مفتاح السعادة
اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنے اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بے اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ
اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے وركنها شيئان التكبيرات الاربع فالاولى ركن ايضا لا شرط فلذا لم يجز بناء اخرى عليها
والقيام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کی رکن دو چیزیں ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر
کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح
نہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کر لی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت میں
صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وسننها ثلث التحميد والثناء والدعاء فيها ذكره الزاهدي وغيره وما فهمه
الكمال من ان الدعاء ركن والتكبيرة الاولى شرط رده في البحر بتصريحهم بخلافه اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا
ذکر کیا ہے اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اولے شرط ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے
اسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا سبحانک اللہم وبحمدک کہے اس سے
معلوم ہو کہ دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اس لیے
کمال نے دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کیواسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں

مصرح ہی کہ دعا سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق
اوسکو کسطرح ترک کرتا اور تکبیر اولے اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اوسپر نا جائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوۃ مین سبکے
لیئے دعا کرنا نمازی پر واجب کہہ چکا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولے کے باب مین قول فیصل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی
اور من وجہ رکن انتہی وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق لا یغسلون ولا یصلی علیہم اذا قتلوا
فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم لانہ حد او قصاص وکذا اھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ
اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان پر جو مرجاوے سوا چار شخصونکے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور
نہ اونپر نماز پڑھی جاوے جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو اونپر نماز پڑھی جاے اسلیئے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص
اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پہلے یا بعد
تب بھی نماز پڑھی جاویگی اور مثل باغیونکے ہین اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر مین رات کو ہتھیار سے
اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے مین مارا جاوے تو اونکا حکم مثل
باغیون کے ہی اونپر نماز نہ پڑھی جاوے ھم مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ مین کھڑا ہو جاوے اور جو اوس طرف کو نکلے اوسکا مال چھین لے کذا فی الشامی من قتل
نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ
علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھکر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اوسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر
فتوے ہی اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اوس روایت سے جو صحیح
مسلم مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اوسپر نماز نہ پڑھی ھم امام ابو یوسف کا قول ہی کہ
اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیکو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی
دلالت اس بات کی نہین کہ اوسپر کسینے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھے تو شاید زجر و توبیخ کے لیئے ہو جیسے مقروض پر نہین
پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی لا یصلی علی قاتل احد ابویہ اھانۃ لہ والحقہ فی النھر بالبغاۃ اور جسنے اپنے والدین مین سے
ایک کو مار ڈالا ہو اوسپر نماز نہ پڑھی جاوے اوسکی اہانت کیواسطے اور لاحق کیا ہی اوسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین اور نہین
چار و نہین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوے کذا فی الطحطاوی وھی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ ولا یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال
ائمۃ بلخ فی کلہا ویثنی بعدھا وھو سبحانک اللھم وبحمدک ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیمہا
سنۃ الدعاء ویدعو بعد الثالثۃ بامور الاخرۃ والمأثور اولی اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اوٹھاوے دونون ہاتھ
اپنے فقط پہلے بار اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتھ کانون تک اوٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی
مگر قول اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالے جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک پھر دوسری
تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنے وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات مین پڑھتے ہین اسلیئے کہ
کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہی ھم دعا حدیث کی یہ ہی اللھم اغفر لحیّنا
ومیّتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان ورعوفہ

لہ بعض نسخون مین لا یغسلوا بدون نون کے ہے

بن مالک رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم منزلہ
ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا
من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونون کو پڑھلے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعائے
حدیث یاد نہو وہ یونکہے اللھم اغفر لنا ولوالدینا ولہ وللمؤمنین والمؤمنات کذا فی المنح وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ منبئ عن
الانقیاد فکانہ دعاء فی حال الحیوۃ بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وہو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعائے حدیث مین اسلام کو
باوجودیکہ اسلام ایمان ہی اسلیئے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونون کی ہی اور حالت موت مین فرمانبرداری
موجود نہین ھم اسلام کے معنے ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہین تو شارح
حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہی کہ زندگی مین اسلام کی دعا اس لیئے ہوئی کہ حالت حیات کو دونون معنے سے مناسبت ہی اور حالت موت مین
چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلیئے اسوقت مین ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ
تسلیمتین ناویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنے داہنی اور بائین طرف نیت کرنیوالا مردہ کو مع مقتدیونکے
م خانیہ مین کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہوسکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیئے کہ آخر قبرستان مین
السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا
علی الجھر بالتسلیم وفی جواھر الفتاوی یجھر بواحدۃ اور ان سب باتونکو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین لیکن بدائع مین ہی
کہ عمل ہمارے زمانے مین اسپر ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوے مین ہی کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنے دوسرے کو آہستہ کہے ولا قراءۃ ولا
تشھد فیھا وعین الشافعی الفاتحۃ فی الاولی ویجوز عندنا بنیۃ الدعاء ویکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتھا فیھا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ مین
نہ قرات قرآن ہی نہ التحیات اور معین کیا ہی امام شافعی رحمہ نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے
اور اس صورت مین قائم مقام ثنا کے ہوجائیگی اور مکروہ تحریمی ہی قرأت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرات الحمد کے نماز جنازہ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفھا آخرھا اظھارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفون مین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے
تواضع کے ھم یعنے پچھلی صف مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہین کہ مردہ کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہوجاے کذا فی الطحطاوی
ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ھذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ وینوی
الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العید اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہلو تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیئے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا
منسوخ ہی تو مقتدی ٹھہر جاے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوے ہی یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے
اور اگر مکبر سے سنے تو اوسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عیدین مین ہی کہ اگر امام سے تکبیرین سنے تو بعد چھ تکبیر کے
متابعت نکرے اور اگر مکبر سے سنے تو اوسقدر آپ کہے ھم یعنے ممکن ہی کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر
کہا ہو اس لیے ہر تکبیر پر نیت شروع کی کرلے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہ
کہ زیلعی نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث
پانچ یا سات یا نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور نیم عقل کے لیے بسبب مکلف ہونے ان لوگون کے ھم شامی نے کہا کہ مجنون
اور معتوہ سے مراد وہ ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اونکے ہوش و عقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بیعقل ہوا ہو تو اوسکے
گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اونکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی
الحوض لیھیئ الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ
ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعاء بالغین کے اللھم کر اوسکو ہمارا فرط اور کر اوس کو ذخیرہ اور سفارش
کرنیوالا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را سے معنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ
مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل یعنی مقبول الشفاعت ہی اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہی واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کیطرف
خصوص اوس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہی کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اوسکی مان باپ کو بلکہ مان باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی ھم یہ
جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہی اس دعا مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع مان باپ یا نمازیون کا ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پانی کا
تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو یہ بات اوس کے لیے دعا ہی آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب
لڑکے کو ملتا ہی تو اس صورت مین بھی دعا اوسکے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی
جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہی یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہی اور شیخ اسمعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے
متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور
کنز مین اسطرح ہی اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا مشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ
اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی بتصرف ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل
الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہی ایمان کی اور
شفاعت نمازیون کی مردے کے لیے اوسکے ایمان ہی کے سبب سے ہی والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر
الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدا بما فاتہ جسکو کچھ تکبیرین امام کے ساتھ ملی ہون یعنے پیچھے اگر شریک ہوا ہو وہ اوسوقت
تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اوسکی تکبیر کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہی کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی
فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہی یعنے اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسیطرح نماز جنازہ کی
مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہیین بامام کے سلام کے بعد کہنی چاہیین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع
درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے
فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اوسیوقت تکبیر کہے ھم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ کہے
بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اوسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اوسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اوسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت
یہ شخص آیا اوسیوقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال
التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کیوقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رحمہ کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہی یعنے ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اوسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

نکرے اوسیوقت تحریمہ کہکر شریک ہوجاوے اسلیے کہ تحریمہ کیوقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہوگیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا
ثم یکبّران مافاتھما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جسقدر اونکو فوت ہوجائین
بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اوٹھائے جانے کا گردنون پر موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے
دو تکبیرین کہہ لین اور یہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول
امام کے ساتھ نہ کہے اوس کے پیچھے کہے تو اوس سے کچھ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نھر اور
مجتبے مین جو یہ ہے کہ مدرک یعنے موجود دوقت تحریمہ کے کل تکبیرین فوت شدہ اوسیوقت کہے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبے مین ہے کہ اگر امام نے
تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تھا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہوجاوے اور پہلی تکبیر کو اسیوقت کہے اسیطرح
اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہوکر فوت شدہ کو اسیوقت کہے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہے اکثر نے
یہی کہا ہے کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیر الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند
ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبّر ثلاثا کما فی الحاضر وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے
آیا تو طرفین کے نزدیک اوسکی نماز فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیرین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہوجاوے بسبب باقی رہنے
تحریمہ کے اور جب امام سلام پھیرے تو تین تکبیرین کہے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہوجاوے تو وہ سلام کے بعد
تین تکبیرین کہتا ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہے ذکر کیا ہے اوسکو حلبی وغیرہ نے م یعنے طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا
کرنا چاہیے تب شریک ہوسکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئے اوس کی شرکت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک
چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے اسلیے شریک ہوسکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع
وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہوجائین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے
کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اوس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر
ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلھم وان شاء جعلھا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد
بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلھا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی
صورت مین سب جنازونکو ایک صف کردے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤن کیطرف ہو اور امام کھڑا ہو اوس شخص کے سینے کے مقابل جو اون سب مین افضل ہے
اور اگر چاہے تو اونکو قبلہ کیجانب ایکدوسرے کے پیچھے رکھکر صف بناوے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو
اور اگر اس صورتمین زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کا سر دوسرے سے کچھ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائین طرف کو رہے تو بہتر ہے
بسبب حاصل ہونے مقصود کے م طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہے کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب مین حاصل ہے وراعی الترتیب
المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراھقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد
علی المرأۃ واما ترتیبھم فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ھذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ فتح اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا
اپنے پیچھے زندگی کی حالت مین یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اوسکا جو اوس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے
پھر اورون کا اور اگر علم وفضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثے کو پھر

پھر عورت بالغہ کو پھر قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاے عورت اور اونکی ترتیب ضرورت کی
وجہ سے ایک قبر مین اسکی الٹی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہی کذا فی الفتح ضرورت کی قید
اسلئے لگائی کہ دو شخصون کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کیوجہ سے دفن کرین تو دونکے
درمیان مین مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہو جاے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی

ویقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وھو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی
فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف

اور مقدم کیا جاے مردے پر نماز پڑھنے کے لیئے پادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر پادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اوسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم
سیاست پھر اوسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کا کلام ایہام ہی یعنے یہ وہم ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم
یکسان ہی حالانکہ حکم دونو کا مختلف ہی اور وہ اسطرح ہی کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے
کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہی چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایۃ
امام المسجد الجامع اولی من امام الحی ای مسجد محلتہ نھر اور درایہ مین ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہی محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے
امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فان الابن اولے
پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہی نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو
اس صورت مین بیٹا اولے ہی ھ ایک نسخے مین فان الابن کی جگہ والاسن ہی یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن
لہ ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہی پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہین اجنبی شخصون مین ومولی
العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہی بہ نسبت اوس کے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے ھ بیٹے کی قید اتفاقی ہی
آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد حکمی ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ
بغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے ھ یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجکو فلان شخص
نہلاوے یا مجپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اسیطرح اگر وصیت کی کہ فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاے تو یہ بھی باطل
ہی کذا فی الشامی علامہ آے للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیھا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ھناک من یساویہ فلہ ای
لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولیکو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ
پڑھانے کے لیے اس لیئے کہ امام ہونا اوسکا حق ہی تو اوسکو اختیار ہی اوس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اوس کے برابر ہو تو اوس
دوسرے مساویکو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روکدینے غیر شخص کا ہی بسبب اوسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے
کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ھ صورت مسئلہ کی یہ ہی
کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان صلی
غیرہ ای الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض
ولذا قلنا لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر

مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اوسکی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اوسکی قبر پر ہو لسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے
فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار ہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اوسکے حق کی جہت سے ہی
کذا فی الطحطاوی اور اسیوجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت سے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہین کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اوسکو جائز نہین کہ ولی کے ساتھ
نماز کو پھر سے پڑھے اسلیئے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز پیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا
جائز نہین اور یہ جو مروی ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خصوصیات سے ہی والا ای وان صلی من له حق التقدم کقاض او نائبه او امام حی ۲ ومن لیس له حق التقدم وتابعه الولی لا یعید لانهم اولی بالصلوۃ منه
اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہی مثلاً قاضی یا اوسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی
خواہ اوس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہین مگر ولی نے اوسکے پیچھے پڑھلی تو اس صورت مین ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیئے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہی
وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہین ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت مین عدم اعادہ کی وجہ یہ ہی کہ ولی کا پڑھنا
پیچھے غیر شخص کے گویا اوسکو اجازت دینا ہی نماز پڑھانے کی وان صلی هو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیه لا یصلی غیره بعده
وان حضر من له التقدم لکونها بحق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑھی اسطرح کہ جو شخص اوسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص
بعد ولی کی نماز کے اوسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہی کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی اما لو صلی الولی بحضرۃ
السلطان مثلاً اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلاً تو اعادہ کرے سلطان
چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہی وفیه حکم صلوۃ من لا ولایة له کعدم الصلوۃ اصلاً فیصلی علی قبرہ ای ان شاء مالم یتفسخ اور مجتبی مین ہی کہ حکم نماز
اوس شخص کا جسکو ولایت نہین مانند نماز نہ پڑھنے کے ہی سرے سے تو ولی اوسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو ہم حلبی نے کہا
کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہین تو بلحاظ ولایت والے کے گویا نماز سرے سے نہین ہوئی اس سے اوسکو اختیار ہی
کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھلے شامی نے کہا کہ مین نے مجتبی مین یہ مسئلہ نہین پایا وان دفن واهیل علیه التراب بغیر صلوۃ
او بها بلا غسل او ممن لا ولایة له صلی علی قبرہ استحسانا ما لم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر هو الاصح وظاهره انه لو شك
فی تفسخه صلی علیه لکن فی النهر عن محمد لا کانه تقدیماً للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اوسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے
یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاے اوسکی قبر پر بدلیل استحسان جب تک کہ گمان غالب اوسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے
کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہی اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مردے کے پھٹنے مین شک ہو تو اوسپر نماز پڑھی جاوے
لیکن نہر الفائق مین امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہی کہ شک کیصورت مین نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ ممن لا
ولایة له متعلق ہی محذوف کے جو حال واقع ہی ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا چاہیے دونو صورتون مین یعنے جب
بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہی اور تیسری صورت مین صرف ولی کو جائز ہی بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہی
بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا کہا ہی اور وجہ اصح کی یہ ہی کہ پھٹنا متفاوت مدت مین ہوتا ہی بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت
مقرر کرنی مناسب نہین اور کانہ کی خبر محذوف ہی یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہوئین ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہی
نماز کے منع کا دوم نہ پھٹنا جو موجب ہی نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اوسیکو ترجیح دیگئی ولو صلی علیها راکبا او قاعدا بغیر عذر استحسانا

اور نہیں جائز ہی نماز جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوے بدون عذر کے بدلیل استحسان م یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑھیں مثلاً گاڑی یا مینہ کے باعث
اوتر سکیں یا بیٹھکر پڑھیں کہ کھڑے ہونیکی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی وکرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ
او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصہ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر
وتدریس علم وھو الموافق لاطلاق حدیث ابی داود من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنے
جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اوسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیوں کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونیکی صورتمین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازیونکے ساتھ
باہر ہو اور قول مختار ہر صورتمین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اوسکے توابع کے لیے بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور علم کا
پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داود کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اوسکے لیے نماز نہیں م شامی نے کہا کہ ابی داود کی
روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنے اوسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی
ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اوسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ
طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جائے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو ٹھرایا جاوے تو جس صورتمین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی
حال حدیث کا تو اوسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ
جس صورتمین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اوس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونون کا
ظرف کہو تو کراہت دونونکے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا
لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے
ضرب و قتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اوسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف
متکلم کا ہوگی خواہ زید اوسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اوسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد
زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین
تو اسکو اول قسم سے پاتے ہین اسسے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اوسمین ہو یا نہو اور اسکی موئید ہی یہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو
خبر مرگ نجاشی کی سنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اوسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا
ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود
نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اوسمین داخل کرنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور رکھنا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور
موئید قول مختار کے ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اوس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور اگر
کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسیطرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن لد فمات یغسل ویصلی علیہ ویرث ویورث
ویسمی ان استھل بالبناء للفاعل ای وجد منہ ما یدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وھو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ
الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاوے اور اوسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث
ہوگا دوسرے کا اور اسکی میراث اورونکو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استھل بصیغہ معروف ہی اور اوس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاوے جس سے
اوسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہانتک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اوسیوقت اوسکو کسینے ذبح کردیا تو اوسپر غرہ لازم

ہوگا اور اگر سر نکلنے کے بعد اوسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اوسپر خونبہا لازم ہوگا ہم نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر
ہونے کے چھوڑ دیا یعنے کفن بھی دیا جائے اور نام اسلیئے رکھا جاوے کہ آدم زاد ہی نام رکھتے ہین اوسکی تعظیم ہو اور استہلال مطلق آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے
وقت کہتے ہین پھر پیدائش کیوقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اس لیئے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کافی ہے
اور چونکہ شریعت مین ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہی اسلیئے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید را سے مطلق خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو
کہتے ہین اور مرد کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ کی یہ ہی کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اوسکو حکم
پیٹ کے بچے کا ہی اور پیٹ کے بچے کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہی اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلیئے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کیوجہ سے
لازم نہوا کذا فی الشامی (و) الا یستہل (غسل) و سمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکراما لبنی ادم کما فی ملتقی الابحار
اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی تو اسپر فتوی دیا جائے
برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہی و هم اکراما علت متن کی ہی یا علت فتی کی اور یہ اوس بچے کا حکم ہی جسکی پیدائش پوری ہو
اور جسکی خلقت پوری نہو اوسکے نہلانے مین اختلاف ہی چنانچہ شارح بیان کرتا ہی (و) فی الذخیرۃ عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل و حشر ہو المختار
اور ذخیرہ مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب ظاہر ہو جاوے بعض پیدائش بچہ کی تو اوسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہی اور اوسکا حشر ہوگا ہم شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد
و یحشر کہنا مناسب تھا اس لیئے کہ ظہیریہ مین اسیطرح ہی غرضکہ حشر مین اختلاف ہی بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت
ظاہر ہوگئی ہوگی تو حشر ہوگا (و) ادرج فی خرقۃ و دفن و لم یصل علیہ (و) کذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ
تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا العقبی لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل و نام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین
اور دفن کر دیا جاوے اور اوسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علیحدہ ہوا ہوگا خودبخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاوے مع ایک کے
ماں باپ مین سے کہ اگر مرجاوے تو اوسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلیئے کہ وہ تابع ہی احد الابوین کا یعنے احکام دنیا مین اوسکا تابع ہی نہ احکام آخرت مین بسبب اوس قول کے
کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے ہم خودبخود کی قید اس لیئے لگائی کہ اگر کسینے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث
اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اوس کے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اوس کی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی (و) لو سبی بدونہ فہو مسلم تبعا للدار
او السابی او بعد فاسلم ہو او اسلم الصبی و ہو عاقل ای ابن سبع سنین (صلی) علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ
مسلمان ہی بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان
ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہی یعنے سات برس کا ہی تو اوسپر نماز پڑھی جاوے بسبب ہو جانے اوس بچے کے مسلمان یعنے بہ تبعیت ماں یا
باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے ہم سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونی کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہی اور عنایہ مین عاقل بچہ اوسکو لکھا ہی کہ نفع
نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہی اور اوسکا اتباع بہتر ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالے اور اوسکے فرشتون اور
کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ اگر اوسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اوس سے اسپر ایمان کا
سوال ہو تو کہدے کہ مین ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسأل العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال ہل انت مصدق
بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ وکان بعض توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہی کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیئے بلکہ اوسکے سامنے
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہی اوسکو ذکر کرنا چاہیئے پھر اوس سے کہا جاوے کہ کیا تو اس کی تصدیق کرتا ہی پس اگر وہ ہاں کہدے

اوس کے مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاے اور اوسکو مفصل نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہی اسلام کیا ہی کذا فی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین و یغسل المسلم و یکفن و یدفن قریبه کخاله الکافر الاصلی اما المرتد
فیلقی فی حفرة کالکلب عند الاحتیاج فلو له قریب فالاولی ترکه لهم من غیر مراعاة السنة فیغسله غسل الثوب النجس و یلفه فی خرقة و یلقیه
فی حفرة ولیس للکافر غسل قریبه المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلا اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اوس کافر کے
اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہی کہ مسلمان اوسکافر مردہ کو اون رشتہ دارونکے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون رعایت طریق سنت کے
یعنے وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اوسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک گڑھے مین ڈالدے یعنے رعایت کفن
مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے مین ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور نہین جائز ہی کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار
مسلمان کا م شامی نے کہا کہ مکروہ ہی کافر کا مسلمان کی قبر مین اوترنا اوسکے دفن کرنے کو واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمها بکسر الدال و تفتح وکذا المؤخر
علی یمینه عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة ثم وضع مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره
ثم مؤخرها کذلک فیقع الفرغ خلف جنازة فیمشی خلفها اور جب کوئی شخص جنازہ اوٹھاوے تو مستحب یہ ہی کہ جنازے کے اگلی جانب یعنے سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلے جانب یعنے پیتیانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلے جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر اسیطرح
رکھے تو پچھلی جانب پر دس قدم سے فراغت ہو جائیگی اوسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اوٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی جنازے کو دس قدم اوٹھاوے
تو اوسکا اوٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہی شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہی اور کبھی بفتحہ بھی بولتے ہین اور یہی حال موخر کا ہی کہ بکسر خاء معجمہ ہی اور فتحہ بھی دیتے ہین ۱۲ گناہ
کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرونکی نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہی فاعل اوسکا جنازہ ہی بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا
کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اوسکا ترجمہ کیا وصح انه علیه السلام حمل جنازة
سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اوٹھایا ہی یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا و یکره عندنا حمله بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمة بالید لا علی العنق
کالامتعة ولذا کره حمله علی ظهر و دابة اور مکروہ ہی ہمارے نزدیک اوٹھانا مردہ کا چارپائی کی دو پٹیوں یا سرونکے بیچ مین سے پکڑ کر خواہ دو شخص اوٹھاوین یا چار بلکہ
ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ اوٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اوٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہی لادنا مردہ کا پشت پر اور سواری کے
جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اوٹھانے کا ہی جنازے مین مسنون یہ ہی کہ چار شخص ایک ایک پایہ اوٹھاکر پیچھے کو مونڈھے پر رکھین والصبی الرضیع او الفطیم او فوق
ذلک قلیلا یحمله واحد علی یدیه ولو راکبا وان کبیرا حمل علی جنازة بچہ شیر خوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص پیچھے دونوں ہاتھو
اوٹھاوے اگرچہ اوٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اوٹھایا جاوے ویسرع بها بلا خبب ای عدو سریع ولو کره اور جلد لیجاوین جنازے کو مگر
تیز جھپٹنی کے اور تیز جھپٹنی کے ساتھ چلنا مکروہ ہی بوجہ ایذاے مردہ اور ساتھ والون کے ہم جنازے مین اسقدر جھپٹنا مسنون ہی کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت
نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہی تو جلد اوسکو اچھی جگہ پہونچاوگے اور اگر برا ہی تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے
کذا فی الشامی وکره تأخیر صلوته ودفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلوة الجمعة الا اذا خیف فوتها بسبب دفنه قنیه اور مکروہ ہی مردہ کی
نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اوسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائیگا تو اوس
صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیة کما کره للمتبع الجلوس قبل وضعها وقیام بعده جیسے مکروہ ہی پیچھے چلنے والیکو بیٹھنا پہلے

جنازہ کے رکھنے تک اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد میں اوتارا
جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو
کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے ولا یقوم من فی المصلی لها اذا رأها قبل وضعها ولا من مرت علیه هو المختار وما ورد
فیه منسوخ زیلعی اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ میں ہو جبکہ جنازے کو دیکھے پیشتر اوسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہو کر
گذرے یہی قول مختار ہے اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی ہم لیئے یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اوس
لیئے کھڑے ہو جاو یہانتک کہ تمھاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہے اوس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ
کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفها لانها متبوعة الا ان یکون خلفها نساء فالمشی امامها
احسن اختیار اور مستحب ہے پیچھے چلنا جنازے کے اسلئے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہ کہ ہوویں جنازے کے پیچھے عورتیں تو اسصورت میں
جنازے کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ہم جنازے کو متبوع اسلیئے کہا کہ حدیث میں حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے آگے
چلنے والے پر کذا فی الشامی ویکره خروجهن تحریما وتزجر النائحة ولا یترك اتباعها لاجلها مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتوں کا جنازے کے ساتھ
اور زجر کیجاے نوحہ کرنے والی اور سیاپا پیٹنے والی اور جنازے کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم اوٹھانیوالوں کے ساتھ جنازے کو اوٹھاؤگی یا قبر میں اوتارنے والوں کے ساتھ مردے کو اوتاروگی یا نماز پڑھنے
والوں کے ساتھ نماز پڑھوگی اونہوں نے عرض کیا کہ ان باتوں میں سے کوئی نکریگی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ لیکے اور نوحہ
والیکے سبب سے جنازے کا ساتھ اسلیئے نہ چھوڑا جاے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاے تو جنازہ کے
امور کا تکفل موقوف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینها او یسارها ولو مشی امامها جاز وفیه فضیلة ایضا ولکن ان تباعد عنها او تقدم
الکل او رکب امامها کره کما کره فیها رفع صوت بذکر او قراءة فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائیں یعنے داہنے بائیں چلنا اولے نہیں اور اگر
جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہے اور اوسمیں بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہوگیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے سوار ہو گیا تو مکروہ ہے جیسے
مکروہ ہے جنازے کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرات قرآن میں کذا فی الفتح ہم آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنے افضل صیغہ اسم
تفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور تنہا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکرا اور قرات پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو
اپنے دل میں پڑھے کذا فی الشامی ویحفر القبر غیر داره مقدار نصف قامة فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوة
اور کھودی جاے قبر مردے کی اوسکے گھر کے سوا دوسری جگہ میں بقدر نصف قد آدمی کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنے اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور سینہ تک گہرائی
اوسط درجہ اور قد آدم سب میں افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑہا کھودا جاے پٹے ہوے مکان کی صورت اور شق نکیجاے یعنے قبر کے بیچ میں
گڑھا نکیا جاے مگر زمین نرم میں اگر لحد نہ ٹھیرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا
چاہیے اور عرض آدھا طول ہے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق اسلیئے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لحد ہمارے لیئے ہے اور شق غیروں کے لیے لیس بدون ضرورت شق بنانا نہ چاہیے
ولا یجوز ان یوضع فیه مضربة وما روی عن علی فغیر مشهور ولا یوخذ به ظهیریه اور نہیں جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاے اور جو کچھ حضرت علی سے مروی ہے
وہ مشہور نہیں اور اسپر عمل نہیں کذا فی الظہیریہ ہم ظہیریہ میں بجاے علی کے ذکر حضرت عائشہ رض کا ہے کہ اونہوں نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہیں یعنے ثابت نہیں ہوا

بلکہ اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسے نے فرمایا کہ میرے اور زمین کے
درمیان کوئی چیز مت کرنا غرض کہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر وحدید له
عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ویسن ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کیلئے تابوت بنانے کا اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً زمین کی
نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اوسکے نیچے مٹی
بچھا دین اور دہنے اور بائین بلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیسدین تاکہ لحد کیصورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہی مات فی سفینۃ
غسل وکفن وصلے علیہ والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتم ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جائے کفنایا جاے اور نماز پڑھکر دریا مین ڈالا جاے
اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء علیہم السلام اقعا
اور نہین چاہیئے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی الواقعات ہم یعنے پیغمبر
مکانین مرے اوسین دفن ہو یہ طریق مخصوص ہے انبیا علیہم السلام ہی اور ون کے لیے نہین چاہیئے ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا
ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے قبر مین اوتارا جاے
کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اوسیطرف رکھا جاے پھر اوٹھا کر لحد مین اوتارا جاوے اور مستحب ہی کہ لحد مین اوتارنے والا مردے کا یون کہے بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ
رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اوسکا منہ کردیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی کونہ علی شقہ الایمن
ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حول المیت اما فوقہ فلا یکرہ
وکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اودھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اودھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدی جاے بسبب بے پروا ہونے کے اوس سے یعنے کفن کے کھلنے کے خوف سے
گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اوسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اوسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین ذکر کیا ہی
اوسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے منہ پر کھڑی کیجاوین اور اونکی درز و نیز نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جاوین تختہ نرکھین اور اگر اونکے پر تختہ رکھا جاوے
تو مکروہ نہین **فائدہ** یہ ایک کام کی بات ہی عدد اللبنات لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع بھنسے شمار کچی اینٹون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اوسکو بھنسی نے لمطاوی نے کہا کہ کچی اینٹونکے ساتھ نرکل کی سینکے تھے وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت اور جائز ہی
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی ولیسجی ای یغطی قبرھا ولو خنثی لا قبرہ الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جاے
قبر عورت کی قبر مین اوتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا منہ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کے مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے
ویھال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما خرج منہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ
بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنے کے اوسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اوس مقدار سے
جو قبر مین سے نکلی ہو اسلیئے کہ زائد مٹی بمنزلہ عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اوسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منہا خلقنٰکم اور دوسرے مین کہے وفیہا نعیدکم اور تیسرے مین کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قراءت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اوسکا گوشت بٹ جاوے
ہم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلیئے مکروہ ہوئی کہ ابوداود کی حدیث مین اوس سے ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداود مین

مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اوسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت رہنے کی دعا کرو کیونکہ اوس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر رض بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقرا اور اوسکے خاتمے کا پڑھنا مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا بأس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑنے کے ہم بلکہ پانی چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ میں اور ابو داود کے مراسیل میں مروی ہو ولا یربع للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاے بسبب ممانعت چورس کرنے کے اور اونچی کیجاے مثل اونٹ کے کوہان کے براہ استحباب اور ظہیریہ میں ہو کہ اونچا کرنا واجب ہو بقدر ایک بالشت کے اور گچ نکیجاے قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سے ہم چورس سے مراد یہ ہو کہ مٹی کو پھیلا کر چبوترے کی شکل نکیا جاے بلکہ بیچ میں سے اونچی مثل کوہان کے کیجاے امام محمد رحمہ اللہ نے آثار میں روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہو کہ آپ نے قبر پر گچ کرنے اور اوسپر عمارت بنانے سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا بأس بہ وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ اور نہ کہگل کیجاے قبر پر اور نہ اوسپر کوئی عمارت بنائی جاے اور ایک قول یہ ہو کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہو چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہۃ میں ہو ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ وقیل لا بأس بہ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ میں کہگل کرنی کو مختار کہا ہو چنانچہ اوس کی عبارت یہ ہو ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنے ابو الفضل کی تجرید میں مذکور ہو کہ قبروں کا کہگل کرنا مکروہ ہو اور مختار یہ ہو کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت مصنف کو منح الغفار میں سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہو مگر قبر پر عمارت کا جواز میں نے کہین نہیں دیکھا کہ کسینے اوسکو مختار کہا ہو جیسا کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہو اور طحطاوی نے کہا کہ شرح لباب میں برہان سے منقول ہو کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہو اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہو لیکن پہلی کی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں وفی جنائز الحاوی لا بأس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن اور سراجیہ کے باب الجنائز میں ہو کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اوس کی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اوس قبر کا نشان نہ جاتا رہے اور پامال نہو ہم مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور اوس پر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اوس وقت ہو کہ حاجت نہو اور لا بأس کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہو اور فتاوی محیط میں ہو کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہو اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات پامال نہوں اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جائے مگر کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردہ کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس مین مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردہ کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنے مالک زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہو چاہے مردہ کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے جائز ہو جوتنا قبر کا اور اوسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدھا حی یضطرب شق بطنھا من الایسر ویخرج ولدھا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراھۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اوسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اوسکے بچہ کو نکال لیا جاے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنے بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مر جانے کا تو اوس بچے کو کاٹ کر نکالا جاے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جائے کیونکہ ماں کا مر جانا وہمی بات ہو تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہو اسلیے کہ

بالعکس سے اوسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہو ولو بلع مال غیرہ ومات ھل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مرگیا تو اوسکا
پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہو کہ ہان چیرا جاے کیونکہ اوسکی حرمت اوسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اس سے معلوم ہوا
کہ اگر بلا تعدی اوسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارحکے الاتباع افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار
او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہو بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل
ہونیکی یہ ہو کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہو اسلیئے اوسکا ثواب زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی ویندب دفنہ فی جہۃ
موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ومن یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم
مستحب ہو دفن کرنا میت کا اوسکی موتکی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہانکے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہو وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیئے اور مستحب ہو جلدی کرنا
دفن مین اور مستحب ہو نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اوسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا
برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اوسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردونکی اور باز رہو اونکی برائیون سے ھ شامی نے کہا کہ اگر میت
بدعتی ہو تو اوسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تا کہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردیکو دوسری جگہ
لیجانیکا بیشتر اوسکے دفن ہونے کے ھ یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو مطلقاً درست ہو کتنا ہی
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہو اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگا دی ہو کہ اسقدر دوری تک
نقل درست ہو اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہو کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک
دوسرے سے کہدینے تا کہ لوگ اوسکا حق ادا کرین اور تجہیز و تکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما
عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہو زیادتی کرنی اوسکی تعریف مین خصوص
اوسکے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام کفر کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ھ جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ
کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہو کہ یہ سب امور نا جائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنے مین مجرد ہی آتا ہو مصدر اوسکا مرثیہ ہو
وبتعزیۃ اھلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنی اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی ھ شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہو
اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالے اوسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہنا دیگا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والونکے لیے کھانا پکوانے کا ھ فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے
رشتہ دارون کو مستحب ہو کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائے جو انکو اوس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل
وہ حدیث ہو کہ حضرت جعفر کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین
لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کیواسطے تین دن بیٹھنے کا
مسجد کے سوا دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیواسطے اور روزون سے بہتر ہو کیونکہ پہلے روز مین
وحشت فراق زیادہ ہوتی ہو تو تسلی ایسی ہی وقت مین مناسب ہو اور مکروہ ہو تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی
شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اوسوقت واماندون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسیطرح اگر میت کا رشتہ دار موت کیوقت نہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اوسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ ہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیاً وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم
اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نجاوے اور مکروہ ہی تعزیت
قبر کے پاس یعنے قبر کے پاس میت کے لیئے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالے تیرا
ثواب زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ
مضائقہ نہین قبرونکی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرونکی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت کیا کرو
ہم بعض فضلانے کہا کہ عورتون کو قبرونکی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لا باس بہ کہا خیرالدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہی یعنے اگر عورتین اسوجہ سے
جائین کہ غم تازہ ہوجاے اور رونا اور پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالے لعنت کرتا ہی قبرونکی زیارت
کرنیوالیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبر پر ایسے امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی قبر پر جائین تو اسصورت مین
اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہی اور مردونکے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور
افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یٰس وفی
الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنے والا قبرستان مین یہ الفاظ کہے
السلام علیکم سے لاحقون تک یعنے سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھروالون بیشک ہم اگر خدانے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یٰسین پڑھے اور حدیث مین ہی کہ جو شخص سورۂ
اخلاص گیارہ بار پڑھکر اوسکا ثواب مردونکو بخشدے تو مردونکے شمار کے موافق اوسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہی ویحفر قبرا
لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تھیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیئے قبر کھود رکھنے کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہی اور
مناسب بقواعد یہ ہی کہ کفن جیسے چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے اور وجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز
اور ربیع بن خثیم وغیرہمانے ایسا کیا بھی ہی اور بعض لوگون نے مکروہ کہا اور اوس کی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا
چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیئے کہ اوس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی
قبر ترکہ مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اوس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو
اوس کے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ انکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس
القارئین عند القبر وھو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کا بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی ہم نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قرات
قرآن کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی
الشامی اس نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کا بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت
رکھتی ہی یعنے اگر قبر مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اوسکو توڑا نہ جائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا ثم ایعذب المیت ببکاء اھلہ اذا
اوصی بذلک میت پر عذاب ہوتا ہی اوسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگونکا
قول یہ ہی کہ گھر والونکے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی
اور اکثر علما کا قول یہ ہی کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور حدیث کے معنے یہ ہین کہ اوس زمانے کے

لوگ لوٹ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اسلیئے آپ نے الیسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آپ نے یہ ارشاد اوس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اوس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہ لوگ اوسپر روتے ہین کُتِبَ علی جَبْهةِ المیتِ او عِمامتِہ او کفنِہ عهد نامہ یُرجیٰ ان یغفر اللّٰه للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو توقع ہی کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے عہدنامہ کی دعا یہ ہی اللّٰهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة الرحمن الرحیم انی اعهد الیك فی هذه الحیوة الدنیا انی اشهد انك انت اللّٰه لا الٰه الا انت وحدك لا شریك لك وان محمدًا عبدك ورسولك فلا تکلنی الی نفسی فانك ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتك فاجعل لی عهدًا عندك توفینه یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اوسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہی مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہی کہ قرآن اور اسماء معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھکر مردکی نجاستوں سے اونکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہی اسلیے کہ خوف اونکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا جب تک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصراً ۱۲ وصیٰ بعضهم ان یکتب فی جبهته وصدره بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ففعل ثم رُئی فی المنام فسُئل فقال لما وُضعت فی القبر جاءتنی ملائکة العذاب فلما راوا مکتوبًا علی جبهتی بسم اللّٰه الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللّٰه کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اوسکو خواب مین دیکھکر اوسکا حال پوچھا اوسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اونہون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اونہون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا هم چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوچکا ہی کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہ واقعہ شاید اس طرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اونگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانیکے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہر حال کسیطرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشهید

یہ باب ہی شہید کے احکام مین هم ہر چند شہید بھی مردہ ہی مگر اوسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہی وہ دوسرے مردیکو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانه مشهود له بالجنة او فاعل لانه حی عند ربه فهو شاهد شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اوسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہی کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہی هم شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو مشہود بھی ہوسکتا ہی کہ فرشتے اوسکی تعظیم کرتے ہین اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاہد بھی ہوسکتا ہی کہ خدا ہی تعالے کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہ کہ اوسکا خون اور زخم اوسکے شاہد موجود ہین هو کل مکلف مسلم طاهر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی هم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہی مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلماً مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر یہ شہید ہونگے تو اونکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثة ایام غسلت والا لا لعدم کونها حائضًا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیجاوے لسبب نہونے اوس عورت کے حائضہ هم یعنے ایک عورت نے مثلاً تین دن خون دیکھا پھر ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہو گئی تھی اسلیئے اوسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیجائیگی کیونکہ لسبب کمتر مدت ہونے کے وہ ابھی حائضہ نہین ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یُعد علیه السلام غسل حنظلة لحصوله بفعل الملائکة بدلیل قصة آدم اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہو جانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل یہ ہے حنظلہ
بن ابی عامر ثقفی جب شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہیں صحابہ نے اونکی بی بی سے پوچھا تو اونے کہا کہ وہ ناپاکی
حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اونکو نہلایا تو صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلا شبہہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہیں کہ آدمی ہوں
چنانچہ حضرت آدمؑ کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز میں گذرا کہ اونکو فرشتوں نے نہلایا تھا اسیطرح یہاں بھی جب غرض غسل یعنے طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہو گئی
تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصراً او قتل ظلماً بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص لم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص
شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے کہ ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے زخم کرنیوالی چیز سے یعنے ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر سے
نہ لاٹھی اور ڈھیلہ کے مانند سے کہ ان دونوں سے مارنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا اسلیئے انکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اوس قتل کے
سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب المال بعارض کالصلح و قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی
عارض کی جہت سے نہ قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے میں کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے
باپ اپنے بیٹے کو کہ یہاں بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں شہادت ساقط نہو گی
یعنے اوسکو غسل نہ دیا جاویگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجیئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر زندہ رہا ہو گا
تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہو گا حکم ارتثاث میدان جنگ سے اوٹھا لانے کو کہتے ہیں جبکہ زخمی میں جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس
اور شرع میں جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہو گی وکذا یکون شہیداً لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسبیباً او بغیر آلۃ جارحۃ
فان مقتولہم شہید بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہو گا
اگر قتل کیا ہو اوسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون آلہ زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہو گا کیونکہ ان لوگونکا مارا ہوا شخص
شہید ہوتا ہے کسی ہتھیار سے اوسکو ماریں اسلیئے کہ اصل اسباب میں جنگ احد کے شہید ہیں اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوے تھے ہم قتل سبب کی مثال
یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانوں تلے دبکر مسلمان مرگیا یا اونہوں نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑیکو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گر کر مر گیا یا مسلمان
کے رہنے کی جگہ میں آگ لگا دے اوس سے مر گیا تو ان صورتوں میں شہید ہو گا کذا فی الشامی مختصراً ووجد جریحاً میتاً فی معرکتہم والمراد بالجراحۃ علامۃ
القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیاً لا من انفہ وذکرہ و دبرہ او حلقہ جامداً یا شہید ہو گا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگوں کے
میدان جنگ میں شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اوسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا
نکلنا نہ نکلنا خون کا اوسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا ہم یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہیے کہ اوس مقام سے
بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہیں اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اس صورت میں شہید نہو گا اور اگر بدون مرض باطن نہیں نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ
خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہو گا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اوترتا ہے تب تو شہید نہو گا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہو گا کیونکہ
بدون زخم باطن کے پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہیں آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر
والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارتیں قلب ہو گیا صواب یہ ہے کہ جامداً اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیاً آخر میں فینزع عنہ ما لا یصلح للکفن
ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد علیہ لیتم کفنہ المسنون پس اوتار ڈالے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہیں رکھتی

اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اوسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جائے اگر اوسکا لباس زیادہ ہوتا کہ اوسکا کفن مسنون پورا ہو جائے هم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکہتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتہیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اوسکو نہ اوتارا جائے اور اوسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیه بلا غسل ویدفن بدمه وثيابه لحديث زملوهم بكلومهم اور نماز پڑھی جائے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جائے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اونکو کپڑون مین لپیٹو مع اونکے زخمون کے هم یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تہا روایت کیا ہے اوسکو احمد نے اور نیز صحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونکے بدن سے لوہا اور پوستین اوتار لو اور اونکو مع اونکے خون اور کپڑون کے دفن کردو کذا فی الطحطاوی ويغسل من وجد قتيلا في مصر او قرية مما اي في موضع تجب فيه الدية ولو في بيت المال كالمقتول في جامع شارع ولم يعلم قاتله او علم ولم يجب القصاص فان وجب كان شهيدا كمن قتله اللصوص ليلا في المصر فانه لا قسامة ولا دية فيه للعلم بان قاتله اللصوص غاية الامر ان عينه لم تعلم فليحفظ فان الناس عنه غافلون اور غسل دیا جائے وہ شخص کہ پایا جائے مقتول شہر یا گانو مین اوس جگہہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اوسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اوسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلا وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اوسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اوسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اوسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ لوگ اس سے غافل ہین هم یعنے قسامت اور دیت اوسیوقت واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اونپر ثابت نہین ہو سکتا بہاگ جانیکے باعث سے اسلیئے اونکا مقتول شہید ہوگا

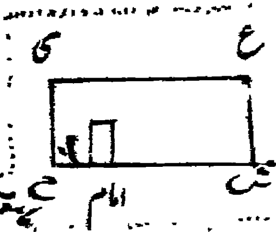
او قتل بحد او قصاص اي يغسل وكذا يغسل ان ارتث بعد انقضاء الحرب وذلك بان اكل او شرب او نام او تداوى ولو قليلا او اوى خيمة او مضى عليه وقت صلوة وهو يعقل ويقدر على ادائها او نقل من المعركة وهو يعقل سواء وصل حيا او مات على الايدي وكذا لو قام من مكانه الى مكان آخر بدائع یا قتل کیا جائے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بہی غسل دیا جائے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اونکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا در زندہ کے پہاڑنے سے مرجائے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کہاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تہوڑی ہی ہون یعنے ذرا سا کہایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہہ لی یا گذرا اوسپر ایک نماز کا وقت اوس حال مین کہ وہ ہوش رکہتا تہا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تہا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اوٹہایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتہون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہہ سے اوٹہکر دوسری جگہہ چلا گیا کذا فی البدائع هم خیمہ مین جگہہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اوسپر خیمہ اوسی جگہہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اوٹہکر جاوے گا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتہ اوٹہائے جانے کی قید اسلیئے لگائی کہ بیہوشی مین اوٹہایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونیکی جگہہ سے اوٹہائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اوٹہایا جانیکا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخيل میدان جنگ سے اوٹہایا گیا ہو نہ گہوڑون کے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گہوڑون کے تلے پس جانیکے خوف سے اوٹہایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا [illegible] اوصى بامور الدنيا او باموره الاخرة لا يصير مرتثا عند محمد وهو الاصح جوهرة لانه من احكام الاموات او باع او اشترى او تكلم بكلام كثير [illegible] امور دنیا کی تو ارتثاث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنے زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح ہے کذا فی الجوہرہ اس لیے کہ وصیت امور آخرت کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت تہوڑا کلام کریگا تو مرتث نہوگا هم غرض کہ مرتث کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب مین شہداے احد کا حال ہے تو اگر شہادت اونہین کی طرح کی

ہو گی تب تو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کچھ سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہ ہوگی جس سے غسل دنیا ترک کیا جاوے وھذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب لو فیھا ای فی الحرب لا یصیر مرتثا بشئ مما ذکر اور یہ سب باتین جن سے شہادت ناقص ہوتی ہی اوس صورتین مین کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکور چیزون مین سے کسی سے مرتث نہو گا ہر صورتین شہید کامل ہوگا رکل ذلک فی الشہید الکامل الا فالمرتث شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہی اور اسیطرح شہید آخرت ہی جنابت والا اور مثل اوسکے یعنے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاے اور اوسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین تم شرطین شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائیگا مگر اوس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اوسکے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لیے وعدہ ہوا ہی اوسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والھدم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وھو یطلب العلم قد عدھم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت ہی جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتیار اپنے ہی مارے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرنے والا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہوا اور پیٹ کی بیماری یعنے دستون یا استسقا سے مرنے والا اور وبا سے مرنے والا الشامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اوس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کیوقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پا وے اور ذات الجنب والا اور جو شخص دس حالین ہوے کہ علم کا طالب ہو یعنے علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھاتا ہو یا پڑھتا ہو یا سنتا ہو اور شہدای آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہی واللہ اعلم علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تعداد مذکور کو سطرح بیان کیا ہی پیٹ کی بیماری والا اور غرق ہو کر مرنے والا اور ذات الجنب والا اور وہ عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے سل والا اور سفر مین مرنیوالا اور مرگی والا اور اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان بچانے مین مرنیوالا اور ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا اٹک کر اچھو ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی پٹوایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہو اور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و فرزند اور ملک والون مین امر الٰہی جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اونکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قی سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاے جو گھوڑا اوسکو منتظر جہاد کا رہے جو ہر شب سورہ یس پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو انکو طہارت کے ساتھ سووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین غلہ لیجاے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورہ حشر کے آخر کی پڑھے اور اوسی روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہی اور پورا بیان شامی مین ہی

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین فی الباب زیادۃ علی الترجمۃ وھو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوانکے زیادہ ہی یعنے عنوان مین
صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہی اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زائد بیان کیا جاے اور معیوب یہ ہی
کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہوا وسکا حال نہ بیان کیا جاے یصح فرض ونفل فیھا وفوقھا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ھی العرصۃ والھواء الی
عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمانکی سطح تک ہم امام مالک
کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیئے کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ
کے ایک جزو غیر معین کیطرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف منہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہوجائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اور وسکے غیر کیطرف پشت
کرنا مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اوسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی وان کرہ الثانی
للنھی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے ہم شرح ملتقی مین ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹونکے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنے جانورونکی
ذبح کرنیکی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفردًا او بجماعۃ وان صلیۃ اختلفت وجوھھم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ
امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنیمین جماعت والونکے منہ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ
مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اوسکا اقتدا درست نہوگا بسبب آگے بڑھجانے مقتدیکے امام سے یعنے جس صورتمین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونکا
منہ ایک ہی طرف او مقتدی کعبہ سے قریب ہی شارح نے کہا کان متصلہ ہی شرطیہ نہین وتکرہ جعل وجھہ لوجھہ بلاحائل لو بجنبہ لم یکرہ فھی اربع اور
مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑکے اسلیئے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہ چار صورتین ہوئین
ہم یعنے صورت اول یہ ہی کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہی سوم یہ کہ مقتدی کا
منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی وتصح لو تحلقوا
حولھا ولو کان بعضھم اقرب الیھا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے
زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہین ہم
یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اوسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسیطرح نماز
ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر شخص مذکور اوسیطرف ہی جسطرف امام ہی تب تو اوسکی
نماز نہوگی کیونکہ اس صورتمین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلیئے اوسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلیے کہ آگے
بڑھنا امام سے اوسوقت ہوتا ہی کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی
ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وھذہ صورتہ
اور اگر کوئی مقتدی اوس کونیکی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے　ماموم　امام
اس مسئلے کے حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہوتا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی اوسکی ہم
اس مسئلے کے سمجھانیکے لیئے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ س ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر کو شح ہی اور فرض کرو



امام دروازہ پر کے سامنے کھڑا ہی اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف منہ کرکے نیت کی تو اس صورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست نہو گی اسلیئے کہ ہر چند جانب ح ی بھی اوس کی جہت ہی مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاطا یہی ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کیصورت مین اپنے امام سے آگے بڑھگیا اور حلقہ لقطون کا پہلے مسئلہ کیصورت بتاتا ہی کہ امام کیطرف کے نقطے مقام مقتدیون کے ہین جو امام کی نسبت کر کعبے سے دور ہین اور باقی تین طرفون مین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور یہ بھی درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اوس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہوا اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیئے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اوسکے ساتھ ہو یا نہین اور یہ اقتدا کو درست ہی مگر کراہت کے ساتھ اس لیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہی اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہوا ور کوئی تکبیر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم ٭

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوۃ فی اثنین و ثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونیسے پیشتر یہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونون پاس پاس ذکر ہونی چاہیئین مگر چونکہ نماز و زکوۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اوسکو شمار کیا ہی ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے ترج کے موقع پر اوسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیموقع صرف کرنے سے اوسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوۃ طہارت ہی اوس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اوس حصہ مال کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنے چیز کا مباح کردینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوۃ کوئی شخص کھانا کھلادیوے تو کافی نہو گا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانیکی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادائے زکوۃ کے لئے اگر کپڑا پہنادے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنے چیز کو پھینک ندیتا ہو لیکن جس صورت مین کہ اوس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا ہو تو اب اونکو کپڑا پہنانا ادائے زکوۃ مین کافی نہو گا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اوس شخص کے ذمہ کیا آپ اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوۃ مین شمار کرے گا تو زکوۃ ساقط نہو گی اس لیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہو گا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیئے اسلیئے کہ اوسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہی اور امام یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی اداے زکوۃ درست ہو کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہو کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہو جاتا ہو یہ نہین کہ اوسمین جو تصرف
چاہے وہ کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہو مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اوسکو اختیار اوسکے کھالینے کا ہو نہ اور تصرف کا اور
اگر مالک کیا تو چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو دیڈالے یا بیچ ڈالے جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع
وھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرنا ہو مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اوسکو ٹھرا دیا ہو اور وہ چالیسوان حصہ اوس مال
نقد کا ہو جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک سال
بہ نیت اداے زکوۃ رکہا تو کافی نہوگا کیونکہ اوسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقۂ نفل نکل گیا کہ اوسکے بابین کچھ تعیین ہی نہین
اور صدقۂ فطر بھی نکل گیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہو تمام طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ چانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہو
کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصے کے ہو من مسلم فقیر ولو معتوھا غیر ھاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ھذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعہود اخراجہ
شرعاً مالک کرنا ہو مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اونکے موالے یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی ہو مراد کنز کے قول تملیک
المال کی یعنے وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہو ھم مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہو اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہو تو شارح
کہتا ہو کہ مآل دونون تعریفونکا ایک ہو کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہو اور الف لام عہد کا ہو یعنے وہی مال جو شارح نے مقرر کیا ہو مع قطع المنفعۃ
عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الی اصلہ و فرعہ مالک کرنا ہو سطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوۃ کا دینا
اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اوسکی منفعت باقی ہو
للہ تعالی بیان لاشتراط النیۃ مالک کرتا ہو خداے تعالے کے حکم کی تعمیل کیلیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہو نیت مشروط ہونے کا یعنے جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا
خداے تعالے کے امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہو جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہو بالاجماع کذا فی البحر وشرط افتراضھا
عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما ککونہ فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور
آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہو اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی روسے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بیعلمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر
مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اوسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اوسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ھم فرض ہونے مین
انہی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین وسببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی
نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اوس کا یعنے زکوۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہو شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہو حول کیطرف یعنی سال اور اوس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اوسپر سال گذر جاتا ہو اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہو ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکل گیا کہ اوسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسی وجہ سے اوسکے مال پر زکوۃ نہین ھم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی
کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہو حریت کی شرط ہونے سے
علاوہ اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ھم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہو کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہو
شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہو کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہو جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلا شبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہو کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ

توجیہ کر دیتے ہین نہ یہ کہ جو قید مفید ہوا وسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام مین استقصی و دخل ما ملکہ بسبب خبیث کمغصوب خلطه
لہ غیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا یعنے اوس نصاب مین جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہو خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے مال مین
ملا دیا بشرطیکہ اوسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کردے اوسکا دین یعنے مال مغصوب کی قدر اوس جداگانہ مال سے ادا ہو جاوے ہم صورت
مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال مین ایسی طرح ملا دیا کہ دونون جدا نہین ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط کر دینا ایسا ہے جیسے اسکو تلف کر ڈالنا
یعنے اوس شخص پر ضمان لازم ہے تو اس سب مال کی زکوۃ اوسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اوس مال مغصوب کا مالک ہوگیا ہے مگر سب کی زکوۃ دینے مین
یہ شرط ہے کہ اوسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اوس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلیے اوسپر مغصوب
مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہین اسلیے موجب ضمان بھی نہین تو اوس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب
ہوگی کذا فی الشامی بتصرف فارغ عن دین لہ مطالب من جهة العباد سواء کان للہ کزکوۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق
او نفقة لزمته بقضاء او رضاء بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہے جو زائد ہو اوس قرض سے
جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندون کیطرف سے ہو برابر ہے کہ قرض خدا تعالے کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو لیا ہو کفالت سے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ
مہر اوسکی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اوسپر قاضی کے حکم سے یا آپسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ
اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنے ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین اگرچہ قیامت مین انکا مطالبہ ہوگا ہم زکوۃ مین بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہے کہ شروع
اسلام مین حضرت عثمان غنی رضہ کے وقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین کی زکوۃ کا نکالنا مالکون کے سپرد کر دیا تاکہ حکام ظالم لوگون کے مال پر طمع نکرین تو
گویا ہر مالدار آپ کیطرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہوگیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلا ایک شخص کے پاس
مال بقدر نصاب ہے اور اوسپر دو برس گذر گئے تو اوسپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہوگی اس لیے کہ پہلے برس کی زکوۃ اسکے ذمہ قرض ہے اوسکو نکالنے کے بعد
نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالہ کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لیے اور دس آدمی اسکے کفیل ہوے اور ان سب کے پاس ہزار ہزار روپیہ ہین
تو انمین سے کسی پر زکوۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر مؤجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہین کیونکہ
عادت یہ ہے کہ اوسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسکو صحیح کہا ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر مؤجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت
نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالت پر لا یمنع الدین وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہین ہے دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے
واجب ہونے کا یعنے اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہین کہ زمین کی پیداوار سے دہ یکی یا خراج اوسکے ذمے واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اوسپر واجب نہو کیونکہ عشر
وخراج متعلق پیداوار سے ہین جو ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اوسمین مفلس اور تونگر برابر ہین اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دسترس تک دیجائیگی
طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہین رکھتا شارح نے بڑھا دیا ہے وفارغ عن حاجته الاصلیة لان المشغول بها کالمعدوم وفسرہ ابن ملک
بما یدفع عنه الهلاک تحقیقا کثیابه او تقدیرا کدینه اور نصاب مذکور فارغ ہو اوس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہے
وہ نہونے کے برابر ہے اور حاجت مین لگے ہوے مال کو ابن مالک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت مین
جیسے اوسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین ہم حاجت اصلی کی چیزین یہ ہین خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے
گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے
کہا کہ اوسکی فکر مین آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کوئی قرض نہین دیتا اور قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اوٹھاتا ہے کذا فی الشامی

نامٍ ولو تقدیرًا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہٖ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیرًا بڑھے اسطرح کہ مالک اوسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو جس مال پر زکوۃ دو طرح ہی ایک خلقی یعنے جسکی پیدایش دفع حاجت کے لئے ہی وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونوں میں زکوۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہیں دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا کرتا ہی اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہو ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اس طرح کہ مال اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہٖ بقولہٖ فلا زکوۃ علی مکاتبٍ لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرهونٍ بعد قبضہٖ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہٖ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کے مالک کامل کے یعنے جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اوسمین حق اوسکے آقا کا لگا ہوا ہی جب تک مال کتابت اوسکے ذمہ ہی اور نہ اوس غلام کی کمائی مین زکوۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد چھڑانے کے اوسکی زکوۃ زمانۂ رہن کی اوسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اوسکی زکوۃ ہی کیونکہ اوسکی ملک نہین اور نہین زکوۃ اوس مال مین کہ اوس کو تجارت کے لیے خرید ا ہو پیشتر اوسکے قبضہ کرنے کے یعنے اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اوس برس کی زکوۃ مشتری پر نہوگی ومدیونٍ للعبد بقدر دینہٖ فیزکی الزائد ان بلغ نصابًا اور نہین زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اوسکے قرض کے پس زکوۃ دی زائد از قرض کے اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اوس کے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوۃ نہین مثلاً ۲۰۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سو دیکر ۱۰۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونو صورتون مین زکوۃ اوس پر نہین وعروض الدین کالهلاک عند محمدٍ رحمہ اللہ ورجحہٗ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق مین صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اوسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوۃ اوس پر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوۃ نہین اوس سال کی بھی زکوۃ اوس کے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اوس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی ولہٗ نصبٌ صرف الدین لایسرها قضاءً ولو اجناسًا صرف لاقلها زکوۃً فان استویا کاربعین شاۃً وخمس ابلٍ خیّر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالون کی نصابین ہون تو قرض اوس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اوس نصاب مین لگایا جائیگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً ۴۰ بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہی دین مین لگا کر باقی جنس کی زکوۃ دی ہم کئی نصابونکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب در جانور بھی تو اوسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال یہ ہی کہ مثلاً جانورونکی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنے ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گایونکی زکوۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹون کی زکوۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اوسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہیے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوۃ دے چاہیے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیها لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنٰی ونحوها اور نہین

زکوۃ ہی بدن کے کپڑونمین جنکی حاجت گرمی سردی کے دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوۃ ہی گھر کے اسباب ورر ہنے کے گھرون اور اون کے
مثل یعنے دکانون اور سرائونمین جنکا کرایہ ملتا ہو کذا فی الطحاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاھلھا اذا لم تنو للتجارۃ غیران الاھل لہ اخذ الزکوۃ وان
ساوت نصبا الاان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید علی نسختین منہا ھو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہین کتابونمین اگرچہ نہون اوسکے پاس جو نکا اہل ہو
یعنے بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی اونمین زکوۃ نہین بشرطیکہ تجارت کی نیت اونمین نہو ہان اسقدر ہی کہ علم والے کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب
کے برابر ہون یعنے کتابین اوسکے حقمین توانگری نہونگی بخلاف بیعلم کے کہ اوسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اوسکو زکوۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی
مگر یہ کہ ہووین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اونکے ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون
مگر دو دو نسخونسے زیادہ ہون تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوۃ کے نہ لینے مین
معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسیکو مختار کہا ہی وکذلک الات المحترفین الاما یبقی
اثر عینہ کالعفص لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف مالا یبقی کصابون یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہین حرفہ والون کے
آلات مین مگر جس آلہ کا اثر باقی رہے جیسے کسی کھال رنگنے کے لیئے تو اومین زکوۃ ہی بخلاف اوس چیز کے کہ باقی نرہی جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ
اوسپر برس گذر جاوے مگر زکوۃ نہوگی ہم حرفہ والونکے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولا اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی
نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ کہ اونکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کس اور تیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اوسکا کچھ اثر
نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین یعنے کسم وغیرہ مین زکوۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخونمین عفص کی جگہ
عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین قالہ الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لایکون غنیا بکتبہ المحتاج
الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابونسے غنی نہین ہوتا یعنے اوسپر زکوۃ واجب نہین ہوتی اور اوسکو زکوۃ کا لینا درست ہی
مگر بندونکے قرض مین مالدار متصور ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنیکے لیے اوسکی کتابین فروخت کیجائینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ
بعدھا ومغصوب لابینۃ علیہ فلولہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہی زکوۃ اوس
مالمین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنے ایام گذشتہ کی زکوۃ دینی نہوگی اور نہ اوس مالمین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسونکے نکالا اور نہ اوس مالمین جو کسینے چھین لیا
اور اوسپر گواہ نہین پس اگر اوسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مالکے مگر سائمہ جانورونکے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ
چھینے والا غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ اون جانورونکو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے
تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوۃ اوسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ
عند غیر معارفہ اور نہین زکوۃ اوس مال مین جو جنگل مین مدفون ہوا اور دفن کی جگہہ بھولگیا ہو پھر اوسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور
اسیطرح اوس امانت مین زکوۃ نہین جو نا آشنا لوگونکے پاس ہو کیونکہ اس صورتمین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب
ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اوس مالکے کہ کسی محفوظ جگہہ مین مدفون ہو کہ اوسپر زکوۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا
اور وجہ وجوب یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اوسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون
فی کرم وارض مملوکۃ اور اختلاف ہی اوس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اوسپر زکوۃ واجب بتاتے ہین اونکی
دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی اور جو واجب نہین کہتے وہ یہ کہتے ہین کہ سب مین کا کھودنا دشوار ہی یا خالی دقت سے نہین کذا فی الطحطاوی

ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعدھا عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہین زکوۃ اوس قرض مین جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اوسپر گواہ نہ تھے پھر اوسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگونکے سامنے قرض کا اقرار کردیا اور زکوۃ کے واجب نہونیکو مقید کیا ہی خانیہ کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لی گئی ہو قاضی کے محکمے مین اس سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کردیگا تو گذشتہ سالون کی زکوۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو اور نہین زکوۃ اوس مال مین کہ بطور ڈانڈکے زبردستی لیا جاے پھر مالک کو بعد چند برسکے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لعدم النمو علت ہی مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی یعنے ان مالونمین وجہ زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ ہی کہ مالک کسیکو بڑھا نہین سکتا والاصل فیہ حدیث علی لا زکوۃ فی مال الضمار وھو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوۃ کے نہونے مین حدیث حضرت علی رض کی ہی کہ زکوۃ نہین مال ضمار مین اور ضمار دہ مال ہی کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اوس سے فائدہ لینا اوسکو ممکن نہو

ولو کان الدین علی مقر ملیء او علی معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوۃ وھو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض سیجئ ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر تونگر دہندہ پر ہو یا تنگدست پر یا دوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوسپر گواہ ہون یا اوس قرض کو قاضی جانتا ہو پھر اس طرح کا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اوسپر گذشتہ برسون کی زکوۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہی کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اوسپر زکوۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہی ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک اور دوسرے لوگون نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہین ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہی کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ مین حکم کردیگا تو اوسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوۃ کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہی قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوسپر زکوۃ نہین کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی اتوا الزکوۃ اور زکوۃ کے ادا کرنیکے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنے ارشاد خداوندی کا ہی کہ زکوۃ دو ہم یعنے جب آیت مین خطاب مکلفون پر بصیغہ امر دینکے لئے ہی تو ادا کرنا اوسکا لازم ہی شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہی اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراھم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوۃ کیفما امسکہما ولو للنفقۃ والسوم بقیدھا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اوسکی یعنے ادائے زکوۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہی اسطرح کہ مال مالک کی ملک مین رہی اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوۃ مین جیسے روپے اشرفیان ہین بسبب متعین ہونے ان دونون کے تجارت کے لیے اصل پیدائش مین تو لازم ہوگی ان دونون پر زکوۃ جسطرح اونکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیان رکھ چھوڑے یا جنگل مین چرنا قید آیندہ کے ساتھ یعنے جانورونکی زکوۃ کے ادا مین جیسے برس کا گذرنا شرط ہی ویسے ہی جنگل مین چرنا بھی شرط ہی یا شرط ہی نیت تجارت اسباب کی زکوۃ کے باب مین ہم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تھین اور یہ شرطین خود مال کی ہین مگر کھیتون اور پھلون کی زکوۃ مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجیء او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب مین نیت تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہی متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہی وہ تجارت کی ہی تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہی یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہ اسباب تجارت کے لئے بدون نیت
صحیح کے واستثنوا من اشتراط النية ما يشتريه المضارب فانه يكون للتجارة مطلقا لانه لا يملك بمالها غيرها اور استثنا کیا ہی علما نے
نیت کے شرط ہونیسے اوس مالکو کہ مضارب خرید کرے اسلیئے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لئے ہی خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیئے کہ مضارب مال
مضاربت تجارت کے لئے خریدنیکے سوا اختیار نہین رکھتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت مین شامل رکھین تو استثنا کی
حاجت نہین کذا فی الطحاوی ولا تصح نية التجارة فيما خرج من ارضه العشرية والخراجية او المستاجرة او المستعارة لئلا يجتمع الحقان
اور درست نہین نیت تجارت کی اوس پیداوار مین جو پیدا ہوا وسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون
دو حق هم یہ علت ہی چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت مین اوسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایا اور عاریت کی زمین کی
دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہی اسلیئے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک
زمین پر ہوتا ہی اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا
اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اي للاداء ولو كانت المقارنة حكما كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال
قائم في يد الفقير او نوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية او دفعها لذمي ليدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نية الآمر ولذا لو قال هذا
تطوع او عن كفارتي ثم نواه عن الزكوة قبل دفع الوكيل صح اور صحت اداے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ
متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اوسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو اداے زکوۃ کا وکیل کیا اور
وکیل مذکور نے روپیہ دینے کیوقت نیت اداے زکوۃ کی کرلی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقون کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمیکو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرونکو دیڈالے
تو درست ہی اسلیئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہی اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہی یا میرے کفارہ کی عوض ہی پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال
کسیکو دے نیت کرلی کہ زکوۃ کیطرف سے ہی تو درست ہی هم یعنے اگرچہ وکیل دینے کیوقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جبکہ موکل اوسکے دینسے
پیشتر نیت کرلیگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیئے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہی بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہی
عبادت بدنی اور مالی سے اوسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زكوة موكليه ضمن وكان متبرعا الا اذا وكله الفقراء
اور اگر وکیل نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کردین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دیڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنے
والا ہوگا موکلون کیطرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اوس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو هم
ضمان وکیل پر اوس صورت مین ہی کہ مالکون نے اذن خلط کا ندیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہو
اور وکیل سے تعرض نکیا تو اس صورت مین خلط جائز ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه الا
اذا قال ربها ضعها حيث شئت اور وکیل کو جائز ہی کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہی رکھ لینا خود لیے
مگر جس صورت مین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اسصورت مین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہوا اور اپنے لیئے رکھ لے تو جائز ہی
ورنہ جائز نہین کذا فی الحلبی ولو تصدق بدراهم نفسه اجزأ ان كان على نية الرجوع وكانت دراهم الموكل قائمة اور اگر وکیل نے خود اپنے روپیے
زکوۃ مین دیدیے تو کافی ہی بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون مین سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اوسکے پاس موجود ہون
تو اگر موکل کے روپیہ اسکے پاس اوٹھ گئے ہون یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نکی ہو تو موکل کیطرف سے یہ دینا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنة بعزل ما وجب كله او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت ادائے زکوۃ متصل ہو زکوۃ واجب کے علیحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقیر کو دینے کی جہت سے ذمہ پاک ہوگا عم یعنے اگر زکوۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی ولو تصدق بكله الا اذا نوى نذرا او واجبا آخر فيصح ويضمن الزكوة یا ادائے زکوۃ کی صحت کے لئے شرط ہی کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے ہم طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوۃ واجب ہونیکے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اوٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضه لا تسقط حصته عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی واطلقه فيعم العين والدين حتى لو ابرأ الفقير عن النصاب صح وتسقط عنه اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہی موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوۃ اوسکے ذمہ سے ساقط ہوگی ہم یعنے مثلا زید کا قرض عمرو کے بقدر نصاب ہی اور عمرو مفلس ہو زید نے کہدیا کہ مین نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہی اور زید کے ذمہ سے زکوۃ بھی اوس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہی اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اوس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین ہم مراد دین سے وہ مال زکوۃ ہی جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہی کہ اوسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوۃ دو حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوۃ دینی منظور ہی وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دین دو طرحکا ہو سکتا ہی ایک وہ کہ قبضے مین نہ آوسے ساقط ہو جاوے اور ایک وہ کہ بعد زکوۃ اوسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہی تو آپ پانچ صورتین ہو گئین جنمین سے تین مین ادا درست ہی اور دو مین ناجائز پہلی صورت زکوۃ دین کا ادا کرنا اوس مال دین سے کہ ساقط ہو جاوے جسکی مثال اوپر گذری یعنے مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے ادا کرنا زکوۃ عین کا مال موجود سے مثلا نقد یا اسباب بقدر نصاب ہی اوسمین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہی سوم ادائے زکوۃ عین مال دین کے عوض مثلا ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہی مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو اون کی زکوۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیگے تو یہ ادا درست ہوا اور جن صورتون مین ناجائز ہی او نمین سے اول یہ ہی کہ مال موجود کی زکوۃ مین دین کو دینا مثلا ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہین اونکی زکوۃ بیس روپیہ ہوتے ہیں اور اوسکے ۲۰ روپئے کسی مفلس پر آتے ہین تو اون روپیون کو اس مال موجود کی زکوۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہی کہ ادا کرے دین کو اوس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلا حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اوسکو ۵۰ روپیہ معاف کر دیئے تو ان ۵۰ کی زکوۃ بھی اوسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوۃ بھی انہین پچاس مین آ جاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہین کذا فی الشامی بتصرف وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مد يده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنے مال موجود کی زکوۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہی کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ حوالہ کرے پھر اوس زکوۃ کو عوض اپنے قرض کے اوس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اوسکو اوسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہی تو زبردستی لے سکتا ہی پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اوسکو قاضی کے پاس لیجاوے کہ وہ اوس سے دلوادیگا تو اس صورت مین قرض بھی اوسقدر وصول ہوجائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہوجائیگی وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب وكذا في تعمير المسجد وتمامه في حيل الاشباه اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہی کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کردے پھر وہ محتاج اوس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت مین ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہی زکوۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانے کا یعنے کسی کو دیدے کہ وہ مسجد مین صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلونکے بیان مین ہی ہم اور یہی حیلہ ہی بنی ہاشم کو زکوۃ دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو بیچ مین دبا نرکھے وافترضها عمرا اي على التراخي وصححه الباقاني وغيره وقيل فوري اي واجب على الفور وعليه الفتوى كما في شرح الوهبانية اور فرض ہونا زکوۃ کا عمری ہی یعنے اگر عمر بھر مین کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہوگا اور اسکو صحیح کہا ہی باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہی کہ اسکا فرض ہونا فوری ہی یعنے اوسیوقت ادا کرنا واجب ہی اور اسیپر فتوی ہی چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی فيأثم بتأخيرها بلا عذر وترد شهادته لان الامر بالصرف الى الفقير معه قرينة الفور وهي انه لدفع حاجته وهي معجلة فمتى لم تجب على الفور لم يحصل المقصود من الايجاب على وجه التمام وتمامه في الفتح پس گناہگار ہوگا ادای زکوۃ مین بدون عذر تاخیر کرنیسے اور اوسکی گواہی مقبول نہوگی یعنے بسبب فاسق ہوجانیکے اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنیکے امر کے ساتھ علی الفور ہونیکا قرینہ موجود ہی اور وہ قرینہ یہ ہی کہ امر فقیر کے دینے کا اوسکی حاجت کے دور کرنیکو ہی اور اوسکی حاجت سردست موجود ہی تو اگر زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہی ولا يبقى للتجارة ما اي عبد مثلا اشتراه لها فنوى بعد ذلك خدمته ثم ما نواه للخدمة لا يصير للتجارة وان نواه لها ما لم يبعه بجنس ما فيه الزكوة والفرق ان التجارة عمل فلا يتم بمجرد النية بخلاف الاول فانه ترك العمل فيتم بها نہین باقی رہتا تجارت کے لئے وہ مال یعنے مثلاً غلام کہ اوسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے نیت کرلی اوس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مالکو استعمال کے لیئے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اوسکو تجارت کے لیئے نیت کرے جبتک کہ اوسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوۃ ہوتی ہی یعنے مثلاً غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جب تک اوسکے عوض ایسا مال نلے جسمین زکوۃ ہی اور فرق دونون صورتونمین یہ ہی کہ تجارت ایک عمل ہی تو صرف نیت سے پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنے خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہی اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہوجاتا ہی هم جنس ما فيه الزكوة کی قید سے یہ صورت نکلگئی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون مین اوسپر زکوۃ نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہی مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہی کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہی اور روزہ ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلاً صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان كذا في الشامي وما اشتراه لها اي للتجارة كان لها لمقارنة النية لعقد التجارة لا ما ورثه ونواه لها لعدم العقد الا اذا تصرف فيه اي ناويا فتجب الزكوة لاقتران النية بالعمل الا الذهب والفضة والسائمة تلا في الخانية لو ورث سائمة لزمه زكوتها بعد حول نواه اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اوسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنے میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اوسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنے بیع کے وقت مثلاً نیت کرے کہ اسکا عوض تجارت کے لیے ہی تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی اور چرائی کا جانور اگر میراث مین ملے تو اوسپر زکوۃ لازم ہی اس لیے کہ خانیہ مین ہی کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اوسکی زکوۃ اوسپر لازم ہی برس گذرنیکے بعد نیت سوم کی کرے یا نکرے

هم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیئے متعین ہین اسلیئے میراث مین پانے سے ان پر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہین
اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیئے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنے کے بعد ان تینون پر زکوۃ لازم ہوگی
کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعہ کھبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطأ و دفع بہ کان
المدفوع للتجارۃ خانیۃ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لها بلا نیۃ کما مر و نواہ لها کان لها عند الثانی والاصح انہ لا یکون لها
بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنے جو مال کہ قبول کرنے پر اوسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین ملنا وصیت
یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور
صحیح تر یہ ہی کہ تجارت کے لیئے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہی مال کے عوض اور ان معاملات مین بدون مال کے ہاتھ لگتا ہی تو تجارت کے لیئے نہ ٹھہرا کذا فی
البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیئے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل
مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیۃ اور اسیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی
تجارت کے لیئے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین نیت تجارت دلالۃً موجود ہی تو اب نیت جدید کی حاجت نہین
ونفاہ فی الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح اشباہ مین ہی کہ جب نیت متصل ہو اوس چیز سے کہ مال کا مبادلہ
مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب هم اس قول کو شارح نے صحیح قول کی تائید کے لیئے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر
وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہی زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اوس صورت مین
کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیئے ہون تو اونپر زکوۃ ہوگی هم جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ مین اور اونپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہی کہ اصل پیدایش مین
یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی الی الثنی وشرط مقارنتہا
لعقد التجارۃ وهو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے کا یہ ہی کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چرنیکے
جانورونکے ہی اوسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد
تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہی عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے هم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون
مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اوسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونو جمع
ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر
پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اوسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے
جیسے اگر نیت کی اوس پیداوار مین جو پیدا ہوا اوسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اوسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہی یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ ہین وکذا
لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ او عشریۃ و زرعها او بذرا للتجارۃ و زرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خریدے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اوسکو
بوے یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اوسکو بودے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اوسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لئے نہوگا
بسبب موجود ہونے مانع کے هم یعنے اول صورت مین خراج اوسکے ذمے ہی بسبب مالک ہونیکے خواہ بودے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہی
تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اوسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین
اوسوقت مال تجارت نہوگا کہ بیج کو زمین خراجی یا عشری مین بودے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بودیگا تو زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمہ

یہ باب ہی چرنیوالے جانورون کی زکوۃ کے بیان مین هی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر
والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو سامها للحم فلا زکوۃ فیها کما لو اسامها
للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیها زکوۃ التجارۃ ولعلهم ترکوا ذلک لتصریحهم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین
اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنے جسمین مالک کو کچھ دینا نپڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہو اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے
اور نسل یعنے بچہ لینے کے ذکر کیا ہو اوسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہو اور زیادتی اور مٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرونکو بھی لیکن
بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لئے تو اونمین زکوۃ نہین ہو ایسا ہی اگر چرایا لادنی یا سواری کے لئے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو اونمین
زکوۃ تجارت کی ہو اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیئے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم یعنے بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی
نیت تجارت کی ہو اوسمین زکوۃ ہو اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون اوس مین زکوۃ نہین ہی قال الشامی
فلو علفها نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوۃ فیها للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنے گھر پر باندھ کر تو
سائمہ نہوگی اور اس لیئے زکوۃ بھی اونمین نہوگی کیونکہ موجب زکوۃ یعنے سوم مشکوک ہو ہم یعنے جانورون مین زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہی تو جب
نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑ گیا وبطل حول زکوۃ التجارۃ بجعلها للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفا
قدرا وسببا فلا یبنی حول احدهما علی الاخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہی اونکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور
زکوۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہین ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے
پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اوس نے انکو دودھ اور نسل کے لیئے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا
پہلے دن سے سال میں محسوب نہون گے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوتونکا سبب
بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لها ای للتجارۃ
ثم جعلها سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فی وسط الحول وقبلہ بیوم بجنسها او بغیر جنسها او بنقد
ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بها التجارۃ فانہ یستقبل حولا اخر جوهرۃ وفیها لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوۃ لعدم المالک و
فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانها لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت
کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ ڈالا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے
بدلے اون کے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اوس کے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کرلی اسباب مین
تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقفی مواشی مین زکوۃ نہین اور
نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین
ہم نقد پاس نہونے کی قید اس لیئے لگائی کہ اگر اوسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اوس کے ساتھ ملا کر زکوۃ دینی ہوگی
نقد مال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنے جنسی و
غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین

اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور یہ بحر الرائق مین بھی اسیطرح لکھا ہی قالہ الشافعی

باب

یہ باب ہی اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اوسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء وتسکن ہو اسم جمع
لا واحد لها من لفظها والنسبة اليها ابلی بفتح الباء سمیت به لانها تبول علی افخاذها نصاب اونٹونکے پانچ ہین شارح نے کہا
ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مونث مستعمل ہی اسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ
ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہی ہم کہتے ہیں ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف مین اشتراک ہوا اور معنونمین مناسبت طحطاوی نے
کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اوسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منها الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وهو ماله سنامان منسوب
الی بخت نصر لانه اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منهما ولد فسمی بختیا او عراب شاة وما بین النصابین عفو
نصاب اونٹونکی پانچ ہین لیس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے کہا بخت جمع بختی کی ہی اور
بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہی بخت نصر کیطرف اس لیے کہ اول اوس نے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کرکے نسل حاصل کی تھی
اسلئے وہ بختی نسل کہلائی اور مابین ہر دو نصاب کے عفو ہی ہم کہتے ہیں جیسے پانچ پر ایک بکری ہی چہ سات پر بھی وہی ایک بکری ہی نو تک اور دس پر دو بکریان
تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفیها ای الخمس وعشرین بنت مخاض وهی التی طعنت فی السنة
الثانیة وسمیت به لان امها غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اوس مین یعنے پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض
وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اوسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنے حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اوسکی مان اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفی
ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وهی التی طعنت فی الثالثة لان امها تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس
اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہوا اور اسکے لفظی معنے ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اوسکی مان
اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جن کر دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعین الی ستین حقة بالکسر وهی التی طعنت فی الرابعة وحق رکوبها
اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی حاے حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی
احدی وستین الی خمس وسبعین جذعة بفتح الذال المعجمة وهی التی طعنت فی الخامسة لانها تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچہتر تک
جذعہ ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اوسکے لفظی معنے ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت
اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائة وعشرین کذا کتب رسول الله
صلی الله علیه وسلم وابی بکر رضی الله عنه اور چھتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہی مکاتبہ
رسول الله صلی الله علیه وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی الله عنه کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہی یعنے کتابت رسول الله
کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم کا
انتقال ہوگیا اوس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو بیان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات
مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی رضہ سے منقول ہی کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی
ثم تستانف الفریضة عندنا فیوخذ فی کل خمس شاة مع الحقتین ثم فی کل مائة وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان

ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھراز سرنو زکوٰۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک لیجاوے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقون کے پھر ایکسو
پینتالیس مین بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس مین تین حقے امام شافعی امام احمدؒ کے نزدیک جب ایکسو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمین تین بنت لبون
ایک سو انتیس تک اور ایک سو تیس مین ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس مین بنت لبون اور ہر پچاس مین حقہ اور امام مالکؒ کے دو قول ہین ایک
ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعیؒ کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق
ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معھن ثم فی مائۃ وست وتسعین الیٰ حقاق الیٰ مائتین
پھر استیناف کیجاوے زکوٰۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ مین ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس مین بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس مین بنت
لبون مع حقون مذکورہ کے پھر ایکسو چھیانوے مین چار حقہ دو سو تک م ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے نہ خلاف مقصود ہی کیونکہ
کل اسکا مقتضی ہی کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہین ہی اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہی اور ان مواقع مین بجائے ثم کے واو
مناسب ہی کیونکہ استیناف نہین ہی بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہی کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونون جگہ نہین کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا
کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سرنو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے
دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس مین کیا جاتا ہی یہان تک کہ واجب ہو ہر پچاس مین ایک حقہ م مراد یہ ہی کہ جب زیادہ ہون دو سو پر پانچ
تو انمین ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس مین دو بکریان چار حقے اور دو سو پندرہ مین تین بکریان چار حقے اور دو سو بیس مین چار بکریان چار حقے
پھر جب دو سو پچیس ہون تو انمین ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس مین بنت لبون مع چار حقون کے ہی دو سو پینتالیس تک پھر
دو سو چھیالیس مین پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اصطلاح کیا جاوے یہان تک کہ دو سو چھیانوے مین چھ حقے ہون تین سو تک
کذا فی الشامی ولا تجزی ذکورہا الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فانہا للالات مخیرین اور نہین کافی نر اونٹ مگر
بحسب قیمت مادہ کے یعنے مادہ کی قیمت زیادہ ہی اونٹون مین بخلاف گاے بکری کے کہ ان دونون مین مالک کو اختیار ہی چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہی زکوٰۃ گاے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ
والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہی بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہی کہ زمین کو پھاڑتا ہی جیسا اسکو ثور بھی
کہتے ہین اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہی یعنے لائق زراعت کے کرتا ہی اور مفرد بقر کا بقرہ ہی اور ت تانیث کی نہین ہی بلکہ وحدت کی ہی نصاب البقر والجاموس
ولو متولدا من وحشی واھلیۃ بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر
مشترکۃ گاے بھینس کی نصاب تیس عدد ہین جنگل کے چرنے والے کہ مشترک نہون شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے
پیدا ہوئے ہون بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گاے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب مین شمار نہین کیے جاتے اسلیے کہ جانورون
مین اعتبار مادہ کا ہی نر کا اعتبار نہین م غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ
نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گاے مین پورے
برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہی اسکو تبیع اسلیے کہتے ہین کہ تبیع کے لفظی معنی ہین ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی ماں کے
ساتھ رہتا ہی م کاملۃ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہی کہ دوسری برس مین لگا ہو نہیں جب ایک برس کا پورا

ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا
نر یا مادہ مسن کے معنے دانت والا اور اوسکو مسن اسلیئے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین
وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شیء فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اوسی حساب
سے زکوۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنۃ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے
اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اوسکا ہے جو تیس مین لازم آتا ہے
یعنے دو تبیع وھو قولھما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون امامون کا اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فالخیر بین اربع
اتبعۃ وثلث مسنات وھکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنۃ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنۃ متداخل
ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنۃ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنۃ قال الشامی
ھم متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنۃ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہے زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ الۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بتحتین مشتق ہے غنیمت سے
اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیئے غنیمت ہے اور سینگون کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ
اون سے مدافعت نہین کرسکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی اداء الواجب والایمان
اربعون وفیہا شاۃ نعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری
دونون کو شامل ہے اسلیئے کہ دونو برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادائے واجب مین اور قسمون مین مثلا اگر آدھی بھیڑ آدھی بکری
مگر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اس طرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے
زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسیکے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اوسپر ایک بھیڑی واجب
ہوگی اوس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھائونگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی
وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینھما عفو اور ایک سو
اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین یعنے
چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اوسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر
کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ اونکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان
دو آدمی کی ہین تو اون مین سے کسی پر زکوۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ اونکو جمع کرکے اون پر زکوۃ لے لے اس لیے کہ ہر ایک کا حصہ
نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہو گئین تو ہر سیکڑے
پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک ویوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز وھو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ
وھو ما اتی علیہ اکثرھا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وھو قولھما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال

والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنۃ ومن الابل ابن اربع اور لیا جاتا ہے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ مین
ثنی یعنی مینڈھا اور بکرا پورے برس روز کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس مین ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ مین مسطور ہے نہ لیا جاوے جذع مگر قیمت کرکے اور جذع اوسکو
کہتے ہین کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنابر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جذع مینڈھو نکا لیا جا سکتا ہے اور یہی قول ہے
صاحبین کا اور دلیل اوسکو ترجیح دیتی ہی ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بیلون مین دو
برس کا ہوتا ہے اور اونٹون مین پانچ برس کا اور جذع بقر مین ایک برس کا ہے اور ابل مین چار برس کا ولا شئ فی خیل سائمۃ عندھما وعلیہ الفتوی
خانیہ وغیرھا ثم عند الامام ھل لہا نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدیر اور زکوٰۃ نہین ہے گھوڑون جنگل کے چرنے والونمین صاحبین کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الخانیہ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی مین اسکو ترجیح دی ہے
لیکن فتح القدیر مین قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب تبعاً للہدایہ اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیون کے گھوڑے ہین
اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا بحر میں اور بہوتا اسکے شاہد ہین کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک اونمین زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اونکے لیے مقرر ہے
یا نہین تو بعضون نے تین اور بعضون نے پانچ کہے ہین لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہین کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہین ولا فی بغال و
حمیر سائمۃ اجماعا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا من العروض اور نہین زکوٰۃ بالاتفاق خچرون اور گدھون جنگل کے چرنے والونمین
کہ تجارت کے نہون پس اگر تجارت کے ہون تو کچھ کلام نہین زکوٰۃ کے واجب ہونے مین کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہین ولا فی عوامل
وعلوفۃ مالم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہین زکوٰۃ کام کرنے والے جانورون یعنے کھیتی کے بیل وغیرہ مین اور نہ گھر سے گھاس کھانے
والون مین زکوٰۃ ہے جب تک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہون ہم عوامل مین قید تجارت کی نہین لگائی علوفہ مین لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے
لیے نہین ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی مین مشغول ہین کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاۃ
وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادھا الصغار اور نہین ہے زکوٰۃ بچو نمین
خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مرجاوین اور بچہ باقی رہین اور پھر برس گذر جاوے
ہم بچو نپر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہین واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اونمین مین سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے
کہ چھوٹے اونٹون کی نصاب مین پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم مین بالاتفاق کچھ لازم نہین ہوتا
اور صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جید الزم الوسط وھلاکہ
یسقطہا یعنے بچون مین زکوٰۃ نہین مگر بہ تبعیت بڑون کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ مین وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو
پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم
یعنے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے $\frac{39}{40}$ لازم ہون گے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنے
چالیسوان حصہ ساقط ہو گیا قالہ الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوٰۃ واجب
متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاوین اور چھوٹون سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہین بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان
اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو اونتیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت مین واجب دو مسنہ ہین بالاتفاق
اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہون تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ

اور ایک بچا اور اسیطرح اگر ہو وین انسٹھ گائے کے بچے پھر ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال اور نہین زکوٰۃ
اُس عدد مین جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ہم شیخینؒ کا قول ہے یعنے واجب بمقابلہ نصاب کے ہے
نہ عفو کے اور امام محمدؒ اور زفرؒ کہتے ہین کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ
ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخینؒ کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امامؒ کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط
ہوجاوینگے قال الشامی وخصا بالسوائم اور صاحبینؒ نے عفو کو خاص کیا ہے سوائم مین نہ نقود مین ہم اسواسطے کہ نقود مین جو دو سو درہم سے
زیادہ ہو صاحبینؒ کے نزدیک معاف نہین ہے بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم آتا ہے بخلاف امام اعظمؒ کے کہ اُنکے نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو
وہ عفو ہے جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درہم ہوجاوینگے الغرض درہم کی کسر امام صاحبؒ کے نزدیک
معاف ہے کذا فی الشامی ولا فی ھالک بعد وجوبھا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقھا بالعین لا بالذمۃ وان ھلک بعضہ
سقط حصتہ اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوٰۃ نہین اصح مذہب پر یعنے اگر برس
گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوٰۃ
معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قال الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اُسیقدر کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی ویصرف الھالک الی العفو اولا ثم
الی النصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کیطرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کیطرف جو اُسکے متصل ہے پھر اُسیطرح
اُس نصاب کیطرف جو اُس سے نیچے ہے ہم یعنے اگر مثلا کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شی زاید ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہوجاوے تو وہ اولا عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ واجب
ہوگی اور اگر اور زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کیطرف جو اُسکے قریب ہے یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوٰۃ
دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قال الشامی بخلاف المستھلک بعد الحول لوجود التعدی ومنہ
مالو حبسھا عن العلف او الماء حتی ھلکت فیضمن بدائع ہم بخلاف اُس صورت کے کہ قصدا ہلاک کردے بعد برس گذرنے کے
کیونکہ تعدی اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک
ہوگئے پس زکوٰۃ کا ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ھلاک وبغیر مال التجارۃ
والسائمۃ بالسائمۃ استھلاک اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار
کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ہم حکم نقود کا
حکم مال تجارت کا ہے یعنے مثلا کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہین پھر اُسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت
کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط
کردیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہون یا عروض کیونکہ زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولا و بالذات
اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوٰۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ بعد برس کے
استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کرلیا تو جبتک اس عوض پر برس نگذریگا زکوٰۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس
اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو اُنکے ساتھ ملاکر سبکی زکوٰۃ دے کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ وعشر وخراج

وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح اور جائز ہی
دینا قیمت کا زکوۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور اوس کفارہ میں جو سوا ہی آزاد کرنیکے ہو یعنے جائز ہی قیمت دینی اگرچہ
شی واجب ہی اوسکے پاس موجود ہو مثلا تین بکریاں موٹی جو قیمت مین چار بکریوں اوسط کی برابر ہوں اون چار کی عوض دیدیوی تو جائز ہی لیکن نصاب
کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اوسکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں بدلے پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا چار درم جید بدلے
پانچ درم ہیٹے کے دینے جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دے تو جائز ہی قاله الشامی اور قیمت وہ معتبر ہی کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور
صاحبین کے نزدیک اوس دن کی جس روز ادا کرتا ہی اور سوائم مین بالاتفاق یوم الادا کی قیمت معتبر ہی یہی اصح ہی ويقوم في البلد الذي المال فيه
ولو في مفازة ففي اقرب الامصار اليه فتح اور مال کی قیمت وہانکی چاہیے جس شہر مین وہ مال ہی اور اگر جنگل مین ہو تو جو شہر وہانسے قریب ہو کذا في
الفتح اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا تجارت کے لیے تو اوسکی قیمت اوس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر وللمصدق لا يأخذ الا الوسط وهو
اعلى الادنى وادنى الاعلى ولو كله جيدا فجيد اور زکوۃ لینے والا لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہی کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنے سے زیادہ درجہ کی
اور اگر سب اعلی قسم کی ہوں تو اعلی ہی لیوے م یعنے اگر بنت لبون مثلا اوسپر واجب ہوئی ہی تو سب بنت لبونوں سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور
نہ سب سے بری لیوے وان لم يجد المصدق وكذا ان وجد فالقيد اتفاقي ما وجب من ذات سن دفع المالك الادنى مع الفضل جبرا
على الساعي لانه دفع بالقيمة او دفع الاعلى ورد الفضل بلا جبر لانه شراء فيشترط فيه الرضاء هو الصحيح سراج اور اگر زکوۃ کے
مال مین مصدق اوس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ مین واجب ہوا ہی اور یہی حکم ہی اگر اوس عمر کا پایا اوس صفت کا مال مین موجود ہو پس قید نپانیکے اتفاقی ہی
تو مالک ادا کرے ادنی درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصدق پر اسلیے کہ یہ ادا کرنے قیمت کا ہی بیع نہین ہی یا اعلی درجہ کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے
بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہی پس اوسکی رضامندی ضرور ہی یہی صحیح ہی کذا في السراج او دفع القيمة ولو دفع ثلث شياه
سمان عن اربع وسط جاز یا ایک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریوں کے دیدیوے تب بھی جائز ہی والمستفاد ولو بهبة
او ارث وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے
وہ ملایا جاویگا اوسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اوسکی زکوۃ دیجاویگی اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر م سوائم مین بچوں کا بڑھنا درمیان
سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہی جو مذکور ہو بشرطیکہ اوسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہو
جسوقت سے مع بچوں یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہو اوسوقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اوس صورت کے
کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پھر بیچ مین ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین ہمارے نزدیک
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہی یہانتک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا
پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب مین سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادى زكوة نقده ثم اشترى به سائمة
لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوۃ دے کر اوسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس کچھ
سوائم اور کچھ نقد مال ہی اوس نے بعد ادا ے زکوۃ نقد کے اوس کے بھی سوائم خرید لیئے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملایا جاویگا
بلکہ اون کا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دیکر نقد کے بدلے بیچا
برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اوسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائے جاوینگے

اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہو کہ ثمن سائمہ کا مال زکوۃ کا بدل ہوا اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہو پس اگر ملایا جائیگا تو تکرار زکوۃ کا لازم آویگا ولو له نصابان مما لا يضم احدهما كثمن سائمة مزكاة و الف درهم ورث الفا ضمت الى اقربهما حولا و نرجح كل يضم الى اصله اور اگر اوسکے پاس دو نصاب ہین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت مین ملے اوسکو ایک ہزار تو ہزار وراثت کے اوسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیئے کہ ملانے مین تو دو تو برابر ہین مگر قرب کی جہت سے قریب کو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہو کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اوسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنے اگرچہ اوسکا برس پورا ہو نہین برجع کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہو نیچے کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطين الجابرة زكوة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف المأخوذ فى محله الاتى ذكره لا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم و بين الله اعادة غير الخراج لانهم مصارفه اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ اونہون نے اوسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہو سوائے خراج کے کہ اوسکا اعادہ لازم نہین اسلیئے کہ وے لوگ خراج کے مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہو اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہو جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہو یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فى الاموال الباطنة ففى الولوالجية وشرح الوهبانية المفتى به عدم الاجزاء اور اختلاف ہو اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مفتی بہ عدم کفایت ہو ہم مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنے اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہو کہ مالک کیطرف سے کافی نہوگی اوس کو پھر سے ادا کرنی چاہیئے مگر یہ شرط ہو کہ عامل کے سامنے نہ لگیئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہو کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہو حالانکہ اوسمین بھی اختلاف ہو اور تفصیل اوسکی شامی مین ہو وفى المبسوط الاوجه الصحة اذا نوى بالدفع لظلمة زماننا الصدقة عليهم لانهم بما عليهم من التبعات فقراء حتى افتى امير بلخ بالصيام لكفارة عن يمينه اور مبسوط مین ہو کہ اصح یہ ہو کہ درست ہو یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے اونکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب اون حقوق کے جو اون کے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنے موسے بن عیسے بن بامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہو مگر چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اس لیئے اوسکو فقیہ بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہو کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اوسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اوسکی وصیت ادا ہو گئی ولو اخذها الساعى جبرا لم تقع زكوة لكونها بلا اختيار ولكن يجبر بالحبس ليؤدى بنفسه لان الاكراه لا ينافى الاختيار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوۃ کو جبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اوسمین اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہو لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار کے منافی نہین ہم مختصر کرخی مین ہو کہ اگر امام نے صدقہ جبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہو اسلیئے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہو تو اوس کا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا بحر الرائق مین ہو کہ مفتی بہ

تنبیہ

تفصیل ہو یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اوسکے نائب کو ولایت اخذ انکی ہی اور اگر اموال
باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط نہوگا وفی التجنیس المفتی به سقوطها فی الاموال الظاهرة لا الباطنة اور تجنیس مین ہی کہ حاکم جابر کو دینے کی
صورتمین مفتی بہ یہ ہی کہ زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہی اموال ظاہرہ مین نہ باطنی مین ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوٰة ویورث عنه
لان الخلط استهلاك اذا لم یمكن تمییزه عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملا یا بادشاہ نے چھینا
ہوا مال اپنے مال مین تو اوسکا مالک ہو جاویگا پس زکوٰۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اس لیئے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو نزدیک
امام صاحب کے منزلہ قصداً ضائع کرنیکے ہی یعنے جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان اوس کا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہوتا ضمان کے عوض لازم ہوا اور
امام کے قول مین لوگونکے لیئے سہولت ہی اسواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہین لازم ہوتا اور جب ضمان
لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہی اور اوسمین سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وهذا
اذا كان له مال غیر ما استهلكه بالخلط منفصل عنه یوفی دینه والا فلا زكوٰة كما لو كان الكل خبیثا كما فی النهر عن الحواشی السعدیة
اور غلطی کی جہت سے زکوٰۃ واجب ہونا اس صورت مین ہی کہ اوس کے پاس جدا مال سوا اوس کے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہی اتنا ہو کہ اوس کے دین کو
کافی ہو ورنہ زکوٰۃ نہین لازم آویگی جیسا اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النهر عن الحواشی السعدیہ م یعنے جب خبیث مال نصاب کو پہونچ
جاوے تو زکوٰۃ لازم نہوگی کیونکہ اوس مال کو بتمامہ تصدق کرنا واجب ہی بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیة وفی شرح الوهبانیة
عن البزازیة انما یكفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائة ومن اخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یكفر
لانه لیس بحرام قطعی لاستهلاكه بالخلط اور وہبانیہ کی شرح مین نقلا عن البزازیہ یہ ہی کہ آدمی اوسی صورت مین کافر ہوتا ہی کہ حرام قطعی کو
صدقہ دیوے یعنے بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہی لیکن جب لیے ایک سے سوا اور دوسرے سے سو پھر اونکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا
کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہین اس لیئے کہ خلط کی وجہ سے گویا اوسنے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اوسکا مالک بن گیا م شارح نے
صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہی کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادائے ضمانکے جائز نہین اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہیریہ مین ہی
کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونون
کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکا حال بھی یہی ہی اور آدمی اس سے غافل ہین اور جہال آمین
مبتلا پس شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کی کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہی جس مین کافر ہوتا ہی
کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زكوٰته لسنین او لنصب صح لوجود السبب وكذا لو عجل عشر زرعه او ثمره بعد الخروج
قبل الادراك اور اگر نصاب والا زکوٰۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابونکی زکوٰۃ ادا کر دے تو درست ہی کیونکہ سبب زکوٰۃ یعنے نصاب موجود ہی
اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہی م یعنے اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہین اور
اوس نے دو سو درہم کی زکوٰۃ سو درہم بیس برس کے لیئے ادا کیے تو درست ہی یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو درم نصاب موجودہ وہ انصاب
غیر موجود کے پھر اوس برس مین وے نصابین اوس کے پاس موجود ہو گئین تو درست ہی اور اگر اوس برس مین موجود نہوئین تو زکوٰۃ
علیحدہ ضرور ہی اور وہ سو درہم زکوٰۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درم کی بیس برس کے لیئے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ مین تھا
کذا فی الشامی واختلف فیه قبل النبات وخروج الثمرة والاظهر الجواز وكذا لو عجل خراج راسه وتمامه فی النهر اور اختلاف ہی

لتعجیلہ

طلوعہ

اس صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اوگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر خراج جو سر سمر میوون پر لگایا جاتا ہی اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم قہستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی و لو عجل ذو نصاب یعنی ولو عجل لفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد و ذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لابعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اوسوقت معتبر ہی جب زکوۃ اوسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فلم یثمر الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اوسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اوسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمے ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعا ذکر کر دیا ہی کذا فی الشامی ولاشی فی مال صبی تغلبی بفتح اللام و بکسرہا نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصاری مین سے اور اونکی عورتون پر بھی اوسیقدر لازم ہی جسقدر اونکے مردون پر یعنے نصف العشر اور اون کے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسیطرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لاالعرم ولاالکرائم اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت بڑھیا اور اس کا مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلائی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اوسکے وصیت کی کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا چاہین وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لاشمسی وسیجی الفرق فی العنین اور ادائے زکوۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آدیگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اس سے گیارہ زیادہ ہی شک انہ ادی الزکوۃ او لا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی اسمین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہانکے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوۃ المال

یہ باب ہی زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوۃ المال مین عہد کا ہی ایا اس مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال غیر سائمہ ہی اسواسطے کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ہم یہ جواب ہی اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہی جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی

سبعین شعیرۃ والمثقال مائۃ شعیرۃ فھو درھم وثلثۃ اسباع درھم سونے کی نصاب بیس مثقال ہی اور چاندی کی دوسو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار
بیس قیراط کا ہی اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور تین
ساتویں حصہ درم کا ہوا م نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنے ۱۴۰ مثقال یعنے ۵۲ ½ تولہ جسکے ۵۶ روپیے بحساب فی روپیہ ۱۱ ½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ¼ اور ۵۴ ½ روپیہ یعنے تقریبا بحساب ۱۱ ½ ماشہ رتی زیادہ یعنے ۱۲ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن
مہر و شاہی روپیہ کا ہی اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمر رض کے زمانے میں مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھہ مثقال کے دس درم
بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمر نے سب کو جمع کر کے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی میں اسمیں زیادہ گفتگو کی ہی
وقیل یفتی فی کل بلد بوزنھم وستحققہ فی متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ہر شہر میں اُنکے وزن کے موافق فتوے دیا جاوے اور متفرقات بیوع میں
اسکی تحقیق آویگی م شامی میں لکھا ہی اسی فتوے کو تسلیم کیا ہی ولوالجیہ میں اور اسی کو لیا ہی سرخسی نے اور پسند کیا ہی مجتبے اور جمع النوازل اور عیون اور معراج
اور خانیہ اور فتح القدیر میں پھر اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ درم رائج الوقت کمتر نہونا چاہیے اُس درم سے جو حضرت کے وقت میں کم سے کم وزن کا رائج تھا
یعنی وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہی کہ درم چودہ قیراط کا ہی اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہیں اور بیوع میں جو درم کی تحقیق کی ہی اسکو زکوٰۃ سے
کچھ علاقہ نہیں بلکہ عقود سے متعلق ہی یعنے عرف میں کونسا درم مراد ہوتا ہی جب مطلق بولیں والمعتبر وزنھما اداءً ووجوبًا لاقیمتھما اور زکوٰۃ کے
نصاب میں معتبر وزن سونے چاندی کا ہی باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونوں کی م مثلا اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا کسی شخص کے
پاس ہوا اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اسکی قیمت دوسو درم کی ہو تو اُسپر زکوٰۃ آویگی جبتک وزن پورا دوسو درم کا نہو اللازم مبتدأ فی مضروب
کل منھما ومعمولہ ولو تبرًا او حلیًا مطلقًا مباح الاستعمال او لا ولو للتجمل والنفقۃ لانھما خلقا اثمانا فیزکیھما کیف کانا
اللازم مبتدا ہی اسکی خبر آگے آتی ہی ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ لازم ہی اُس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا اُنسے کچھ بنا ہو
جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو ہر حال میں یعنی اُسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرائش کے لیے یا نفقہ
کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہیں تو اُنکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ
نصابٌ الجملۃ صفۃ عرض وھو ھنا ما لیس بنقد واما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض
لیست من العرض فتنبہ اور چالیسواں حصہ لازم ہی اسباب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہی
عرض کی اور عرض سے مراد یہ ہی کہ نقد نہو اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہی وہ بسبب مانع کے ہی جیسا پہلے گذر چکا یعنے تکرار زکوٰۃ کا لازم آتا ہی
نہ اس جہت سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذھب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما
یکون بالمسکوک عملا بالعرف من ذہب اور ورق بیان ہی نصاب کا یعنے اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی
سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہی مقومًا باحدھما ان استویا فلو احدھما
اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انمیں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنے چلن میں پس اگر ایک رواج میں زائد ہو تو قیمت
کرنے کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدھما نصابا دون الاخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ
دوسرے کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہی قیمت کے تقرر کے لیے م مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہی
تو ساڑھے باون تولہ کا ہوتا ہی اور سونے سے کرنے میں تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہی تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدھما نصابا

خمسًا او بالاخر اقل قومه بالانفع للفقیر سراج ۔ اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو
اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین
تو دو سو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ یہین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین
وجب نصف دینار ہی کہ مساوی ہی پانچ درم کو اور اگر دینارون سے ۴ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھتیس کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی
درایہ مین ہی کہ شرع مین دینار دس درم کا ہوتا ہی فتح القدیر مین کہا ہی کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شرع مین ایسا ہی تھا ربع عشر
خبر لقوله اللازم وفی کل خمس بضم الخاء بحسابه ففی کل اربعین درهما درهم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان وما بین
الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابه وهی مسالة الکسور ربع عشر خبر ہی اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہی اور ہر پانچوین
حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب ہی یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہی اور صاحبین کہتے ہین
کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سکے اسی حساب سے زکوة لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ کسور کا ہی
ماخوذ ہی حدیث لا تاخذ من الکسور شیا یعنے تم کسرون مین کچھ نہ لو کذا فی الشامی وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه منهما
یقوم کالعروض ویشترط فیه النیة اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو انکا حکم سونے چاندی کا ہی
اس مین لف ونشر مرتب ہی یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہی اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہی تو اس مخلوط مین زکوة سونے چاندی کی لازم ہی یہانتک
کہ اگر نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوة نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اُسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب
تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منه ما یبلغ نصابا او اقل وعنده ما یتم به او کانت اثمانا رائجة وبلغت
نصابا من ادنی نقد یجب زکوته فتجب والا فلا نیت مشروط ہی مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہی کہ نصاب
کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہی لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہی اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے
موجود ہی یا یہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوة واجب ہوتی ہی تو زکوة واجب ہوگی ورنہ نہین
واجب ہوگی واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومها احتیاطا خانیه ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اُس مین ملونی
اور چاندی یا ملونی اور سونا دونون برابر ہین اُس مین اختلاف ہی مختار یہ ہی کہ زکوة لازم ہی احتیاطا کذا فی الخانیه اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے
نہین جائز ہی تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذهب المخلوط بفضة فان غلب الذهب فذهب والا فان بلغ الذهب او الفضة نصابها
وجب اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہی اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہی
شمنی مین اسطرح تفسیر کی ہی کہ اگر پگھلایا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل کی زکوة سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب
اسلیے کہ وہ عزیز ہی اور اگر سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوة چاندی کی زکوة ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے
چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہی یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونو حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو ان مین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنے دو ثلث
چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہی اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو تمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہی خاص اُس صورتمین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونے کی ہو گی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہی مع حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہی یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونون برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونونمین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہو گی	چاندی غالب اور دونون مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونون برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اس مین سے وہ صورت خارج ہی کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہ خاص صورت متن مین آوگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول اما الدین فلا یقطع الحول لو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہی پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اسکو ملا تو اُسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو ھم یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہی جیسا مجمع مین ذکر کیا ہی مگر شارح نے شرح کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہی کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہی امام محمد کے نزدیک اور اسکو بحر مین ترجیح دی ہی کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہی نقدین تو بحسب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال مین ہی

فلو له مائۃ درهم وعشرۃ دنانیر قیمتها مائۃ واربعون تجب ستۃ عنده وخمسۃ عندهما فافهم پس اگر مزکی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک اسلئے کہ یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں انکی زکوۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہی امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت انکی ایک سو چالیس درم مفروض ہیں جنکی زکوۃ ساڑھے تین درم ہوے پس کل زکوۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہی اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی ہی تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ تبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہیں نزدیک ہر نصف کا چالیسواں حصہ لازم ہی تو دس دینار کا چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہی اور یہاں دینار چودہ درم کا مفروض ہی تو انکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوے جسکو سو درم کی زکوۃ میں ملانے سے چھ درم ہوتے ہیں اور شارح نے فافهم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاء کے پورا ہونے سے ہی قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درم اور دس دینار ہوں جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہی حالانکہ قیمت سکے اعتبار سے دو سو درم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہی اور یہ قول کافی کا غلط ہی اسلئے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہی اور مثال بالا میں ہر چند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائیں تو جن دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہ غرض ہی کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہو جاے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہیں واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملاویں تو نصاب ہوتی ہی وان صحت الخلطۃ فیه ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التی یجمعها اوص من بشفع وبیانه فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب میں بسبب متحد ہونے سببوں چرائی کے جو عدد میں نو ہیں جنکی طرف ایما کرتا ہی جملہ اوص من بشفع اور اسکا بیان شرح مجمع میں ہی ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہی طرف خلاف امام شافعی رح کے کہ انکے نزدیک زکوۃ واجب ہی اور اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ میں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من بشفع میں ہمزہ اشارہ ہی طرف اہلیت کے یعنے دونوں شریک اہل ہوں وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہی وجود اختلاط کیطرف شروع سال میں اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنے اختلاط اختیاری ہوا اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنے جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناے واحد کیطرف یعنی دودھ جسمیں دودھ دوہا جاوے ایک ہوا ور ی اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانے والا ایک ہوا ور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنے پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہوا ور ف اتحاد محل کیطرف یعنے ایک ہی دونوں پر پڑا ہوا در عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطیں سوائم کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ انکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجعان بالحصص وبیانه فی الحاوی اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہی یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہی تو زکوۃ دونوں پر واجب ہی ہر ایک کے مال کی اور آپس میں ایک دوسرے سے پھیر لیویں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی میں ہی ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ بیان کیا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ ان دونوں کے پاس ایک سو تیئس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ واجب دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی

پھیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہی واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث پس
ایک تہائی مال والا اُسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہی موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہونچے حصہ ایک کا اُن دونون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا
مثلا اسکی صورت یہ ہی کہ اسی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے ان مین سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی
والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسی آدمیون کی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنی
نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہین آتا کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہی کہ تقسیم نہین ہوسکتا یعنے ہر بکری کا آدھا نہین ہوسکتا برخلاف قول امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج مع تجنیس مین ہی کہ اسی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے آدھی ہی اور دوسرا
نصف باقی لوگون مین ہی تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہی اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے دونون پر
زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت مین تقسیم ہوسکتی ہی اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہوسکتی یعنے چونکہ ہر ایک بکری نصفا نصف ہی تو تقسیم نہین ہوسکتی بدون
اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف
فتجب زکوتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درھما یلزم درھم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس
زکوۃ دیون واجب ہوتی ہی جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہین بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی جیسے قرض
یا مال تجارت کا بدل ہی سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنے پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہون تو دوسرا
درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرھا ای من بدل مال
لغیر تجارۃ وھو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوھما مما ھو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک
اور لازم ہی زکوۃ وقت قبضہ دوسو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور
مثل انکے اُن چیزون کی کہ حوائج اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ملک جمع ملک کی ہی بمعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہی خاص پر
اور عرف مین اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہی عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگائے
جاوینگے برس کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین ہی دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہی کہ زکوۃ واجب ہی
اور ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دوسو درم اُسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابوحنیفہ رح سے یہ ہی کہ اُس مین زکوۃ واجب نہین
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذر جاوے اسواسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہی تو بمنزلہ اس مال کے ہی جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی
یہ ہی کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہی کہ یہی اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہی کہ وجوب
مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہی یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہی گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتداے سال وقت بیع سے
ہی اور اصح یہی ہی اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہی اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوۃ اُس مین اصل مال کے
برس سے واجب ہی مگر ادا اُسوقت لازم ہی کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی تصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کے مثل ہی اگر وارث ہوا اُس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ ہے یعنی نصاب اُسکی وقت وراثت سے معتبر ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی تنبیہ پہلے جو مذکور
ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین اداے زکوٰۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہی کیونکہ ادا اُسکے ذمے ابھی لازم ہی نہین ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اُسکی ملکیت وراثت سے
پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین منہ لان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین
ضعیف وھو بدل غیر مال کمھر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوٰۃ لازم ہی وقت قبضہ دوسو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہی کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہی الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مرّ یعنی اگر جبکہ
ہو اُسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہے یہ استثنا ہی اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اُسکو کچھ مال حاصل ہوا اور اُسکے پاس
پہلے سے نصاب ہی تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مرّ اشارہ ہی المستفاد فی شرح الحول الخ
لطیف اور مراد یہ ہی کہ یہان جو مذکور ہی وہ اُسی قاعدے مین داخل ہی ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول
فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیہ اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہین برابر ہی کہ
دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فھو استھلاک فلیحفظ اور محیط مین عدم زکوٰۃ کو ابرا دائن کی صورت مین
مقید کیا ہی مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت مین ابرا بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہی تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہی یعنے زکوٰۃ واجب
ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النھر وھذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وھو بہ صحیح فی الضعیف کالخفی نہر الفائق مین کہا اور یعنی
قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہی اس باب مین کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا او لا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہی عام نہین ہی بلکہ مقید ہی مفلس کے
ساتھ اور صحیح نہین ہی دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوٰۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس
صورت مین اُسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہی کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی
المرأۃ زکوٰۃ نصف مھر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مھرا ثم ردت النصف بطلاق قبل الدخول
فتزکی الکل لما تقرر ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہی عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے
ہزار مین سے کہ بعینہ مہر قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہی کہ نقد یعنے سونا
چاندی عقود مین یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہی سائمہ سے
اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اُسکی ضرورت نہین ہی کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہی وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہی صورت مسئلہ کی
یہ ہی کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنے کل مہر اُسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت
کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہی مرد کے ذمے نہین کیونکہ عقود مین نقد معین نہین ہوتے اُسنے جو قبض کیا تھا
وہ اُسکی ملک مین ہو گیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اُسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہی اسی جہت سے
زکوٰۃ اُسکے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیہ وتسقط
الزکوٰۃ عن موھوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق
علی عین الموھوب لہ لا رجوع بعد ھلاکہ اور ساقط ہوتی ہی زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت مین کہ واہب نے بعد

برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹا یا ہو بہر حال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شئی معین موہوب پر واقع ہو اور اسیوجہ سے
بعد ہلاک موہوب کے رجوع نہیں پہونچتا قید بہ لانہ لا زکوۃ علی الواہب اتفاقا لعدم الملک فھی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوۃ کے سقوط مین
اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہین ہی کیونکہ اسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوۃ کے لیے ایک حیلہ ہی م اور اتفاق کے لفظ مین
ایما ہی کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہی چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اسلیے کہ اسنے اپنے اختیار سے اسکو دیا تو
جدید ہوا اور بمنزلہ مستہلک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہین ہی اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کرکے بجبر لیتا اسوجہ سے بدلہ ہلاک کے
ہوا نہ مستہلک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یھبہ لطفلہ قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا یہ ہی کہ مال ہبہ کردے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے
ایک روز پہلے م اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین اور محیط مین ہی کہ یہی صحیح ہی
اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی اختلاف ہی دفع شفعہ کے حیلے مین اور کہا گیا ہی کہ فتوے شفعہ کے باب مین امام ابو یوسف کے قول
پر ہی اور زکوۃ مین امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہی

باب العاشر

یہ باب ہی عشر لینے والے کے بیان مین قیل ھذا من تسمیۃ الشئ باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر
مطلقا ذکرہ سعدی ای علم جنس کہا گیا ہی کہ یہ نام رکھنا ہی کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنے عاشر کبھی عشر [دسوان ۱۲] لیتا ہی اور کبھی نصف العشر [بیسوان ۱۲] اور
کبھی ربع العشر [چالیسوان ۱۲] لیتا ہی پس چونکہ بعض حالتین وہ ہین کہ جن مین عشر لیتا ہی تو اسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہین بلکہ عشر نام ہی اس
چیز کا جو عاشر مال والونسے لیتا ہی خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے یعنے یہ علم جنس ہی م شامی نے کہا کہ مناسب ہی کہ اسم جنس کہا جاوے
کیونکہ علم جنس مین علمیت بضرورت مانا کرتے ہین جیسا اسامہ مین کہ معرفہ کا سا استعمال ہوتا ہی اور کوئی آلہ تعریف کا نہین اور یہان کوئی ضرورت علم
ماننے کی نہین ھو حر مسلم بھذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود علی الاعمال عاشر آزاد ہی مسلمان یعنے نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو
عامل بنانا حرام ہی غیر ہاشمی لما فیہ من شبھۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہووے کیونکہ اسمین زکوۃ کا شبہہ ہی کہ ہاشمیون کو جائز نہین م غیر ہاشمی
کی شرط عنایہ مین لگائی ہی اسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہین آئی اور یہ مخالف ہی اسکے جو نہایہ وذخیرہ مین مذکور ہی کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے
تو اسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے تو درست ہی کذا فی الشامی
قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاو کی چورون اور رہزنون سے اسلیے کہ لینا مال
کا تجار سے بسبب حمایت کے ہی یعنے امام جو مال لیتا ہی تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہی نصبہ الامام علی الطریق للمسافر بخرج الساعی
فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنھا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لیے پس اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ
ساعی وہ ہی کہ جو قبائل مین جاوے تاکہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرھا اسکو امام نے
مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہی اور کفار سے جزیہ تو تعریف مین صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہی
عبادت کو غیر عبادت پر من التجار بوزن فجار المارین باموالھم الظاھرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی ہا
وصول کرے صدقہ ان تاجرون سے کہ اسپر گذرین اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن م مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو مال
کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہین بالقرینۃ المارین باموالھم کے

اور نہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اُسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے سو سیطے کہ اموال باطنہ جو گھر میں ہیں اگر عاشر کو خبر بھی
کرے تو اُنمیں سے نہیں لے سکتا جیسا بحر میں مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم میں اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہیں کیونکہ اموال
ظاہرہ یعنے سوائم میں عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جا کر وصول کرتا ہے اور شارح اسطرح ہوا کہ یہی ہی عاشر اور ساعی میں فرق نکرنے سے
حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلماً اور وہ جو حدیث شریف میں عاشر کی
مذمت میں وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت میں سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ معراج وہو نفی بحر ولذا اطلقہ المصنف
پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ میں نے نیت تجارت کی نہیں کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بقدر نصاب
نہیں رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہو کہ عاشر جو لیتا ہے بعینہ زکوۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر آخر محققاً یا کہا کہ میں دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت انا الی الفقراء فی
المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ میں ادا کر چکا فقیروں کو شہر میں نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتوں مذکورہ میں اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چٹھی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہیں اصح روایت میں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم
ذلک العاشر وحلف صدق وعدت عدماً یہانتک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چٹھی
کالعدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذ منہ اور اگر ظاہر ہو وے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لیجاوے
اُس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثنا ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم میں اور
اموال باطنہ میں بعد نکالنے کے شہر سے نمانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون
ہو الزکوۃ والاول ینقلب نفلاً اسلیے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا امام کو ہوگا
پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ہو ویاخذ منہ بقولہ لقول عمر لا تنبشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلفہ ان اتہم اور لیوے زکوۃ
کو عاشر مال والے سے بموجب اُسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگوں کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اُسکو متہم جانے
وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ میں سے جو امر ایسے ہیں کہ انمیں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا
بھی قول انمیں مانا جاتا ہے کیونکہ انکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول
کہ میں نے فقیر کو دیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہیں ہے اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ میں جب ادا کا دعوے
کرے تو نہیں مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اُسکے مصرف نہیں اور کافر کو مستحقوں پر یعنے مسلمانوں پر صرف کرنے کی ولایت نہیں
کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شیء اور کافر حربی کا قول کسی امر میں نہیں مانا جاتا یعنے اُسکی طرف التفات نہیں اگرچہ گواہوں سے
ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اُسکے ولد کے باب میں کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائے گا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہیں اسلیے کہ دار الحرب میں مدبر کرنا صحیح نہیں کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور مگر اس صورت میں کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہوسکتا ہے یعنے اور پہلے

مستعملہ اس قسم کی پیداوار جو عاشر اور ساعی وصول کرتا ہے سوائم وغیرہ جاکر وصول کرتا ہو ۱۲

وہ ثابت النسب نہو ورنہ اُسنے تکذیب کی ہو کذا فی الطحاوی لفقد المالیۃ بسبب نہونے مالیت کے یعنی علت دونون مسئلون کی یہ ہے یعنے دونون
صورتون مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحاوی فان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق فلا
یصدق فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اُسکا بیٹا نہین ہوسکتا تو اُس قول سے وہ غلام اُسپر آزاد ہوجاویگا اور عشر لیاجاویگا
اسلیے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اُسکے غیر پر یعنے عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی والا فی قولہ ادیت الی عاشر آ
وثمہ عاشر آخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا بھی ہو لئلا یودی الی استیصال
المال جزم بہ ملا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی لذا نقلہ المصنف عن البحر اُسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اُسکا مال جڑ سے نہ اُکھڑ جاوے
یعنے ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اُسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اُسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنے سزاوار ہے کہ مانا جاوے
یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قولہ ملا خسرو اصطلح ہے بعض نسخ بحر مین بزیادت لفظ فی شرح الدرر اور دوسرے نسخون مین ملا شیخ فی شرح
الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلیے کہ عبارت ملا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری
مشہور بملا شیخ کی ہے اُسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ لعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر لیکن جزم کیا ہے عنایہ مین اور
غایۃ البیان مین اُسکے قول نماننے کا اور نہر مین اسکو ترجیح دی ہے واخذ منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا اولم یکن کما فی البرجندی
عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربی عشر اور لیاجاے ہمسے یعنے مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہ ہو
جیسا برجندی مین ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان حصہ بذلک امر عمر اسیکا امر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعنے ان تینون باتون کا امر اپنے
ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہے کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور محافظت دسوان حصہ اور یہ مال جو
کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین صرف کیا جاے بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرطیکہ ہونے مال ہر واحد کے پوری
نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہے وبشرط جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان علم اخذ مثلہ مجازاۃ
پس اگر معلوم ہو تو اُسیقدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے م یعنے لینا بقدر اسیکے بر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہمکو
اُنسے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آگئے تو اُنسے مال لیا گیا پھر اگر بقدر اسکے معلوم ہوا کہ مسلمانون سے کفار کتنا لیتے
ہین تو اُسیقدر مسلمان لوگ بھی اُنسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اُس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اُس مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو اُنسے یعنے
دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور اعتبار مجازاۃ کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی بچاو اور
محافظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان مگر اس صورت مین
کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون تو ہم لوگ کل مال نلیوینگے بلکہ بقدر اُسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اُسکو اپنے امن تک پہنچاوے
واسطے ثبوت حق امان کے ولا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نلیوین اُنسے کچھ جبکہ مال
نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے
اور ظلم مین کسیکا اتباع نہین م اسمین اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا
صریح ظلم ہے کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اُسمین لینا مقتضاے امان کے مخالف ہے جیسا
کل کا لے لینا کذا فی الشامی ولم یاخذوا منا لیستمروا علیہ یا جبکہ وہ نلیتے ہون ہمسے تو ہم بھی اُنسے نلیوین تاکہ وہ نلینے پر ثابت رہین ولانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ انعام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہیں ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال
صبیاننا شیئاً کما فی الحاکم اور نلیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال میں سے
کچھ لیتے ہوں جیسا کہ یہ حاکم کی کافی میں ہے ولا یوخذ من الحربی مرۃ الا یوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام میں آوے تو دوبارہ
لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عھد کیونکہ لینا جائز نہیں جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو حربی کو قدرت نہ دی جاوے
دار الاسلام میں ٹھیرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہاں اقامت اختیار کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاویگا پھر اگر وہ اقامت کرے تو
جزیہ لگا دے پھر دار الحرب میں نہ جانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما
مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکلا آیا تو اُس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہوگیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب میں جانے سے حکومت اہل اسلام کی اُسپر نہیں رہتی
بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانوں اور ذمی کے کہ اگر بیخبری میں گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو اُن سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر
کذا قرر المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسواں حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور کافر کی مردار کی کھالونکی
قیمت سے اگر تجارت کے لیے ہوں اور نصاب کو پہونچیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے خمر مضاف ہے اور جلود میتہ
دوسرا مضاف ہے اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہاں یہ اشکال ہے کہ کھالیں مثلی نہیں ہیں بلکہ قیمت کی چیزیں ہیں
تو یہ سور کے مانند ہوئیں شراب کی تو اُنسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ خنزیر عین کی قیمت میں ہے جس سے بالکل انتفاع نہیں ہو سکتا اور اُس چیز کی قیمت
میں کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہیں اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے انتفاع درست ہے
اور اسلیے انکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہیں کہا کذا فی الشامی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ
من المسلم شی اتفاقا اور لیا جاوے دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ بالاتفاق اسلیے
کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اُس سے عشر لیا جاویگا تو اسکا قبضہ اُسپر اور مستحکم ہو جاویگا کذا فی الطحاوی ولا یوخذ من خنزیر مطلقاً
لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزوں سے ہے تو اسکی قیمت کا لینا گویا اُسکا خود لینا ہے
اسلیے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھیرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت
ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
عورت کو لینے پر جبر کیا جاویگا سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے
کذا فی شرح مجمع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر وموضع
الضرر مستثنا ذکرہ السعدی یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے
اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بیچا اور اسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا
حکم اسلیے خلاف ہے کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اسکا حق باطل ہوگا پس اسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت تو اعد کلیہ

سے مستثنی ہوتے ہین ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہان جواز حق العبد کے لیے ہی کہ وہ حاجتمند ہی اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع مستغنی ہی
کذا البسط فی المعراج عن الکافی ولا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اُس مال سے جو گذرنے والے کے گھر مین ہی مطلق یعنے خواہ
مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے م بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہی اور اصطلاح مین
وہ مال ہی جو مالک کسیکو تجارت کے لیے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہی اور عامل کا کچھ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف ابضاعت کی جگہ امانۃ کہتا جیسا
صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو مابعد مذکور ہین انکی ضرورت نہوتی الا ان تکون لحربی مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائے گا
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضارب کو نفع ہو
پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہونچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اُسکے مال اور اُسکی جان کو م یہ قید اسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہی امام صاحب اور
صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکی کمائی کا مالک ہی جیسے اُسکی جان کا بالاتفاق
مالک ہی پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اُسکو مولی آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری
ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اُس سے کچھ نہ لیا جاویگا مولی اُسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک
مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون قرضدار نہو لیکن
اُسکے ساتھ اُسکا آقا نہین تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہی عبد مدیون کہ دین اُسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اُسکے ساتھ ہو اور
اُسپر دین نہین یا ہی لیکن محیط نہین اُسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہی اگر بمقدار نصاب ہو تو اُسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح فی
الثلثۃ لعدم ملکھم عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنے مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے م معراج مین ہی کہ ایضاح مین مذکور ہی کہ لینے مین شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ھذا مال الیتیم ولا من عبد مکاتب اور اسلیے
یعنے بوجہ نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہی عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہی اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اُسکی ملک تام
نہین مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اھل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بھم سوداگر گذرا باغیون
کے عاشر پر پس اُنھون نے اُس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اُس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے
پاس جانا یہ قصور اُسیکا ہی بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اُس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کرلین بزور کسی شہر پر یعنے اسی صورت مین
اگر وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہی نہ مالدارون کا کذا فی الطحاوی فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا مر بنصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لھم
تاجر میوہ تر بقدر نصاب تجارت کے لیے لیکر عاشر پہ گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اُسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین
کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ اُنکو دیدے م رطاب سے مراد وہ چیزین سال بھر مین نہ رہین شرنبلالیہ
مین ہی کہ صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اُسکے بدلے بقولات مین سے کچھ خرید
لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک لیا جاوے

اُسی جنس کے زکوۃ لے لیجاوے کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو مشتمل ہی کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہی کہ اگر لیگا تو یہ چیز
بی ہوئی خراب ہو جاویگی اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عمل مین صرف کرنے کو لیتا ہی
تو اسکو اجازت ہی کذا فی الشامی نہر بحثاً یہ مذکور ہی نہر الفایق مین بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث
ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہی اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہی معہذا جو کچھ کمال نے
ذکر کیا ہی وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہی زیادتی یہ ہی کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاوے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ
مذکور ہی کہ جب خضراوات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے اُنمین سے بعینہا عشر لینا چاہیے در صورت انکار کرنے مالک کے
اعطار قیمت سے تو نہین لے سکتا و فقرا کیواسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضراوات بعینہ لے لیوے تو جائز ہی اور مالک کے
انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اُسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہی دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ
مالیہ ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اس مین
جو لیا جاتا ہی وہ زکوۃ نہین ہی کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہی اور عشر ایک مشقت ہی جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی
الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہی رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہی
ہم شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہی کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ماخوذ ہی درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو
یعنی مرکوز اور یہ اولی ہی اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہی مصدر نہین ہی وشرعاً مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہی کہ موجود ہی
زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہی کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور منح مین مغرب سے منقول ہی کہ وہ معدن ہی یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے
کہ یہ دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ الکنز مختلف ہی انتہی اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین
حقیقی ہی اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہی کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہی اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق ہو فلذا قال معدن خلقہ اللہ تعالی او کنز ای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی
یخمس پس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہی کان خلقی سے کہ اللہ تعالی نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہی اور عام ہی کنز سے
یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہی اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہی وجد مسلم او ذمی
ولو قنا صغیرا او انثی پائی کسی مسلمان نے یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہی پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت
مسلمان ہو یا نہو کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اُسکے مثل کی وہو کل
جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہی کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اُسی مین ہی پارہ ہم یہی قول امام محمد کا اور
امام صاحب کا آخر قول ہی اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہی امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال
وغیرہ کے ہی اور ان مین خمس نہین ہی امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا

جاتا ہی اور ڈھلتا ہی کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہوا یعنے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہین
ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہی کہ خلاف اُس پارہ مین ہی جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ مین ہی اُسمین
بالاتفاق خمس لازم ہی کذا فی الشامی فخرج المائع کنفطٍ وقارٍ وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی
قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کے قید سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھرون کے یعنے فیروزہ و زمرد وغیرہ کے مع تہستانی
مین ہی کہ کان تین قسم کی ہی ایک وہ سخت چیزین کہ گھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین
جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ
نفط ایک روغن ہی کہ پانی پر آجاتا ہی اور قار اور قیر اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارضٍ خراجیۃ او عشریۃ
خرج الدار لا المفازۃ لدخولھا بالاولی کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر
اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولی داخل ہو مراد عشری اور خارجی سے یہ ہی کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے
مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولی داخل خمس رہیگا کذا فی الطحاوی
خمس مخففاً ای اخذ خمسہ لحدیثٍ وفی الرکاز الخمس وھو یعم المعدن کما مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے
پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہ شامل ہی معدن کو جیسے گذرا وباقیہ لمالکھا ان ملکت اور باقی رکاز
یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ زمین کیسیکی مملوک ہو حاشیہ ابو السعود مین کہا کہ مملوک سے مراد یہ ہی کہ غیر کی ملک ہو پانے والے
کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی تو اُس مین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہی ولا شئی فی ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم
نہین ہوتی کہ جب پانے والا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہوا اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہی وہ
یہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہی تو مصنف کے کلام مین تعارض یقیناً ہی یہان باقیہ لمالکھا کہتا ہی اور آگے لاشئی فی ارضہ کہا ہی شیخ
رحمتی نے اس تعارض کو یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل ہی کہ اُس مین خمس نہین کل مالک کی ہی
اور جامع صغیر کی روایت یہ ہی کہ اُس مین خمس ہی اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہی اور قول آئندہ موافق
روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطاً والا الجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کیسیکی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے
والے کی ہی والمعدن لا شئی فیہ ان وجد فی دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے اُسکو اپنے گھر مین اور اپنے
دکان مین مع معدن کے لفظ مین احتراز ہی دفینہ سے اسلیے کہ اُسکا خمس لیا جاتا ہی اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو
اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے نہین ہی جیسا بدائع مین ہی اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آتا امام صاحب کے نزدیک ہی
بخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہٖ فی روایۃ الاصل واختارھا فی الکنز اور کچھ نہین لازم آتا اگر پاوے
معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہی کنز مین مع غایۃ البیان مین کہا ہی کہ زمین مملوکہ مین
امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق ارض اور دار مین کچھ فرق نہین یعنے دونون مین کچھ لازم نہین اسلیے کہ
زمین جب اُسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی مٹی کی ہی تو خمس لازم آیا
جیسے غنیمت جب اوسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہی اسلیے کہ وہ شخص اسکا

مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہی یہی کہا ہی جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان مین فرق ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ وارث مین کسیطرح کی مشقت اور بکھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سبب پانے والیکا ہوا بخلاف ارض کے کہ اُس مین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہی پس اُس مین خمس لازم ہی اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ مین امام سے دور وائتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اوروں پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہی تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولی ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی ولا شئ فی یاقوت وزمرد وفیروج و نحوھا وجدت فی جبل ای فی معادنھا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اُسکی مثل مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفین الجاھلیۃ ای کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا حکم آگے آوے گا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدن جس صورت مین کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنے انطباعات مین خمس ہی مثل رانگ وغیرہ کے اور جو نرم نہون اُن مین خمس لازم نہین ولا فی لؤلؤ ھو مطر الربیع اور کچھ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہی یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اُس مین موتی پیدا کرتا ہی کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اوگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی مسیح شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دھینت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہی اسکو دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فی الشامی وکذا جمیع مایستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذھبا کان کنزا فی قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہ ہی کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اُسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القھر فلم یکن غنیمۃ اسواسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط کسیکا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا ہم حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اُسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسیکا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ سیجئ حکمھا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا اُسکے سوا پس وہ لقطہ ہی کہ اُسکا حکم آگے آوے گا غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آوے گا وہ یہ ہی کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف مین لاوے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اُسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیہ سمۃ

الکفر خمس وباقیہ المالك اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اُس مین سے خمس لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام مین اُسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے م قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی اسلیے کہ کنز اجزاء ارض سے نہین ہی تو خمس مقرر کرنا اُس مین ہو سکتا ہی بخلاف معدن کے او لوارثہ لو حیًّا والا فلبیت المال علی الاوجہ یا اصل مالک کے وارث کا ہی اگر وہ زندہ ہوا ور نہین تو بیت المال کا ہی اور یہ اوجہ ہی م نہر مین کہا ہی اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہون تو اقضی مالک زمین کا اُسکے وارث کا ہی اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ سوچہ ہی تامل کے بلد بخ اسلیے کہ بحر مین مذکور ہی کہ کنز زمین مین امانت ہی پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اُس مین رکھا ہی اُسکا بھی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچدے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہی اُسکی ملک سے نکل نجاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی وھذا ان ملک ارضہ والا فللواجد یہ اس صورت مین ہی کہ زمین اُسکی مملوک ہوا ور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا ہی م یعنے خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہی باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہی اور ہدایہ وغیرہ سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہی لیکن سراج مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہی جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہی اور اسی پر فتوی ہی شارح نے کہا کہ آجکل یہی مناسب ہی کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہی ولو ذمیًّا او صغیرًا او انثی لانہم من اھل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہی شامی عن رحمتی حلا حربی مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنے پانے والے کا ہی سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا کیونکہ غنیمت مین اُسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط مگر جب کہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اُسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان فی طلب الرکاز فھو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب مین تو وہ اُسکا ہوگا جسنے پایا م ظاہر اسکا دلالت کرتا ہی کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون مشترک ہون اُسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدۃ مین آوے گا کہ شرکت صحیح نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہی وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ اُن مین سے کسینے حاصل کیا وہ اُسیکا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہی اور جو کچھ ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسیکا ہی اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جس قدر ہوا امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس قدر کہ اُس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فھو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اُسکا ہوگا جسنے اُنکو اجرت پر رکھا وان خلا عنہا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فھو جاھلی علی ظاھر المذھب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب وقیل للقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہی یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہی اُسکو زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہی اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فی البدائع اور ایک قول یہ ہی کہ مال مذکور لقطہ کے مانند ہی م ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہی کہ اُسکو مال اسلامی تصور کرینگے بسبب زمانہ کی بعد جہت سے یعنے ظاہر یہ ہی کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہی جب تک اُسکا خلاف معلوم نہو

اور حق یہ ہی کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے
کہا کہ اکثر نقود جن مین علامت اہل حرب کی ہی اور اہل اسلام مین رائج ہی ظاہر یہ ہی کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن مین نے شرح
نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہی دیکھا اُس مین لکھا ہی کہ کفار کے اور مسلمانون کے درمیان مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زمانا
رواج ہی اسلامی ہی ہونے چاہیئین ولا یخمس رکاز معدنا کان او کنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد
ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل
پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے کہ وہ شخص چور کیطرح ہی ولذا الو دخل جماعۃ ذو منعۃ وظفروا
بشئ من کنوزہم ومعدنہم خمس لکونہ غنیمۃ اور اسیواسطے اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور
کچھ خزانہ یا معدن اُنکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہی وان وجدہ ای الرکاز
مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین
مین سے پایا تو اُسکو اُسکے مالک کو ہٹا دے غدر سے بچنے کے لیے ہم یعنے حربیون کے مال اُس شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی
کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ
التصدق بہ پس اگر نہ ہٹایا اُسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا تصدق کرنا
واجب ہی فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچدیا تو درست ہی کیونکہ اُسکی ملک
ثابت ہی لیکن مشتری کو اچھا نہیں ہم بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسیکے ہاتھ بیچدے تو مشتری ثانی
کیواسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ ای غیر
مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یرد ولا یخمس لانہ مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر
معدن یا دفینہ پایا غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اُسکو حلال ہی پس نہ ہٹاوے اور نہ اُس مین سے خمس لیا جاوے
اسیوجہ سے کہ گذری یعنے وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی الدر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین
فقہا کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی النقایۃ
من ان رکاز متاع ارض ثم یملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی ہم
نقایہ کتاب ہی صدر الشریعۃ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہہ صحیح نہین ہی کیونکہ
شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے
ہاتھ مین ہو پھر مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ
مستامن مثل چور کے ہی اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع
کی طرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاعہم الموجود فی ارضنا مگر یہہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا
متاع دار الاسلام مین موجود ہو **فرع** مسئلہ لحقہ شارح کا للواجد صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ
واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل یعنی ماں باپ پر اور اپنی

پر اور اپنی فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون صرف کرے یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس سے اسکا کام نہ نکلتا ہو تو خود سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہیں کذا فی البحر عن البدائع مین کہتا ہون کہ اس مین گفتگو ہی کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زیادہ بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جب کہ پانے والا قرضدار ہو لیکن بہتر یہ ہی کہ حاجت کی بر قضا کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملا اسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس مسکینون پر پس اگر امام کو اطلاع ہو تو اسکے کیے ہوے کو قبول کرے اور اگر اسکو تمام مال کی ضرورت ہی تو گنجائش ہی کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہی کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اس عشر کے نہین ہی کہ زمین پر لازم ہوتا ہی کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہی وہ بلی کے حکام مین ہم عشر کہتے ہین دس مین کے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہی جو عشر کیطرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ مین اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہی جو زکوۃ کا ہی یجب العشر فی عسل وان قل واجب ہی دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو ہم شامی مین لکھا کہ عسل مین کسرہ ہی تنوین نہین کیونکہ مضاف ہی ارض کیطرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلاشرط نصاب اس سے مغنی ہی ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ عشر واجب ہی اس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اس مین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ ہی کہ یہ شامل ہی زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہی کہ پہاڑ عشری ہی یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل ومفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہی پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے انکی حفاظت کی ہو اسلیے کہ وہ مال مقصود ہی ہم امام کو انکی حفاظت اسلیے مقصود ہی کہ عشر واجب ہو کیونکہ جزئیات حفاظت ہی کی جہت سے ہی تو یہ علت اشتراط کی ہی یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہی کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہی تو یہ علت وجوب کی ہو کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا اگر امام نے انکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اس مین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنہر اور واجب ہی عشر اس زمین مین جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بلا شرط نصاب اجمع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کیطرف ہی یعنے شہد و پھل و غلہ وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنی اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک صاع یا مثل اسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہی تو وہ برس مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہی مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویؤخذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہی کہ ان چیزون کا عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہی ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف اور واجب ہوتا ہی عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین

ھم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہی اسلیے کہ عشر پیداوار مین ہی زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہ ہونا
دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہی کہ اہل وقف نے اسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصراً وتسمیتہ زکوۃ مجازا اور عشر کو زکوۃ کہنا
مجازاً ہی ھم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی عنایہ سے اور نہر مین اسکی تقویت کی ہی لیکن عنقریب اس باب مین کچھ گفتگو ہو چکی ہی الا فی ما لا یقصد
بہ استغلال الارض مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب و قصب فارسی جیسے لکڑی اور نے ھم
قصب لغت مین نبات سا قدار گرہ والی کو کہتے ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہوگیا گنے اور قصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہین
کیونکہ ان دونون مین عشر ہی کما فی الجوہرۃ اور معراج مین ہی کہ گنے کے رس مین عشر ہی نہ خود گنے مین کذا فی الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور
جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ھم فتح مین کہا مگر اتنی بات ہی کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اس مین عشر واجب ہی کیونکہ وہی مقصود
ہوگیا اور ایک روایت امام محمد سے ہی کہ سوکھی گھاس مین عشر ہی کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان اور جیسے کھجور کے
پٹھے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہی اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے گھاس کا درخت اور
بینگن کا درخت ھم یعنے ان دونون کے درختون مین عشر نہین بلکہ خود کپاس اور بینگنون مین عشر ہی کذا قالہ الطحاوی وبذر بطیخ وقثاء وادویۃ
کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ھم کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور نہین
عشر لازم آتا ہی خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہی کہ دواؤن مین عشر نہین ہی جیسے کیلا اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتی لو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہان تک کہ اگر زمین کو انھین چیزون مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ھم یعنے اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کیواسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسکو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس مین عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی مین
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسیلیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای
دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المونۃ اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہی اس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی
گئی ہو یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ھم یہ وجہ ہی نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ
مین مذکور ہی یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہی یعنے اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان
حصہ لیا جاوے گا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اوسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے
تو اعتبار کیا جاویگا اکثر ھم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا فی
الزیلعی ولو استویا فنصفہ اور اگر دونون طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہی کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم
نہین ہوتا وقیل ثلثۃ ارباعہ اور ایک قول یہ ہی کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ھم غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہی
ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونون وظیفون کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی ولایتی
تو بیسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اسیلیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہی سوائے اسکے پر قیاس
کرکے جس صورت مین آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم
بالعشر فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علمانے تصریح
کی ہی عشر کی کل پیداوار سے ھم یعنی عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہی تو کل مین سے لازم ہی بغیر جدا کرنے مزدوری

کمیرون اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی مطلقا اور
واجب ہی دونا عشر کا یعنی پانچوان حصہ اُس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین ہم بنی تغلب قوم نصاری مین سے ہین حضرت عمرؓ
سے صلح اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانون کا دونا اُنسے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہین بیان کیا زمین کے دولاب سے کہ
دینے یا نہر کے پانی دینے مین اور مقتضا صلح کا جو وقع ہوئی یہ ہی کہ مسلمانون کی نسبت اُنسے دوچند لیا جاوے ہر صورت مین وان کان
طفلا او انثی او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے ہم تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا
تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہی وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری ہو جاتی ہی اور یہی حال ہی جب
خریدا ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک
عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے
یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہو پس متبدل نہوگی ہم ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہی
کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنابر کثرت ہی ورنہ سب انتقالات مین یہی حکم ہی اسمعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف مین
امام ابو یوسف کا اس صورت مین خلاف ہی کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے یا اُس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی جیسا پہلی
کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی اشترے ارضا عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاوے گا خراج اُس
ذمی سے جو تغلبی نہو اور خریدا ہو زمین عشری مسلمان سے اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر مین اور کفر مین منافات ہی ہم ذمی سے خراج لینا اس
صورت مین مذہب شیخین کا ہی اور امام محمد کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اُسپر مضاعف ہو جاتی ہی
شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اسلیے لگائی کہ خراج واجب نہین ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہو سکتی بدون قبض
کے اور کفر منافی ہی عشر کے اسلیے کہ عشر مین معنی عبادت کے ہین حاصل یہ ہی کہ زمین عشری ہوتی ہی یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی
پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہی یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہی اور امام ابو یوسفؒ
کہتے ہین کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے
خریدے تو تضعیفی ہو جائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی
اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائیگی اگر ٹھہرے اُسکی ملک مین امام اعظم کے نزدیک کذا افادہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای
من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاوے گا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے
واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے یعنی گویا مسلمان نے مسلم سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ مین سے اُٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ
لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے اور ردت عطف ہی اخذ پر یعنی جبکہ خریدا اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین
بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری ہوگی بدستور بحر مین کہا ہی کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا
یعنی بائع کا اس طرح کی بیع سے منقطع نہین ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھیر لینے کا اسکو ثابت ہی او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے یعنے
جس صورت مین کہ بائع کو خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہی اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہی زوال ملک کو والا فلا اہ حلبی
او رؤیۃ مطلقا یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہر حال یعنی رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اُسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے

قاضی کے حکم سے ہم تو ان پانچوں صورتوں میں مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ بقیت خراجیۃ لانہا اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو رہیگی خراجی ہو اسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنی اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متعاقدین کے حق میں کذا فی الشامی واخذ خراج من دار جعلت
بستانا ادمزرعۃ ان کانت للذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت میں یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو
یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر اوللمسلم وقد سقاہا بمائہ ای الخراج لرضاہ بہ یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی
دیا خراج کے پانی سے ہو اسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اُسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنی وہ نہریں کہ عجمیوں نے
کھودیں جیسے گنگا اور جمنا کی نہریں اور اُسکے مانند ہی سیحوں اور جیحوں اور دجلہ و فرات بخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا
جو کسیکے تحت میں نہو کذا فی الملتقی و شرح عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہی شارح نے اسکی جواب کیطرف اشارہ کیا کہ
ممنوع ہی خراج بجبر لگانا ابتدا مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے
اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ اوبہما ای بالمائین اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا
زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونوں طرح کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمیں عبادت کے معنے پائے جاتے ہیں لا شیء فی
دار و مقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہیں لازم گھر میں اور مقبرہ میں اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا
دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے میں نمو اور زیادتی نہیں اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر میں زیلعی اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ پرانے
اور نئے میں کچھ فرق نہیں لیکن علما نے تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اُسپر خراج لازم ہی خانیہ میں ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے
گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اُسپر اُس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اُس صورت میں کہ اُسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ میں ہی پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث
میں ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ یا کارواں سرائے کے لیے یا گھر فقیروں کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہی
عامہ پر کذا قال الشامی و کذا فی عین قیر ای زفت اور کچھ نہیں رال کے چشمہ میں ہم اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنی بڑھوتری نہیں ہی یعنے زمین سے نہیں
پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اُس میں عشر اور خراج نہیں کذا فی البحر و نفط دھن یعلو الماء مطلقا ای فی ارض
عشر او خراج اور کچھ نہیں نفط میں کہ ایک روغن ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت میں یعنی رال وغیرہ زمین عشری میں ہو یا خراجی میں
ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے گرد و نواح میں جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج
لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہیں خود چشمہ میں اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہی اسکی
لماکی اور خراج موظف میں بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے ہی کذا قال الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری
ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح میں بشرطیکہ بویا ہووے اور نہیں تو نہیں لازم کیونکہ عشر پیداوار
سے متعلق ہی ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برہان شرط فی النہر امن فسادہا اور لیا جاوے
عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اُسکی درستی کے یعنی کدرا ہونے کے کذا فی البرہان اور نہر میں شرط کیا ہی
کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ میں کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کیوقت میں جو کھیتوں اور پھلوں میں سے لیا جاتا ہی پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہیں کہ
اُسوقت لیا جاسکے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہوا اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنی اس درجہ کو پہونچے کہ اُس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں
کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہیں کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ولا یحل لصاحب الارض الخراجیۃ اکل غلتہا قبل

۱ داءِ خراجہا اور نہین حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اسکی آمدنی خراج کے ادا سے پہلے م بعضون نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام یعنی حاکم کو وسط کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہان سے لے کذا فی الذخیرہ طحطاوی نے کہا کہ واقعات مین ہی نقلا عن النوازل پیداوار سے کھانا درست نہین قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جبکہ مالک عزم ادا عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید تحسین ہی کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتے یودی العشر وان کل ضمن عشرہ مجمع الفتاوے م اور نہ کھاوے مالوات عشر سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا لیگا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی م شرح ملتقی مین مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اسپر کچھ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہونچتا ہی کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین یوخذ لما مضے عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ م اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شئی زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط بالموت والاول من ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہی اور اول ظاہر الروایت ہی م شامی نے کہا کہ ذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب موت دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہو جاتا ہی پھر دو روایتون کے بعد ہی کہ ساقط ہوتا ہی خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہی جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہی پس معلوم ہوا کہ بنابر دونون روایتون کے فرق ہی درمیان عشر و خراج کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایۃ مین انتہی فروع مسائل متفرقہ کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہی نہ عشر م یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر کریگا کذا قال الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہین دونون یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قال الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا ولا بینۃ لہ بہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون م خانیہ مین ہی کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے تاوان نقصان کے غاصب کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قال الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج بائع پر اگر زمین اسکے قبضہ مین رہے م بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہی اسمین شرط ہوتی ہی کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہی جب وہ ثمن مشتری کو پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالے ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری وبعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچ ڈالا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی م اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے

نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری اُگی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی
الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کردیا اگر اسقدر مدت باقی ہی کہ اُس مین کھیتی کرسکتا ہو تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے
اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر بیچی یا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسنے تیسرے کے ہاتھ بیچا یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم
نہوگا یعنے کیسیکے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا
علی المستاجر اور عشر اجارہ دینے والے کے ذمہ ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی
یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی
دلیل یہ ہی کہ عشر متعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی
ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی کمستعیر
مسلم مانند عاریت لینے والے مسلم کے ہم یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک
عاریت دینے والے پر ہی کیونکہ جب اُسنے اپنی طرف سے مستعیر کو تخمی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اس پر لازم ہوا جیسا موجر کا مال ہی ہم کہتے ہین کہ موجر نے منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید سے یہ نکالی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اُسنے
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنی اس وجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن رائج یہ ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر ہی تامل کذا فی الشامی
وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو
من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اُسپر ہی اور اگر مزارع کیطرف سے ہی تو دونون
پر حصہ رسد ہم واضح ہو کہ عقد مزارعت اُسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے
نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی
ہی تو امام صاحب کے قول پر بھی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اُسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہی حصہ رسد
اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اُسپر قابو
پاگیا تو اُسکا لے لینا اُسکو دیانۃً جائز ہی ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اُس خاص مد کا حق
نہو جو اُسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک
مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اُسکو اُسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مین سے بھی امام کو
دیدینا جائز ہی پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اُس کے سوا جسمین اُسکا حق ہی دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لیے
جائز ہی اسلیے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی حقدار اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا
کردیتے ہین کذا قالہ الشامی وللمودع صرف ودیعۃ مات ربہا ولا وارث لنفسہ وغیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسیکی ودیعت رکھی پھر مالک مرگیا اور

کوئی وارث نہین تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون ہم امام حلوانی نے کہا جب کسیکے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے
ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والے کو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال مین
دیگا تو ضائع ہو گی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے ہین اگر یہ شخص مصرف زکوۃ ہی تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف
صدقات سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی دفع النائبة والظلم عن نفسه اولى الا اذا تحمل حصته باقيهم
دفع کرنا نائبہ اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر جس صورتین کہ اسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے ہم نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا
قنیہ مین ہی منقول عن البزدوی اور مراد یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور شہید نے بھی کہا شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی
کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چیز ناحق لگائی جاوے تو بعض کو ان مین سے پہونچتا ہی کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورتین کہ اسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے
ورنہ بہتر یہ ہی کہ اپنی ذات پر سے دفع کرے کذا قال الشامی وتصح الكفالة بها اور نائبہ کی کفالت جائز ہی ہم نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک
ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی
جو کفار کے ہاتھ مین اسیر ہین انکا چھڑانا تو اگر ان اشیا کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اسکو حصہ رسد بھانٹ دیا جاے تو اس قسم کے
نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ مین ثابت اور دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی نائبہ حق مین
یہ ہین کہ کفیل نے جب اسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اس سے کر سکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاے
کذا قال الشامی ويؤجر من قام بتوزيعها بالعدل وان كان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے
اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو ہم یعنی ہر ایک پر بقدر اسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اسکی تقسیم ظلم کے حوالہ ہو گی تو بہتیرے غربا کے ذمہ بطاقت
سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل
اکسیر کے ہی قال الشامی هذا يعرف ولا يعرف كفا لمادة الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے
ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر انکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی دین
واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگون پر انکی مصلحت کے لیے ان سبکا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظ کو
ستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنی اور یہ اب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے
فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت مین ہی کہ بیت المال مین اسقدر
روپیہ نہو کہ اس کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالے کذا قال الشامی ويجوز ترك الخراج للمالك لا العشر
اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد مین متن اور شرح مین گذرا ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو بخشدے اگرچہ
سفارش ہی سے ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اسکو تصدق کر دے یہی پر فتوی ہی اور حاوی مین جو اجرا کے
بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اسکو فقیرون کو دیوے
کذا فی السراج وسيجيء تمامه مع بيان بيوت المال ومصارفها في الجهاد ونظمها ابن الشحنة فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے
اقسام اور مصارف کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی بیوت المال اربعة لكل مصارف
بينها العالمون بیت المال چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف جداگانہ ہی کہ انکو علما نے بیان کیا ہی ہم شرنبلالی نے اپنے رسالہ

ہین ذکر کیا ہی کہ علما نے کہا ہی کہ امام کو چاہیے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور انہین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو
اور اس مصرف کے خزانہ مین اسقدر نہو جو اس کام کو پورا کرسکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اُس مصرف کا مال آجاوے
تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اُسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال کا صدقہ ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اُسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر
ہون تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قال الشامی سے فاولها الغنائم والکنوز ۔ ف ۔ رکاز
بعدها المتصدقون نہ چار قسمون مین کا پہلا بیت مال الغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اُسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین
الف لام اور عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور بہتر تھا کہ بعدہ
کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہی مگر یون کہا جاوے کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے
کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان
تاجرون سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن البدائع سے وثالثها خراج مع عشور ۔ وجالية يليها العاملون ۔ اور تیسرا خراج ہی
مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوسے ہین اُسکے کارپرداز حاکم کے ہم بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس
مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب سے بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر
ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ کیا ہی کہ ہدیہ حربیون کا اور جو اُن سے بغیر
قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی اُنپر چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی
جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانون سے لیا جاتا ہی اُسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ
مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر رض نے انکو عرب سے جلاوطن کردیا تھا پھر عرف مین جزیہ کو کہنے لگے سے
ورابعها الضوائع مثل مالا ۔ یکون له اناس وارثون ۔ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنی لقطون کا ہی مانند اُن اشیا کے کہ نہو
اُنکا کوئی وارث ہم ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنی لقطہ و قولہ مثل مالا الخ یعنی مانند اُس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہوا یا ہو لیکن اُسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ مالا یکون کو بحذف حرف عطف معطوف کہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے
دیت مقتول کی کہ اُسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسیوجہ سے اُسکا دین اس مین سے ادا کیا جاتا ہی
کذا قال الشامی سے فمصرف الاولین اتی بنص ۔ وثالثها حواه مقاتلون ۔ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہی قرآن شریف مین
مصرف الاولین مین حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیہ واعلموا انما غنمتم
من شئ مین اور اُسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان
عنقریب آتا ہی اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اُسکو مقاتل سے ورابعها فمصرفه جهات ۔ تساوی النفع فيها المسلمون ۔
اور چوتھی قسم کا مصرف وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہی م یہ موافق ہی اُسکے جو ابن ضیا نے شرح غزنویہ مین بزودی سے نقل کیا ہی
یعنی یہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیون اور علما کے روزینے
اور مجاہدون کی قوت اور اُن سبکی اولاد کی قوت مین اور جو اُسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہی اُسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہی یعنی ہدایہ اور اکثر
کتب مین یہ ہی کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہی وہ تیسری قسم کا ہی اور چوتھے کا مصرف جو مشہور ہی وہ یہ ہی کہ لقیط جو فقیر ہو

ہو اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو اس قسم سے اُنکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ میں ہے حاصل یہ کہ اسکا
مصرف عاجز فقیر ہیں پس اگر ناظم ربع کو ثالث کی جگہہ رکھتا یعنی وارابعہا خواہ عاجزون ہے ثالثہا فمصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابونکے موافق ہوتا کذا فی الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ہم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر
اور ربع العشر قہستانی مین ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقۂ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہے واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم
اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے مجملاً قصاً زکوٰۃ و عشر کی وجہ کیطرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہہ مناسب نہین اگرچہ باب
اور معراج مین ذکر کیا ہے اور اولی یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بھی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی
ہو فقیر ہو من لہ ادنی شیء ایک مصرف زکوٰۃ و عشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تھوڑا مال ہے ہم نفیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے
اور اسلیے کہ فقر شرط ہے جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شی سے مراد نصاب نامی ہے اور ادنے سے مراد اس سے کم اور ظاہر تھا کہ
کہتا الا یملک نصاباً نامیاً لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہے نہ غنی مین اور فقیر مین و مسکین کے معنی یہ ہین کہ اسکے پاس کچھ نہو تو اُسکے مقابلے کی
جہت سے فقیر کے یہ معنی ہوے کہ اُسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصراً بتصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق
فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام
اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو اُنکی ضرورت ہو پڑھانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوٰۃ کے شروع مین
بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزین مستغرق بالحاجۃ ہین تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہین تو حرام ہے بلکہ اُس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہو
یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیء لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوٰۃ
و عشر کا مسکین ہے یعنے وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنی مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس
کہا ہے لیکن پہلا صحیح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صفتین ہین مصارف کی اور یہی امام صاحب
کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونون ایک ہی صفت ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالی او مسکیناً ذا متربۃ بدلیل قول
حق سبحانہ تعالے کے یا مسکیناً خاک مین ملا ہوا یعنی اپنی جلدی مین گڑھا کھود کر چھپا رکھی ہے کہ قائم مقام ازار کے ہوا نادار ہونے کی جہت سے یا اپنے
پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہے بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہین ہے اور شرح
اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہے وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیت سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ہم جو لوگ فقیر کو
زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ اُنکے پاس کشتی تھی پھر اُنکو مساکین فرمایا
اسکا جواب دیا کہ اُنکو مساکین ترحماً کہا ہے اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اُنکی ملک تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بعاریت تھی کذا فی الفتح
اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوگا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہ عام ہے
ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی
ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع یہ عامل کو زکوٰۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام مین لگا رکھا ہے پس اسکو

درست ہی خرچ کی کہ اسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کیوقت اُسکی ممانعت نہین ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل اپنے عمل کی اجرت لیتا ہی اسلیے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہوجاویگا سب مال جو عامل کا جمع کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اس مین شبہہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مالکون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا حلال نہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے کو شرافت مین نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہی اور نہایہ مین ہی کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اس مین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضایقہ نہین بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہی حرام الخ مراد کراہت تحریمی ہی کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لابد منہ کذا ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کیطرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ غنی ہو جب اپنے آپکو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی یہی ذکر کیا ہی مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے پاس ہی وہ فنا ہوجاویگا پھر وہ محتاج ہوجاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر ذہن سست ہوجاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر ہی کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنی عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اُسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر م اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر ومکاتب لغیر ھاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولی دینا جائز نہین اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہوگیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہوجاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اُسکے مولی کو حلال ہی اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا انہا صدقۃ علیہا ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن السبیل وصل لمالہ جسطرح حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو غنا حاصل ہو تو جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہی کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہی اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت

یعنے بریرہ کے حق مین صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ [illegible]

عن المولفة قلوبهم لسقوطهم اما بزوال العلة اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وے ساقط ہوگئے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ انکے دینے کی نرہی ہم مولفۃ القلوب وہ لوگ کہ انکی خاطرداری سے مال صدقہ انکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت انکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے انکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت انکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگونکو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کیلیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا انکے دینے کی حاجت بھی نرہی کذا فی الشامی او لنسخه بقوله صلى الله عليه وسلم لمعاذ في اخر الامر خذها من اغنيائهم وردها في فقرائهم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ انکے غنیون سے اور دے انکے فقیرونکو یہ الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین بلکہ وہ یہ ہین واعلمهم ان الله افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم فترد على فقرائهم الخ اور جن لفظون سے کہ شارح نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہی سو حافظ ابن حجر نے کہا ہی کہ مین نے انکو کسی مسند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائہم کی مسلمین کیطرف پھرتی ہی تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہی پس نسخ حضرت کی حیات مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو انکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے ناسخ ہوسکے اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہی جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہی قاله الشامی ومديون لا يملك نصابا فاضلا عن دينه پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہی کہ اسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے ہم شامی سے نقل کیا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہی اس سے مراد مدیون ہی وفي الظهيرية الدفع للمديون اولى من الفقير اور ظہیریہ مین ہی کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہی کیونکہ اسکو احتیاج زیادہ ہی وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة چھٹا مصرف چھٹا زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو انکو صدقہ لینا حلال ہی اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجائینگے کذا في قهستاني وقيل الحاج اور ایک قول یہ ہی کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہی یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہی لیکن بمعنی حجاج ہی اور یہ قول امام محمد کا ہی اور پہلا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہی کہ اسکے اتباع سے غایۃ البیان مین ہی کہ یہی اظہر ہی اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہی وقيل طلبة العلم اور کہا گیا ہی کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا في الظهيرية والمرغيناني وفسره في البدائع بجميع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہی کل تقربات اور خیرات سو داخل ہی اس مین ہر شخص کہ خدائے تعالے کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا في الشامي وثمرة الاختلاف في نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہی اوقاف وغیرہ مین ہم یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہی خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہی کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قاله الشامي بتصرف وابن السبيل وهو كل من له مال لا معه ساتوان مصرف مسافر ہی یعنے وہ شخص کہ اسکی ملک مین مال ہی لیکن اسکے ساتھ نہین ہم یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہوا اور اسکے لینے پر قادر نہو کما في النهر

عن النقایۃ اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہہ ہی کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور
بچے ہوے کا صدقہ کرنا واجب نہین جب اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہی قالہ الشامی ومنہ
ما لو کان مالہ مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہی اگر ہو اُسکے پاس مال اور مال ہو کسی
شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر یعنی اگر مال موجل ہوا ور اُسکو
نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت مقرر کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہی کذا فی النہر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہی تو اصح
اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہی کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہی اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر ہو تو نہین جائز کما فی الخانیہ و فتح القدیر مین ہی کہ اگر کسی عورت فقیرہ
کو کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہی اور خاوند مالدار ہی اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور
اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہی بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہی اور جنکو زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ لبصر فالمزکی
الی کلہم او الی بعضہم ولو واحدا من ای صنف کان زکوۃ دینے والے کو ختیار ہی کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ
ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلیے کہ الف لام جنس جمع کے معنون کو کھو دیتا ہی حلبی نے کہا کہ یہ علت ہی
اگر فقیر پر اقتصار کرے یعنی اقسام مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہ ہی کہ مراد آیت شریف مین بیان اُن اصناف کا ہی
جنکو دینا جائز ہی نہ اُنکی تعیین کذا فی البحر و شرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہی کہ ہر ایک قسم مین
سے تین تین شخصون کو دیوے و یشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہی کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو
نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہی لا الیہ فالی بناء نحو
مسجد لا یصرف یعنی خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین نحو شامل ہی مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی
چیزین ہون کہ جس مین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی و لا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلیے کہ میت مین طعون تملیک کا
نہین ہو سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر و قضاء دینہ و میت کے
دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلا اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین
ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہی اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا
بطریق اولی نہوگا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہی مال زکوۃ سے
اگر اُسکی اجازت ہو ہم یعنے اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کیطرف نیابۃ قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا
کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدمہ القہستانی وہو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق
کتاب قدوری کا مقید ہی عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہی کذا فی النہر کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق
رکھا یعنی امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہی ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہی کہ اگر زکوۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین
ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہی اور ظاہر خانیہ کا بھی اسیکے موافق ہی لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہی عدم
جواز کا نیست مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہی کہ اس مین کہا ہی اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا
بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہی پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوۃ مین تملیک

ضروری ہی اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ مامور نے قبضہ کیا اُسوقت مدیون مردہ ہی تملیک کے لائق نہین حالانکہ مالک قبض کے وقت اُسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما ای قن یعتق اور نہین جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت میں اُس غلام کی جو آزاد ہوگا مثلاً زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہی علت ہی سب مسائل مذکورہ کی وقال الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کرچکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لیے یہ ہی کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور یہ کہدے کہ امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف کردے کہ اُس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہی یا نہین مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ یہ مخالفت پہونچتی ہی اسلیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اُس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہی کہ اُس مین اور دینے والے مین قرابت تولد کی ہو مثلاً اسلیے کہ منافع املاک کے آپسمین ملے جلے ہین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہی سب اصول کو یعنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہی سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہی بلکہ مستحسن ہی کذا فی البدائع ماں باپ کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہے کہ اُنپر صرف کردے مکروہ ہی کما فی القنیۃ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ یہ مسئلہ مشہور ہی اور اکثر کتابون مین مذکور و لو مملوکا لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اُسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہی او بینہما زوجیۃ و لو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر معراج الدرایہ وقالا تدفع ھی لزوجھا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دے سکتی ہی اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اُنھون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو مع یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنمین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہی کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ہو یعنے اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولی کا حق ہی کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اُسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہی کہ ہوسے غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اُس مین اور اُسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہین دے سکتا اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہی یا اُسکے بیٹے کا مکاتب ہی کیونکہ جب غلام تمامہ اُسکا ہی یا اُس مین اور اُسکے بیٹے مین مشترک ہی اور باپ توانگر ہی اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے پھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اُسقدر ادا کردے تو آزاد ہوا اور اگر باپ مفلس ہی یا توانگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اُس سے

واضح ہوا کہ لفظ معسر کا قید احترازی نہین ہی پھر شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی
واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اسکا حکم
معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحرمین ہی کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک
ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اسکو زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بھی نہین پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اسکا
مکاتب ہی اور اگر معتق توانگر ہوا اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین
دے سکتا جب اختیار کرے ضمان لینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسیکا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ
اما غیرہ اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہی یا غیر کا اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہی قالا یجوز مطلقا
اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہی ہر صورت مین ہم یعنے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اسکا ہو یا مشترک درمیان اسکے اور اسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو
آزاد الہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی تمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہی
اپنے غیر مدیون جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت مین کہ معتق
مفلس ہو اسلیے کہ غلام شریک کیواسطے روپیہ کما دیگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار ہی
اپنا بیٹا اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموا لے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ
مالدار ہو تو بشرائط مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی
صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ جیسے تحریر
مطالب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا
ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان
اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو مع واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی
جو دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سبب مالی چیزون کی وجوب کی ہی مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام
ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غذا ایک روز کی ہی اسکو نصاب کہنا مجاز
شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغری سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اس مین رہتا ہی لیکن اسکی
قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور اسی مین یہ ہی
کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اسکو بوتا ہی یا دکان کہ اسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اسکا تین ہزار ہین اور اسکے
اور اسکے عیال بچے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اسکی قیمت نقد کو
[illegible] ہو اور اسی پر فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی
مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا
من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اس شخص کو کہ اسکے پاس سوائم کی نصاب ہو

کہ دوسو درہم کی قیمت کو نہ پہونچی چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسیکو مصنف نے ثابت رکھا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہوگیا ضعف اُسکا جو وہبانیہ اور اُسکی شرح مین مذکور ہی یعنے اُسکو زکوٰۃ لینا حلال ہی اور اُسکے اوپر زکوٰۃ دینا لازم ہی الخ صم بحر مین کہا ہی کہ نصاب نامی مین داخل ہین پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوا ثمن کے جو کوئی ان مین سے ہو تو اُسکو زکوٰۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ دوسو درہم کو اُسکی قیمت پہونچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی کذا قال الشامی و لکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوھبانیۃ و جزم بان ما فی البحر وھم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہی اور جزم کیا ہی کہ بحر مین جو مذکور ہی وہ وہم ہی شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہی سو وہ وہم ہی پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ والنظائر کے رسالہ مین ذکر کیا ہی پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہی کہ اعتبار سوا ثمن کی قیمت کا ہی اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اُسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہی کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ انکی قیمت دوسو درہم سے کم ہو تو اُسکو زکوٰۃ لینا حلال ہی اور اُسپر زکوٰۃ واجب بھی ہی اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہی کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی ما قال المرغینانی یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہی شامی مین اُسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہی اور بحر کے کلام مین اور اُس مین تطبیق کی ہی جو چاہے وہان ملاحظہ کرے و لا الی مملوکہ ای الغنی و لو مدبرا اور نہین جائز زکوٰۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو صم اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہی کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہی قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذھب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولی کی عیال مین نہو یا مولی اُسکا غائب ہو تب بھی اُسکو زکوٰۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب صحیح کے صم ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہی ابو یوسف سے کہ اُسکو زکوٰۃ دینا جائز ہی فتح القدیر مین کہا کہ اس مین نظر ہی کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہی کہ زکوٰۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولی کی ملک ہوتی ہی اور وہ غنی ہی اور اُسکا جواب اسطرح دیا جا سکتا ہی کہ جس صورت مین کہ مولی غائب ہی اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہی کہ جسکو زکوٰۃ لینا جائز ہی کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک لمولاہ اسواسطے زکوٰۃ عدم جواز اس جہت سے ہی کہ جو عبد کو دیا جاتا ہی وہ اُسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہی غیر المکاتب و الماذون المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہین سوائے مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اُسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سو اُنکو زکوٰۃ دینا جائز ہی صم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اُسکے کسب کا مالک امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مولی نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قال فی البحر و لا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوٰۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے صم یعنی بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا دینا بالاجماع جائز ہی اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہی بر خلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر بیاہ والی مین اختلاف ہی اور صحیح جواز ہی اور یہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر و ابیہ و امراتہ الفقراء و طفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اُسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اُسکا باپ نہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہی واسطے نہونے

ماذون لہ وہ غلام جسکو اسکے آقا نے اجازت تجارت کی دی ہو

مانع کے ھم یہ سب کی علت ہے یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کے غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسیطرح لڑکا
اپنی ماں کے مالدار ہونے سے غنی نہیں شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر ولا الی بنی هاشم اور نہین جائز ہے زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ھم جاننا چاہیے
کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے
جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ ہوے سو زکوۃ ان سب کو دیجا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند
ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم
کو بطور اطلاق بیان کرنا چاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابته
وهم بنو لهب فتحل لمن اسلم منهم كما تحل لبني المطلب مگر انکو جائز ہے کہ جسکی قرابت نص رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی
اور وہ ابو لہب کی اولاد ہین پس جو انمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ھم
نص سے مراد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قرابة بيني وبين ابي لهب فانه آثر علينا الافجرين اور بعض نسخ مین بنو ابی
لہب ہے اور یہی درست ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع وقول العيني يجوز له دفع زكوته لمثله صوابه
لايجوز نهر پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو مطلقا ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہے
اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو کہ زکوۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہے کذا فی النہر ھم ابو
عصمہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنی پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق
تھا وہ انکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل
کیطرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور
عینی مین جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو یہین صحیح لفظ
لایجزی چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی مواليهم اي عتقائهم
فان قائهم اولى اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوون کو نہین جائز تو غلامون کو
بطریق اولی نہین جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحديث مولى القوم منهم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب
اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہے ھم اسکو روایت کیا ہے ابو داود و ترمذی اور نسائی نے
بلفظ موليه القوام من انفسهم وانما لا تحل لنا الصدقة ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی
حرمت و حلت کے باب مین ہے نہ جمیع وجوہ مین کیونکہ مولی آپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو
تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کیے ہوے سے دوچند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وهل كانت تحل لسائر الانبياء
خلاف واعتمد في النهر حلها لاقربائهم لا لهم اور باقی انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوۃ والسلام کے لیے
صدقہ حلال تھا یا نہین اس مین خلاف ہے اور نہر مین حلت کو معتمد کہا ہے اُنکے اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے

وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الاوقاف لهم اي لبني هاشم سواء سماهم الواقف او لا على

یعنی نص [illegible] قرابت [illegible] مین اور ابولہب [illegible] اختیار کر لیے [illegible]

[illegible] آزاد کیا ہوا [illegible] انھین مین سے [illegible] اور [illegible] صدقہ [illegible]

ما ھو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہی نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہی کہ وقف کرنے والے نے اُنکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہی جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہی ہم شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہی کہ نفل صدقہ اُنکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف میں فرق نہیں ہی جیسا محیط اور کافی میں ہی لیکن زیلعی میں اسکے خلاف ہی یعنی صدقہ نفل اُنکو بالکل حرام ہی اور فتح میں اسکی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ وقف کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اُسکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہی ہم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف میں ہی اور وقف اُنکو حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہی اُس میں علی ما ھو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہی وقیل لا مطلقاً اور اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہی اور بعض نسخوں میں یہ زیادتی مع مابعد کے ولا تدفع الی ذمی تک ساقط ہی انتھی ما قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماھم جاز والا لا قلت وقد جعلہ محشی الاشباہ محمل القولین لیکن سراج وغیرہ میں ہی کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہیں تو نہیں جائز میں کہتا ہوں کہ اشباہ کے محشی یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح نے سراج کی عبارت کو دونوں قولوں کا محل ٹھہرایا ہی ہم یعنی جس صورت میں نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہ ہو سکتی ہی کہ جس صورت میں نام نہیں لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیوں کو جائز نہوا اور جب اُنکا نام لے دیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وھل تحل الصدقۃ لسائر الانبیاء قیل نعم وھذہ خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقراباتھم فھی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراماً واظھاراً لفضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اُسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہی صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول یہ ہی کہ ہاں جائز ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ اُنکو نہیں جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہیں بلکہ اُنکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔ یاد رہے ہم یہ مسئلہ مکرر ہی سابق اُسکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قال الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور نہیں جائز دینا زکوٰۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ کے ہم یعنی وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذھا من اغنیائھم الخ بیان کیا ہی اسلیے کہ اغنیائھم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف پھرتی ہی تو فقرائھم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی المعراج وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سوائے زکوٰۃ کے اور سوائے عشر اور خراج کے ذمی کو ہم عشر زکوٰۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج اُن صدقات میں نہیں ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ اُنکا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسیلیے کنز اور ہدایہ میں اسکا استثنا نہیں کیا قالہ الشامی ولو واجباً کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم یعنی وہ کہتے ہیں کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہیں اور ہدایہ وغیرہ میں تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہی کذا فی حاوی القدسی ہم لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون منعقد ہیں کذا فی الشامی واما الحربی ولو مستامناً فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقاً بحر عن الغایۃ وغیرھا

لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اُسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہی ھ یعنی مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی معہذا اتفاق کے دعوی کے خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہی کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قالہ الشامی دفع بتحرلمن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف جانتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہی یا اُسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی ھ یعنی عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہی کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اُسکی بی بی ہی یا اُسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ کر چکا جسقدر اُس سے ہو سکتا تھا ھ یعنی تملیک کر دی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہی اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک جو ممکن تھی پوری ہو جاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہی دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ھ اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہی اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہی کذا فی الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نرہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح ھ بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہی جن پر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابتہ اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف لیجانا مگر اپنے قرابت کیطرف ھ کیونکہ اس مین رعایت پڑوس کی ہی تو یہی اولی ہی زیلعی اور اُس سے متبادر یہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدرر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہہ ہی جس جگہہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اُس شخص کا کہ قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع انہین سے کرے ھ عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہی قہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن مین

پھر اُنکی اولاد پھر مرد کی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموا اور خالہ پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی پھر اُسکے کوچہ والے پھر شہر والے او احوج
او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام ونقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ
نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانون کو نفع پہونچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کیطرف ہم کیونکہ دار الاسلام کے
فقراے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو مستثنا کرنا چاہیے جبکہ ان لوگون کے دینے مین
اعانت ہو قید سے چھوٹنے پر کذا قال الشامی او الی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزھاد
او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہین نقل کرنا زکوۃ طرف طالب علم کے اور معراج مین ہی کہ صدقہ
کرنا عالم فقیر پر افضل ہی جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا
مکروہ نہین کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفھا لاھل البدع کالکرامیۃ ورنہین جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ
ہم عبارت بزازیہ کی یہ ہی کہ نہین جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف پس مراد بدعت سے وہ ہی جو تکفیر تک نوبت پہونچا دے تامل اور
کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہی منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام کیطرف وہ قائل ہی کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہی اور اسم جوہر کا اُس پر اطلاق
ہوسکتا ہی کذا فی المغرب لانھم مشبھۃ فی ذات اللہ تعالی وکذ المشبھۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ
تشبیہ کا قائل ہی خداوند تعالی کی ذات مین اور یہی حکم ہی اُس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ہم یہ وہ فرقہ ہی
کہ قیام حوادث کا خدا تعالی کی ذات کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی
الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ من جھۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جھۃ الذات مجمع الفتاوی اسواسطے
کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہی اُسکے ساتھ جسنے فوت کر دی معرفت
ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوی کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ
ای من الزانی وکذ الذی نفاہ احتیاطا جیسا نہین جائز ہی زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہی اور ایسے ہی اُسکو
جسکو نفی کر چکا ہی خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہوا اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہی الا اذا کان الولد
من ذات زوج معروف فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین ہم
حماویہ مین اسکی وجہ یہ لکھی ہی کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہی تو یہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے
نقل کی ہی والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفھا لاھل البدع سے یہانتک اشباہ مین مذکور ہین و لا یحل ان یسأل شیأ من
القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس اُس روز کا
قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیأ من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ
سوال کرے تو جائز ہی قالہ الشامی ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا اگر اُسکا حال جانتا ہی
کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہی ہم اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہی لیکن
اگر اُسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ مراد علما کی اُس سے یہ ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا
ارادہ کرتا ہی سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہی کہ ایسی باتون سے توبہ کرے کذا فی الشامی

لہ یعنی جس عورت سے لعان کیا ہو اور اسکی تعریف باب اللعان مین آویگی

ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجاً اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد مین یا طلب علم مین مشغول ہونے سے کمائی نہین کر سکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہو یعنی اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ہین ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اُس روز اُسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبار حاله من حاجة وعيال اور معتبر ہی حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے مستحسن ہی کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل روٹی تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہو یعنی اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوٰۃ اُس شہر کے فقیرون کو دیجاوے جہان مال ہی قال ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفی الوصیة مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالیکا ہم ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھین پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفی الفطرة مکان المؤدی عند محمد وهو الاصح لان رؤسهم تبع لراسه اور فطرہ مین مکان ادا کرنے والے کا یعنی مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرنا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہی وہ ادا کرنے والے تابع ہین ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا بحر مین ہی کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربه برسم عید او الی مبشر او مهدی الباکورة جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنی عفلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہوگی ولو دفعها لاخته ولها علی زوجها مهر یبلغ نصابا و هو ملیء مقر ولو طلبت لا یمتنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص توانگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اُسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعها المعلم لخلیفته ان کان بحیث یعمل له لو لم یعطه صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم ندیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست ہم اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا ہی اور اس مین یہ خدشہ ہی کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعها علی کفه فانتهبها الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اُسکو فقیرون نے تو جائز ہی ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہوا اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط ماله فرفعه فقیر فرضی به جاز ان کان یعرفه والمال قائم خلاصة اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُسکو اُٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہی اگر اُسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فی الخلاصة ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تا کہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اُٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ مین تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے

ف
بچون من اقارب کو دینا زکوٰۃ کی بابت جو ... ہی

عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر نہ کرسکے اُسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہی کہ جو شخص نفل صدقہ دیسے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچیگا اور اُسکے اجر مین سے کچھ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہی صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المعراج من اضافة الحكم لشرطه اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف هم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہی تو یہان حذف مضاف کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہی مبسوطہ کہ وجوب الادا کی تحصیل فطر تو نفس وجوب کی نسبت نہ یہ جب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہی اور سبب راس ہی قاله الحلبي والفطر لفظ اسلامي والفطرة مولد بل قيل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی هم ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام روز مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنی اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی اور مراد اُسکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین ہی اسلیے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطر بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور غالبًا ماخوذ ہی فطرہ سے جو بمعنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہی بدن کی قاله الشامي وامر بها في السنة التي فرض فيها رمضان قبل الزكوة اور حکم کیا گیا ہی ادائے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے هم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہی یہی صحیح ہی قاله الشامي وكان عليه السلام يخطب قبل الفطر بيومين يأمر باخراجها ذكره الشمني اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اُسکو شمنی نے هم عبدالرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبداللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کیطرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح يجب وحديث فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر معناه قدر للاجماع على ان منكرها لا يكفر واجب ہی صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اُسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اُسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی هم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہی اُنکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا في العمر عند اصحابنا وهو الصحيح بحر عن البدائع معللا بان الامر بادائها مطلق كالزكوة على قول واجب ہی صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجایش ہی ہمارے تینون امامون کے نزدیک بھی صحیح ہی ذکر کیا اُسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنی وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع اسلئے زکوۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداها وارثه جاز اور اگر مر گیا پھر اُسکے

وارث نے صدقۃ الفطر اُسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی ہم جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ
مر جاوے تو اُسکے ترکہ سے نلیا جاویگا مگر جبکہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت
کر گیا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قال الشامی وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا اور کہا گیا ہی کہ ادا اُسکا مقید ہی خاص عید کے روز
ہم یہ قول حسن بن زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اُسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اُسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہوجائیگا مثل قربانی کے
کذا فی البدائع وشرح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید با وقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا
اغنوہم فی ہذا الیوم من المسألۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار
پر ہی کہا ہی کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج ہی اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا نا واقع ہو
مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہوجاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اُسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی
دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ
اگر خاص اُس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا فی الشامی
فبعدہ لا یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اُسکو اختیار کیا ہی
کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہوچکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سواے ابن ہمام کے
کسی اور نے نہین کہا اور اس مین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہوچکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قال الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا ومجنونا
واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا
کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اس صورت مین ہی
کہ اُن دونون یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے
نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اُنکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور ابو زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہی پس اگر
ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قال الشامی حتی لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ
کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اُسکی حاجت اصلی سے
جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی ہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ ای بہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب
الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ وجیہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ
محارم کا بنا بر قول راجح کے ہم یعنی اُنکو جو فقرا اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ
جب فقیر ہون تو مستحق رہے ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور
نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا
یشترط بقاؤہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس نہین
شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی ہم وضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

دو قسم ہی ایک وہ کہ توانگری اُسکے ساتھ معتبر نہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنے والی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی ادائے
مامور بہ پر قادر ہوجاتا ہی جیسے نصاب صدقۂ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد و راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ توانگری بھی معتبر ہو تو وہ قدرت
میسرہ یعنی آسان کرنے والی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی ہی وہ خود قدرت
کی نہین بلکہ اُس وجوب کی ہی جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہوا اور بقائے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہ نکلا اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد تلف ہو گیا
تو صدقۂ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر
نہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہی کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے
آسانی کیطرف ہم اس تعریف مین بھی وہی خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہر گاہ شرط ہی تمکن اور احداث فعل کی تو شرط
محض ہوئی کہ اُس مین معنی علت کے نہین پس اُسکا بقا بھی شرط نہین بقاء وجوب کے لیے کیونکہ بقا مغایر ہی وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین
کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہین انعقاد نکاح مین نہ بقائے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اس واسطے کہ وہ ایسی شرط ہی کہ اُس مین معنی علت کے
ہین کیونکہ اُسنے نفس وجوب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنی ہوسکتا تھا کہ نفس وجوب ہوتا بالفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری
سو دشواری کو چھوڑ کر اُسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین باقی رہ سکتا بدون اُسکے
کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاءھا لانھا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہی بقائے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہی علت کے معنی مین
ہم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہی وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اُسکو منقح بیان کیا ہی
منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بھلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اُسپر جو سابق مین گذری
یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہوجانے سے وجوب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون مین قدرت
ممکنہ میسر ہی کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشھود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ والعشر
والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اس واسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنی ...
ہم یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے ادا کی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہوجاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ وہان
تقدیرا قدرت باقی ہی کہ اس مین زجر ہی تعدی سے اور فقرونکا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق ہی یجب سے
یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نرکھا ہو ہم یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود اُسکا نفس ہی اور آدمی
بیشک بنا بوجھ آپ اٹھائے ہوئے ہی اور اپنے راس کا آپ متولی ہی تو اُسکے معنون مین ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنی اُسکے توابع جسکی مونت اُسکے ذمہ ہی
اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ
الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کیطرف سے ہم یعنی چونکہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال مین سے
ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل
لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی النھر قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم
اسکی صورت یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے بیٹے پر دونون مالکون نے دعوے کیا قالہ الشامی ولو زوجہ
طفلتہ الصالحۃ لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہی پس فطرہ لازم نہین آتا ہم ...

پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ مین ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اُسکے باپ پر فطرہ نہین ہی کیونکہ اُسکی مؤنت اُسکے ذمہ نہین رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مین دو قیدین ہین خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپرد گی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہوتے جیسا اختیار مین اسکو اختیار کیا ہی ہم یہ حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایت کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم مین ہی مگر چند مسائل مین اُنمین سے ایک مسئلہ یہی ہی اور فتح القدیر مین بھی اسکو اختیار کیا ہی کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہی یعنی راس اور اُسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی اسیواسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرھونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہی اپنے غلام خدمتی کیطرف سے اگرچہ مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ مین ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی مین ہی کذا فی شرنبلالیہ واما الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لاخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایکشخص کے لیے کی اور اُسکی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ اُنکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمدًا ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت کے بدلہ مین اُسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہین ہی خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ثم زیلعی مین ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اُسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شبلی محشی زیلعی نے اُسکو محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وھو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی راس جسکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور اُسکا وہ ولی ہی ثم یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکل گئی جو بلا اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اُسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اُسکی مؤنت مطلقہ نہین بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام خانگی کے لیے اور اسلیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہین جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کی طرف سے جو بالغ عاقل ہو ثم زوجہ کیطرف سے اسلیے نہین واجب کہ اُسپر ولایت تامہ نہین کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہین ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد ونوش مین اُسکا شریک ہو مگر اُسکا باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اُنکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنھما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہی یعنی اگر اُسکے عیال مین ہو ورنہ نہین کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو ثم للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکما موجود ہی ورنہ بدائع مین تصریح کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف سے جو اُسکے عیال مین ہین یعنی جنکا خورد ونوش اُسکے متعلق ہی بدون اُنکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقًا یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہین قالہ الشامی وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المجحود ان لم تکن علیہ بینۃ بھاگے ہوے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اُسپر قائم نہین

اور مدبر کی طرف سے اور دو قسم سے خارج ہی جیسا مکاتب اور مغصوب ہوے کی طرف سے جسکا غاصب منکر ہو اگرچہ غصب پر شاہد نہون کذا فی مجالس
ہم مقتضی اس تصحیح کا جو کتاب الزکوة مین مذکور ہوئی یہ ہی کہ وجوب واگرچہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی عادل نہین ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی المحیط اور کی
الا بعد عوده فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہاے گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی ہم یہ استثناء راجع ہی آبق کی طرف جیسا کہ
اور منح مین ہی اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہی حلبی نے کہا ظاہر یہ ہی کہ اسیر کا حکم بھی یہی ہی کذا فی الشامی ولا عن مکاتبه و لا یجب
علیه لان مافی یده لمولاه اور نہین واجب ہی مکاتب کی طرف سے اور نہ واجب ہی اس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہی مولی کی ہی ہم اسلیے کہ
مکاتب عبد ہی جب تک اسپر ایک درم بھی باقی ہی اور عبد خود مملوک ہی تو مالک نہین ہو سکتا کذا فی البدائع وعبید مشترکة اور نہ مشترک غلامون
کی طرف سے ہم کیونکہ ہر ایک شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہی اور یہ امام صاحب کا قول ہی اور صاحبین کہتے ہین ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا ادا ہوگا
جتنے اسکے حصہ مین آوین ٹکڑے کرکے نہوگا جیسا ہدایہ مین ہی یعنی اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہون تو
ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہی اور یہی اصح ہی جیسا اختیار مین اور فتح مین ہی
الا اذا كان عبد بين اثنين وبينهما مهاياة وجاء الوقت في نوبة احدهما فتجب في قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت نوبت
اس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب آجاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین واجب ہی ہم یعنی قول ضعیف مین جیسا بعض
نسخون مین موجود ہی اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہی کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہی کذا فی الشامی وتوقف الوجوب لو كان المملوك
مبيعاً بخيار فاذا مر يوم الفطر والخيار باق تلزم على من يصير له اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب
عید کا دن گذر جاوے اور خیار باقی ہو فطرہ لازم اس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاویگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا
اور موقوف رہیگا اسوقت تک کہ حال معلوم ہو پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہوگا
اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر دیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر دیا تو مشتری پر [illegible]
نصف صاع فاعل يجب من بر او دقيقه او سويقه نصف صاع فاعل ہی یجب کا یعنی فطرہ کی مقدار وہ ہی آدھا صاع گیہون کا یا اسکے آٹے کا
یا اسکے ستو کا ہم اولی یہ ہی کہ آٹے اور ستو مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رکھے احتیاطاً اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہی کذا فی البدائع
اسواسطے کہ اسناد مین سلیمان بن ارقم ہی جو متروک الحدیث ہی پس احتیاط واجب ہی یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو
نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کو اور شرح مرایہ کی کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا دے جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے
کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا
جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہی اور فتح القدیر مین بلفظ وجب کذا فی الشامی او زبیب و
جعلاه كالتمر وهو رواية عن الامام وصححها البهنسي وغيره او نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کہا ہی یعنی ایک صاع
دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہی امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہی اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ہم یعنی اپنی شرح مین جو ملتقی پر ہی اور مراد
یہ ہی کہ اسنے تصحیح بیان کی ہی ورنہ وہ صاحب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اسکی تصحیح کی ہی ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام نے
فتح القدیر مین دلیل کی روسے وفی الحقائق والشرنبلالية عن البرهان وبه یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے
منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی او صاع من تمر او شعير ولو رديئا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ہم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا

صاع مطلق کہا ہی اور جید کی قید نہین لگائی ہو سطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بو دار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی پھیر دے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو دیا دینا باقی رہی وہ بھی ادا کرے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی و مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسمین تصریح وارد نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی ہم بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلے مین دیا ہی وہ اُسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیدے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دیدے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجاے نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وھو الصاع المعتبر ما یسع الفا واربعین درھما من ماش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایک ہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین ہم صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور ستار سے چالیس استار کا اور استار بلسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار مع اور وزن دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درہم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہو اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۵ ۱/۳ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایکسو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس کے دس ہوئے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور جواب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایک ہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ۴ ۱/۲ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی ۱۰۴۰ درم = ۲۷۳ تولہ دہلی = ۲ / ۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم ۲۰۳ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ ثار ۲ چھٹانک کے سہارنپور کے سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بھما لتساوی کیلھما ووزنھما ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار ۱۰۴۰ دراہم کے ہون پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُس مین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ ان مین بعض بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہو سکتا ہی پس عدس اور ماش سے مکیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنچا ہو مختلف نہو ودفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنی درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس معین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع مین قیمت زیادہ معاون ہی

کذا فی الشامی علی المذہب مفتی بہ جوہرۃ وبحر عن الظہیریۃ یعنی مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ ھم اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلیئے کہ یہ موافق سنت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ارزانی کے دنون مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین ھم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہ شارح کیطرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین ابو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی اور نہر مین کہا ہی کہ یہ مستحسن ہی کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہ متعلق ہی یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار ہونے پر ھم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر اوولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مرگیا اُس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اُسکے بعد یا اسلام لایا تو اُسپر فطرہ واجب نہوگا ھم کیونکہ یہ اشخاص وجوب کیوقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیہ ویستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ھم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی وصح اداءہا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ہو الراس وتر وجوب کا یعنی اس موجود ہی ھم اولی یہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر ھم کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قالہ الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرۃ وبحر عن الظہیریۃ بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور یہی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریہ یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورتین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی مین کہتا ہون پس یہی ہی مذہب ھم طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر اور جائز ہی دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی نے باب الظہار مین بدون ذکر خلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہی مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لئے ہی پس مفید ہی اولویت کو اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما ھم یہ حدیث دارقطنی اور ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح ھم حدیث سے سوال پیدا ہوتا ہی کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جب تک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضاے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شارح نے

جوابدیا کہ امر استحباب کیلیے ہی ورنہ تقدیم دتاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی اور جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف
مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہی جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا یہان مگر یہ فرق
اسطرح بیان کیا جاسکتا کہ اگر روز عید کے بعد تک تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق دین کیونکہ مجموعہ سے غنا حاصل ہوجاتا ہی جیسے
کرخی نے یہ علت بیان کی ہی قال الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعنی جیسا جائز ہی دینا چند شخصون کا فطرہ ایک
مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ قابل اعتبار ہو ہم یعنی یہ مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہی یعنی مراد نفی خاص خلاف کی ہی کیونکہ مواہب الرحمن مین
دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہی کہ جائز ہی لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح ترکے اس مسئلہ مین کہ قول صحیح
عدم جواز ہی یعنی ایسا اختلاف ہو خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ
ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہی قال الشامی خلطت امرأۃ صاعہا زوجہا باذنہ فطرۃ بحنطتہ
بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے اسکے گیہون
اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہی مرد کی طرف سے ناجائز ہم اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے
دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہوگیا ہو اسکی
مالک عورت ہوگئی اور عورت کے ذمہ گیہون کا تاوان لازم آویگا قال الشامی ہذا علی قول الامام لان الخلط عندہ استہلاک یقطع حق صاحبہ عنہ وعندہما
لا ینقطع فیجوز ان اجاز الزوج محلہ یہ بیان اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس
سے منقطع کردیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ہم یعنی زوج کیطرف سے بھی
جائز ہوگا و لو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو یعنی عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دے اور مرد نے عورت کا
غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیدیا تو نہر مین کہا ہی کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہما بلا اجازتہا اور جو سابق مین
مذکور ہوا یعنی ہو ادی عنہا بلا اذن اجزا وہ مقتضی ہی کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث
الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ نہین کیا کذا فی البدائع ہم یعنی یہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کر لاوے قال الشامی وصدقۃ الفطر
کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب مین مانند زکوۃ کے ہی سب حالات مین ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے
مراد نہین ہی کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلا زکوۃ مین شرط ہی سال اور نصاب نامی و عقل و بلوغ اور
فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہی بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہی مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف
اباحت کافی نہوگی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہی جو مجھے ظاہر ہوئی قال الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر
مگر زکوۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہی کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہی اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک
باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہی کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہی او مکروہ ہی اور ہمیشہ امام شافعی کے اور ایک روایت مین
امام ابو یوسف سے جائز ہی نہین اور حاوی مین ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہی قال الشامی ولو دفع صدقۃ الفطرۃ الی زوجۃ عبدہ
جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بی بی کا نفقہ

نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی الشہیدیہ یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اسنے اپنے ذمہ کر کہا ہی اور اسکو تحمل عیال کے سمجھ لیا ہی ورنہ اسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسیلیے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہی قالہ الشامی

خاتمہ

واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ وللمرأۃ لزوجہا عمادی خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی العمادیہ صاحب جوہرہ نے سہوا امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہی اور صول مین ثابت ہی کہ عدد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہی یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا مؤخر اور معنی اسطرح کہ یہ سات جو مذکور ہوے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ بھی ہین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہما مین بہتیرے واجبات ہین اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور خلاف تصحیح کا اسمین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین اصطلاح مین ہی کہ روزہ دین کا تیسرا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہی اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہی اور یہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہی پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کیطرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمائے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسیلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی البحر جواب قنیۃ میں کہا گیا ہی یعنی صاحب بحر نے کہا کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجھپر صوم ہی تو اس صورت مین اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین ہی ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا اور وجہ استشہاد کی یہ ہی کہ یہ فرع جو ظہیریہ مین ہی دلالت کرتی ہی کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریفہ مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض اور واجب نفل کو شامل ہوتا قال الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ہم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہی اور اسیلیے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور مقدار روزونکی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہی لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف مین یہ معنی مراد ہوسکتے ہین علی ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ بریں لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی معنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی ہی نہر کے موافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہی اگرچہ نہر مین کہا ہی کہ شاید اسکی وجہ ہو کہ
لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسیکا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ
الشامی والاصح انہ لا یکرہ قول رمضان اور اصح یہ ہی کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی بعضون نے کہا ہی کہ صحیح وہ ہی جو محمد
مجاہد سے روایت کی ہی اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہی بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہی اور اکثر مشائخ اس بات پر
ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہی کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہی جیسا فرمایا آنحضرتؐ صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور دوسری جا ارشاد ہی عمرۃ
فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماے الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم
الخ فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف
دسوین شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد وھو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہی مطلق ہم یعنی طعام سے یا کلام سے اور
ظاہر یہ ہی کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہی اور صحاح کی عبارت اسیکو مفید ہی اور مغرب مین ہی کہ وہ باز رہنا ہی نشان کا کہانے پینے سے قالہ الشامی وشرعا
امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنیوالی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما
باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکما جیسے کسی نے کہا لیا بھولکر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہی یعنی شارع نے اسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص
وھو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہی یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع
ہی یا روشنی کا انتشار ہی اسمین اختلاف ہی جیسا نماز صبح مین اختلاف ہی اور پہلے مین احتیاط ہی اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہی اور محیط مین ہی کذا
فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ للعہودیۃ امساک ہی نیت مقرری کے ساتھ
خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دارالاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی کو دار الحرب مین ہوا اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے
کی صورت مین ہم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہی فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دارالاسلام مین ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہی جیسا عقل وبلوغ بھی شرط
ہی صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہی کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم
الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور
اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہی اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون و بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے
نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہی اُس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا
حاصل یہ ہی کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہی اور وہ اسکے ہی ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہی اور صحت کے
موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان
کی شرطین ہین پس مقید کرنا بموقع ہی قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منھیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم یعنی اثر اخروی
ملنا ثواب کا ہی اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ مین ثواب ہی جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہین
اسکو ذکر کیا ہی بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہی قالہ الشامی وسببہ صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام
شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ولغو التعیین اور نذر کے ہوے روزہ کا سبب نذر ہی اور اسلیے اگر کسی مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے
اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہی کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتہ کے دو شنبہ

اور جمعرات کے روزہ کی کسینے نذر کی تو اُسکے بدلے دوسرے دنون مین بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر مشروط نکیا ہو چنانچہ قبل اعتکاف سکے آویگا قال الشامی والکفارات الحنث والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا صید کا احرام مین ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہی جو فتح مین ہی کہ کفارونکے روزہ کا سبب اُنکے اسباب مین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ ہیلے کہ اسباب مین یہ بھی ہی یعنی عود پر عزم کرنا ظہار مین اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سرمونڈنا احرام مین قال الشامی ورمضان شہود جزء من الشھر من لیل او نھار علی المختار کما فی الخبازیۃ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہی واختار فخر الاسلام وغیرہ انہ الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہرسے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اُسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو صرف نیت ہی اہتداء صوم نہین بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہی قال الشامی حتی لو افاق المجنون فی لیلۃ او فی اخر ایام بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنھر عن الدرایۃ یہان تک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اُسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر مین منقول ہی درایہ سے وصحح غیر واحد وھو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ مین ہی ہم یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور غایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسکی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور اسیطرف فتح القدیر چلا ہی شرح الملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونون قولون کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون اسی پر منعقد ہین قال الشامی وھو اقسام ثمانیۃ فرض وھو نوعان معین کصوم رمضان اداء وغیر معین کصوم قضاء وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارونکے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البھنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفارونکے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسیلیے اُسکے منکر کو کافر نہین کہتے بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم ایضاح الاصلاح مین کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اُسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہی کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی قال الشامی وواجب وھو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلا اور واجب کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے باطل کی قضا کو واسطے کر دے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورھم فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورھم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اُس مین سے مخصوص ہی پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قالہ

الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی ہم پس ہمین
یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اُسکا قائل کمال ہی تو شاید
یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی
اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورة لا تودی بعد صلوة العصر بخلاف
الفائتة لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض
ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہوتی هو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر
اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا مگر فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اسکو اچھا
نہ جانے گا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی قطعی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح مین
اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعہ نے اُسکو چھوڑکر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا فی الشامی
کما بسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے ہم یعنی درر مین صدر الشریعہ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس
قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان
معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول
نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا آحاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کغیرہما اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض
و واجب کے سوا دوسرے روزے ہم یہان نفل کے معنی لغوی مراد لیتے ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ سنت مندوب دونون قسمین مکروہ کی بھی نفل مین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی
مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خدا تعالی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے
اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی یعم السنة کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم کا ساتھ
نوین کے ہم جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک
برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام و قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین
اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشوراء قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قال الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر
اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کا روزہ ہم مثل حذف کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا
کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت کی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف
ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو
قال الشامی ویوم الجمعة ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نے بھی اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین ہی بعضے کہا ہی
کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور جیسے مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان
کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبیہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول
بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسکا روزہ رکھتے اور افطار
نکرتے تھے اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہی اسبات پر کہ لا باس سے مراد استحباب ہی اور ابویوسف نے کہا کہ حدیث مین اسکی کراہت آئی ہی اور یہ ہی

احتیاط یہ ہی کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملا لے قالہ الشامی وعرفۃ ولو لحاج لم یضعفہ اور نفل میں ہی عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہو یعنی
نویں ذیحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات میں خلل انداز نہو اور دعاؤں کا خارج نہو تو مکروہ نہیں کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو مکروہ ہی
کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہی مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم یعنی اور ایام تشریق کا کذا فی النہر والمکروہ نصب
کے علامت سے عطف ہی سنت پر یا مرفوع ہی اور کالعیدین خبر اوس صورت میں جو تکلف نفل کے معنی میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اسکی ضرورت نہیں
قالہ الشامی وتنزیہا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہی مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا یعنی اسطرح کہ نویں یا گیارہویں کو اسکے ساتھ نملایا جاے
اسواسطے کہ مشابہت ہی یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہی
کذا فی البحر اور یہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہی مگر یہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ثابت ہوتی ہی ونیروز ومہرجان تعمدہ
اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصدا رکھے اسکو صوم نیروز معرب ہی نوروز کا اس روز کا نام ہی کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہی اور مہرجان معرب ہی مہرگان کا
وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہی اور یہ دونوں فارسیوں کے عید کے دن ہیں قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہی کہ مختار یہ ہی اگر پہلے سے روزہ رکھتا
ہو تو افضل ہی کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ ہی کہ روزہ نرکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہی اور یہ حرام ہی قالہ الشامی وصوم دھر وصوم صمت ووصال
وان افطر الایام الخمسۃ اور شامل ہی نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہی
کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہی کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہی وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ میں افطار نکرے اور عمر بھر روزہ
رکھنا مکروہ ہی اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہی کہ جب ایام منہیہ میں افطار کرے تو مختار یہ ہی
کہ کچھ مضائقہ نہیں قالہ الشامی وھذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی جیسا محیط میں ہی ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر کے روزہ رکھنے کا
امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہی کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت ہو جائیگی مشقت نرہیگی
کذا فی الحلبی فھی خمسۃ عشر یہ تفریع ہی یعم لسنتا الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کریں اور اتوار کا دن کہ بعضے
نسخوں میں موجود ہی اس میں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہگئے اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے
خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہگئی اور مندوبات میں سے دوشنبہ
اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئی قالہ الشامی وانواعہ ثلثۃ عشر اور انواع صوم لازم
کے تیرہ ہیں سبعۃ متتابعۃ سات قسمیں بالاتصال روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارۃ ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین واعتکاف واجب
ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف
واجب وستۃ یخیر فیہا نفل وقضاء رمضان وصوم متعۃ وفدیۃ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں جنمیں رکھنے والے کو اختیار ہی فصل کا
ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع اور قران کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج میں اور سات پھرنے کے بعد
رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمیں معین مہینے یا پیاپے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے
اذا تقرر ھذا فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہی اداے رمضان کے روزے اور نذر معین اور
نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسلیے لگائی کہ قضا رمضان کے اور قضا نذر معین اور نفل کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہی
جیسا آوینگا اور نفل سے مراد سواے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار میں کہا ہی کہ نیت شرط ہی روزہ میں جیسے

دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات تو نہیں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قال الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قال الشامی الی الضحوۃ الکبریٰ لا بعدھا ولا عندھا اعتبارا لاکثر الیوم صحیح ہے نیت ابتدا علیکر ضحوہ کبریٰ تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبریٰ سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہے غروب شمس تک ہے اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہوا اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبریٰ تک ہے وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قال الشامی وبمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے ہم مطلق نیت یہ کہ اسمیں فرض اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزوں کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعیین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہوجائے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں جان ہو چکا والخطاء فی وصف کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف ادائے رمضان میں ہے نفل اور نذر معین میں نہیں کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہیں سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اسنے دوسرے وجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا کذا فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیۃ نفل والخطاء فی وصف سے یعنی مگر جب کہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ نہ ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض و مسافر کیطرف پھرتی ہے بنا ویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قال الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہوا اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل یا واجب موجب اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کی طرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض وقتی میں زیادہ ہے قال الشامی وھو الاصح سراج وقیل بانہ ظاھر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے ولکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوا مسافر نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرھان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سب روزے رمضان ہی سے واقع ہوگا سوائے اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسکو ابن کمال نے اختیار کیا ہے اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے

نفل نیت سے مراد یہ ہو کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو وہی واجب واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی تو وہ اُس وقت کو دوسرے واجب میں صرف کر سکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہی کہ مریض کے باب میں تین قول ہین ایک وہ جو شباہ میں یہان مذکور ہی اُسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہی اور مجمع میں تصحیح کیا ہی اور دوسرا وہ جو متن میں مذکور ہی کہ جسکی نیت کی اُسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ میں اسکو اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایت ہی لیکن نفل کیصورت میں چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول میں تفصیل ہی یعنی اگر صوم اسکو ضرر کرتا ہی تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہی تو اُسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اُسکے موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اسکو ضرر نہیں کرتا جیسے سوءِ ہضم میں تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر میں اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب لو اہ مطلقا فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہیں درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اُسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت میں اسلیے کہ شارع کی تعیین میں جیسے رمضان میں ہی اور بندہ کی تعیین میں جیسے نذر معین میں ہی فرق ہی مطلقا کے یہ معنے کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کیصورت میں جب روزہ اُس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی صحیح قول پر جیسے بحر میں منقول ہی ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ ای برمضان فہو عنہ لا عما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اُسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف میں ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہیں مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمییزا للعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ میں ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے متمیز ہو یعنی کبھی پرہیز کیوجہ سے یا حذر سے انسان کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک یکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کی روزے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتوں کے لیے کافی ہی ہم اور امام زفر سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہیں اور اگر مسافر ہی تو نہیں جائز رمضان تک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبرے مقیم ہو یا مسافر کذا فی الشامی قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب میں فاسد ہونا بعض روزونکا نہیں موجب ہی سب کے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزونکا نماز پر درست نہیں والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام میں شرط ہی نیت کا متصل ہونا صبح کے ساتھ اگرچہ حکما ہو ہم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑ دینے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور انکے ملحقات یعنی جزائے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وهو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت کی جہت سے ہم یعنی صبح کے وقت کی اتصال شاق ہی اور حرج شرع میں مرفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعیین الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون میں وقت معین نہیں بخلاف ادائے رمضان اور نذر معین کے کہ ان میں وقت معین ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوائے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصوم اور شرط نیت معین میں نہ مطلق نیت میں یہ ہی کہ اپنے دل میں جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے ہم سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا اور اگر دن کو نیت کرے تو یوں کہے کہ آج خدا کے واسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہوں قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل [illegible]

[illegible] مسافر [illegible] رخصت [illegible] روزہ [illegible]

[illegible] یعنی شرط نہیں [illegible] کافی ہی [illegible] روزہ رکھتا ہون

عندہما بان یعزم لیلا علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی ان شاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہی اسطرح کہ رات سے عزم
افطار کا عزم نہین باطل ہوتی یعنی ان شاء اللہ کہنا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ یہ حقیقت مین استثنا نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کیواسطے ہی یہانتک اگر ارادہ استثنا کا کریگا
بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہی قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہی یعنی دنکو صرف نیت
افطار سے روزہ نجائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسدہا بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد
نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دنکو نیت قضاء روزہ
کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہی پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر فتح القدیر مین
ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضا اس صورت مین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دنکو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا
شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین جہل معتبر نہین خصوص اس صورتمین کہ عدم جواز نیت قضا کا دنکو ظاہر متفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہ صورت
ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میرے ذمہ روزہ ہی بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم
نہین ہی کیونکہ اسنے اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ الزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک وہو یوم الثلثین من
شعبان وان لم یکن علۃ اور نرکھا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اس سے رد ہوگیا
کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اسنے مقید کیا ہی کہ یوم الشک اس صورتمین ہی کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی
یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے ہلال دیکھا اور انکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہوا ور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی معراج
مین ہی کذا فی الشامی علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام
اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک کا روز بنا بر اس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے شہر مین رویت
ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہی ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ
روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتدائہ فرض نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط
نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہی
ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد سے اور ایسے ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہی کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب
آخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہی ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم
رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہی ہم اسلیے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہی کہ انھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر
حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا
واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی ہم سراج مین ہی کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا
تو اسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہی کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال
معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی
تو جسکے نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہی اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان مین مجرا ہوگا کیونکہ اصل نیت
موجود ہی قالہ الشامی والا بان ظہرت فعنہ لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنی رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا

کا ہوگا اگر یہ شخص مقیم ہو کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ اداے
رمضان اُسکے ذمہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من اٰخر شعبان ثلثۃ فاکثر لا اقل
اور نفل کی نیت سے روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے یا زیادہ رکھے
نہ کمتر یعنی مثلاً اُسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان مین ستائیسوین یا چھبیسوین
سے برابر روزہ رکھنے شروع کیے اسمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہے لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم
یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ رمضان سے پیشدستی نکرو ایکدو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مرفوعاً
روایت کی گئی ہے اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھ لے اور
اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہے اور ہدایہ اور اُسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایکدو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان ہے
اور وجہ تخصیص ایکدو روزہ کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایکدو مہینے مین ہوتا ہے پس ایکدو روز یا دہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط تصور کرے
یہ مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصراً و اما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ لیکن یہ حدیث کہ جسنے روزہ رکھا روز شک مین اُسنے
نافرمانی کی ابو القاسم صلعم کی تو اسکی کچھ اصل نہین ہم زیلعی نے بھی یہی کہا ہے پھر کہا ہے کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہے اور وہ اس جیسی صورت
مین مرفوع کی مانند ہے مین کہتا ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہے مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور
اسکو بخاری نے تعلیقاً بیان کیا ہے اسطرح کہ قال صلۃ بن زفر عن عمار من صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح و الا یصوم الخواص و یفطر غیرہم بعد
الزوال بہ یفتی نفیا للتہمۃ النھی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُس دن کا روزہ رکھین اور
عوام بعد زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہے تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ہم فتح القدیر مین ہے کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو
خبر نہو تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص و الا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو
کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہے نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک
الیوم اما المعتاد فحکمہ مر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُسدن کے روزہ کا عادی نہین ہے اور جو عادی
ہے اُسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دل مین اس بات کا خطرہ ہی نرکھے کہ اگر یہ
دن رمضان کا ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت مین تردد نرکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان
کا ہے تو روزہ فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقینیاً اور رمضانیت کا خطرہ دل مین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہے کذا قالہ الشامی

ولیس بصائم لو ردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم غدا ان کان من رمضان و الا فلا صوم لعدم الجزم اور اُس شخص کا روزہ نہین ہے جسنے
اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہے نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم او نوی انہ لم
یجد غداء فہو صائم و الا فمفطر جیسا اُس شخص کا بھی روزہ نہین ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ ملا تو روزہ ہے نہین تو افطار و یصیر صائما مع الکراہۃ
لو ردد فی وصفہا بان نوی ان کان من رمضان فعنہ و الا فعن واجب اخر اور ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت کے وصف
مین تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان من رمضان و الا فعن نفل
اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہے اور نہین تو روزہ نفل ہے للتردد بین مکروہین او مکروہ و غیر مکروہ کیونکہ نیت مین

مسئلہ کیونکہ اصل نیت مین تردد ہے نہین ۱۲

ترددہی درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض ونفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر رمضان

فعنہ والا فنفل فیھما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہیں تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً تنفل نہین تھا اسلیے کہ اس وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین سقاط مدنظر ہی نہ التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدھا

وھو الصحیح شرح وھبانیۃ منتظر کا کھانا بھولکر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھولکر کھانا اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح وھبانیہ یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصہ مین کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہو گی اسواسطے کہ بھولکر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہی کہ نہین جائز ہی جیسا قنیہ مین ہی اور اسیکا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قال الشامی رای مکلف ھلال رمضان والفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول حجت شرعیہ کی روسے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کیوجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہی کہ روزہ رکھے ندباً م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگونکو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور اُنکی شہادت مسترد ہو گئی ہو جماعت عظیم نہونے کی جہت سے تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہی فان افطر قضی فقط فیھما لشبھۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے م اور مخفی نرہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اُسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی کذا فی النھر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قالہ الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ

عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل الرد لشھادتہ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راہ یحتمل ان یکون خیالا لا ھلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اسیکی تصحیح کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اُسنے دیکھا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو م حضرت عمرؓ سے منقول ہی کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھونکو دھو پانی سے پھر کہا اب بتا چاند کہان ہی اُسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھوونین قائم ہو گیا تھا تو سے اُسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت ہلال رمضان مین ہو سکتی ہی اور عید مین یہ کہ اُسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قالہ الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر م کیونکہ وہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہی پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہی کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہی کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشھد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شھادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی و بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہی شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل معول الہیسم فاعلہ قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عادل کی یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اُسکی تصحیح کی ہی ظاہر الروایت کے خلاف م اور معراج اور تجنیس مین بھی اسیکی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسیکو لیا ہی اور نور الایضاح والا بھی ادھر ہی گیا ہی مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہی کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جسنے امام محمدؒ کے

سلہ عدالت وہ ملکہ ہی کہ ہمیشہ تقوی اور مروت پر قائم کرے اور بیان ادنی درجہ شرط کا یہ ہی یعنی کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار نہ کرنا اور مروت کے خلاف سے بچنا اور لازم ہی کہ مسلمان عاقل بالغ ہو کذا فی البحر ۱۲

اقوال اُنکی کتابون سے جمع کیے ہین جو ظاہر الروایت کہلاتے ہین کافی مین یہ کہا ہے کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا
غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قال الشامی لا فاسق اتفاقًا نہین مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا
قول ایسے دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہوسکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے
اُسکی خبر مین تکلف کیجاتی ہے اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزونکا ملنا عادلون سے میسر نہین ہوتا قال الشامی وھل له ان یشھد مع علمه بفسقه
قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبله اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ
قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہ لوگ
صبح کو افطار نکرلین اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اُسپر اداے شہادت واجب ہے اور مستور مین تردد
ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیة الرؤیة او لا علی المذھب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی
تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب درست کے ہم برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر
جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ بیچ شہر کے یا باہر جنگل مین دیکھا ہے یا کہے کہ شہر مین بیچ کے ٹکڑون مین دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین
کذا فی الظہیریہ قال الشامی وتقبل شہادة واحد علی اخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور عورت کی
ہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد نہون کذا قاله
الحلبی ولو علی مثلھما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو ہم اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونونکی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول
ہے اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا ویجب علی الجاریة المخدرة ان تخرج فی لیلتھا بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الظہیریة والحاوی
اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمد و رفت نہین رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا کہ ظہیریہ
مین ہے ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قاله الطحطاوی اور ظاہر یہ ہے کہ اسکا محل وہی ہے
کہ اثبات رویت اُسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قال الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشہادة ولفظ اشھد وعدم الحد فی قذف
لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت مع لفظ (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہے اور لفظ اشہد
اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہ علت ہے اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے اُسمین
یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہے پس وہ حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن لا تشترط
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة لیکن نہین شرط ہے دعوے جیسا نہین شرط ہے لونڈی کے عتق مین اور حرہ کے طلاق مین ہم لونڈی کی آزادی
مین دعوے اسلیے شرط نہین کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالے کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اُسمین بھی حق
اللہ تعالے کا ہے یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوة عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوے شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے
مفہوم ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ مین دعوے شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیھا صاموا بقول
ثقة اور اگر لوگ ہووین ایسے شہر مین یا گانو مین کہ اُسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے ایسا معلوم
ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہے کہ گانون والو پر روزہ لازم ہو توپونکی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت
اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علماء نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شے کیواسطے ہو بعید ہے کیونکہ

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطر ابا خبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور فطار کرین دعاول کے خبر دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہو کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ متعلق ہو صاموا اور فطروا دونون کے ساتھ قالہ الشامی ولو رأہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرھم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہو کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگونکو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے چاند کہ اسمین ایک آدمی کافی نہین ہو کذا فی الجوہرہ م نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت آن ینصب من یشہد عندہ الخ ہو اور اسکے معنی ظاہر یہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہو اگر حاکم کو کسیکے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرکہ اُسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہ معنی سمجھے اُسکی دلیل یہ ہو کہ بعض نسخون درمختار مین نصب نائب ہو بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنا بر مذہب صحیح م یعنی وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہو کہ ان لوگونکا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہو کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہو کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عادل ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوھبانیۃ وقول اولی التوقیت لیس بموجب وقیل نعم والبعض ان کان یکثر رہبانیہ مین کہا ہو کہ قول اوقات ضبط کرنے والونکا روزہ رکھنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہو کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون م یہ عبارت یعنی وقیل نعم موہم ہو اسکو کہ دوسرا قول یہ ہو کہ عمل کو موجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہو بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہو اور قنیہ مین تین قول نقل کیے ہین بس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہو کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضایقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہو کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور اُنکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ اُنکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہو اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہو منجمونکا قول ماخوذ نہین پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ سواے شاذ ونادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمونکے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وھو غلبۃ الظن بخبرھم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبۂ ظن اُنکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اُسیکی طرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سبکی بینائی درست ہو اگرچہ بعض تیز نظر ہون اُسکی غلطی کی دلیل ہو کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہو اور نہ حریت اور نہ دعوے جیسا قہستانی مین ہو مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہو سو مینے اُسمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط نہونے مین نظر ہو کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہو کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہو کہ اسمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہو کہ غلبۂ ظن کو مفید ہو اور اُسمین اسلام شرط نہوتا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی ورعلم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہو جو موجب عمل کا ہوتا ہو نہ وہ علم جو یقین کے معنی مین ہو جیسا بعض کی ہو منذفع اور غایۃ البیان ور بحر مین نقلاً عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہو ابن کمال نے اسکو ردکیا ہو اور کہا ہو کہ یہ خطا ہو صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وھو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب اور وہ امام کی راے پر مفوض ہو بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے م سراج مین لکھا ہو اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایۃ مین معین نہین ہو اور ایک روایت میں ابو یوسف سے پچاس مرد ہین وبعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہو کہ پانسو بلخ مین قلیل ہین

اوران سب مین سے صحیح یہی ہی کہ امام کی راے پر منحصر ہے اگر اپنے دل مین اُنکی درستی اور صحت سمجھے تو صوم حکم دے اور مواہب مین اسیکو صحیح کہا ہی اور شرنبلالی نے اسیکا اتباع کیا ہی اور بحر مین فیض سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہی جو محمدؒ و ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہی کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہی ہر طرف سے اور نہر مین کہا ہی کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہی قال الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسیکو اختیار کیا ہی ہم بحر مین کہا ہی کہ اس زمانہ مین چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہین پس علما نے جو لکھا ہی کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین یہ منتفی ہوگیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہی ہم بعد اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہر او دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہی اور اسیکو صادق رکھا ہی نہر مین اور منح مین قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا نام ہی) تصحیح کی ہی کہ ایک شخص کفایت کرتا ہی اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسیکو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی ہم اور فتاوی جعفری مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور یہی قول طحاوی کا ہی اور امام محمدؒ نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہی کہ ظاہر الروایت یہ ہی کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہی کذا فی المعراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہی کہ مبسوط مین ہی کہ امام اُسکی شہادت رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہی کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہی اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہی پھر ذکر کیا ہی کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ رویت مختلف ہوتی ہی باعتبار ہوا کے صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہی شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہی تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہی کہ یہ ظاہر الروایت ہی اور حقیقت مین ایسا ہی ہی کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہی پس معلوم ہوا کہ دونون روایتین ظاہر الروایت مین کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخول بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہی کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے آنے پر پھر وہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے اداے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمناً ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین ہم یدعی مجہول ہی یا معلوم ہی اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے میرے ذمہ اسقدر درہم دین اور مجھکو اسنے کہدیا ہی کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنے کے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہی کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہی یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہی اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اس وقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہ ہی کہ جماعت عظیم پر موقوف نرہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہی بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت ہو سکتی ہی حق عید ہونے کی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جب تک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمناً ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قال الشامی شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہی اور بعض نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہی اس سے مراد

مافوق الواحد ہے یعنی اگر دو گواہون نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہان کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا وے لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہے اور بیان کے گواہون نے اُسکی شہادت دی لا لو شهدوا برؤية غيرهم لانه حكاية نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے م یعنی نہ اُنھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے لوگونکو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسیواسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر في البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب مجتبى وغيره ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی م ذخیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر مین تو انکو بھی لازم ہوگا اُس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین ہر ایک خبر کہ انھون نے روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بیلی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہرون مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کیہ چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا مذکور کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہے اسکو پس ایسی قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہے اور اسیکی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض وتحقق کذا فی الشامی ولعد صوم ثلثین بقول عدلين حل الفطر اللام متعلقة بصوم وبعد متعلقة بحل لوجود نصاب الشهادة اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد تیس دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ لام متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا م یعنی اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور قبعض مین ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب خلافا لمحمد كذا ذكره المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عادل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے م حیث يجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اُنمین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی شافعی المذہب ہے یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف یہی ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة انه ان غم هلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے م یہ استدراک ہے اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اسواسطے کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اُس صورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایة البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداً و بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتی اور امام محمد

ملہ جب شہرت پکڑے اور ثابت ہو جاوے [illegible] صوم لازم ہوگا ۱۲

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے
قول پر حکم لگا یا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اور زیلعی مین ہے کہ مشابہ تر
یہ ہے کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہے اور جو نہو تو نہین وھلال الاضحی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب اور بقر عید کا چاند اور باقی نو مہینے کا
مانند عید کی ہے صحیح مذہب پر ہم قولہ والاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہے پس ہرین ثابت نہوگا مگر دو مردون سے یا ایک مرد دو عورتون سے
اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ مین اسکی تصحیح کی ہے
لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسیکی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہے کہ وہ
مذہب ہے کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی انمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتون کی جو
آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہے کہ ان مہینون کا حکم
صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین
کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت
مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو
شخصون کی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات مین بہتیری باتین [illegible] در گذر ہوتی ہے جو
جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی
رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی
یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہے بدائع مین کہا ہے پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو
بیشک آئندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین
کے نزدیک آئندہ شب کا ہے ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب
گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا ہے مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا
ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ
حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس مرصوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہے
انتہی ملخصا فتح القدیر مین ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور اعتبار رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت
ہے نزدیک صحابہ اور تابعین من بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تشویش تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف مطالع
ورؤیتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو
چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم
جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہے یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے اور دوسرے
مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب
ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

ہی کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہی اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اُسی پر عمل کرنا لازم ہی یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہی کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہی کیونکہ ہر قوم کو خطاب الٰہی اُنکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہی اور وہی ہمارے یہان معتمد ہی اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اون لوگونکی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کیونکہ یہ حکایت ہی حلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر یعنی مشہور اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہی قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے لینے مین احتیاط زیادہ ہی **فرع** مسئلہ محتاج کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہی کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہم یعنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہی ان چیزونکے بیان مین جو روزہ کے مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہی دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہی اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوی تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر عبر مترتب ہی تو بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن الغنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن الغنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونے کے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھالیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف مستقل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اسکو ناسی نہین کہتے اور ناسی کا حکم ہی صوم قضا و کفارہ مین اور البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہی اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر یعنی اگر یاد دلانیوالے پر نہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت میں بخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور یاد کرتا کذا فی البحر کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہی جیسا تاتارخانیہ مین ہی منقول از نصاب کذا فی الشامی ومنہ کرہ لو قوی او لا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھالیوے تو عبادات کو اچھی طرح
ادا کرے تو گنجایش ہی کہ نہ یاد دلاوے کذا فی النہر بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کیصورت میں یاد دلانا لازم ہی حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہی ولیس
عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہی یعنی اگر ودیعت کو بھولکر کھا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ
نہیں ہی کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ تو روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار داخل ہو
یا مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ ناممکن ہی ہم اور قیاس میں فاسد ہوجاتا ہی یعنی مکھی کیصورت میں کیونکہ مفطر پیٹ میں
پہونچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہی کذا فی البدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او
عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہی کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی
سا دھواں ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہی کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہی پس چاہیے کہ خبردار ہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہی ہم یعنی کسی صورت
سے دھواں داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور رکیا او بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہی اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کی مانند سمجھنا نچاہیے کیونکہ فرق ہی آہین کہ ہر خوشبو دار ناک میں جاوے اور سہین کہ خود دھوان
اپنے فعل سے جوف میں پہونچاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہی چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی
او ادہن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگا یا سرمہ لگا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق میں پاوے
ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہی اسواسطے کہ موجود حلق میں اثر ہی جو مسام کی راہ سے داخل
ہوا اور مفطر وہ ہی جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام نے
جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہی سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہی نہ یہ کہ
موجب افطار کا ہی قالہ الشامی او قبل او لمس ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام ہو
یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا
او بقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہگئی کلی کرنے کے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور بدایع میں اسکو
مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ علت عدم امکان احتراز ہی لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ سے گرانے کے بعد تھوکنا شرط کیونکہ پانی
تھوک میں ملا رہتا ہی البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیوں کا اور چوسنا ہڑ کا ہم یعنی دوائیوں کے
کوٹنے سے انکا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط میں ہی اور الہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہی قالہ ابو عبید والفراء یعنی اگر ہڑ کو چبا دے
اور تھوک حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے کچھ نجاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز
کے کہ اسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہی او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو
تو روزہ نہیں جاتا مذہب مختار پر ہم ہدایہ و تبیین میں اسکو اختیار کیا ہی اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہی اور ولوالجیہ میں کہا ہی کہ یہی مختار ہی اور خانیہ میں
یہ تفصیل کی ہی کہ اگر پانی کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہی صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا
تو اسمین صلاح بدن کا اعتبار نہیں ہی اور یہی بزازیہ میں ہی اور فتح اور برہان میں اسکو قوت دی ہی کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا
تو بالاتفاق روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمین اختلاف ہی اور تصحیح مختلف ہی

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارًا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور
اوسپر میل تھا پھر اُسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو مصنف اس مسئلہ کو مشتبہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر
یہ ہے کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وھو دون الحمصۃ لانہ تبع
لریقہ فلو قدرھا افطر کما سیجئ یا نگل گیا جو دانتون مین تھا اگر چنے سے کم ہو تو روزہ نہ جاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ اتنی
چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہو تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانہ
ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا انکا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا اور متن کی اطلاق سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے
کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسکی تصحیح کی ہے جیسا کہ معراج مین ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ عادۃ اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہ
قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہے اما
اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک
دونون برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وھو ما علیہ
الاکثر وسیجئ اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہے جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا مع
یعنی اُسکے قول الا ان یجد الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہے قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ
یا کوچ دیا جاوے نیزہ سے پھر پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ہے اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت
نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح مین کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کسی نے ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ روزہ
ٹوٹ جاتا ہے جیسا لکڑی دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین
اسکے بدن کی اصلاح ہے انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من جانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو
جوف تک پہونچا ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا
کی ہو کہ اُس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد
اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا مع یہ ایک ہے دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہے
فتح القدیر مین تصحیح کی ہے کہ خلاف دونون مین جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونون مین عدم فطر
صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا
ونحوہ فی مقعدتہ وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر
سب اندر چڑھالے تو ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شئ اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی
لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہو جائیگی تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اُسمین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہو جاوے
یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اندر داخل ہونے
والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع ھم یعنی جب فقہانے تصریح کر دی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا
ہوگا تو روزہ جائیگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ

ای دبرہ ام فرجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکھی انگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر انگلی تر ہو
تو فاسد ہوگا م. دخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہی جو شامل ہی مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی
طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین
نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما
اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہونچ گیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہی اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب
ہوتا ہی م موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہی جہان دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا مین گرتی ہی او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع
الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھولکر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر جماع
جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہی ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک
نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی
تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین م حتی امنی فساد کی شرط نہین ہی صرف کفارہ کے حکم بیان کرنے کے لیے ذکر کیا ہی شارح نے یہان صرف صورت وجوب
کفارہ کا ذکر کیا ہی حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونون روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہی کہ عدم الفساد اس صورت مین ہی
کہ نکال لے بعد یاد آنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اسپر قضا ہی کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہی
امام ابو یوسفؒ سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہی نہ یاد آنے کی صورت مین اس واسطے کہ ابتداء جماع قصداً تھی اور جماع ابتداً و انتہاءً ایک ہی ہی
تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے
اور پہلا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہی پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہی
کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنے کیصورت مین متفق علیہ ہی کیونکہ ابتدا جماع اس صورت مین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہی پس اسوجہ سے شبہہ آگیا
اور دوسری وجہ یہ ہی کہ اسمین شبہہ ہی خلاف امام مالکؒ کا یعنی اُنکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہی اب اگر قصداً جماع
کریگا تو اُنکے نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہی نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی
کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھ فرق نہین ہی قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پھر داخل کیا م یعنی
دونون مسئلو نمین کیونکہ خلاصہ مین ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکر مین
چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہی او
رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر و بعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ مین سے
روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اسطرح کہ منہ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہی اور اگر منہ
سے نکالکر اگلے ہوئے کو کھا گیا تو کفارہ لازم نہین م کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور یہی اصح ہی جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے
منقول ہی قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ و فخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے
سوا یعنی دوسری جگہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نجائیگا م یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونون ہین اسواسطے
فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہی کیونکہ مغرب مین کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق

اہل لغت کے بھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونون فرج ہین حکم مین قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون
اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے مم یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ انزال نہو
لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات مین تصریح آویگی اور یہی شاہی مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقرینہ ما بعد کے بس
یہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے
کہ اس فعل کا اُسپر کچھ وبال نہو مم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے
نہ باندی بار ہے لیکن اُس تک پہونچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ مین توقع رکھتا ہون کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت مین کہ مزہ لینے
کے لیے کریگا تو گنہگار رہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ مین داخل کیا
یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سے صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی
جانور کی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا یا اُسکا منھ چوم لیا پھر انزال ہوا مم یعنی باوجود انزال کے اس صورت مین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق
اولی نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا اس صورت مین اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر
فی احلیلہ ماء او دھنا وان وصل الی المثانۃ علی المذھب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے
صحیح مذہب پر مم یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی اُنکے ساتھ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے
ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہ ہے کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اسمین براہ
مسامات مثل عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوے تو بالاتفاق روزہ
فاسد نہوگا قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع
کیونکہ وہ مانند حقنہ کی ہے او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہو گئی اگرچہ تمام روز جنب ہین
رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہین جاتا او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل لرأس انفہ یا داخل ہوا اُسکی ناک مین یعنی سر
سے اوترا یا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے مم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہین ہوتا کما لو
ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہو جاوین ہونٹھ تھوک
سے بات کرنے وغیرہ مین پھر اُسکو نگل جاوے یا پہونچ جاوے لعاب اُسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا
لیوے مم بعض نسخ مین فاستنشقہ ہے استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مجہ انتہیا
فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی اُنسے روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعی کے اسمین جو قدرت
رکھتا ہے کھنکار کے پھینک دینے پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے مم کیونکہ
اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکار نے
کے باعث حلق سے منھ مین آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منھ
سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط
کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر

اگر دھاگا باٹتا تھوک مین تر کرکے چند بار اگرچہ اُسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ہم لینی جب تاگا باٹنے کا ۱۱ دو کپڑے ۱۱ تھوک مین اسکا بھگو دے
پھر اُسکو منھ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچھ تھوک تھوڑا تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نجاویگا اور زندویسی کے نظم مین ہو کہ روزہ جاتا رہتا ہو کذا فی
القنیہ قال الشامی کلا ان یکون مصبوغا وظهر لونه فی ریقه وابتلعه ذاکرا مگر جبکہ ہوتا گا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اسکو
نگل جاوے اور روزہ یاد ہو تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا وتظمه ابن الشحنة فقال ؎ ملم بل الخیط بالریق فاتلا ۔ بادخاله
فی فیه لا ینقض ۔ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک مین باٹتے ہوے نہین نقصان اوٹھاتا ہو تاگا منھ مین
داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہین ہوتا ہم مکرر بتر امضاف ہو اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہو ۔ وعن لعلھجان
یبلع الریق بعد ذا ۔ یغیر کصبغ لونه فیفطر اور بعض مشائخ سے مروی ہو کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرے تاگہ
جیسا رنگ کہ اُسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو ہم یعنی جیسا نگلنا رنگ کا روزہ توڑتا ہو اور اسمین خلاف نہین ہو اور لونہ کی ضمیر صبغ کیطرف پھرتی
ہو اور فیہ کی ضمیر ریق کیطرف اور یہ متعلق ہو یظہر کے کذا فی الطحاوی وان افطر خطاءً کان تمضمض فسبقه الماء او شرب نائما او تسحر
او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منھ مین پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین
ہوئی ہم ان افطر الخ شرط ہو اسکی جزا آگے مذکور ہو گی یعنی قضی فقط اور یہان سے شروع ہو قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور
خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی
کرتے ہوے پانی حلق مین چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہو تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے مین کلام ہو کہ نائم کا فعل قصداً نہین مگر ان
نہر مین البتہ تصریح کی ہو کہ مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بھولنے
والیکا ذبیحہ حلال ہو کذا فی البحر عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نکرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسیطرح مفطرات
مین نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہو اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہو اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق نہوا
قال الشامی افاد ہم مکرہا ان یکون علق ہین کوئی چیز ڈالیجاوے نہ و رہم حلق مین ڈالنا شرط نہین ہو بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ
فاسد ہو جاویگا پس لفظا وجر اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہو تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قال الشامی او نائما
یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہو گی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے
رفع کا ذکر ہو پس اُس سے مراد رفع گناہ کا ہو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہو رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوا عَلَیْہِ امام شافعی
اس حدیث سے استدلال کرتے ہین کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہو کیونکہ وہ مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہین اسکے جواب کی تقریر یہ کہ
حکم یہان سے تصحیح کلام کے لیے مقدر ہو تو اقتضاءً ثابت ہوا اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہو تو دوسرے
معنون کا ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہو درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سالامت رہتا ہو تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہو
کہ آپ نے فرمایا جو شخص بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو کھلا پلا دیا
ورنہ قیاس اُسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہو وفی التحریر المواخذة بالخطاء جائزة عندنا
خلافا للمعتزلة اور تحریر مین ہو کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہو یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے
او اکل وجامع ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعه القیٔ فظن انه افطر فاکل عمدا للشبهة یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا

۱ خطا یہ کہ کبھی مری لب
چیز کی اور بچوں لاروجیں
جز برزبردستی کیا جاویں ۱۲

یا انزال ہو گیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صورتوں کو رہ میں اُسنے گمان کیا روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ
کفارہ شبہہ کی جہت سے م یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے منافی
ہی کھانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی
ہی کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہی بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہی قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہی
شہوت سے پس قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہی اور اگر وہ جانتا ہی کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف
کا ہی نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی لو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا
لہما کما فی المجمع وشرحہ فقید الظن انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہی کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہی مگر متن کے مسئلہ میں یعنی جب
بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھالے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہیں ان صورتوں میں صحیح مذہب یعنی افطار کا علم ہوا یا نہو بخلاف قول
صاحبین کے کہ انکے نزدیک متن کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہی جب جانتا ہی کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اُسکی شرح میں ہی پس ظن کی قید اسواسطے ہی کہ
مسئلہ متفق علیہ ہو نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھائی
یا ٹپکایا کان میں تیل او داوی جائفۃ او امۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پہنچے یا پار ہو جاوے
اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جاوے ہڈی توڑکر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت میں
جوف تک جائفہ میں اور دماغ تک آمہ میں م بحر میں کہا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ درمیان جوف اُس زخم اور معدہ کے منفذ اصلی ہی پس جو چیز سر میں پہونچی ہو
وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہی اور حقیقت میں دوا پہونچنے سے اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ جو ظاہر روایت میں واقع ہوا ہی کہنا دوا تر کے ساتھ مقید ہی یہ عادت
پر مبنی ہی کہ دوا تر پہونچ جاتی ہی نہ خشک نہ فی الحقیقت حصول معتبر ہی یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہونچی
تو فاسد نہوگا اور خلاف ان صورتوں میں ہی کہ معلوم نہو یقیناً تو ترکی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا
فی الفتح قال الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا
ہی یا مکروہ جانتا ہی یا نفرت کرتا ہی م کنکر وغیرہ کے کھالینے میں قضا واجب ہی کیونکہ صورۃً افطار موجود ہی اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں
پایا گیا یعنی جوف میں پہونچنا ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قال الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ومستقذر
مع غیرہ ما کولہ مثلنا ۞ ففی اکلہ التکفیر بلغو دلیجی ۞ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہی اور رکھا جو شی کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور غیر ماکول ہی نوع انسانی
تو اُسکے کھانے میں کفارہ نہو اور شرح کشہ ہو او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت کی تمام رمضان میں روزہ
کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہی م یعنی صرف قضا لازم ہی کفارہ اسواسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہی کہ انکے نزدیک صائم ہی کیونکہ
انکے نزدیک صحت اقامت امساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل میں اولی یہ ہی کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ
لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو حصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہی جیسا مسئلہ آیندہ میں ہی قال الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنے کے بعد کھایا ہو تو
قضا لازم ہی نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی رحمہ کیونکہ صوم اُنکے نزدیک تعیین صحیح ذکی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہی تو انکے نزدیک روزہ ہی نہیں
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہی

او دخل حلقه مطر او ثلج بنفسه لامکان التحرز عنه بضم فمه بخلاف نحو الغبار والقطرتین من دموعه او عرقه ادخل ہو حلق مین مینہ یا برف اور
کہ ہمین بھی قضا لازم ہی کیونکہ اُس سے احتراز ہو سکتا ہی منہ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ جن سے
بچنا ممکن نہین اسلیے قضا بھی نہین واما الاکثر فان وجد الملوحة فی جمیع فمه واجتمع شئ کثیر وابتلعه افطر والا لا خلاصه اور دو قطرون سے زیادہ مین
اگر شوریت تمام منہ مین پاوے اور بہت سی جمع ہو جاوین اور اُنکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ یعنی ایک دو قطرہ
اگرچہ اُنکا مزہ منہ کی کسی جانب مین پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہین پہونچ سکتے متفرق ہو جاتے ہین قال الشامی او وطی امرأة
یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ ہم اور ہمین اور اسکے ما بعد مین کفارہ لازم نہ آیا اس سبب سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت لا فرا
کذا فی البحر او صغیرة لا تشتہی نہر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمة او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلة فاحشة بان
یدغدغ او یمص شفتیها یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگداوے یا عورت کے ہونٹونکو
چوسے مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نپاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے
نزدیک خلاف قول امام محمدؒ کے اور یہی حکم غسل مین ہی کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹونکا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس مین ہی
کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہی بغل اور تلوے وغیرہ مین قال الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارة یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو
جو وصول حرارت کو مانع نہو صوم آدمی کی قید سواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور آڑ مین قید مانع
حرارت نہونے کی اسلیے ہی کہ اگر عورت کو چھووے کپڑون سمیت اگر حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفه او بمباشرة فاحشة ولو بین
المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتون مین ہو وہ مباشرت فاحشہ یہ
دونون ننگی ہون اور دونون کی فرج ملی ہون اور یہ قید احترازی نہین ہی اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہی عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل
قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر سو پھر انزال ہو گیا یہ قید ہی سب مسائل مین یعنی وطی امراة الخ سے آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہین ہوا
جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصها بهتك رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ
سواے رمضان کے روزہ اداء کے تو قضا لازم ہی نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کے واسطے مخصوص ہی یعنی رمضان مین روزہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہی
اور روزے وجوب کفارہ مین اسکے ساتھ ملحق نہین ہو سکتے کیونکہ کفارہ ہمین وارد ہوا ہی خلاف قیاس قال الشامی او وطئت نائمة او مجنونة بان اصبحت
صائمة فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزہ سے تھی پھر مجنون ہو گئی ہم چلپی
نے کہا یہی حکم ہی جبکہ رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی
پھر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس
گمان سے کہ ابھی رات ہی حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہی شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت مین
لف ونشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے ترجمہ اُسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہی جسمین روزہ دار نے کھایا ویکفی الشك فی الاول دون الثانی
اور کافی ہی اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت مین یعنی سحر کھانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلیے کہ اول صورت مین رات کا ہونا اصل ہی
اور اُسکے خروج مین شک ہی اور دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہی اور غروب مین شک ہی تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین کافی نہوگا چنانچہ
شارح کہتا ہی عملا بالاصل فیهما یعنی دونون صورتون مین اصل پر عمل کرنے سے اسلیے کہ اول صورت مین اصل بقاے شب ہی سو کفارہ واجب نہوا اور ثانی

مین اصل بقاء روزہ ہی پس اسمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہ ہی کہ شب باقی ہی پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہی ۳۶ طور پر اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم نہ یہین مذکور ہی کہ صور مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزونکی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنے والی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہو یا صرف گمان ہی یا شک ہی تو یہ چھ ہوئین پھر ان مین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک یا ابتداء صوم مین یعنی سحر کیوقت ہی یا انتہاء صوم مین یعنی افطار کیوقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہی کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہی ظن مین اور غلبہ ظن مین اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو تو اسکو غلبہ ظن یا اکبر رای بولتے ہین اسی جہت سے بعضون نے ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ شک کے دو بار شمار کرنے کی کوئی وجہ نہین ہی کہ مباح کرنے والی چیز مین بھی لیا جاے اور حرام کرنے والی چیز مین بھی کیونکہ جب ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقینًا ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح کرنی چاہیے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہوا اور ہر ایک ان مین سے یا ابتداء صوم مین ہوا یا انتہا مین اور یہ چھون صورتین یا یہ کہ منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سوا اٹھارہ کے اور نہین ذکر کین اور انھین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اسپر صرف قضا ہی اور یہی حال ہی جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہی کہ قضا کرے احتیاطًا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہی تو اسکے ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہی اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہی اور لزوم کفارہ مین دو روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہین اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونو ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہی کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہی یعنی نہ قضا لازم ہی نہ کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہی اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضے فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور رہو لیکن وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے بیان کین شامی کما لو شہد اعلی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسیطرح صرف قضا لازم ہی اگر شہادت دی دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذالک فی طلوع الفجر قضے وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارض

کرسکتی شہادت اثبات کو اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوگی نہ نفی کرنیوالے
کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارة محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرة بعد اخری لاجل قصد المعصیة فان فعلہ وجبت
زجرا لہ بذلک افتی ائمة الامصار وعلیہ الفتوی قنیة وھذا احسن نہر اور جان تو کہ جس صورت مین کفارہ لازم نہین سو مخصوص اُس محل مین ہے کہ اُس شخص سے
وہ فعل بتکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اُسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اُسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہرونکے اماموں نے اور اسی کا
فتوی ہے کذا فی القنیہ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران (یعنی افطار ۱۲) یمسکان بقیة یومھما وجوبا علی الاصح اور دونون پچھلے (یعنی جسنے سحر کھالی
یا افطار کیا رات جانکر) امساک کرین باقی روز براہ وجوب اصح روایت پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے
اسپر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدا یا یوم الشک مین پھر ظاہر ہو کہ رمضان
کا دن ہے کہ اُسپر امساک بقیہ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ
کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے اور فطر سے مراد مفطر
کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہوچکا قال الشامی کما فی مسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک
واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا اور مسافر مقیم ہوا
یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی
کرچکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہوجاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ
لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی الخلاصہ والنہایہ والعنایہ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے خارج ہے
وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالی یا افطار کرلے غروب کے گمان سے اسیواسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع
مین یہ کہا ہے اور اسیطرح حال ہے اُس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونی اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا پورا کرنا متعذر ہوگیا ہو
جیسے جانکر افطار کر ڈالے یا یوم الشک مین مفطر ہے پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہوا
کہ صبح ہوگئی ان صورتون مین بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی
اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ جب
نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اُسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرھا او خطاء اور جیسے
امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسیکے دباو سے افطار کیا ہو یا خطا سے مصنف نے مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین
کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے
لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلھم یقضون ما فاتھم الا الاخیرین اور یہ سب جو مذکور ہوے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز روزہ
مگر دونون پچھلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نکرین وان افطرا لعدم اھلیتھما فی الجزء الاول من الیوم
گو وہ دونون پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزو مین روزہ کے اہل نتھے یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض مسافر و مریض کے
کہ اُنکے اوپر روزہ واجب تھا لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوتی ہے وھو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہے صوم مین
یعنی سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اُسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک جزء کا سبب روزہ کا ہے لکن لو نویا قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیۃ عن البحر الخانیۃ لیکن اگر وہ دونون پچھلے
روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اسکے قضا لازم آوے گی کذا فی الشرنبلالیۃ عن الخانیہ یہ استدراک ہے اُس سے جو اوپر کے
سے مفہوم ہوا کہ دونون کا روزہ صحیح نہین ہے اسکو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہین ہوا ظاہر الروایت مین برخلاف امام یوسف کے اور نفل صحیح ہے اگر نیت کرلین
زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اسکو توڑ دین گے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر والمجنون والمریض قبل الزوال صح عن الفرض
اور اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہے بجائے فرض کے اور زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہ لفظ اسیطرح
بہتر ہے کتب مین متعدد جگہ واقع ہے تسامحاً یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض والنفساء لم یصح اصلا للمنافی اولا الوقت وھو لا
یتجزی ہے اور اگر حائض نے یا نفساء نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہے بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہے اور صوم عبادت
واحد ہے متجزی نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جزء مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ و
یضرب علیہ ابن عشر کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزہ کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے
اصح روایت پر ہم یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امر واجب ہے اور اسیطرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز
رہے اور اگر تمام مہینے کی طاقت نرکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہے نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ
توڑے تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتھی فی رمضان اداء لما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی
کے ساتھ رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اس وجہ سے ہے کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہے اور قضا مین ہتک رمضان نہین ہے
یہ قسم ثالث قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتون مین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکلگیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے
جنی اور مشتہی سے مراد مشتہی علی الکمال ہے پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد
السبیلین انزل اولا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا اسکا ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو جومع شامل ہے اسکو کہ زوج صغیر جماع کرے
عورت کے ساتھ کیونکہ قہستانی مین ہے کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ ہے صبی یا مجنون کے جماع
سے اور دونون صورتون مین مشائخ کا اختلاف ہے کما فی القہستانی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال و عدم
انزال اسواسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کیصورت مین بھی قضائی شہوت متحقق ہے جس سے حد لازم ہوتی ہے جو عقوبت محضہ ہے پس کفارہ جسمین
معنے عبادت کے بھی ہین بطریق اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء
ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی
رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہے کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہے گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب
کیجاوے والضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ دون غیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا
کی شناخت کا یہ ہے کہ پہونچنا ایسی شی کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کہلاتی ہے اور اسمین ہے لعاب دہان محبوب کا سو اگر
نگلجاوے تو اسمین کفارہ لازم ہے کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی الدرایۃ وغیرہا وما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر
اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا اُسکو نہر مین رد کیا ہے ثم شرنبلالیہ مین ہے کہ تغذی کے یعنی مین اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جسکے کھانے کو
طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش دفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے لقمہ

مشتہی شہوت والا ۱۲

چبا کر منھ سے نکالا پھر اُسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اُسپر کفارہ لازم ہے اول کے اور اسکے برعکس حکم بھنگ مین ہے کیونکہ اسمین
بدن کا نفع کچھ نہین ہے بلکہ عقل کم ہوجاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اُسکی طرف میل کرتی ہے اور پیٹ کی خواہش دفع
ہوتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہے کہ یہ تحقیق سے بعید ہے اسواسطے کہ اِس تقدیر پر فقہا کا قول ودواء لغو ہوجاویگا
اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہے کہ فطر کے معنی ہین جوف مین پہونچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغو ہوگا کیونکہ یہ
قول مقابل ہے اول قول کا اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہے انتہی مین کہتا ہون کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین
ہے بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہو لیکن تحقیق یہ ہے کہ نہ تغذی کے معنی مین
اختلاف ہے نہ فطر کے اسواسطے کہ علمانے ذکر کیا ہے کہ یہ کفارہ واجب نہین ہے مگر جس صورت مین کہ افطار صورۃً ومعنیً ہو پس اکل مین افطار صورۃً موجود ہے
یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ کہ اُس سے بدن کی صلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ کفارہ واجب نہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت
اکل کی ہے اور نہ حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسیطرح معلل کیا ہے اور بدائع مین ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
اُس چیز کے جوف مین پہونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منھ کی راہ سے بخلاف غیر اِس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اوتار لیا کیونکہ اکل صورۃً ہے معنی نہین اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہین تو مانند کنکری و گٹھلی
کے ہوے اور سوکھا آٹا پھانکنے مین یا تر آٹا کھانے مین بھی نہوگا کیونکہ اُس سے مقصود تغذی اور تداوی نہین ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً
ماکول ہین تو کفارہ واجب ہے ورنہ صرف قضا لازم ہے اور ایسا ہی اگر تھوک منھ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اس سے طبیعت
کراہت کرتی ہے اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد انکی
ما یتغذی بہ سے وہی ہے کہ جسمین صلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصر عمدا راجع للکل
لفظ عمدا سب کے ساتھ متعلق رکھتا ہے یعنی اکل وشرب وجماع قصداً ہو مع اس سے مخطی ومکرہ نکل گئے کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ
مراد ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال بقصد کرتا ہے لیکن افطار کا قصد نہین کرتا قالہ الشامی او ای
فعل ما لا یظن الفطر بہ کفصد وکحل ولمس وجماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر ونحو ذلک یا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا
جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال ور انگلی خشک مقعد مین دینی وغیرہ امام شارح نے یہ نقل کرنے سے اشارہ کیا کہ
یہ حکم خاص پچھنون کا نہین ہے اور اس سے احتراز ہوگیا اُن اشیا سے جن مین گمان افطار کا ہوسکتا ہے مثلاً اول بھولکر کھالیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان
سے عمداً کھالیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمداً پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا قضی فی الصور کلہا وکفر قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتون مین ہم یعنی واِن جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا
اور کفارہ کا بیان نکرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمد کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہے اور ابو حنیفہ سے دو روایتین ہین
کذا فی التمرتاشی لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان بیموقع ہے یعنی پچھنے لگوانے کسیطرح مفطر نہین تو انکو مفطر جاننا بیموقع ہے حتی لو
افتاہ مفت یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اُسکی
تاویل نہین جانتا تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے مع غرض یہ ہے کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ مین کہا ہے
کہ شرط یہ ہے کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر مین اُسکے فتوے پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور

اسکے غیر کے فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے
لگانے والا اور پچھنے لگوانے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمدؒ کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھالیگا
تو کفارہ لازم نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسفؒ
اسکے خلاف کہتے ہین انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط نہوگا اور مین حدیث کا سننا
اسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنون کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطا وان اخطأ المفتی ولم یثبت الاثر
اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین ہے ہم مراد یہ ہے کہ سوا حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے
کیونکہ یہ تو صحیح و ثابت ہے قال الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا پھر کھالیا تو کفارہ ہے کیونکہ اپنے عمداً یہ کام کیا
بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوے اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جلکو اپنے
دخل وتفقہ مین ہو اسیطرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہے جو خانیہ مین ہے کہ جو شخص سرمہ لگادے یا تیل لگادے بدن کو یا مونچھون کو
پھر کھالیوے قصداً تو اسپر کفارہ ہے مگر اس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوے دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا
نچاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قال الشامی وکذا الغیبة عند العامة زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے
کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث
غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اسکے
ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علمائے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے
بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کرچکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامة ورجحہ فی البحر للشبہة لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت
کے مانند کہا ہے اور اسیکو بحر مین ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت سے ہم تمکو معلوم ہوچکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اسپر ہے جسپر
اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قال الشامی ککفارة المظاهر الثابتة بالکتاب واما ہذہ فبالسنة کفارہ روزہ کا دے مثل کفارہ ظہار کے لیکن
کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی مثل ہے ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نپاوے تو دو مہینے
کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر بیچ مین روزہ
رکھنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہے اور ایسا
ہے جو کفارہ کہ اسمین عتق مشروع ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین
قال الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین ہم یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب
ہے تو اعلی درجہ ہو کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنة ہے اسلیے ادنی کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارہ
صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ تشبیہ مین اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اسواسطے
کہ جماع اثنار کفارہ مین تتابع کو قطع کردیتا ہے کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم وقتل کے
کیونکہ جماع تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ماسوا حیض کے ہے

حاصل یہ ہو کہ اس حالت میں تتابع کو وطی قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو بھول کر بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا و
لم یکن مکرھا ولم یطرء مسقط کمرض وحیض پھر کفارہ اسی صورت میں لازم ہو کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی
کا خلاف ہو پس شبہہ سے کفارہ لازم نہوگا اور اسپر کسی کی طرف سے اکراہ نہوا اور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط
کرے جیسا مرض جسمیں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جاتے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسه او
سافر به مکرھا والمعتمد لزومھا اور اختلاف کیا ہو اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہو
کہ کفارہ لازم ہو ہم نے سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا ہو اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے
بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہو اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی
وفی المعتاد حمی وحیضا والمتیقن قتال عدو ولو افطر و لم یحصل العذر والمعتمد سقوطها اور اختلاف ہو اسمیں جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی
یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلے کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہو کہ کفارہ ساقط ہو ہم اسکی تصحیح کی ہو بزازیہ میں اور قاضی خان
نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہو لیکن یہ مخالف ہو بحر کے کہ اسمیں کہا ہو کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ
اسکے حیض کا دن ہو اور اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہو اور صحیح یہ ہو کہ کفارہ واجب
ہو جیسا تاتارخانیہ میں منصوص ہو اور اسلیے سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہو دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہو کہ تپ و مرض کی عادت والوں میں
تصحیح کا اختلاف ہو اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسیکا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہو کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہو تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہو قال الشامی ولو تکرر فطره ولم یکفر للاول یکفیه
واحد ولو فی رمضانین عند محمد وعلیه الاعتماد بزازیه ومجتبی وغیرهما اور اگر اُسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا
نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ بس ہو گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد رح کے نزدیک اور یہی پر اعتماد ہو کذا فی البزازیہ و مجتبی وغیرہما مجتبی میں
اسکو اصرار سے نقل کیا ہو اور جوہرہ سے نقل کیا ہو کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں
اور یہی صحیح ہو میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہو کہ ظاہر الروایۃ ہو قال الشامی واختار بعضهم للفتوى
ان الفطر بغير الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہو کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی
ہوگا اور اگر افطار کرے جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو کیونکہ جماع بڑا قصور ہو اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی میں کفارہ ہو کھانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمداً شهرة بلا عذر یقتل وتمامه فی شرح الوهبانية اور اگر کھاوے قصداً
علی الاعلان بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہو وہبانیہ میں کہا ہو ـــ ولو اکل الانسان عمداً وشهرة
ولا عذر فيه قيل بالقتل يومرة + شرنبلالی نے کہا ہو اسکی صورت یہ ہو کہ بقصد علانیہ کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھ
تمسخر کرتا ہو یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہو اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم ردت میں خلاف نہیں ہو پس قیل جو مولف وہبانیہ نے کہا ہو ضعف کے
سبب سے نہیں ہو قال الحلبی وان ذرعه القیء وخرج ولو بعد لا یفطر مطلقا ملأ او لا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منھ میں اگر پھر حلق میں نہیں گئی تو
روزہ نہیں ٹوٹتا ہر صورت میں یعنی منھ بھر کے آوے یا نہیں ہم یہ مسئلہ ۱۲ طرح پہ ہو سکتا ہو کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں صورتوں میں منھ بھر
یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد گلے میں اوتارا اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہو یا نہیں اور روزہ

؎ اور اگر کھاوے اہ قصداً اور علی الاعلان اسکو کچھ عذر نہو تو یہاں کم سے کم قتل کا حکم ہو ۱۲

نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنا بر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء میں یعنی بقصد عود کرنے میں اور بقصد قے کرنے میں بشرطیکہ بھر منہ ہو اور
روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعه ولو هو ملأ الفم مع تذكره للصوم لا يفسد خلافا للثاني پس اگر از خود ہٹ گئی گو منہ بھر کر ہو اور گو کہ
روزہ یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے وان اعاده او قدر حمصة منه فاكثر حدادي افطر اجماعا ولا كفارة ان ملأ الفم والا لا
اور اگر بقصد قے کو اندر رہنا لیا یا اسمیں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قال الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے اگر
اور اگر قے ملأ الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہی مختار ہے وهم او شاید یہ ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی
الزیلعی اور قدر حمصۃ میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حدادی نے سراج میں کہا ہے کہ یہی خلاف
کا ہے کہ ابو یوسف ملأ الفم کو اعتبار کرتے ہیں اور محمد اس شخص کے فعل کو پس ملأ الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر گویا خارج ہی نہیں کیونکہ اسکا
ضبط ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملأ الفم نہ ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسف کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہیں اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمیں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملأ الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف میں اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملأ الفم نہیں ہے اور اسکو اعادہ
کیا تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے پوری دہن نہیں ہے چوتھی صورت یہ ہے
کہ قے ملأ الفم ہو اور عود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی
وان استقاء اي طلب القي عامدا اي متذكرا لصومه ان كان ملأ الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملأ الفم
ہے تو روزہ فاسد ہو گیا بالاجماع ہر صورت میں ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اسمیں تفریع عود اور اعادہ
کی نہیں جاری ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قال الشامی وان اقل لا عند الثاني وهو الصحيح اور اگر
قے ملأ الفم سے کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نہ کرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لكن ظاهر الرواية كقول محمد انه
يفسد كما في الفتح عن الكافي لیکن ظاہر الروایۃ مثل قول محمد کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسه
لم يفطر وان اعاده ففيه روايتان اصحهما انه لا يفسد پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمیں دو روایتیں ہیں انمیں اصح
یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط یعنی ابو یوسف سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہیں چل سکتی قال الشامی وهذا كله في قئ طعام
او ماء او مرة او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہوا ہے اور نہیں تو کیا فرق ہے اگر
خون مسوڑھوں سے نکلے پھر اسکو نگل جاوے پس روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب آ گیا یا برابر ہو یا مزا معلوم ہو جیسا اول باب میں مذکور ہوا فان
كان بلغما فغير مفسد مطلقا خلافا للثاني پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آ جاوے ملأ الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو بخلاف
ابو یوسف کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر قے عمداً ملأ الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنه الكمال وغيره اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے ہم کمال نے
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہاں احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمد کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب میں بلغم و غیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسکو مقرر رکھا ہے اور
یہی مراد ہے شارح کی استحسنه غیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قال الشامی ولو اكل لحما بين اسنانه ان مثل حمصة
او اكثر قضى فقط وفي اقل منها لا يفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر بقدر ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور چنے سے

اسمین روزہ نہین جاتا ہم چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہی کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے اور کمال نے اسکو پسند کیا ہی اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہی جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اسی صورت مین ہی کہ خود تھوک کے ساتھ جوف مین جاوے نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوے الا اذا اخرجه من فمه فاكله مگر جبکہ منہ سے نکال لے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ولا كفارة لان النفس تعافه اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہی واكل مثل سمسمة من خارج يفطر ويكفر في الاصح اور کھا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہی صحیح تر روایت پر الا اذا مضغ بحيث تلاشت في فمه مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق ہو جاوین منہ مین ہم یعنی اسواسطے کہ وہ دانتون مین چمٹ جاویگا اور جوف مین کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا كذا في المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان يجد الطعم في حلقه كما مر یعنی کہ مزہ پاوے اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنه الكمال قائلا وهو الاصل في كل قليل مضغه اور اسکو کمال نے پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شی مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ نجاویگا وكره له ذوق شيء وكذا مضغه بلا عذر قيد فيهما قال العيني اور مکروہ ہی صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید دونون مین ہی قال العینی ہم ظاہر یہ ہی کہ یہ کراہت تنزیہی ہی قال الرملی ككون زوجها او سيدها سيئ الخلق فذاق مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے ہم یہ مثال چکھنے کی ہی اور چبانے کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص بچے کے منہ مین کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص چبانیوالا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفي كراهة الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے مین دو قول ہین ووفق في النهر بانه ان وجد بدا ولم يخف غبنا كره والا لا اور نہر مین دونون قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہی اور اگر بدون چکھے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین ہم نہر مین کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہی کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لیے یعنی غبن کا خوف ہوا نہو پس شارح کا قول ولم يخف غبنا نہر کے مخالف ہی البتہ والا لا نہر کے موافق ہی قال الشامی وهذا في الفرض لا النفل كذا قالوا وفيه كلام لكراهة الفطر فيه بلا عذر على المذهب فتبقى الكراهة اور چکھنا فرض مین مکروہ ہی نہ نفل مین اسیطرح علما نے کہا ہی لیکن اس مین کلام ہی کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر مکروہ ہی صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہیگی ہم رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین تھا گو اُس وقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رہا کہ جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہین پہونچاتی اسکو نفل مین جائز رکھا نہ فرض مین قاله الشامي وكره مضغ علك ابيض ممضوغ ملتئم والا يفطر اور مکروہ ہی چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہی چبانے کا ڈلی بندھا ہوا اور نہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتین اسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادۃً نہین پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پیسا ہوا جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہ بھی جوف مین پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف مین پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا وكره للمفطرين الا في الخلوة بعذر قيل اور مکروہ ہی استعمال علک کا مفطرونکو مگر خلوت مین عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی تہمت کی مشابہت مقتضی ہی کراہت کو مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہی كذا في الطحطاوي وقيل يباح اور ایک قول یہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمدؒ کے کلام مین اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہی لیکن مردون کو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ مین بدبو ہو ويستحب للنساء لانه سواكهن فتح

اور مستحب ہی عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی مسواک ہی ہم یعنی بسبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو
نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد وان امن لا باس اور مکروہ ہی بوسہ لینا
اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر انکا خوف نہین تو کچھ مضایقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ
یعنی اسکے ہونٹون کو اپنے منہ مین لیکر دبانا مطلقا مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لا یکرہ دھن شارب وکحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا
کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ نہین مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈاڑھی
کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنی ایک مشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور
وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر
ہوتا ہی جسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصا وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ
اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ ایک مشت سے ہو اُسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار رہو ہم کیونکہ نہایہ مین
کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ
اور ایسا ہی سراج مین ہی اور فتح القدیر مین اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض حواشی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بجائے یحل ہی
تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا مضایقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی
الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مؤید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین
کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار و دوام پر دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص و اسیطرح شرح شیخ اسمعیل مین اور
منیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے مجتبی مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہما مین مذکور ہی کہ کچھ مضایقہ نہین ڈاڑھی کترانے مین اطراف سے جب دراز ہو اور
نہ بدن کے بال اُکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منہ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈانے
اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ کچھ مضایقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم
یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور ڈاڑھی سے لینا اس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکا
کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء
صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے
کی اس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے
یعنی بہت سا کھانا کھلاوے تو اللہ تعالی تمام سال اسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ہم برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث
وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھے گی کذا فی الفتح مین کہتا ہون
کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہی کہ صاحب نہایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ
لگانے پر عاشورا کے روز اور اس غرض کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے [illegible]
روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین [illegible]
[illegible]

اور ابن العزہ شخص ہے جسنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہیں ولا سواک ولو عشیا او رطبا بالماء علی المذهب اور نہیں مکروہ ہے مسواک اگرچہ بعد زوال
کے ہو یا تر ہو یا پانی میں بنا بر مذہب صحیح کے ہم ابو یوسفؒ پانی میں تر مسواک کو مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بے ضرورت تری منھ میں جاتی ہے اسکا جواب یہ ہے
کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہیں ہے اور تازہ مسواک کسیکے نزدیک مکروہ نہیں ہے وکرهه الشافعی بعد الزوال اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہے مسواک کو
بعد زوال کے وکذا لا یکرہ حجامة وتلفف بثوب مبتل ومضمضه واستنشاق واغتسال للتبرد عند الثانی وبه یفتی شرنبلالیه عن البرهان ایسے ہی مکروہ نہیں پچھنے
لگوانے اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیه عن البرہان ہم اسوجہ سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمرؓ کپڑا تر کرکے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی
حالت میں اور اسوجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور دلتنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے مکروہ کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں ملالت کا اظہار ہے کذا فی
البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحر کھانا اور سحری میں تاخیر
کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا
ہم بحر میں کہا ہے کہ میں نے فقہا کے کلام میں تصریح نہیں دیکھا کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اسپر
دلالت کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہے تو تم اسکو ترک نکرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی
اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحر کھانے والونپر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت میں اور تعجیل
افطار مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تاروں کی چھٹکنے سے پہلے ہو کذا فی الشامی
قنیہ میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے
افطار کر سکتے ہیں اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں استحسن **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل
عملا یصل به الی الضعف فیخبز نصف النهار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں
کرے کہ آدھے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب بقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اس قدر عمل مجھکو کفایت کے لیے بس نہیں
ہے تو تکذیب کیا جاویگا جاڑے کے سبب چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے ہم رملی نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال
کی جہت روزے سے ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہے اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دیوے یعنی اس صورت میں کہ اور دنوں میں گنجایش روزہ
رکھنے کی نہ ملے ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے میں قادر ہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ
شک نہیں اور یہی حال نانبائی کا ہے مگر جھٹلانے کا ذکر جو شارح نے کیا اسمیں نظر ہے اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت میں دخل نہیں پس یہی رائے پر مفوض
ہوگا کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے ہمیشہ روزے رکھے
ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حموی کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار حلال
نہیں ہے کیونکہ اسکو سوال حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کیے اگر عمل نکر سکتا ہو
تو افطار جائز نہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہیں کر سکتا جسمیں روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانے کا اور کوئی آدمی ایسا نہ ملے
جو اجرت رائج پر کام کر دے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہے تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قال الشامی
فان اجهد الحر نفسها بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارته قولان قنیه پس اگر عمل کے جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ

مریض ہوگیا پھر افطار کیا تو اسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القہستانی بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقالی نے یہی فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید سلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے بیہوش ہو کر افطار کرین تو انپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور ہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہین انکو یہ حق نہین ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین الصادقتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اس قدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہو ان عوارض مین جن مین روزہ نرکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودہ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباو سے روزہ توڑنا اور عطش شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے قال الحلبی یعنی جب کسیکو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا او عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور ضعیف ہو جانے کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ یعنی مسافر کو جو مقدار شرعی سفر کرتا ہو اگرچہ گناہ کا سفر ہو اسکو افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہو اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو جو سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی حاملہ کو یا دودہ پلانے والی کو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اسپر دودہ پلانا واجب ہی اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودہ پلانا دیانۃ ہر حالت مین واجب ہی اور تقیید ... یا بچہ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودہ نپیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہو کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا اور دودہ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو مع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت لا رضاع ابنہ قید کیا ہی اسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اس حالت کے جو بہی متعین ہو دودہ دینے پر یعنی بچہ دوسری کا دودہ نپیتا ہو یا بچہ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادتی مرض کا خوف رکھتا ہو یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر ... اور صحیح اسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمار داری کرتا ہی بیمارون کی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمارون کی خبرداری نکر سکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اسکو بھی افطار جائز ہی قال الشامی وصحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبہ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب حاذق مسلمان مستور الحال کے بعد حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب مین ہو اسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نکرے اسیوجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر اور مستور سے

[illegible]

پھر میں کہتا ہوں کہ فاسق شہر میں کہتا ہوں کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جس میں یہ شرطیں موجود نہ ہوں تو ظاہر کفارہ لازم ہوتا ہے جیسا کہ خطا سے
کرنے میں بدون علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبۂ ظن نہیں ہوا اور فدیہ لوگ اس سے غافل ہیں قال الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ
ابطال عبادۃ اور نہر میں تبعا للبحر کہا ہے کہ علاج میں کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہیں ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم
کفر فلا یتطبب بہ میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہے پھر انسے کہاں علاج کرایا جا سکتا ہے وفی البحر عن الظہیریۃ
للامۃ ان تمتنع عن امتثال امر المولی اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہے ظہیریہ سے
کہ باندی کو یہ پہنچتا ہے کہ مولی کے فرمان کو نہ مانے جب امر مذکور اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہے
مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہاں تک کہ روزہ
افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجیء یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو
مگر سفر جیسا کہ عنقریب آویگا یعنی جس روز سفر کرے اس روز کا اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کریں مسافر
و حامل وغیرہما جس قدر روزے افطار کریں بدون فدیہ کے اس میں اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزہ کے لیے
نصف صاع گیہوں کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کریں بدون شرط پیاپے ہونے کے
اسواسطے کہ قضاء صوم فوراً واجب نہیں اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب
کی ہے اسکے نماز وقتیہ کذا فی البحر بخلاف قضا نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سو جاوے
یا اسکو بھول جاوے تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد آئے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہیں ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز
فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہوں اسکو نفلیں مکروہ ہوں لیکن میں نے مصرح نہیں دیکھا کذا فی النہر میں
کہتا ہوں کہ قضاے فوائت میں ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہیں مگر مؤکدہ سنتیں مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی
قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ بتاخیرہ خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہیں کیونکہ قضا کا
وجوب علی الفور نہیں ہے برخلاف امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہیں قال الحلبی ویندب للمسافر الصوم
لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بمقتضاے آیۂ شریف وان تصوموا خیر لکم کے
یعنی تمھارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمھارے لیے اگر نقصان نہ کرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ
افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی
رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس اگر دشوار ہو روزہ دار پر یا اسکے رفیقوں پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق ہم جنس ہے شامل آحاد
واحد و جمع کو اور بعض نسخوں میں نفقتہ ہے یعنی جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہوں اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہا میں ہے اور جماعت
کی موافقت یعنی انکے نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا انکا ساتھ دینا شاق ہو قال الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم
الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاویں معذور اور انکو یہی عذر ہیں تو انپر وصیت فدیہ کی واجب نہیں ہے کیونکہ انکو نہیں ملی
فرصت شمار دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی میں منصوص ہے یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہ ہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے
اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب اسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرض زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہے بقدر شمار ان ایام کے جو اس کو ملے واما من افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولے لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اسکے ذمہ بطریق اولی ہوم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت اور زمانہ قضا کی شرط نہیں کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اسنے وقت کو بے عذر کھو دیا فدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ دیکو وجوبا میت کیطرف سے اسکا ولی جو اسکے مال مین تصرف کرتا ہو مانند فطرہ کی مقدار ہم یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہے جب وصیت کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہے سراج مین کہا ہے کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور الذی یتصرف سے اشارہ ہے کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادا قیمت کے جواز مین ہے یہان تک کہ تملیک یہان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہے کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیے دیے تو جائز ہے عدد شرط ہے نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہے یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای علی قضاء الصوم وفوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضا صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی بعد الخ متعلق فدی کے ہے اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہے فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداھا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوے پھر اسکو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع مین اشارہ ہے کہ طحاوی نے جو کہا ہے کہ یہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزون کا واجب ہے اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہے اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہے نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہے بوصیۃ من الثلث متعلق بفدی وھذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ ثلث مال سے اور یہ اس صورت مین ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیگا کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے حق کے سبب ہے پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہے جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہیں ہوتا یعنی زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصے کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہے قال الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ بہ جاز ان شاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے انشاء اللہ تعالے اور ثواب اسواسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م اختیار کی عبارت مین اسطرح دیکھی ہے وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ مین تصحیح کی ہے کہ انسان کو پہونچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب مین کچھ کمی نہوگی قال الشامی وان صام او صلے عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلے احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کیطرف سے اسکا ولی تو نہین جائز ہے واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسیکی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسیکی طرف سے لیکن کھلا دے اسکی طرف سے اسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین وقتل بالطعام او کسوۃ لا باعتاق اور اسیطرح جائز ہے اگر تبرع کیا اسکی طرف سے لیکن اسکے ولی نے کفارہ یمین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوا آزاد کرنے کے ہم اسیطرح ہے زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہے کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہے کیونکہ اسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہے اور عتاق کا بدل صوم ہے اسمین فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوہ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے شریک کرنا سہو ہے انتہی ما فی الشرنبلالیہ کذا فی العرفیہ اور علامہ مقدسی نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل الصید ہے نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی رد ہوتا ہے کہ صوم قتل الصید مین

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسواسطے کہ واجب اتمین یہ ہے کہ اسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جو حرم میں ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو
نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک دن کا روزہ اور کافی کا لفظ یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہے غیر کا جیسا کہ ذکر ہوا یعنی بدل قتل لپس فدیہ
دیکر اپنی طرف سے اپنی حیات میں اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفاروں میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اسکی طرف
اسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اتمین واجب عتق ہے اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہو لیکن کسوتا و طعاما میں فقط
میں جیسا ہمنے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ بیان سے افہام کے قدم لغزش کھا گئے ہیں قال الشامی وسبطہ لما فیہ من الزام الولاء
للمیت بلا رضاء کا یعنی عتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اسمین میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
صحیح کہا جاوے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا درصورت نہونے اسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا ہم اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ بریں اسکا نفع مختار
نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اسکی طرف سے خونبہا دیتا ہے اور ایسے ہی اسکے عصبات بعد اسکی موت کے اور یہان نہیں وارد ہوتا ہے جو ہدایہ میں ہے
ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدیا ور یہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہاں مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روزے کے بدلے بخلاف اسکے کہ کوئی
اپنے غلام کو آزاد کرے اور اسکا ثواب میت کے لیے کر دے اسواسطے کہ اعتاق معتق کیطرف سے اصالۃً ہوا اور ولا اسکی رہی صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع
کسوۃ و اطعام کے کہ نیابۃً ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلوٰۃ ولو وتراً کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا
اگرچہ وتر ہو جیسا قضائے فوائت میں مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روزے کے ہے صحیح مذہب ہم اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولاً روایت کیا ہے کہ ہر روز کی
پانچوں نماز ون کیلیے نصف صاع ہے پس منسوخ ہے جس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج کذا
الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ ہے جیسا تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہے کذا الفطرۃ
کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ ولو الجیۃ اور اعتکاف واجب میں
کھانا کھلایا جاوے میت کیطرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیہ ہم اگر میت نے وصیت کی ہو تو وہ ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جائز ہے
والحاصل ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوٰۃ یخرج عنہ القدر الواجب
والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اور حاصل ہے کہ جو عبادت بدنی ہے جیسا نماز تو وصی میت کیطرف سے کھانا دے اسکے مرنے کے بعد ہر واجب کے مثل فطرہ
اور جو عبادت مالیہ ہے جیسے زکوٰۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہے بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کراوے میت کیطرف سے ایک شخص کو
بھیجکر میت کے مال سے کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر یعنی شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہوا افطار جائز ہے اور فدیہ
دیوے وجوباً اگرچہ مہینے کے شروع میں دیوے ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانے والا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا
اول و آخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسراً والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیرون کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے
دے اگر تو انگر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھ سکے اور
میں مشغول ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف نادر
کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑ کر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہو اسلیے کہ اس میں خلاف نفس کی ترجیح ہے فلا التنافی
ہذا اذا کان الصوم اصلاً بنفسہ وخوطب باداۂ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پہ اسی صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہوا اور بندہ اسکی ادا کا مخاطب
ہو جیسے رمضان اور اسکی قضا او نذر مثلاً کسی نے صوم ابدی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

للکفارۃ یمینا او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ھنا بدل عن غیرہ یہان تک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز
نہین ہے کیونکہ صوم یہان غیر کا بدل ہے ہم یہ تفریع ہے اصلا نفی کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور فطار رمضان سے سبب
اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور اب روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بعض جائز ہے کہ ساٹھ مسکینون کو کھانا دیوے اور طعام کفارہ ...
بدل ہین للصیام بدل ہے الطعام کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان ... سے نقل کیا ہے کہ اسیطرح اگر ... حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے ...
نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھہ مسکینون پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہے روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہین کیونکہ
صوم بدل ہے قال الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم یجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین
ہم یہ تفریع ہے خوف طب یا دائم پر اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کیطرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اسکو اسقدر فرصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا کرے
ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہو تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے
خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم مین ہم بحر مین کہا ہے کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم
کا خلیفہ ہونا مشروط ہے صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قال الشامی وھل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ
مین کافی ہے یا نہین اسمین دو قول ہین مشہور یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے ہم جسمین لفظ اطعام وارد ہوا ہے اسمین اباحت اور تملیک دونون
جائز ہین بخلاف اسکے جسمین لفظ ایتا یا ادا کا ہے اسلیے کہ وہ صرف تملیک کیواسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر
فی الصلوۃ اور لازم ہے وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہے اسکو قصدا جیسا صلوۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء
پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہین ہے پھر افطار کیا اسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہین ہے
اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ھذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار
کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ بسبب ساعت گذرنے کے تو گویا اسنے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبی ولم یوضحاہ ای حکم
اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہے نفل اداء یا قضاء یعنی واجب ہے پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر
فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح روایت مین قضا واجب ہے الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما
بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق مین کہ ان مین تمام لازم نہین ہے اور نہ قضا اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا
پس مرتکب ہوا نہی کا ہم پس اسکی حفاظت واجب نہوگی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہین ویسا قضا بھی
واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہے اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب
معصیت کا نہین ہے بلکہ شروع صوم معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا
مالم یسجد بدلیل مسئلہ الیمین اور نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہے جبتک سجدہ نکرلے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہے کہ
اوقات منہیہ مین چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہے کہ نماز مین معصیت کا مباشر
شروع سے نہین ہے تا جبتک سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھے گا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع سے
معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی النہر ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وھی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنے والا نفل مین یعنی روزہ کو بغیر
عذر ایک روایت مین یہی روایت صحیح ہے ہم یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہر وغیرہ پس اسکو تنگی کے ساتھ پابند نہ کرنا چاہیے تھا قال الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون نیۃ القضاء

سلہ ... وصیت کرے جیسا سابق مذکور ہوا ۱۲

واختارها الكمال وتاج الشريعة وصدرها في الوقاية وشرحها اور دوسری روایت مین توڑنا حلال ہی بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسیکو کمال نے اختیار کیا ہی اور تاج الشریعۃ نے وقایہ مین اور اسکی شرح مین هم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہی اس عبارت مین حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ ادر شرح وقایہ مین نہیں والضيافة عذر للضيف والمضيف ان كان صاحبها لا يرضى بمجرد حضوره ويتأذى بترك الافطار فيفطر والا لا هو الصحيح من المذهب اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لیے اور دعوت کرنے والے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے مین نہ فرض میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار کرے یہی صحیح مذہب ہی کذا فی الظہیریہ اور ایک قول ہی کہ قبل از زوال عذر ہی بعد الزوال نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہی کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکھونگا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہی مین کہتا ہون قول ثانی پچھلی تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہین حاصل ہی تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہی غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا قبل از زوال کے ساتھ جیسا کہ آگے آتا ہی اس سبب سے اقوال کا جمع حاصل ہوگیا قال الشامی ولو حلف رجل على الصائم بطلاق امرأته ان لم يفطر ولو كان صائما قضاء ولا يحنثه على المعتمد بزازية اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کی طلاق کی در صورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق ندب کے اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم مین حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفي النهر عن الذخيرة وغيرها هذا اذا كان قبل الزوال اما بعده فلا الا لاحد ابويه الى العصر لا بعده اور نہر مین ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ افطار قبل از زوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے وفي الاشباه دعاه احد اخوانه لا يكره فطره لو صائما غير قضاء رمضان اور اشباہ مین ہی کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہی اگر روزہ ہو سواے قضاے رمضان کے هم اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہی کہ اسکو رمضان کا حکم ہی کذا فی الظہیریہ اور قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر الروایۃ ہی کہ صوم کفارہ اور نذر مین بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہی اور یہ روایت ہی ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک قضاے رمضان مین بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط مین ہی کہ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر مین افطار کرے تو ظاہر یہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہی اس صورت مین قضاے رمضان کا استثنا نچاہیے تھا قال الشامي عن الحموي ولا تصوم المرأة نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر به اور نفل روزہ نرکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہی هم یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہیں پہنچتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات مین روزہ سے اسکا کچھ ہرج نہین کذا فی السراج اور ظہیریہ مین منع کو مطلق رکھا ہی اور صاحب بحر نے اسکی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر مین کہا ہی کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولے ہی کیونکہ ایک دو روزہ دبلا ہونیکا باعث نہیں ہی بس نہ باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہی قال الشامي ولو فطرها وجب القضاء باذنه او بعد البينونة اور اگر افطار کرادیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہی مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے هم اس سے معلوم ہوا کہ اسکو افطار کرا دینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر مین خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا کھلوانا جائز ہی اور یہی حال نمازوں کا ہی کذا فی الشامي ولو صام العبد ومن في حكمه بلا اذن المولى لم يجز وان فطره قضى باذنه او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا انھین جو اسکے حکم مین ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہین جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے هم نہین جائز یعنی مکروہ ہی خانیہ مین کہا ہی مگر اس صورت مین کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہی لیکن محیط وغیرہ مین ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ مکروہ ہی اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہونچاوے کیونکہ اسکے منافع ملک مین مولی کے ہین بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہیں ہین صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر مین اسکی تقویت کی ہی اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہین کیا سو سراج مین ہی کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان

ان مسائل کے ذکر کی علت معلوم ہوگئی اور نفل کو بلا قید ذکر کیا تو شامل ہوا اسکو کہ اصل مین نفل ہو لیکن کسی عارض سے واجب ہوگیا ہو اور کہو اسطے بحر مین کہا کہ زوج منع کرسکتا ہی زوجہ کو ان شیاء سے کہ انکا ماجب کرنا بندہ کیطرف سے ہی جیسا تطوع اور نذر اور یمین نہ وہ جو خدا کیطرف سے انکا ایجاب ہی جیسا قضاے رمضان ۱۲

کرتا ہے تو نفل روزہ رکھنا اچھا ہے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام ونوی الصوم
فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کیوقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف
النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت مین ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا ے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جس مین
رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اس روزہ کی نیت کی جس مین رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان
لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت ادا
کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اس روزہ رمضان کا
جس دن مین سفر واقع ہوا ہے ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہے بحر مین کہا ہے کہ یہی
حکم ہے اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اس روزہ افطار حلال نہین لیکن اگر افطار کرلے تو کفارہ لازم نہین ف لکن
لا کفارۃ علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ و اخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وجود
شبہہ کے اسکے اول و آخر مین ہم یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہے اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین پس لف ونشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشئ
نسیہ فافطر فانہ یکفر مگر اس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت مین کفارہ ہے ہم اسواسطے کہ کھانے کیوقت
وہ مقیم ہے کہ گھر آنے کی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھالیا پھر سفر کیا یا کراہ سفر کرایا گیا تو کفارہ
نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطراً کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جیسے کہ نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ ابن شحنہ
نے کہا کہ اسمین خلاف ہے شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہے کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء
مستغرقاً للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھجانا نادر ہے ہم یعنی بغیر کھانے
پینے کے اسقدر مدت جیتا رہنا نادر ہے اور نادر واقعات مین حرج نہین ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلۃ فلا یقضیہ الا اذا
علم انہ لم ینوہ سواے اس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اسکی رات مین سو اسکو قضا کرے مگر جبکہ جانے کہ اسکی نیت نہین کی ہم قضا نکرے اسواسطے
کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولی اسپر حکم کر سکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین
کھانے کی عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون مین اگر تمام
ماہ نرہا ہو جسقدر ایام گذر رہے ہون انکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قال الشامی وان یستوعب جمیع ما یمکنہ انشاء
الصوم فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جن مین صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے
بالکل واسطے دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا
معتبر نہین ہے یعنی اگرچہ نیت اسمین ہو سکتی ہے لیکن انشاے صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو
کہ انہون نے استیعاب کو مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور پہلے
کتاب الصوم مین اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون مین مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ ہے
کہ جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونون مین فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ

ہوا حالت جنون مین تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پھر مجنون ہو گیا اور یہی مختار ہی بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرنبلالیہ مین برہان سے اُسنے مبسوط سے نقل کیا ہی کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہی اصح روایت مین یعنی اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرنے والا شامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقا علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام منہیہ کے یا اُس برس کے تو نذر صحیح ہی مطلقاً مذہب مختار پر جو بیان سے شروع ہوا ان صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کر لے اور سابق مین اُن روزوں کا مذکور تھا جو خدا تعالی کیطرف سے لازم ہوے ملتقی کی شرح مین کہا ہی کہ نذر عمل زبان کا ہی اور اسکی صحت کی شرط یہ ہی کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نہ اسیر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہو چکے ہین نہ آئندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہی کہ اُسکی جنس کا کوئی واجب لعینہ مقصود موجود ہوا اور اسمین قضاے قاضی کو دخل نہین ہی اور مطلقاً کے یہ معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریح ہوا ہو جیسا بحر مین ہی اور جو زبان سے بولا ہی وہ مقصود ہوا ہو یعنی اگر چہ کہ کچھ کا کچھ کہدیا تب بھی نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہی کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اُسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اُسپر ایک مہینے کے روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسیطرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اُسکے منھ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر مین ہزل بمنزلہ جد کے ہی مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسفؒ نے امام صاحبؒ سے روایت کی ہی کہ یہ نذر نہین صحیح ہی اور یہی قول زفر کا ہی اور حسن نے امام صاحبؒ سے روایت کی ہی کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہی تو صحیح ہی کذا فی الشامی وفرقوا بین النذر والشروع فیہا بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ فصح اور نذر کرنے اور اسمین شروع کرنے مین فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہی کہ شروع کرنا گناہ ہی اور نذر نفس عبادت ہی پس نذر درست ہوگی یعنی لازم ہوگی ولکنہ فطر الایام المنہیۃ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطا للواجب لیکن نادر ایام منہیہ مین افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر اُنکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر انھین دنون مین روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہ فعل حرام ہی وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئا وانما یلزمہ باقی السنۃ علی ما ہو الصواب اور یہ اُسوقت ہی کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھوین ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اُسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے لازم ہونگے اور یہی صواب ہی ہم نذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہی کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہی اور بقیہ ایام سال کے روزونکا لازم ہونا صواب اسواسطے ہی کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہی محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ سے کا اشارہ دلالت کرتا ہی کہ وہی مدت معینہ مراد ہی جسمین وہ شخص ہی پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوی اُسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہی کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط التتابع فیفطرہا اور یہی حکم ہی یعنی جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنۃ کو نکرہ کہا یا پے در پے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو اور اگر انھین ایام مین روزہ رکھ لے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہان ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوے بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہی اگر ایک دنکا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اسمین قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہین ہی اور اُن مین تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہی اسیواسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اُسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین یوما لا یجزیہ صوم الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نکیا ہو تو ۳۵ کی روز قضا کرے اور اس صورت مین صرف پانچ روز کے روزے نہین کافی ہین پانچ یوم کے

قذا کے واسطے پھر وہ کل گذشتہ کا

ایام منہیہ کے اور بعد عید رمضان کے اور پچھلے روزون سے متصل رکھنے چاہیین اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغة النذر تحتمل الیمین فلذا کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتین ہوئین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ھذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا عملا پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونے کی تو ان تینون صورتون مین نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنے کے موافق صیغہ کے ہم یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا مین بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ھذہ الصورة یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارة یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور یہ کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا ہم یعنی قول نذر کا علی صوم دلالت کرتا ہے التزام پر اور یہ صریح ہے نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور ملزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہے قالہ الشامی وان نواھما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارة للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونون کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونون صورتون مین نذر اور قسم ہوگی یہان تک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہے کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنے کے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی صورت مین نذر رہیگی اور دوسری مین قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہے اور قسم مین مجازی اول تو نذر حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر وقسم کا ہونا بظاہر جمع ہوجانا حقیقت ومجاز کا ہے ایک لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گیے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہے کیونکہ دونون وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہے اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس معنے دونون مین جمع کردیا تاکہ دونون دلیلون پر عمل ہوجاتی کتب اصول مین دیکھو قالہ الشامی الطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور انکا پیہم رکھنا مکروہ نہین ہے مذہب مختار پر برخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسة بعدہ فلو افطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہے بلکہ مستحب ومسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی مین وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روز شوال کے اسکے ساتھ ملائے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شھر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنھیة استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شھر من ایام نھی بخلاف المعین اور اگر نذر کی کہ ایک غیر معین مہینے کے روزے پے در پے رکھونگا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سر سے روزہ رکھے کیونکہ اُسنے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین ایام نہی واقع نہوتین کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزون کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہے اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اُس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا لا یستقبل فی نذر شھر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے تمامہا غیر وقت مین واقع نہون ہم کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو نہین ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارھوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہون گے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی والنذر من اعتکاف او حج او صلوة او صیام او غیرھا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرھم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج

یا نماز یا روزہ یا سوا انکے اگرچہ معین ہو یعنی تعینات آئندہ ہیں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ خیرات کی نذر درم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعة بمکة بهذا الدرهم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن یا ہین یہ درہم فلانے شخص کو پھر اسکے خلاف کیا تو جائز ہے یعنی بعض میں مخالفت کی یا کل میں اسطرح کہ کسی اور روز میں سوا جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز داخل ہوتی ہے جو عبادت ہے اور وہ اصل تصدق ہے نہ تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی العناية اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر آج ہی روزہ رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی اسمین نہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درہم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر میں دیا تنبیہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی معین درہم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درہم جاتا رہا تو نذر ساقط ہوجاتی ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ دینار و درہم کی خصوصیت لغو ہے عام نہیں بلکہ یہ صورت اسمین سے مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اسکے ذمہ پر رہتا اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو کچھ کھلاؤنگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو ضرور ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شی منذور کو معین نہیں کیا تو تعیین فقیر کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قال الشامی وكذا لو عجل قبله فلو عين شهرا للاعتكاف او للصوم فعجله قبله عنه صح اور اسیطرح جائز ہے اگر وقت سے پہلے ادا کیا یعنی اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اس سے پہلے اسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہے بخلاف قول محمد و زفر کے اتنا فرق ہے کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور زفر اس صورت میں کہ زمان عجل میں فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے رجب کے روزوں کی نذر کی پھر اس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہونا چاہیے یہی اہم ہے جیسا سراج میں ہے اور اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وكذا لو نذر ان يحج سنة كذا فحج سنة قبلها صح او صلوة يوم كذا فصلاها قبله لانه تعجيل بعد وجود السبب وهو النذر فيلغو التعيين شرنبلالية فليحفظ اور اسیطرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کرے گا پھر اس سن سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز پھر نماز پڑھ لی اس دن سے پہلے کیونکہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا نذر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاوے کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو ہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہوگئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانه لا يجوز تعجيله قبل وجود الشرط كما سيجيء في الايمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اسمین تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں آویگا کہ کسی کام پر ایسی تعلیق کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آ جاوے تو روزہ رکھوں یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ اسقدر لازم ہے اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کے پورے کرنے میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معلق میں تعجیل اسلیے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہو وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہے لیکن تاخیر صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس کے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمین مکان اور درم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد سبب کا موخر ہوگیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہے اسواسطے کہ تعلیق انمین اثر نہیں کرتی قالہ الشامی ولو قال مريض لله علی ان اصوم شهرا فمات قبل ان يصح لا شیء عليه اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر مر گیا اچھا ہونے سے پہلے تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے وان صح ولو يوما ولم يصمه لزمه الوصية بجميعه علی الصحيح اور اگر تندرست ہوگیا اگرچہ ایک ہی روز ہو اور اس روز روزہ نرکھا تو اسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب پر اور یہ شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر قوت ہوئی اسی قدر کی وصیت لازم ہے

جیسے قضا ... قال الشامی کما یصح اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشهر لزمه الوصیة بالجمیع بالاجماع کما فی الخانیة بخلاف
... اتنی مدت تندرست رہے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس اثنا میں روزہ نہیں رکھا تو اسکو وصیت جمیع
مہینے کی لازم ہے بالاجماع جیسے خانیہ میں ہے بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اسقدر مدت کا ہے یعنی جسقدر روزے رمضان فوت ہوجاوے
اسی قدر مدت تندرستی کی اسکو نہ پائی اور روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت کرنی اسی مقدار کی کہ فوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ انھون نے کہا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی **فرع** مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا صوم علیہ لان
صام حلف کما سیجیٔ فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان میں آویگا مگر اس
جہت سے کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا نفی کا حذف ہونا ضرور ہوا یعنی گویا اسنے واللہ لا
اصوم کہا قال الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق میں تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی میں صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق کرتے ہیں
پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہے قسم کے باب میں قال الشامی نذر صوم رجب فدخل وهو مریض افطر وقضی کو مضان نذر کی رجب کے روزون کی پھر
رجب آگیا اور یہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغاله بالمعیشة افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت میں مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے ولو یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضها قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جس دن فلانا شخص آویگا
سو آیا وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنے کے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد کے م فتح القدیر اور بحر میں کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد
کہتے ہیں کہ اسپر کچھ لازم نہیں اور سواے محمد کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال اسیر
شارح فرع ثانی میں بھی یہ چلا ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار
نذر اسکی رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں ہوتا قال الحلبی ولو عنی به الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیة
فنواه عنه برّ بالنیة ووقع عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس
اداے نذر کی نیت کر لی تو نیت کی جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا م اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے اتباع سے اور
اصل مسئلہ فتح وغیرہ میں اسطرح مذکور ہے اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اس روز کا لازم ہے جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالے کے شکر کے لیے اور اس
قول سے یمین کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن میں آیا تو اسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نہ پائی گئی یعنی
روزہ بہ نیت شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ
روزہ رمضان کے واسطے بھی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہے قال الشامی ولو نذر شهرا لزمه کاملا
اور اگر نذر کی ایک مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے م اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر
کی تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح او الشهر فبقیه یا نذر کی اس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا م اسواسطے کہ اسکو معرف باللام
ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بھی محتمل ہے فتح عن التجنیس
او جمعة فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم
یوم السبت ثمانیة ایام صیام سبتین ولو قال سبعة فسبعة اسبت والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل على العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے شنبہ کا روزہ سات روز میں دوبار نہیں آتا اسلیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ہم یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ مکرر ہو سکتا ہے تو عدد مذکور میں جو مکرر ہو سکتا ہے وہی مراد ہو گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہے اور وہ دو ہیں کذا فی المنح اور مخفی نہیں ہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام اور جان کہ نذر جو عوام کیطرف سے مُردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہے ہم اکا بطلان کئی وجہ سے ہے منجملہ اُنکے ایک یہ ہو کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خداے تعالی کے اور اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کردے تو میں اُن فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو در دولت پر فلانے سید یا امام کے ہیں یا اُنکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا اُنکی مسجد کے خدمتگاروں کو اتنا روپیہ دوں یا اور سوا اسکے جس میں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خداے تعالی کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ رباط میں یا مسجد میں جو لوگ مستحق مقیم ہیں وہ مصرف نذر کا ہیں پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہیں ہے جب تک کہ محتاج نہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اُس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اُسکے عیال فقرا عاجز ہوں تو اسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہے اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنے والے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نکرے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ھذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد کریں اُنکے صرف کا فقرا کے لیے اور اس میں لوگ مبتلی ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے ہم یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہے کہ صیغہ نذر کا خداے تعالی کے لیے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہے کہ اُس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی جاننا ہے کہ نذر اس قسم کی ہے جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اُسکے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا مناروں میں جیسے عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور مشرقی مناروں میں اُسکو روشن کرتی ہیں تو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں میں کہ اُسمیں راگ اور لعب بھی ہوتا ہے اور اُسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبیدی لاعتقتھم واسقطت ولائی وذلک لانھم لا یھتدون فالکل بھم یتعیرون اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں اُنکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہیں ہوتے پس سب لوگوں کو اُنسے عار ہے ہم ولا کے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ اُنسے مواخذہ بالکل نکرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لما التاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکد فی العشر الاخیر

الاعتکاف

وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب موکد عشرہ اخیر مین ہم یعنی
اعتکاف واجب مین صوم شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اوپر
ختم ہی تو مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قالہ الشامی هو لغة اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المكث ذكر ولو مميزا
فی مسجد جماعة لغت مین اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام مین ہوا اور اپنے نفس کو حبس کرنا ہی اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع
مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو مسجد جماعت مین ہم بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت
سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین
مکروہ ہی جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وهو ما له امام ومؤذن اديت فيه الخمس او لا مسجد جماعت وہ ہی کہ اسکے لیے امام اور موذن ہون خواہ نماز پنجگانہ
لوگ اسمین پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فيه وصححه بعضهم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف
مین شرط ہی اور بعض فقہانے اسکی تصحیح کی ہی ہم بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہی وقالا يصح فی كل مسجد وصححه السروجی اور صاحبین نے
کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور اسکی تصحیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فيصح فيه مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد مین
تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل
ہی تاکہ اسکو نکلنے کی حاجت نہو پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی او لبث امرأة فی مسجد بيتها یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین ہم
مسجد البیت سے مراد وہ جگہ عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو
بھی تخصیص کسی موضع کی گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قالہ الشامی ويكره فی المسجد اور اعتکاف
عورت کو مسجد مین مکروہ ہی ہم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا يصح فی غير موضع صلاتها
من بيتها كما اذا لم يكن فيه مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوا موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو ہم اور
وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اس کام کیواسطے مقرر کرنے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وهل يصح من الخنثى فی بيته لم اره والظاهر لا
لاحتمال ذکورته اعتکاف خنثے کا صحیح ہی اسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثے مین
احتمال مذکور ہونے کا ہی ہم نفی خنثی باعتبار مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس
بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو قالہ الحلبی بنية فاللبث هو الركن والكون فی المسجد والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة
وحيض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس
سے یہ دونون شرطین ہین ہم بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت
کا حیض و نفاس سے اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو
جیسے طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت
حیض و نفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اس روایت کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے
کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قالہ الشامی وهو ثلاثة اقسام واجب بالنذر بلسانه وبالشروع وبالتعليق ذكره ابن الكمال اور اعتکاف مین

قسم ہو ایک واجب ہو بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بسبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہو اسکو ابن کمال نے نام زبان کی قید اسلیے لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فی النہر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہو یعنی جسمین نفل اعتکاف میں روزہ شرط ہو اور مذہب صحیح یہ ہو کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہو نہ تمام دن بنا اسکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور یا تعلیق عطف ہو بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ نذر اور چیز ہو اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا او معلقا یعنی واجب ہوتا ہو نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہو قالہ الطحطاوی وسنة موکدة فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم موکدہ ہو رمضان کے اخیر عشرہ مین ای سنة کفایة کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہو کہ بعض کے کرنے سے اورون کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہو ہم اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا پڑھنا ہو کہ اگر بعض لوگ انکو پڑھین کہ باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار ہونگے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہو کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابة کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اسپر انکار نہین کیا اور نہین تو کلام یہ جواب ہو اسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہو ہدایہ کا قول یہ ہو کہ صحیح یہ ہو کہ اعتکاف سنت موکدہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان مین مواظبت کی ہو اور مواظبت دلیل ہو سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہو کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہو وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موکدہ اسکا جواب یہ ہو کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنة ہو بمعنی غیر الموکدة تیسری قسم اعتکاف مستحب ہو جو اسکے سوا اور زمانون مین ہو اور مستحب بمعنی سنت غیر موکدہ کے ہو وشرط الصوم لصحة الاول اتفاقا فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہو روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کہ ہم علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہو اور یہی روایت ہو اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہو کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہو اور یہ مبنی ہو اختلاف پر اس بات مین کہ نفل مین تقیید وتقدیر یوم کی ہو یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید وتقدیر نہین ہو اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس روایت مین یوم کی قید ہو یعنی حسن کی روایت مین تو اسمین صوم شرط ہو جیسا بدائع وغیرہ مین ہو مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہو کہ اعتکاف مسنون مین بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہو یہان تک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسط فلو نذر اعتکاف لیلة لم یصح وان نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہو اگرچہ اسکے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہو لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہو اور فرق مخفی نہین اہم فرق یہ ہو کہ پہلی صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہو اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلة بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دومرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلة کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید مین استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہو کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسطرح بولنا اطلاق وتقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہو قالہ الشامی بخلاف مالو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح

وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعاً بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا
نہین ہی کیونکہ رات بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصداً اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی
لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً رکھنا اعتکاف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد
بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان
عن صوم الاعتکاف پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا
لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہانے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ
رکھا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہ بھی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف
پورا نہوا جو اعتکاف واجب کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر
اُس رمضان کا اعتکاف نکیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی بہم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور
وہ فوت ہو گیا تو اُسکی قضا بھی پیا پی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نکیا کذا فی البدائع لعود شرطہ
الی الکمال الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کی ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولا لازم ہوا تھا لیکن
بسبب شرف رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نکیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت کی قید نہو تو اُسکی
شرط نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی
فلم یجز فی رمضان اخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا
اعتکاف دوسرے رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان
کا اور تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل
علی المسامحۃ وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایکساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے
واسطے مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز
نفل بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ
المنجمون کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسوان حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح
ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب
پس اگر شروع کیا نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی
بعض المعتبرات انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہوتا ہی سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی
اقل مدت ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے
نکلنا اُس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل
کرنے والا جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایکساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

جب

قال الله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم يعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملون کو الخ وجہ کالحاجة الانسان طبيعية کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد کذا في النہر حرام ہی معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و براز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر ہم پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضایقہ نہین اور اگر مستعمل پانے سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہی کذا فی البدائع او شرعية كعيد واذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد والجمعة وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے ہم اذان کے لیے موذن کی قید قول ضعیف ہی اور صحیح یہ کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہی اور بحر مین کہا ہی کہ چڑھنا اُس جگہ پر جہان اذان دیجاتی ہی مفسد نہین ہی اگر دروازہ اُسکا مسجد مین ہی اور جو مسجد سے باہر ہو تب بھی یہی حکم ہی ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہراً معلوم ہوتا ہی کہ اذان بھی شرط نہین ہی کیونکہ اُسنے کہا ہی کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہی اسواسطے کہ جو چیز مسجد مین ممنوع وہ منارہ مین بھی ممنوع ہی مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج ہو اُسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہو لیکن مسجد سے نکل کر جب دروازہ منارہ تک جاوے گا وہ نکلنا بے عذر ہی اور اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور رحمانی وباب المنارة الخ حال ہی موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہی قال الشامی ومن بعد منزله اى معتكفه خرج في وقت يدركها مع سنتها يحكم في ذلك رأيه اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اُسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اُسکی سنتون کے پاوے اسباب مین اپنی رائے کو حکم کرے ہم یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع مین ہی مگر اُسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کی ہوتی ہین قال الشامی ويصلي بعدها اربعا او ستا على الخلاف اور سنتین پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھہ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھہ کذا فی البدائع ولو مكث اكثر لا يفسد لانه محل له وكره تنزيها لمخالفة ما التزمه بلا ضرورة اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہو گا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہی لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ جو التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت ہم اور اسمین اشارہ ہی کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونون مین فرق ہی کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہی اور بدائع مین مذکور ہی کہ جو حضرت رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہی یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب مین پس ابو یوسفؒ نے کہا ہی کہ محمول ہی اعتکاف نفل پر اور ممکن ہی کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ مین مریض کی عیادت کرے اور جنازہ کی نماز پڑھ لے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہی انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کیواسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت مین مضر ہی کہ مسجد مین نہو اور عیادت کیواسطے نہو قال الشامی فلو خرج ولو ناسيا ساعة زمانية لا رملية كما مر بلا عذر فسد فيقضيه پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جز و زمانہ کا نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اُسکی قضا کرے ہم یعنی اگر اعتکاف واجب بالنذر ہوا اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہی مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو مع صوم کے اتنی بات ہی کہ اگر مہینا معین ہی تو قضا بقدر فساد کے ہو گی اور نہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا پیاپے اور فرق نہین ہی اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کیوجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض و نفاس و جنون و بہت سی بیہوشی اور اُسکا حکم یہ ہی کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا

ہی تو اُسیقدر قضا کرے فقط اور ہتینا فات واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پہم پس اگر قادر ہوا اور قضا نکی یہانتک کہ مرگیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لیے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہو اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست
نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہوگیا تو وہ اُسی خلاف پر ہو جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اُسپر
کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصاً (الا اذا افسده بالردة) مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہو اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا
خواہ خدا تعالی کے ایجاب سے ہوا یا بندہ کے اوپر نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہو قالہ الشامی (واعتبر اکثر النهار قالوا وهو الاستحسان) اور
خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہو علمانے کہا ہو کہ یہی استحسان ہو ہم اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہو کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو
لفظ قالوا سے بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہو اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہو قالہ الشامی (وبحث فيه الكمال) اور اسمین کمال نے
بحث کی ہو جسکا حاصل یہ ہو کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہو اور بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہو پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین (وان خرج بعذر
يغلب وقوعه وهو ما مر لا غير لا يفسد واما ما لا يغلب كانجاء غريق وانهدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لكان النسيان اولى بعدم الفساد
كما حققه الكمال) اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہو اور وہ سابقاً مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں
ہو جیسا ڈوبتے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہو نہ بطلان کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولے فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہو (خلافا لما
فصله الزيلعي وغيره) برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہو ہم زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہو نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو
اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادا شہادت کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق
ہوگئے کہ اس صورت مین صلوۃ خمسہ کی جماعت نملے گی یا ظالم نے بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن في النهر وغيره جعل عدم الفساد لانهدام
وبطلان جماعة واخراج كرها استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہو کہ اگر مسجد گر جاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین
ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہو کہ امام اعظمؒ کا مذہب یہ ہو کہ اعتکاف خروج سے فاسد ہوجاتا ہو مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم
فساد کو مستحسن جانا ہو اور شامی نے اسجگہ بسط کیا ہو (وفي التاتارخانية عن الحجة ولو شرط وقت النذر ان يخرج بعيادة مريض وصلوة جنازة وحضور
مجلس علم جاز ذلك فليحفظ) اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہو کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے
تو جائز ہو یہ یاد رہے ہم لفظ شرط سے ایما ہو کہ صرف نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ ہو کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنے ہین اگرچہ شرط نکی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنی نہین
ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی (وخص المعتكف باكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه لنفسه او عياله) اور مخصوص ہو معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے
کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین ہم بالکل یہ مقصود علیہ پر یعنی معتکف مقصود ہو کھانے وغیرہ پر مسجد مین اسکو چیزین حلال
نہین جو مسجد کے معنی نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی (فلو عقد
لتجارة كره) پس اگر عقد تجارت کے لیے ہو تو مکروہ ہو ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کا مسجد مین حاضر نکیا جاوے اور اسکو قاضی خانؒ نے اختیار کیا ہو اور زیلعی نے ترجیح دی ہو کہ
وہ خدا تعالے کیطرف متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہو اسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نچاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی (كبيع ونكاح ورجعة فلو خرج لاجلها فسد
لعدم الضرورة) مانند بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہو کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین جس سے رجعت کو بھی شامل ہو
کذا فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہتھی ہم ظہیریہ مین ہو کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے الخ اور یہ محمول ہونا چاہیے
اس صورت پر کہ اُسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر (ذكره الى تحتها) لانها محل

الا فهو يجوز احضار مبيع فيه اور مکروہ ہی حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی پر محمول ہی فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی
جسجگہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہی کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہی مسجد مین بیع و شرا غیر معتکف کے
لیے مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے بیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اسباب مین وارد ہی اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی بیع و شرا سے مسجد مین اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھکر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز
کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونومہ الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہی غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر
اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبے لیکن ابن کمال نے کہا ہی کہ نہین
مکروہ ہی کھانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبی مین ہی ہم ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہی کہ غیر معتکف کو جائز ہی سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا کہ
لگا کر پانون جانب قبلہ کے ہون یا کسی اور طرف پس معتکف کو بالاولے جائز ہوا انتہی اور معراج مین بھی اسکو نقل کیا ہی اور اس سے مطلقاً کی تغییر واضح ہو جاتی ہی
مطلقاً ہی نے کہا کہ یہ قول کہ پانون قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہی کیونکہ علما نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہی اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہی اور ظاہر یہ ہی
کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہی جبکہ مسجد کو نہ روکے اور نہ آلودہ کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہی لیکن وقایہ مین کہا ہی کہ معتکف کھاوے پیوے
سووے بیع و شرا کرے مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اسکی شرح مین کہا ہی کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیاے مذکورہ مین سے مسجد مین اور یہی کہا ہی قہستانی نے
پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہی قال الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہی اعتکاف مین چپ رہنا
اگر اسکو عبادت جانتا ہی ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہی جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابوحنیفہ نے ابوہریرہ سے مسنداً روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرأ
تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہی برے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل
کرے اور چپ ہو تو سلامت رہے ہم نے واجب کہا یعنی فرض نہین کہا تا کہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہی جیسے غیبت مثلاً اور کبھی ہوتی ہی جیسے برے
شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی بکری کیواسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہی اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی وتکلم الا بخیر وھو ما لا اثم فیہ
اور مکروہ ہی اعتکاف مین بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہی کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وھو محمل ما فی الفتح انہ
مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اسمین داخل ہی کلام مباح جب اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت
عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی مین کلام کرنا جسوقت اسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اسمین ثواب ہی کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محمل ہی
فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہی حسنات کو اسطرح کھاتا ہی جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہی ہم مسجد مین کلام مکروہ اسوقت
ہی کہ کلام کے لیے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہی ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہی کہ مسجد مین بات کرنے کا کچھ مضایقہ نہین
ہی اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لیے کرے تو مکروہ ہی اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی قال الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم
وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزین ہین جیسے قرآن
پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا دینی باتون
کا وبطل بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہی اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان
وطیہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا بھولکر

اصح ہے یعنی اسواسطے کہ بحالت اعتکاف کی یاد دلانیوالی ہے اور درکا ابتلاء سے یہ تعمیم کی ہے اسمین اشارہ ہے کہ عنایہ وغیرہ مین جو مذکور ہے وہ مردود ہے یعنی معتکف تو
مسجد مین رہتا ہے اسکو وطی کہان میسر ہے پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہے کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہے اور شرح
ارشاد مین ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اسپر یہ آیت نازل
ہوئی ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد یعنی انسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہے
کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہے اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہے یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد
مین اور اسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاوے گا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بھول کر وطی سے اعتکاف
نہین جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہے کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہے کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہے
یعنی مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی و بطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيذ اور باطل ہوتا ہے اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ
لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہوگئے ولم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل
ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا يبطل بانزال بفكر او نظر ولا بسكر ليلا
اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نشے سے رات کو ولا باكل ناسيا لبقاء الصوم بخلاف اكله عمدا او ردته
اور نہین باطل ہوتا اعتکاف کھانے سے بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہے بخلاف اسکے کہ عمداً کھالے یا مرتد ہو جاوے کہ اسسے باطل ہوتا ہے قاعدہ یہ ہے کہ جو ممنوعات
اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اُن مین سہوا اور عمدا اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے
اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو انمین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہے جیسے کھانا پینا کذا
فی البدائع وكذا اغماء وجنون ان دام اياما فان دام جنونه سنة قضاه استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین
اور ایام سے مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا اور قیاس یہ ہے کہ قضا نکرے جیسا
صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہے کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہے تو
اکثر جاتا ہے چونکہ رمضان ہر سال آتا ہے تو روزون کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمه الليالي
ايضا بنذر الاعتكاف ايام ولاء ولو لم يشترط التتابع اور لازم ہونگی اسکو پیہم راتین یعنی اُن مین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے
اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پے در پے ہونی کی شرط نکی ہو ولا احال ہے لیالی سے اور اصل یہ ہے کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپی
لازم ہون گے اگر متفرق اعتکاف کرے گا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا
ہو پے در پے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور پیہم کا ذکر کرے اور نہ نیت کرے تو اسکو اختیار ہے کہ متفرق
رکھ لے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہے اسکی بنا اتصال پر ہے وبعكسه لان ذكر احد العددين بلفظ الجمع وكذا التثنية
يتناول الاخر جیسا اسکے برعکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہون گے اسواسطے کہ ذکر ایک کا
دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہے دوسرے کو بھی یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے
ہین کہ ہم وہان تین روز رہے یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث ليال سويا اور ثلثة ايام
الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہے پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونو ہین اور جمع عام ہے

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون کے طرفین کے نزدیک لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اُسمین داخل نہین قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النھار خاصة صحت نیتہ لنیة الحقیقة پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اُسکی نیت صحیح ہو کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی کیونکہ عرب نے یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کیواسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کیطرف معروف ہوتا ہو اسی جہت سے یہان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اُسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بھا ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاھما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہین ہو بلکہ لازم ہون گے رات اور دن دونون ہم کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہو کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ لفظ یا مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک ان مین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان چہ دونون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنیٰ اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہو تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو نذر اعتکاف شھر ونوی النھر خاصة او نوی عکسہ ای اللیالی خاصة فانہ لا تصح نیتہ لان الشھر اسم لمقدر یشمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اُسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شھر یعنی مہینا نام ہو ایک مقدار معین کا جو شامل ہو ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہو م یہ جب ہو کہ بلفظ شھر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنھر مگر اس صورت مین کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاوے گا اعتکاف دنون ہی کا م نہر النھر جمع ہو نہار کا ولو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ لما مر اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہو اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہیو حاصل یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہ گئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہو کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہو قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعة للایام الا لیلة عرفة ولیالی النحر فتبع للنھر الماضیة رفقا بالناس کما فی اضحیة الولوالجیة ھذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہو اسکو یاد کر لو م یعنی ہر شب تابع ہو اگلی روز کی جو اُسکے بعد ہو چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہو اور یہ بھی تصریح کی ہو کہ جب ایاما بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ مسو اس تقدیر پر لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہو یوم الترویہ کے اور نحر کی رات تابع ہو عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہو ولیلة القدر دائرة فی رمضان اتفاقا الا انھا تتقدم وتتاخر خلافا لھما اور شب قدر رمضان مین دائر ہو بالاتفاق

مسئلہ راتون کا جائز نہین بخلاف شافعی کے اور لیالی بیوی ۱۲

مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم موخر ہوتی رہتی ہی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہی مقدم موخر نہین ہوتی و ثمرته فيمن قال بعد ليلة منه انت حر او انت طالق ليلة القدر فعنده لا يقع حتى يبلغ شهر رمضان الا في المجيء لكونها في الاولى وفي الآتي في الاخيرة وقالا يقع اذا مضى مثل تلك الليلة في الآتي ولا خلاف انه لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضيه[1] اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہی یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہی شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق و طلاق واقع نہون گے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نگذر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہی کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہی جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق و طلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہی تو بالاتفاق اُسی رمضان کے گذرنے پر عتق و طلاق واقع ہون گے قال في المحيط والفتوى على قول الامام لكن قيده بكون الحالف فقيها يعرف الاختلاف والا فهي ليلة السابع والعشرين والله اعلم محیط مین کہا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہی اس بات سے کہ جسنے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہی وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہی تو شب قدر ستائیسوین ہی کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہی کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہی اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہی کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہی آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی یہ ایک قول ہی امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہی کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہی کہ تمام سال مین دائر ہی کبھی رمضان مین ہوتی ہی کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا مؤید ہی وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہی کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہی سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہی اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہی کہ وہ سال بھر مین دائر ہی مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین +

[1] یعنی حدیث احادیث مین ستائیسوین شب لیلۃ القدر کی مذکور [illegible]

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہی اُسکی طلب مستحب ہی اور وہ برس مین افضل شب ہی قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہی عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہی بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہی یہ دولت نصیب کرتا ہی اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللهم انا نسألك الاخلاص في القول والعمل وحسن الختام عند انتهاء الاجل والله اعلم قاله الشامي والحمد لله اولا وآخرا والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين

یہان تک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا والحمد

کتاب الحج

کتاب الحج

اس کتاب مین احکام حج کا بیان ہی حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہی عبادات کا اور مرکب ہی عبادات مالی و بدنی
سے ہو بفتح الحاء وکسرھا لغۃ القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح وکسر اول لغت عرب مین عظیم الشان چیز کیطرف قصد
کرنے کو کہتے ہین مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعضے علمانے گمان کیا ہی مگر یہ تحقیق ہی صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہی کہ حج عبارت
ہی مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے ادا ے عبادت کے وشرعا زیادۃ ای طواف ووقوف فی مکان مخصوص ای
الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی اخر العمر وفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان
یکون محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجی لم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع مین حج عبارت ہی زیارت سے
مکان خاص مین زمانہ مخصوص مین مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہی اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہی یعنی بیت اللہ کے گرد
گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات مین ٹھہرنا عرفے کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور وقوف
سے پہلے فالحاصل یہ ہی کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ مین ادا کرنا اسکا نام حج ہی چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے آویگی
مصنف نے حج کی تعریف مین یون نہ کہا کہ حج عبارت ہی زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص مین واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تا کہ حج نفل کو
بھی تعریف شامل رہی اور اگر ادا ے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہین نہ نفل کو اور ارکان دین پانچ ہین کلمہ شہادت اور
نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج سفر فرض ہوا ہجرت کے
نوین سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا حج مین دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاے حیات کا علم تھا تا کہ
تبلیغ رسالت کامل ہوجاوے مگر نوین سال یہ آیت نازل ہوتی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کیواسطے لوگون پر لازم ہی
حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے
ایام حج کے اوتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرین گے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبر اور علی مرتضی کو بھیجکر
کافرون کو بیت اللہ مین آنے سے منع کردیا تب دسوین سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہی کہ تقدیم افضل ہی بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی
حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وھو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر مین ایک بار حج فرض ہی اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہی اور وہ ایک
ہی لہذا مسبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہی مگر عبد اللہ بن عباس سے مروی ہی کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ
کیا حج کرنا ہر سال فرض ہی یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہی اخرجہ ابو داود چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ
اور اجماع امت سے ثابت ہی لہذا اسکا منکر کافر ہی اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہی وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجی
یجب علیہ احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہوجاتا ہی چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام کے
گذر جاوے تو اسپر حج یا عمرہ واجب ہوجاتا ہی چنانچہ ذکر اسکا آوے گا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کرے گا تو وہ حج واجب کہلاوے گا وقد یتصف بالحرمۃ
کالحج بمال حرام اور گاہی حج حرام کہلاتا ہی چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لیتے کے مال سے حج کرنا اسطرح کا حج کرنا حرام ہی جسکو حج کا
شوق ہو اسکو اول مال حلال پیدا کرنا لازم ہی طبرانی نے معجم اوسط مین ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہی مال حلال
لیکر اور رکاب مین پانون رکھکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہی لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہی اور حج تیرا مقبول ہی اور جیسے

سلہ یعنی احرام ... [illegible] اور ... کو علاوہ ہین

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہی اور رکاب مین پانون ڈالکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہی اور تیرا حج مقبول
نہین ہی کذا فی الترغیب والترہیب بن حجر و یا لکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہی حج مکروہ کہلاتا ہی چنانچہ حج کرنا بلا اجازت
اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہی چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اُس شخص پر فرض ہی تو شارح کے
بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہی اور واجب اور نفل اور احرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ا حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہی کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتے یلتحی اور نوازل مین ہی کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہی
کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلی الفور فی العام الاول عند الثانی
واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہی پہلے سال مین نزدیک ابی یوسف اور امام مالک اور امام احمد کے اور
امام اعظم کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہی کہ اول سال امکان مین ادا کرے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہی اور موت کا کوئی
وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہی ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہی جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہی اسواسطے کہ گاہی آدمی بیمار ہوتا ہی اور راحلہ گم ہو جاتا ہی اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی
ہی کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہی بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ
بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہ ان الفوریۃ ظنیہ لان دلیل الاحتیاط
ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین
تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہی اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے
البتہ فاسق ہوتا ہی کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہی نہ کبیرہ یہ ہی کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہی اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان
مین مذکور ہو چکی ظنی ہی نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہی اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال
تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار رہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض
ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ بذلک اولا ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہی
کہ اگر مقدور والے نے حج نکیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہو گیا تو اُسکو جائز ہی کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو ادا ے قرض کی اور امید ہی کہ
حق تعالی اُسکا مواخذہ نکرے گا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو درصورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہی عدم مواخذہ کی ظہیریہ
مین ہم طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی مین ابو یوسف سے منقول ہی کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہی علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب
بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہی مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فروع احکام کے
ادا کرنے کے حق مین ہان درحق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہی اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہی ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع
ہوئی تو اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی
سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنابر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین
بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق مین خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین
احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منہ الغفار حر مکلف عالم بفرضیۃ اما بالکون بدار نا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہی حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہی یا دارالاسلام کے رہنے سے یا دارالحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصون کی خبر دینے سے جنکا تقوی اور فسق پوشیدہ ہی
تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخرالاسلام اور اُس مسلمان پر جو دارالحرب مین فرضیت حج سے مطلع نہین ہی حج فرض نہین ہی
صحیح البدن حج فرض ہی تندرست پر تو جابند اور لولے اور فالج والے اور جسکے دونون پانٔون کٹے ہون اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہین
تھم سکتا ہی حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر محبوس وخائف من سلطان یمنع منہ حج فرض ہی بصارت والے پر جو قید نہین اور حاکم سے
ڈرتا نہین جو اُسکو حج کرنے سے روکتا ہی تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کر لیچلنے والا ملے تو بھی اُسپر حج فرض نہین بنابر
قول مشہور کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد یصح بہ بدنہ فالمعتاد للحم ونحوہ اذا
قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہی صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانیکی
عادت ہو جبکہ اُسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہین گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہی وراحلۃ مختصۃ
بہ وھو المسمی بالمقتب ان قدر والا فیشترط القدرۃ علی المحارۃ اور حج فرض ہی صاحب راحلہ پر جو اُسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اُسکو
نوبت بنوبت اوترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہین یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہی اگر اُسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر
سوار نہو سکے بسبب مرفہ الحالی کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہی کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اُسپر
اُسکی ہلاکی کا خوف ہی تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ پہونچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص لے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہی فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرتؐ نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ
اُس اونٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی لا لمکی یستطیع المشی
للشبہ بالسعی للجمعۃ راحلہ شرط ہی آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہی نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہی اسواسطے کہ مکے سے
عرفات تک چلنا نماز جمعہ کے واسطے اُس جانے کے مشابہ ہی اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چلسکے تو اُسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہی کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر
الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراھۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلے
سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہوگا بحرالرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین صریح نہین دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی
سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہی یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیہ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار مین حلبی نے کہا کہ سوا اونٹ کے اور سواری سے
حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطے کہ ہرچند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر سواری ہو سکے قہستانی نے تصریح کی ہی کہ راحلے سے مراد وہ مرکب
جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اُسپر لاد جاتے اور آتے انتہی اور شرح منسک متوسط مین ہی کہ شرط وجوب حج یہ ہی کہ مسلمان
قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ ماشیا لانہ
یصفی والمقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ مین ہی کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہی پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا شقت راہ سے نازک مزاج
ہو جاتا ہی اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا ہی اور اگر بدمزاج نہو تو پیدل افضل ہی سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہی کہ اسمین ریا اور فخر کا خوف
نہین کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل مائتان واربعون منا والحمار مائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی
کتاب الاجارہ مین ہی کہ اونٹ کا بوجھ ۲۴۰ من ہی اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہی اور ظاہر خچر بوجھ مین گدھے کی برابر ہی من شرعی من ۴۰ استار کا ہی اور استار ساڑھے
چھ درم کا ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وھب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلھا وھذا منھا

باتفاق الفقہاء خلافاً للاصولیین اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اُسپر مال کا قبول کرنا واجب نہین اسواسطے کہ وجوب کی شرط
کو حاصل کرنا واجب نہین اور یہ یعنی قدرت زاد اور راحلہ کی شرائط وجوب سے ہی باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ اُنکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہی فضلاً
عما لا بد منہ کما مر فی الزکوۃ جبکہ زاد راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الزکوۃ مین ہو چکی منح الغفار مین ہی کہ ضروریات انسانی جیسے مسکن
گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہین ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغناء
ببعضہ والحج بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد نعم ہو الافضل وعلیہ بعدم لزوم بیع الکل والاکتفاء بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات
مین داخل ہی گھر اور اُسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اُسمین سے تھوڑا امکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیچکر حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے
اُسپر لازم نہین ہان زائد مکان کا بیچ ڈالنا ادا حج کے واسطے افضل ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم
نہین وکذا لو کان عندہ ما لو اشتری بہ مسکنا وخادما لا یبقی عندہ ما یکفی الحج لا یلزمہ خلاصۃ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہی
کہ اگر اس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اُسکے پاس اتنا مال باقی نرہے جو حج کو کفایت کرے تو اُسپر لازم نہین کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصۃ
اسواسطے کہ یہ مال حاجت اصلی سے زائد نہین اور حج فرض نہین ہوتا مگر اس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النہر انہ یشترط بقاء رأس المال لحرفتہ
ان احتاجت لذلک والا لا اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا ہی اپنے پیشے کے واسطے مشروط ہی اگر اُسکے پیشے مین
مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقاے مال شرط نہین خلاصہ یہ ہی کہ اہل حرفہ کے واسطے بعد حج کے بقاے مال شرط نہین چنانچہ درزی کہ اُسکے پیشے مین مال کی حاجت
نہین بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری کا محتاج ہی اور سوداگری کہ بدون مال کے تجارت متصور نہین وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل
خروج اہل بلدہ فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہی کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہی تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے
پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا تو اُسکو نکاح کر لینا جائز ہی اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اُسپر حج لازم ہی وفضلا عن نفقۃ عیالہ ممن تلزمہ نفقتہ لتقدم
حق العبد اور زاد راحلہ زیادہ ہو اُسکے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اُسپر لازم ہی بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے
حق پر مقدم ہی بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہی اور بندے محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک
اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پھرنے کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایک دن کی روایت امام سے ہی اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے
اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہی نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ ساتھ امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے
یعنی امن راہ شرط ہی وجوب حج کے اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہی اور امن قافلہ جانے کے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے
مراد یہ ہی کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل الوجود معتبر نہین اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہی اور یہی معتمد ہی اسکے سواے اور اقوال لائق اعتنا
کے نہین اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہی کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین
سلامتی غالب ہو اور اس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہی اور اگر غلبہ سلامتی کا نہین تو حج بھی واجب نہین اور یہی قول صحیح ہی کذا فی منح الغفار بالفعل
ہندوستان مین امن راہ خشکی اور تری مین بخوبی حاصل ہی اور شق جہاز رانی کی بسبب اختلاط نصاری کے جواب حاصل ہی کبھی نتھی تو اب اہل ہند پر وجوب حج مین
ہرگز تردد نہین ہزارون شخص ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن او رشوت
دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہی اور حرام رشوت وہ ہی جو کسی حق تلفی
کے واسطے ہو وسیجئ آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہی یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج مارے

جاتے ہوں تو سقوط حج میں عذر صریح ہے اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہیں وھل مایؤخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر قولان والمعتمد لا کما فی
القنیۃ والمجتبی وعلیہ الفتوی فیحتسب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی منسک الطرابلسی اور کیا وہ مال جو بطریق
وہ یک اور راہداری کے لیا جاتا ہے راہ میں عذر ہوسکتا ہے سقوط حج کا اسمیں دو قول ہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ اسطرح دینا عذر نہیں کذا فی القنیہ والمجتبی اور اسی
قول پر فتوی ہے تو اس صورت میں ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات میں حساب کرنا چاہیے اسیطرح مذکور ہے طرابلسی کے مناسک میں مع زوج
او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا رضاعی ہو محرم عورت کا وہ ہے جسکا
نکاح اُس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد میں حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہیں تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید
لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونوں کی قید ہے کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہو گا عاقل ہمراہی زوج یا محرم
ہوشیار کی شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہیں والمراہق کبالغ جوہرۃ اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہے کذا فی الجواہرۃ غیر مجوسی
ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونوں کے اسواسطے کہ مجوسی کے دین میں ماں بہن حلال ہے
اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہیں مع وجوب النفقۃ لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ
ہوا تو اُسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے کام میں بند ہوگیا لامرأۃ حرۃ ولو عجوزا فی سفر سفر حج میں حرہ عورت کے واسطے زوج یا محرم
مشروط ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو وھل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کر لینا اسمیں دو قول ہیں یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اُسکا کوئی
محرم نہو تو وہ حج کے واسطے نکاح کرلے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُسپر نکاح لازم نہیں ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہیں اگرچہ وہ خصی ہو
تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہیں کہ عورت کو حج اسلام سے
منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہاں حج نفل سے روکنا درست ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون
محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا ای عدۃ کانت
ملاث اور شرط یہ کہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیوں نہو خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صحح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا ای العدۃ
المانعۃ من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط اور اعتبار اُس عدت کے واجب ہونے کا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اُسکے شہر والوں
کے نکلنے کے وقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلیں اگر عورت عدت میں ہوگی تو سفر حج نکر سکیگی کہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں اور اگر بعد سفر کرنے
کے عدت واجب ہوئی تو اُسکی تفصیل کتاب العدۃ میں مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کے وقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کے
وقت ہے یعنی اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن و بینائی اور قدرت زاد و راحلہ کے وقت خروج معتبر ہے قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قادر زاد کا
تھا اور خروج کے وقت مفلس ہوگیا یا خروج کے وقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہوگیا تو اس سال کا حج اُسپر لازم نہیں فلو احرم صبی عاقل او احرم
عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاہرہ ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی
سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اُسکی طرف سے اُسکے باپ نے اُسکا احرام باندھا تو دونوں طرح سے صغیر محرم ہوگا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اُسکو تہمد و چادر
پہناوے ہکذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احرام کرنا باپ کا صغیر کی طرف سے باوجود اُسکے عقل و ہوش کے صحیح ہے تو اُسکی بیہوشی اور نافہمی میں باپ کا احرام
باندھ دینا بطریق اولی صحیح ہوگا فبلغ او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ نفلا پھر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہوگیا

باندھ کر احرام باندھ کر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے بعد اسی اگلے احرام پر پھر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہو گا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا یعنی نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم ہوگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفه بعرفة
ونوی حجة الاسلام اجزأه پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے
یعنی فرض ادا ہو گا ہم احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھ کر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک التجدید المذکور لم یجز لانعقاده لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد و غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت
نکریگا یعنی اسپر سے فرض حج ساقط نہو گا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے
کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضه ثلثة الاحرام اور حج میں تین کام فرض
ہیں اول احرام باندھنا فرض وہ ہے کہ جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آئندہ میں اسکی قضا لازم آوے وهو شرط ابتداء وله حكم الركن انتهاء حتى
لم يجز لفائت الحج استدامته ليقضي به من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے لہذا اسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے
جائز ہے اور احرام کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آئندہ اس سے حج کی قضا کرے
جائز نہیں اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفة في اوانه سميت به لان آدم عليه السلام وحوا تعارفا فيها
اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہے اسکے خاص وقت میں عرفات کا نام اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہم السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر
متفرق اترے تھے پھر بعد مدت عرفات میں یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزيارة وهما ركنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور
دونوں یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور
جماع قبل طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریة وواجبه نيف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں چنانچہ پچیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسے سے معلوم ہو گا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وهو المزدلفة سميت بذلك لان آدم اجتمع
فيها وازدلف اليها اي دنا منها ۱ ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور انسے قریب ہو گئے والسعی
عند الائمة الثلثة هو ركن بين الصفا سمي به لانه جلس عليه آدم صفوة الله والمروة لانه جلس عليها امرأة وهي حوا ولذا انث ۲ اور
چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ
آدم صفی اللہ اسپر بیٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأة یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسیواسطے لفظ مروہ مونث ہے ہم بعضے علما نے
وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کر ڈالا دونوں
صورتوں کو دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیة الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار بسبع من حجر ۳ اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ
پر ہر حج کرنے والے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد وطواف الصدر اي الوداع للآفاقي غير الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سوائے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہیں والحلق او التقصير ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من الميقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفة الى الغروب ان وقف نهارا ۷ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا
غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبداءة بالطواف من الحجر الاسود على الاشبه لمواظبته عليه
السلام عليها وقيل فرض وقيل سنة ۸ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتدائے طواف حجر اسود سے

کرتے تھے اور بعضون کے نزدیک یہ فرض ہی اور بعضون کے نزدیک سنت ہی والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا یہ
قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہی بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر
یمنعہ منہ ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۱ اور واجب ہی طواف مین اپنے پانون چلنا جسکو ایسا عذر
نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر مانی طواف کی زمین پر گھسلکر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہی اور اگر نفل طواف زمین پر گھسلکر شروع کیا تو اسکو طواف مین پانون سے
چلنا افضل ہی والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ
کما فی شرح لباب المناسک ۱۱ طواف مین طہارت نجاست حکمی سے واجب ہی بنا بر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے
اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہی اور اکثر علما کا یہ قول ہی کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت موکدہ ہی نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہی

وستر العورۃ فیہ ویکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف مین اور جو چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف مین
ذبح کرنا واجب ہوتا ہی چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدأ بالمروۃ لا یعتد بالشوط
الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا و مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اسکا شمار نہو گا قول
اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہ شوط اول مین داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہی ابتدائے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ
السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ اور چلنا سعی مین جسکو چلنے مین کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ القارن والمتمتع ۱۵
اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل سبوع من ای طواف کان فلو ترکھا ھل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶ اور دو رکعت
نماز پڑھنا واجب ہی سات بار بیت اللہ کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنے والے
نے ترک کیا تو اسپر ذبح کرنا کیا واجب ہی بعضے علمائے کہا کہ ہان واجب ہی تو اگر قبل ذبح کے موت اسکو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کر جاوے والترتیب الا فی

بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا
آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیء علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے
درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان مین ہی سو تو سنت ہی واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی
ہی بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجیء ان المفرد لا ذبح علیہ وسنحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران و بلا تمتع
اسپر ذبح واجب نہین اور عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیادۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف افاضہ
یعنی طواف الزیادۃ کا کرنا کسی دن مین قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہی طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم
کے ساتھ حطیم اس جگہ کا نام ہی جو بیت اللہ کی جانب مغرب اور شمال واقع ہی اسکے گرد چھوٹی دیوار ہی کمان کے مانند حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ ابراہیم علیہ السلام
کے وقت مین حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ
مین داخل ٹھہری لہذا طواف مین اسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی
بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہی یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اسواسطے دو تین شوط سے طواف
معتبر نہین وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا حرم کے
اندر ایام نحر مین واجب ہی وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہی

چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہی حج کا ولُبس المخیط ۲۳ اور جیسے سے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الرأس والوجہ ۲۴ اور سر کو ڈھکنا ۲۵ اور چہرے کو ڈھکنا والضابط فی کل ما یجب بترکہٖ دم فھو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہی ملتقی میں اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہی اُسکا بیان باب الجنایات میں واضح ہو گا مگر شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ امور میں منحصر نہیں اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات سے امام کے ساتھ واجبات سے ہی اور حالانکہ اُسکو نہ مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درمین پانچ چیزوں کو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سوا فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ اکثر کتب میں افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہی اور بعض کتابوں میں دریافت واجبات کا ضابطہ مذکور مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات میں اسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵ واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرھا سُنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج میں خرچ کرنا ثواب میں جہاد کے خرچ کی برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہی علی الخصوص حج میں زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالی فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا ہی اپنی ماں اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکی بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویُوَدِّع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلھم ویلتمس دعاءھم اور مستحب ہی محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعائے خیر کریں اور مستحب ہی دوستوں اور آشناؤں سے اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر میں ہی کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستوں کو اُسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس ففیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین والجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ ای فی انہ ھل یشتری او یکتری وھل یسافر برًّا او بحرًا وھل یرافق فلانًا اولا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النھر اور مستحب ہی کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہی سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اسمین استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نکرے اور کیون استخارہ کرے کہ مین حج کرون یا نکرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بےموقع ہی ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست اور پورا بیان اسکا نہر الفائق مین ہی اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف کراوے اور جسکا مال چوری یا دغا بازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور اپنے گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نکریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات

کو بیجا تا کمال بے ادبی ہو اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور ہو رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار کرے
اور بے صبری اور ناشکیبائی کی حالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنے والے کو مناسب ہو کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب
دکھلا دیوے اور بدون اُسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہ ہو
کہ تجارت کی نیت نکرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہو کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ اور تفاخر سے اپکو بچاوے ولہذا محمل کی
بعضے علما نے مکروہ جانا ہو انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر مین کہ تحصیل نفقہ حلال مین کوشش بلیغ لازم ہو اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا
اگرچہ فرض ساقط ہوجاتا ہو اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھ مخالفت نہین عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت
مین عذاب نہین جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان مین ہو کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اسمین کچھ شبہ ہو حرمت کا تو اُسکی تدبیر یہ ہو کہ نفقہ
حج کے واسطے قرض لے اور اپنے اُس مال سے قرض کو ادا کرے اور ینابیع مین ہو کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور رہ مین تقوے
اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگون کی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ
اور سفر کی دعائین حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھ لے تا کہ انکو اپنے موقع پر پڑھا کرے ھم یہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت
مذکور ہوے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز مینارون کے
درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفے کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی
طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہو کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہو اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہو کذا فی العالمگیریۃ
اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہو جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھکنا اور سیا
کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہو جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ واشہرہ شوال
وذوالقعدۃ بفتح القاف وتکسر وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء ویفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذوالحجۃ کلہ عملا
بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک
قربانی کا دن حج کے مہینون مین نہین اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینون مین داخل ہو بدلیل آیت قرآنی کے حق تعالی نے
فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع ہو اور اقل جمع تین ہو شارح کہتا ہو ہم جواب دیتے ہین امام مالکؒ کے
استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ماورائے واحد بھی مشترک ہو یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہو حق تعالی نے فرمایا
(فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہو اور مراد مثنی ہو یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہو تو جب جمع کا
اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہو
شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا وفائدۃ التاقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزئہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا
یہ ہو کہ اگر افعال حج مین سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نکریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے تو جائز نہین یا کوئی سعی
کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہو مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت
کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجاے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تا کہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہو
مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی تحفۃ

الاختیار حاشیۃ الحلبی بانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظور لشبہہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ
مکروہ ہے احرام باندھنا قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے حرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ
اسکا بیان فرائض حج میں گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے والعمرۃ مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب
اور عمرہ کرنا تمام عمر میں ایکبار سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی الجوہرۃ وصحح وجوبہا اور جوہرہ
میں وجوب میں عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید میں ارشاد ہوا اتموا الحج والعمرۃ للہ یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت میں اتمام
بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا قلنا المأمور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول
ہم جواب میں کہتے ہیں کہ آیت میں امر ہے اتمام کا اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب
ہوجاتی ہے ہم عمرہ مشتق ہے اعتمار سے اور اعتمار لغت میں آباد مکان کی طرف جانے کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف
وسعی وحلق او تقصیر اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط
ومعظم الطواف رکن وغیرہما واجب ہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور
باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے میں واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی
میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنے والا کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈا وے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی
عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان
شریف میں ہم سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے
کی برابر ہے اور نسائی میں عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے
کے میل کو صاف کرتی ہے وکرہت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزمہ دم وان رفضہا لا اداؤہا
فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ سراج وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص
بیوم عرفۃ کما توہم فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں
مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں
میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو اسنے ان دنوں میں عمرہ کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ
کا قارن کو استثنائے منقطع میں داخل ہے یعنی خانیہ میں جو یوں کہا ہے کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے
اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنوں کا احرام ہے تو مستثنے داخل نہیں مستثنے منہ میں اسیکا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے
معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نہ ہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای المواضع التی
لا یجاوزہا مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانے والے کو درست نہیں پانچ ہیں ہم مواقیت
جمع ہے میقات کی لفظ میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے
وقت معین سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح میں یوں کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اسواسطے
کہ جوہری کی عادت نہیں تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبۂ معظمہ کو بزرگی دی اُسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اُسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد
الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب کیا اُس بقعہ مبارکہ کے
اظہار شرف کے واسطے تو اُسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بنیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بنیت سکونت ہجرت خواہ بنیت تجارت بہرصورت احرام
واجب ہے ذوالحلیفۃ بضم ففتح مکانٌ علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون
انہ قاتل الجن فی بعضہا وھو کذب ایک میقات ذوالحلیفہ ہے بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینۂ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ
سے وہان کے کنوئون کو عوام عرب آبار علی کہتے ہین اُنکا گمان یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ
ہے کہین ثابت نہین یہ میقات ہے اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ مواقیت دور ہے مکہ معظمہ سے وذات عرقٍ بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ
اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے جانب مشرق کے وجحفۃ علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم
جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اُسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان
شام کی راہ پر اور یہ میقات ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی وقرنٌ علی مرحلتین من مکۃ وفتح الراء خطأٌ ونسبۃ اویس الیہ خطأٌ اخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام عرفات
نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل پر ہے اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اُسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی
اُس قبیلہ کی طرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ویلملمُ جبلٌ مرحلتین ایضاً اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے
یہ بھی دو منزل پر ہے مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذوالحلیفہ میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اُس
کا نام ہے جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ وغیرہ ہے [illegible] اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامی الغیر المار بالمدینۃ بقرینۃ ما یاتی
اور جحفہ میقات ہے اُس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ مین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب
اور قرن میقات ہے اہل نجد کا اور یلملم میقات اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے
وجمعہا قولہ عرق العراق یلملم الیمنی ۔ وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی ۔ للشام جحفۃ ان مررت بہا ۔ ولاہل نجد قرن فاستبنہ
اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی
احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے اگر گذرے تو اُس شامی جحفہ کی طرف [illegible] اور اہل نجد کے واسطے قرن ہے [illegible]
[illegible] فالمدینۃ [illegible] واسطے بھی میقات ہے
جو ان مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا مثلاً چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اُسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ
اُدھر نگیا ذوالحلیفہ مین ہو کر نکلا تو اب یہین سے اُسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اُسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہے شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شیٔ
علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اُسکا احرام باندھنا اُس میقات سے افضل ہے جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا
احرام باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اُسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنابر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ
ساقط ہو گیا اُسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اُسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اُسنے احرام باندھا تو اُسپر سے ذبح

کرنا ساقط ہوگیا ولو لم یمر بہا تحری واحرم اذا حاذی احدہا وبعدہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ
مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل و برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے مقابلہ ہوتا
تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا ٹھیک نہ معلوم ہوتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو
وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہیں وحرم تاخیرہا الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم
ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی
اور حاجت کے واسطے وہاں گیا سوا حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو اسمین ہر طرح کے جانے والے برابر ہیں
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی
المنح اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باھلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وھو الحیلۃ
لمن یرید ذلک الا لمامور بالحج للمخالفۃ لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سواحل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات
چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو
مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ
کرنا جائز نہیں بسبب اسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نرہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں
بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریائے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر
پہونچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر
مامور نے احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب
ایام حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا تجوز التقدیم بالاحرام علیہا بل
ھو الافضل ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں
میں ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا
بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاھل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج
کما لو جاوزہا حطابوا مکۃ اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل
مکہ بدون احرام کے بواسطہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا
جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہاں سے بھی باہر نکلے گا
تو وہ آفاقی ہوجاویگا اب انکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فھذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم
سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہیں وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اُس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت و حرم
کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کے واسطے حرم ہے
چاہیں اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کے واسطے حل میقات ہے لیتحقق نوع سفر اہل حرم کے واسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا
تاکہ کچھ سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

میں اور وہ حرم میں ہی تو جب عمرے کا احرام حل میں باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونوں صورتوں میں سفر کا مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی تنعیم ایک مکان کا نام ہی مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رض کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال ؎ وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ؛ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ ؛ وسبعۃ امیال عراق وطائف ؛ وجُدّۃ عشرٌ ثم تسع جعرانہ ؛ ومن یمن سبعٌ بتقدیم سینہا ؛ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدوں کو یوں نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین کوس ہی جبکہ اے مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کی طرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سوا پنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسعہ کے لفظ سے شبہہ نہو

فصل فی الاحرام

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اسکو کہتے ہیں جو خالص حج کے واسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام میں نکرے ومن شاء الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے م احرام لغت عرب میں دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہیں یعنی بحرمتی نکرنا اور شرع میں احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر او سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وهو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لهما تحریمٌ وتحلیلٌ بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہیں م نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال ہی نعم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہیں تو اسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر فاسد کریگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا تم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فیعمل العمرۃ والا الاحصار فیذبح الهدی دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے میں البتہ احرام سے نکلے عمرہ کر کے اور احصار میں احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ ہی کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اسمیں گاہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہی مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اسپر لازم نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وهو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بحاءٍ مہملۃ فی حق حائض ونفساء وصبیٍّ جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہی ولذا لم یتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ما ثبت بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوّی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی البحر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نملنے کے وقت شروع نہیں اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی صفائی کہ مقصود ہی حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ انمیں تیمم مشروع ہی اگر غسل کے واسطے پانی نملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی میں جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم میں برابر کہا ہی اور

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہی نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور مغیر ہی کذا فی النہر وشرطه لنیل
السنة ان یحرم وہو علی طہارته اور شرط غسل کے واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہی کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن النہایة وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالة ظفره وشاربه وعانته وحلق رأسه لمن اعتاده
والا فتسریحه اور غسل کی طرح مستحب ہی آزاد کرتے والے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا
سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگھی کرے ہم بدن اور بالون کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہی
کذا فی حاشیة الطحطاوی وجماع زوجته او جاریته لو معه ولا مانع منه کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہی اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل
احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو چنانچہ حیض ولبس ازار من السرة الی الرکبة اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء
علی ظہره ویسن ان یدخله تحت یمینه ویلقیه علی کتفه الایسر فان زره او خلله او عقده اساء ولا دم علیه اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈال لے اور مسنون
یہ ہی کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کر کے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائے یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی
تو برا کیا لیکن یہ قصور نہین کہ ذبح کرنا اسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایة وهذا بیان السنة والا فستر العورة کاف
یہ تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھوئی پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہی سنت کا ورنہ احرام کے
واسطے ستر عورت کافی ہی وطیب بدنه ان کان عنده لا ثوبه بما یبقی عینه هو الاصح اور بعد غسل ولباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین
خوشبو لگاوے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نکرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور ظاہر روایت یہی قول صحیح تر ہی
دوسرے قول سے ہم بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر روایت مین خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیحین مین عائشہ صدیقہ
سے روایت ہی کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اسکی چمک [illegible] لیکن کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست
نہین جسکا اثر باقی رہے وصلی ندبا بعد ذلك شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروه وتجزیه المکتوبة اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اسوقت مین جو
مکروہ نہین اور کافی ہی اسکو نماز فرض مانند تحیة المسجد کے وقال المرید بالحج بلسانه مطابقا لجنانه اللهم انی ارید الحج فیسره لی لمشقته وطول مدته وتقبله
منی فقد ال ابراهیم واسمعیل علیهما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے اللهم انی
ارید الحج فیسره لی وتقبله منی یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے
کہ حج مین مشقت زیادہ ہوتی ہی اور مدت دراز اسکے ادا کرنے مین لگتی ہی [illegible]
اور [illegible] کہ دونون حضرت نے فرمایا کہ [illegible] قبول کر [illegible]
الصلوة لان مدتها یسیرة کذا فی الهدایة اور اسیطرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ
اسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہی بلا مشقت کذا فی الهدایة وقیل یقول کذالك فی الصلوة وعممه الزیلعی فی کل
عبادة ومافی الهدایة اولی اور بعضے علما نے یعنی صاحب تحفه وقنیه نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے
ہر عبادت مین اسکو عام کہا ہی اور جو ہدایہ مین ہی وہی بہتر ہی ثم لبی دبر صلوته ناویا بها ای بالتلبیة الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیة ولو
بقلبه لکن بشرط مقارنتها بذکر یقصد به التعظیم کتسبیح وتهلیل ولو بالفارسیة وان احسن العربیة پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ
کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہی شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہی اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان سے

تمام لبیک شروع کرتا ہوں حال کرتے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا
اگرچہ ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو مگر لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہوا ارادہ کے سوا
اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذہب ہی لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد بکسر
الھمزۃ وتفتح والنعمۃ لک بالفتح او مبتدا اور خبر والملک لا شریک لک اور تلبیہ بنا بر مذہب درست کے یہ ہے جو ماتن نے ذکر کیا یعنی حاضر ہوں
تیری خدمت میں خداوندا تیری سبحا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری حضور میں بالتحقیق سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے
واسطے ہیں اور بادشاہی تجھکو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہے لغت فصیح میں اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمت
لک مبتدا اور خبر ہیں تو اس صورت میں ت کو ضمہ ہوگا اور یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رض سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت
فرماتے تھے ونزاد ندبا فیہا ای علیہ بلا فی خلالہا اور زیادہ کرے بنا بر استحباب کے اس تلبیہ پر یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا پڑھنا مستحب ہے اور
اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا بڑھانا مستحب نہیں جیسا کہ حلبی کی مناسک میں ہے کہ بعد تلبیہ مأثورہ کے یوں کہے لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک
والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک ونحو ذلک ولا ینقص منہ فانہ مکروہ ای تحریما لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون
مسیئا بترکہا وبترک رفع الصوت بہا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کے تلبیہ مذکورہ
ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہے فاذا لبی ناویا نسکا او ساق
الھدی او قلدہ ای ربط قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر او متعۃ او قران او جب لبیک
کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا
اسکے بدلے کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور یا نذر یا تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا تو جہ معہا ای اھل
الۃ بدیۃ ای تبع اور خود پیچھا اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر دھل العمرۃ کذلک یعنی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کے مانند ہوں
الا تو ہے جواب دینا کہ ہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الا
حرام بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کردیا پھر خود متوجہ ہوا اور اسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اسکو احرام کرنا
میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا وبعثہا لمتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی اشہرہ
والا لم یصر محرما حتی یلحقہا وتوجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون
بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام موسم
حج میں نہوے تو یہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو
قبل میقات کے نہ ملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتوں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے
ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ثم فقد احرم جزا ہوا اذا لبی کی خلاصہ یہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے
ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کی نیت کرکے یہ افعال مذکورہ بشروط متصلہ عمل میں لاوے ثم صحۃ الاحرام لا تتوقف
علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا واحدا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج
یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل میں نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما تو اس احرام

تو عمرے کی طرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور اصل شرع نے اُس کو احتمال کے واسطے ہی تعیین کا چاہا ہے کہ حج کے واسطے تو جائے حج تک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیتہ
صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض تم نسب الا لبد عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج کی نیت کی تو حج الفرض کی تعیین نہ کی تو حج
حج کی طرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اُسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اُسنے ہنوز فرض حج نہ کیا ہو کذا فی شرح لباب عن
فتح القدیر ولو اشعرها بجرح سنامها الایسر او جللها بوضع الجل او بعثها کالمتعۃ والقران ولم یلحقها کما مرّ و قلدها شاة لا یکون محرما
لعدم اختصاصہ بالنسك اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں جانب اسکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہوجاوے یا اُسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اُسکو
روانہ کیا بہ نیت تمتع یا قران کے اور اُسکو جاکر نہ ملگیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہوچکا یا جیتے بکری کی گردن میں ہار ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ
کام حج یا عمرے کے واسطے مخصوص نہیں ہیں اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہو اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک سنت ہی اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہی ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہی کیونکر
مکروہ ہوا اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اور امام رحمہ نے مکروہ نہیں کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام رحمہ نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کے واسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہی اور بعضے
علما نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہی جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کے نکاح مسلمہ پر مکروہ ہی کذا فی العینی شرح الکنز وبعده ای الاحرام بلا
مهلة تتقى الرفث ای جماع النساء او ذکره بحضرة النساء والفسوق ای الخروج عن طاعة الله والجدال فانه من المحرم اشنع اور بعد احرام
باندھنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بھاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت
الٰہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ تر قبیح ہی یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نکرے
بلکہ انکی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ) وقتل صيد البر لا
البحر والاشارة اليه فی الحاضر والدلالة عليه فی الغائب ومحل تحريمها اذا لم يعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم
خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہی بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے
اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہی جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نجانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنے اور بتانے
والے محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطيب وان لم يقصده ويكره شمه اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں
خوشبو لگاوے نہ کپڑے میں اور مکروہ ہی سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجه
كله او بعضه كفمه وذقنه نعم فی الخانية لا بأس بوضع يده على انفه اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے
نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہی کہ کچھ مضایقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والرأس بخلاف الميت
وبقية البدن اور پرہیز کرے سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اُسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور ایسے ہی
سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہی کذا فی النہر ولو حمل على رأسه ثيابا
كان تغطية لا حمل عدل وطبق ما لو يعتد يوما وليلة فتلزمه صدقة اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور
گٹھری اور طبق اٹھانے سے ڈھکنا ثابت نہوگا جبتک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا
لازم ہوگا م خانیہ میں ہی کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اُسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس

کرنے کی عادت نہیں چنانچہ تغطیہ مروض ہے تو اسکے رکھنے سے اس نہوگا کذا فی الطحطاوی ... دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ او وجہہ
کرہ والا فلا ولو اصاب الطیب فی ثیابہ اور یہ کہا ہے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہو اگر یہ نہ لگا تو کچھ ڈر نہ تھا اور
نہیں وغسل رأسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب اور یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی
کے نزدیک خوشبو دار چیز ہے اور جوئیں مارتی ہے تو مسح کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے صاحبین کے نزدیک تو صدقہ
واجب ہوگا بخلاف صابون ودلوک واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور سور کے آٹے اور اشنان کے کہ ان چیزوں سے بالوں کو دھو دیگا تو باتفاق
امام اور صاحبین کے اسپر کچھ لازم نہوگا ھم دلوک بفتح دال سور کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں اور اشنان ایک گھاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی اور ذکر جوہرۃ ... وھو مشکل زیادہ کیا ہے جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے بال دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم
نہیں آتا اور یہ مشکل ہے وجہ اشکال کی یہ ہے کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے
بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون میں زیادہ ترقوی ہے باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقص اى اللحیۃ وحلق رأسہ وازالۃ شعر
بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شیئ فیہ عند نا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے مگر وہ
بال جو آنکھ کے اندر جمے جسکو پربال کہتے ہیں تو اسکے دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک ھم محرم کو بالوں کا دور کرنا کسیطرح جائز نہیں کترانے سے نہ منڈانے سے نہ اکھاڑ
ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی النہر ولبس قمیص وسراویل اى کل معمول على قدر البدن او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتی اور
پاجامے کے لباس سے یعنی اس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے سینے
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند ورس ورازٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز الا
ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ نہ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہے مگر یہ کہ اسکو گھنڈی سے یا کانٹے سے
اٹکا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو طاہر اسپر مسح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ اقبیل لباس معتاد کے ہے ویجوز ان یرتدی بالقمیص والجبۃ
ویلتحف بہ فی النوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اسکو سونے وغیرہ میں بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے
بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس
المزاموز الا الجوربین اور بچے پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں
قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ ٹانکا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سرموزوں کا پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ میں قدم
کی پشت کی ہڈی نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہے ھم نعل کو چپل کہتے ہیں چمڑے کے تلے پر بنا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان میں کھارا اور بعضے محرم پہنتے
ہیں اور سرموزہ ان جوتیوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وھو الکرکم وعصفر وھو زھر القرطم الا بعد زوالہ
بحیث لا تفوح الا صح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر
کہ اس سے خوشبو نہ آوے پھر اسکا پہننا درست ہے قول اصح میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے یمن میں جسکو کرکم کہتے ہیں اسکا رنگ زرد ہوتا ہے ھم یہ مسائل اس
حدیث سے ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رض سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا
ثوبا مسہ ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ
والسلام دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہیز نکرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس رض سے بھی مروی ہے کذا فی البرہان اور مسلم کی خدمت مین ثابت ہے کہ حضرت نے حالت احرام مین غسل فرمایا الطحاوی نے کہا کہ غسل جائز ہے لیکن میل چھڑانا مکروہ ہے والاستظلال ببیت ومحمل اولجمیعہ اسمہ وجہہ فیما اصابہ احدہما لقی کما فی الفتح اور پرہیز نکرے گھر و عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑون کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہے اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہے وشد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح ومنطقۃ وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطیۃ واللبس اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین ہے اور ہمیانی وغیرہ کا باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحالا بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ و لو کثیرا فعلیہ دم سراجیہ اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی السراجیہ ولا ینفی ختانا و فصدا وحجامۃ وقلع ضرس وجبر کسر وحک رأسہ وبدنہ لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملہ فان سقط الواحد تصدق بشیء وفی الثلث کف من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نکرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی داڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی ولو نفلا او علا شرفا او ھبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب وجمعہما رکبان او رکبا جمع راکب وجمعہما رکبان او وسحرا ووافی الولوالجیۃ بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب کے جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہے رکب بسکون ثانی جمع ہے راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہے او اسحر ای دخل فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اذا التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ فی حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا استنانا صوتہ بلا جہد کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کر کے سنت جانکر یہ طاکر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد الحرام بعد ما یأمن علی امتعتہ داخلا من باب السلام نہارا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب و سامان سے خاطر جمع ہو یعنی وال اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہووے کو بنا بر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسار انکسار عظمت اور جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہے کہ داخل ہو بلندی کی طرف سے جدھر قبرستان ہے جسکو جنت المعلا اور کدا بفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بضم کاف کہتے ہین اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہے اور مستحب ہے کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے اللہم ھذا حرمک وامنک قلت وقولک الحق ومن دخلہ کان امنا اللہم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک کذا فی شرح المختار والبرہان ویسن الغسل لدخولہا وھو للنظافۃ فیستحب لحائض ونفساء اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے

اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہے نہ طہارت کے واسطے تو حیض و نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے ویجاہن ثم تکبر بیت کہ تلقا و معنا اللہ اکبر من الکعبۃ وھلل لئلا یقع نوع شرک اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگ تر ہے کعبہ سے یعنی بیحرمت نہ ہو کعبہ بھی آمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرکت واقع ہو یعنی سوائے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہیں تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر کذا فی منح و عطاسے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر یہ دعا فرمائی اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر الخ ۔۔۔رفع الیدین کرتے تھے اور سب دعا سے یہ دعا ضرور تر ہے کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا و تعظیما و تکریما و برا اور بیہقی مین مروی ہے کہ عمر فاروق رض جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام کذا فی فتح القدیر ثم ابتدأ بالطواف لانہ تحیۃ البیت ما لم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتھا او الوتر و سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جبتک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا فوت نہ ہو فوت ہو جائیگا اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلا بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت مین اول سنت او فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرا مھللا رافعا یدیہ کالصلوۃ و سلم ۔۔۔ یکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمۂ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونون ہتھیلیون سے اور اسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبون کے نکلنے مین آواز نہ نکالے استلام حجر یہ کہ دونون ہاتھ اوپر رکھے اور اسکو چومے سنن ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوپر رکھا اور دیر تک رویا کیے پھر جو التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہان آنسوؤنکو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ مین مروی ہے کہ عمر فاروق رض نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے اللھم ایمانا بک و تصدیقا بکتابک و وفاء بعھدک و اتباعا لسنۃ نبیک اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ امنت باللہ وکفرت بالطاغوت کذا فی شرح المختار وھل یسجد علیہ ۔۔۔ اور کہا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علما نے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النھر بلا ایذاء لانہ سنۃ و ترک الاذی واجب فان لم یقدر یضع یدیہ ثم یقبلھما او احدھما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہان کے لوگون کو نہ دھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہے اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہیں سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونون ہاتھون کو اوپر رکھے پھر ہاتھون کو چومے یا ایک کو اوپر رکھے اور اسکو چومے وان لم یمکنہ ذلک یمس بالحجر شیئا فی یدہ ولو عصا ثم قبلہ ای الشئ اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگاوے اگرچہ ہاتھ مین عصا ہو تو اسکو لگاوے پھر اس شی کو چومے وان عجز عنھما ای الاستلام والامساس استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضع بھما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کیجانب سے اسکی طرف اشارہ کر کے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیون کو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبّر وھلّل وحمد اللّٰہ تعالیٰ وصلّی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم یقبل بکفیہ ور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یعنی دونوں ہتھیلیوں کو جو حجر اسود کی طرف بلند کی تھیں چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ الی السماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مقامات میں رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے لیکن دونوں جمروں کے پاس سو وہاں کعبہ معظمہ کی طرف کرے ظاہر الروایت میں کذا فی النہر عن البحر ثم طاف بالبیت طواف القدوم ویسمّٰی طواف التحیۃ وطواف اللقاء ثم امام کے بیت اللہ کا طواف کرے اسی پہلے طواف کو طواف القدوم کہتے ہیں یعنی آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آفاقی پر صادق آتا ہے اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد والے پر سنت ہے آخذا عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالمؤتم بہا والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اس صورت میں کعبہ طائف کے بائیں طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا ایسا ہے جیسے مقتدی کہ کعبہ بجائے امام کے ہے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ کہے اللّٰھم ان لک علیّ حقوقا فتصدق بہا علیّ اللھم ایلک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرعی وجد لی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللھم ان لک علیّ حقوقا فتصدق بہا علیّ اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے اللّٰھم ھذا البیت بیتک وھذا الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا اور جب رکن عراقی کے پاس آئے تو کہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاھل والولد اور جب میزاب رحمت کے مقابل ہو تو کہے اللّٰھم انی اسئلک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکاس محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدھا ابدا اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے اللّٰھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والاخرۃ اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف میں ٹھہرنا ہو تو جس طواف میں رمل سنت ہے اسمیں استیعاب انکا نہیں ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعادہ ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے برعکس کرے یعنی اپنے بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جبتک کہ مکہ میں مقیم ہے اور اگر وہاں سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتدائے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کے طواف کرے اسطرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل شروعہ رداءہ تحت ابطہ الایمن ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز کاستقبالہ احتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکالکر بائیں مونڈھے پر ڈالکر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے نعت حج میں اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم میں چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرنے اس کشادگی اور ناکے میں گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ہے تو یہ طواف جائز نہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی تب جائز

کعبہ کا نص قرآنی سے ثابت ہے اور حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہے نہ دلیل قطعی سے تو احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ طواف مین تو حطیم کو داخل کیجیے اور نماز مین
خارج وہ قبر اسمعیل تھا ... حطیم مین حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قبر ہے سبعۃ سواء فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومے ہر اشواط
جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہین حجر اسود سے حجر اسود تک پہنچا یہ ایک شوط ہے اور سات شوط کہتے ہین ... ہوتا ہے فلو طاف
ثامنا ... بخلاف ... لا
مسئلہ ... بخلاف الحج سو اگر آٹھوان شوط بھی کیا آٹھوان جب کیا تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اسپر لازم ہے کہ پورا کرنا سات شوط کا یعنی دوسرا طواف سات
شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کر دینے کے یعنی اسواسطے کہ اسنے دوسرا طواف شروع کیا بنا بر التزام کر کے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوان شوط کو ساتوان گمان کر کے شروع
کریگا تو دوسرا طواف اسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اسکا شروع کرنا بنا بر سقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بطور سقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم
ہو جاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح عن البحر واعلم ان مكان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجه [illegible] المسجد لا
بالبیت اور معلوم کر کہ طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف مین داخل کر لے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین
اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ہر چند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون
قائم ہین اُسکے اندر طواف ہوتا ہے اُسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا مجملا یون ہے کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون
ہین پھر چارون طرف بڑا صحن ہے جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم اور چارون امامون کے مصلے ہین پھر چارون طرف مسجد الحرام کے عمارت ہے یک منزلہ تین
درجہ کی پھر پست کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے
متصل دو سبز مینارے ہین جنمین سعی کرتے ہین اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے جب
حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اُسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر چوتھے
کونے کو رکن یمانی کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہے اسکے آگے تین کوس پر
مزدلفہ ہے جہان مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہین اُسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہے اسقدر جان لینے سے مسائل حج کا دریافت کرنا
آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منه او من السعي الى جنازة او مكتوبة او تجديد وضوء ثم عاد بنى اور اگر بدون سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑ لے
وبما فيهما اكل وبيع وافتاء وقراءة لكن الذكر افضل منها اور طواف اور سعی مین جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی
دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو بیت اللہ
کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اُسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہین اور
دس درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہین کذا فی النہر وفی منسك النووي الذكر المأثور افضل واما في غير المأثور فالقرآن افضل فليراجع اور نووی
شافعی کی منسک مین یون ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا
کہ طواف مین تو بحر و ذکر اللہ معروف ہے اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراءۃ قرآن طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر
تسبیح اور تہلیل اور تحمید و تکبیر اور حوقلہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل اي مشى بسرعة مع تقارب خطا وهز كتفيه في الثلثة الاول استنانا فقط
اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلا کر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اسطرح اکڑنا

فقط پہلے تین شوطون مین مسنون ہے ہم کتب احادیث مین ثابت ہے کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بیطاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافرون پر رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے اسنے عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا کام ہے اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہے اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹا یا لیکن باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے تھے فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نکرے مگر انھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد مین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون مین رمل نکرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریہ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہوگئی ہے یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہے فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہے کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین ایسا ہی پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہانتک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہے یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام و ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہوکر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب ہجوم کے نہ جاسکے تو عصا یا ہاتھ اسمین لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وھو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ھو سنۃ ویقبل والدال لا یوبدہ ویکرہ استلام غیرھما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہے امام اعظمؒ کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمدؒ نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہے اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمدؒ کے قول کی تایید کرتی ہین اور سوا حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سوا دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب وما تیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیھا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنابر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنابر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیمؑ کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل و ہاجرہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمؑ کو حق تعالی نے زمین پر اوتارا تو آدمؑ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی اللّٰھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللّٰھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضنی بقضائک تو حق تعالی نے آدمؑ پر

وحی آئی باری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے مانگی کہ مین نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اسکی محتاجی کو دور کردونگا کذا فی کنز العمال لعلی المتقی وفتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیمؑ کے سوا اور کہین مسجد الحرام مین دوگانہ طواف کا پڑھے اگر وہان جگہ نپاوے کذا فی البرہان وھل یتعین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام متعین ہے اسمین دو قول ہین طحطاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم وشرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چلے اسطرح پر کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اسمین لگادے اور دونون ہاتھون کو سر کے اوپر کھڑا کرکے دیوار مین چپٹاوے اور زمزم کا پانی پیے اور یہ دعا پڑھے (اللّٰھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) ہکذا فی فتح القدیر وعاد ان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے اور طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال ورپیش ہین اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبر وھلل نخرج من باب الصفا ندبا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے (بسم اللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان) کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت وکبر وھلل وصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بصوت مرتفع خانیہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ھم سنن ابو داود مین جابرؓ سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالی کی توحید وتکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللّٰہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان مین دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ ویدعو بما شاء لان محمدا لم یعین شیئا لانہ یذھب بالرقۃ القلب وان تبرک بالماثور فحسن اور دونون ہاتھ اٹھادے آسمان کی طرف ہتھیلیان کیے جیسے پنجگانہ نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمدؒ نے مناسک حج مین کوئی دعا خاص معین نہین کی اسلیے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگون کے حق مین ادعیہ منقولہ بہتر ہین چنانچہ مترجم نے کچھ دعائین ذکر کی ہین اور کچھ آیندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت مین نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللّٰھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ مین موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمرؓ کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللّٰھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ھدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اترکے مروہ کی طرف چلے ان دونون سبز میناروں کے درمیان جھپٹکر جو مسجد الحرام کی پٹ کی دیوار مین ترشے ہوئے ہین ہم جب صفا سے اترے تو یہ دعا پڑھے (اللّٰھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب دو سبز میناروں مین سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت مین دعاے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعل علی الصفا یفعل ھکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور اسپر وہ کرے جو صفا پر کرچکا اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہے پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط ہوا
اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاولی هو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط شوط اول مین معتبر
ہوگا یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی و فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اس سے جس سے حق تعالی نے
ابتدا کی یعنی فرمایا قرآن مجید مین ان الصفا والمروة من شعائر اللہ کذا فی حاشیة الطحطاوی وندب ختمه برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے
ختم کرنا سعی کا دو رکعتون پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو
رکعتین مسجد الحرام مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکة محرم
بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز
نہین یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع مین
اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو
مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وهو افضل من الصلوة نافلة للآفاقی قبل الکلمی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے
بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے فی البحر ینبغی تقییده بزمن
الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ افضلیت صلوة مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی مکیون کے واسطے ایام حج مین
طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے ہر طرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت
کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کر دیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوا اسے خیر کے نہ بولے کذا فی المنح
والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ
کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر
ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے اللهم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة
وقنا عذاب النار تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا
۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول فخطب
الامام اول خطب الحج الثلث سابع ذی الحجة بعد الزوال وبعد الصلوة الظهر وکره قبله وعلمهم فیها المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے
پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور
عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھاوے ہم حج کے تین خطبہ مین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا
گیارہوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال و بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید ہوا
ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ و خطبہ استسقا و خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوی فاذا صلی بمکة الفجر یوم الترویة ثامن
الشهر خرج الی منی قریة من الحرم علی فرسخ من مکة ومکث بها الی الفجر عرفة پھر جب ذی الحج کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑھ چکے
تو منا کی طرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہے حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس ہم اقامت مکہ
مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کی طرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے اللهم ایاک ارجو وایاک ادعو

ویسّر ارغب الیک یعنی ... پھر جب منا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے اللّٰھم ھذا منی وھذا مما دللتنا علیہ من المناسک
فمن علینا بجوامع الخیر ... پھر آمنت بہ علی ابراھیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما مننت بہ علی اھل طاعتک فانی عبدک وابن عبدک
ناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک اور منا میں مستحب یہ ہے کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس یروح الی عرفات علی طریق
ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے اللّٰھم الیک توجھت وعلیک
توکلت ووجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجتی انک علی کل شیء قدیر
اور لبیک کہے اور کلمۂ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پہونچا اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر لبیک
کہتا رہے یہانتک کہ عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلھا موقف الا بطن عرنة بفتح الراء وضمھا واد من الحرم غربی مسجد عرفة
اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی اسکو جائز ہے نالہ ہے حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف وہ عرفات حل
میں ہے فبعد الزوال قبل صلوۃ الظھر یخطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعة پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے
مانند جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسی ہی اسمیں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہے
ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وعلم فیھا المناسک وبعد الخطبة یصلی بھم الظھر والعصر باذان واقامتین وقراءۃ سریة
ولم یصل بینھما شیئا علی المذھب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظھر اور امام ان خطبوں میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات
اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان اور دو اقامت سے
ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اسلئے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے
اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے
کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحة ھذا الجمع الامام الاعظم او نائبه والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیھما ای الصلوتین اور اسواسطے
صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شروط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہو
تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں با جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور
عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شروط ہے اور اسیطرح اگر بغیر احرام کے دونوں
نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیة الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدھما فلو صلی الظھر وحدہ لم یصل العصر مع الامام
تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے
بلکہ عصر کے وقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظھر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقته اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز
جماعت سے پڑھی پھر اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ
شرط ثانی مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحة العصر الا الاحرام وبه قال الثلثة وھو الاظھر شرنبلالی عن البرھان اور صاحبین نے
کہا کہ شروط نہیں صحت عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول
ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان ہم برہان میں کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے
ہے کہ استداد وقوف غروب تک واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو دوبا

نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت میں منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونوں برابر ہیں
ثم ذهب الى الموقف بغسل سنّ و وقف الامام على ناقته بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار مستقبلا القبلة پھر نماز کے بعد جاوے طرف
موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان میں جاوے غسل کر کے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس قبلہ رو
ہو کر اور اسمین کھڑا ہونا سنت ہے اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو اصل ہے والقیام والنیة فیها ای الوقوف لیس بشرط ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجة
وذلك لان الشرط الکینونة فيه فصح وقوف مجتاز وهارب وطالب غريم ونائم ومجنون وسكران اور کھڑا ہونا اور
وہان کے ٹھہرنے میں نیت وقوف کی کرنا شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف میں بیٹھا رہیگا حج اسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہے کہ وہان کا ہونا شرط ہے تو جنکی سطح
ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والے کا اور سونے والے کا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب کا وقوف اور جسنے جمع
بین الصلوتین نہین کی اسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی المنح ودعا جهرا بجهد وعلّم المناسك و وقف الناس خلفه بقربه مستقبلین القبلة سامعین
لقوله خاشعين باكين اور آواز بلند کر کے دعا کرے نہایت اجتہاد او کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہرین متصل
اُسکے رو بقبلہ ہو کر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے امام مالک نے موطا میں حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل
دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ میں نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي
ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ
فقیر کی صورت سوال ہے علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبداللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن میں جو اپنے کان اور آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے
تو اُسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزاز وغیرہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ کے دن دونون ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے
جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی اللهم لك الحمد كالذي
نقول وخيرا مما نقول اللهم لك صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي واليك مآبي ولك رب تراثي اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر
ووسوسة الصدر وشتات الامر اللهم اني اعوذ بك من شر ما تجيء به الريح اللهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري
وعلانيتي ولا يخفى عليك شيء من امري انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبه اسألك مسألة
المساكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل وادعوك دعاء الخائف الضرير من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذل جسده
ورغم انفه اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن لي رؤفا رحيما يا خير المسؤلين ويا خير المعطين اخرجه الطبراني في المعجم اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی پیغمبرون کی دعا عرفات میں یہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء
قدير اللهم اجعل في قلبي نورا وفي سمعي نورا وفي بصري نورا اللهم اشرح لي صدري ويسر لي امري واعوذ بك من وساوس الصدر
وشتات الامر وفتنة القبر اللهم اني اعوذ بك من شر ما يلج في الليل ومن شر ما يلج في النهار ومن شر ما تهب به الرياح ومن شر بوائق الدهر كذا في سفر السعادة
للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث ثابت ہیں تو لائق یہ ہے کہ دعا میں بہت کوشش
کرے اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر خط پڑتا ہو تو کاغذ میں لکھ کر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھکر پھر
دعا کرے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت بيده الخير وهو على كل شيء قدير سبحان الله والحمد لله ولا

ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین
والسموات ضجت لک الاصوات بفنون اللغات نسألک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینا اھل الدنیا
اسألک ان توفقنی لما افترضت علی وتعیننی علی طاعتک واداء حقک وقضاء المناسک التی ارتہا ابراھیم خلیلک
ودللت محمدا حبیبک اللّٰھم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رأفۃ وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا لدیک فاقض حاجتی واغفر
ذنبی ولا تجعلنی من اخیب وفدک وقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی واعتقنی من النار
واغفرلی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان مقدس میں کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہے
صدق دل سے جو یہاں مانگے سو پاوے قسمت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنے در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر
اور اپنے کرم سے حج مبرور عنایت فرما آمین وھو من مواضع الاجابۃ وھی بمکۃ خمسۃ عشر نظمھا صاحب النھر فقال ۔ دعاء البرایا
یستجاب بکعبۃ ۔ وملتزم والموقفین کذا الحجر طواف وسعی مروتین فزمزم ۔ مقام ومیزاب جمارک تعتبرا اور موقف عرفات ان مکانات سے ہے جہاں
دعا قبول ہوتی اور مواقع اجابت دعا کے مکہ معظمہ میں پندرہ ہیں جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے سوان میں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول
ہوتی ہے کعبہ میں یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم میں اور موقف عرفات میں اور موقف مزدلفہ میں اور حجر اسود کے پاس اور طواف میں اور سعی کرنے میں اور
صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالہ کے نیچے اور تینوں جمار کے پاس اور صاحب نہر الفائق نے نظم
میں نہیں مذکور کیا کہ ان مواضع میں کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں مناسک حسن البصری سے ساعات مذکورہ کی یوں تصریح ہے کہ بیت اللہ
کے اندر عصر کے وقت دونوں ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت اور
موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت بلا قید دعا قبول ہے اور سعی میں اور صفا و مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس آفتاب
ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور اجابت
ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کذا فی المنح زاد فی اللباب عند رؤیۃ الکعبۃ وعند السدرۃ وعند الرکن الیمانی وفی الحجر
وفی منی فی نصف لیلۃ البدر اور طرابلسی نے لباب المناسک میں چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہیں یعنی کعبہ نظر آنے کے وقت اور بیری
کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منا میں اور ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف میں منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ میں نے کسی
کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت الشمس اتی علی طریق المأزمین مزدلفۃ وحدھا من مأزمی عرفۃ الی مأزمی
محسر اور جب عرفات میں آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہے محسر کی مازمین تک مازمین تصغیہ
تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان میں اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان میں ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار میں احکام ماوردی سے
منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہے کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین
کی راہ سے آوے ویستحب ان یأتیہا ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور
تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کی لائق ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ثم افیضوا من حیث افاض الناس
واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم یعنی رجوع کرو جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفۃ کلہا
موقف الا وادی محسر وھو واد بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او ببطن عرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوا محسر کے

اور محسر ایک نالہ ہی منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر جاوے تو جائز نہو گا بالقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہی کہ عرفات بجز بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و تشدید سین مکسور اس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل عاجز ہوئے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوے لہذا اسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و نزل عند جبل قزح بضم القاف و فتح الزای لا ینصرف للعلمیۃ و العدل من فازح بمعنے مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اوترے قزح بضم قاف و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہی قازح سے جسکے معنی اونچا ہی لا حتمانہ المشعر الحرام و علیہ میقدۃ فیل کانوا یوقدون علیہ النار فی الجاہلیۃ ادم اور قول صحیح تر ہی کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہی کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہی ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالی کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہی وصلی العشائین باذان واقامۃ لان العشاء فی وقتہا فلم تحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہیں ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبارہ اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت شروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اسمین مورد کی جمیع شروط وارد ہ واجب الرعایت ہین کذا فی رسائل الارکان بن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمۃ اللہ ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق وفی عرفۃ اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہی ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوے تو راہ مین اوترے اور پیشاب کیا پھر تا تمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پھر حضرت سوار ہوے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتتا بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتصلح لغزا من وجوہ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے یعنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص تک ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ عشا کا وقت آ وے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہی چند وجوہ سے یعنی یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض نماز ہی جسمین نہ اذان ہی نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہی جو بیوقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی سوال کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی اور اسیطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہی جو اپنے وقت پر

پرپڑھی گئی پھر صبح صادق ہوگئی سوال کون نماز ہی جسکا پڑھنا ایک خاص مکان مین واجب ہی جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہی فان لم یطلع
الفجر فیعود الی الجواز وھذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خاف فصلاھما راہ کی نماز کا اعادہ اسوقت تک ہی جبتک صبح صادق نہو نہین
ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہوجاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت مین سو اب
باقی نرہا اور یہ یعنی مغرب اور عشا کا راہ مین نہ پڑھنا اسوقت تک ہی جبتک طلوع فجر کا خوف نہو راہ مین سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑھ لے
اسواسطے کہ اگر راہ مین نہ پڑھیگا تو قضا ہوجاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان
لم یعدھا حتی طلع الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ مین تو پھر مغرب پڑھے اور عشا
کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہوجاویگی چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی
پھر اسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اسکو یاد ہی تو پانچون نمازین جائز نہین پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازین صحیح ہوگئین کذا فی المنح
عن البحر عن الظھیریۃ وینوی المغرب اداء ویترک سنتھا اور مزدلفہ مین عشا کے وقت اسے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک
کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییھا فانھا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النھر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے
اسواسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہی چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہی م نہر الفائق کا یہ مضمون ہی کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ القدر
سے اشرف ہی یا نہین اور میرا میلان خاطر اسطرف تھا پھر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہی طحطاوی نے کہا کہ اسقدر
کلام سے فتوی ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہی تو مناسب ہی کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط
مزدلفہ مین منحصر نہین بلکہ اشرفیت انکی اسوجہ سے ہی کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما
القسطلانی بان عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہی صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس دن
ذی الحجہ کے افضل ہین رمضان کے عشرہ اخیرہ سے م صحیح بخاری وغیرہ مین عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ کوئی دن
ایسا نہین جسمین عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہووے ان دنون سے یعنی عشرہ ذی الحج سے اور طبرانی مین یون ہی کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر
اور محبوب تر ہی سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے
اندھیرے مین یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس
ولو مارا کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شیء علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے
طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب تو اسپر کوئی جزا
نہین وکبر وھلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہی چنانچہ حدیث جابر [illegible] ہی اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ یون دعا کرے (اللھم انت خیر مطلوب
وخیر مرغوب الیہ الٰھی لکل ضیف جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ھذا المقام ان تقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الھدی امری وتجعل
الیقین من الدنیا ھمی اللھم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی من الرزق الحلال اللھم لا تجعلہ آخر العھد بھذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما
احییتنی برحمتک یا ارحم الراحمین) واذا اسفر جدا اتی منی ملبیا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ حجر
لانہ موقف النصاری اور جب خوب روز روشن ہوجاوے تو منا کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہی کہ جب طلوع شمس مین دو رکعت

پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریہ پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے پتھر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہی
یعنی اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہی غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے
یہی مسنون ہی طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہی اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہی (ورمی جمرۃ العقبۃ
من بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعا حذفا مجمعین لے بڑی کا اصابع) جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبہ کو نالے کے اندر سے سات
کنکریان انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہی کہ خلاف سنت ہی جمرہ مفرد ہی اور جمع اسکی جمار ہی اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو
کہتے ہین اور منا مین جمار ان تین مکانون کا نام ہی جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہی اور دوسرا جمرۂ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ
اور خذف بخاء معجمہ وذال منقوطہ ٹھیکری وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذف یہ ہی کہ ابہام کے سرے
کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہی اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ اہانت ہی اور اسطرح پھینکنا اور مارنا سنت
کا بیان ہی ورنہ جسطرح سے ماریگا جائز ہی کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ
مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر جمرۂ ثانیہ
کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۂ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان
مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر (ویکون
بینہما خمسۃ اذرع) اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہی کذا فی المنح
(ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ) اور اگر ایک شخص نے
کنکری ماری اور کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہی اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اسکے بدلے
مین لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہی اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہی کذا فی الجوہرۃ (وکبر بکل) ای مع کل منہا)
اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ مارنے کے وقت یون کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ فتح القدیر مین ہی کہ حسن بن زیاد کی
روایت ہی (وقطع التلبیۃ باولہا) اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین (فلو رمی باکثر منہا
ای السبع جاز (کالو رمی باقل) فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہی اور اگر سات
سے کم ماریگا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہی نہ زیادتی کے روکنے کو (وجاز الرمی بکل ما کان من
جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ) اور جائز ہی
مارنا ہر ایک اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہی جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسیطرح چونہ اور ہرتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے
کہ تیمم کرنا درست ہی اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہی (لا یجوز بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا
اہانۃ وقیل یجوز) جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین
عزت دینا ہی نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہی کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہی کہ جواہرات
سے مارنا جائز ہی مناسک فارسی مین ہی کہ یاقوت سے مارنا جائز ہی کذا فی المنح (وذہب وفضۃ) لانہ یسمی نثارا لا رمیا (وبعر) لانہ لیس من

جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ بالبر خلاف المذھب اور جائز نہین مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہین اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق کے فن مین جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہی سو مذہب کے مخالف کراگرچہ اسمین اہانت ہی لیکن جنس ارض سے نہین ویکرہ اخذھا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ لحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہی کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان وہان پڑی رہتی ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہی اسکی کنکریان اٹھوائی جاتی ہین ع یہ جو بعضے کتب اور مناسک مین مذکور ہی کہ کنکریان مزدلفہ سے لاوے یا اس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ و منا کے درمیان ہی سو سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اٹھائے مگر جمرات کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہی کہ مین نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہی اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان پھینکتے ہین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباسؓ نے جواب مین کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہی اسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اسکی پڑی رہتی ہین اور نے کہا جب مین نے ابن عباسؓ سے سنا تو اپنی کنکریون پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر مین نے انکو تلاش کیا تو انکو نپایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا لان یرمی بمتنجسۃ بیقین اور یہ مکروہ ہی کہ ایک پتھر کو اٹھاوے پھر اسکو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریان بنا دے چنانچہ اکثر عوام کرتے ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہی اس سے مارنا بھی مکروہ ہی کنکری کی مقدار مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ بقدر باقلا ہو اور اگر اس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہی اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہی سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر مین اور منا کے تین دنون مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دھونا مستحب کہا ہی تاکہ بالیقین طہارت معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر ویبقی من طلوع ذکاء لزوال ھا وایام اعزہا وکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے ہی گیارھوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے ہی دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہی زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہی غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی فذبح بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہین افضل ہی قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہی ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالون کو کترے اسطرح کہ ہر بال انگلی کے پور کی برابر لے بنابر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالون کا مستحب ہی اور چوتھائی سر کے بالون کو کترنا واجب ہی ویجب اجراء الموسی علی الاقرع ان امکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اسکے سر پر واجب ہی جسکے سر پر بال نہ جمے ہون گر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہون او استرہ نہ پھر سکے تو اس صورت مین استرہ پھیرنا ساقط ہی ومتی تعذر احدھما لعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہی سو اگر بالون کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنی کترانے اور منڈانے مین اسوقت تک اختیار ہی جبتک دونون ممکن ہون اور جب ایک نہو سکیگا تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النھر یہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہی وحلقہ الکل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہی اسواسطے کہ سنت ہی اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہی اور کترانے سے منڈانا افضل ہی اسواسطے کہ صحیحین مین ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کتروانے والون کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والون پر رحم کر اولو ازالہ بنورۃ جاز اور اگر بالون کو چونہ لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہی ع سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہی الحمد للہ علی ما ھدانا وانعم علینا اللھم ھذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللھم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بھا عنی سیئۃ وارفع لی بھا درجۃ اللھم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی

عنا انسکنا اللهم زدنا ایمانا ویقینا واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہی کہ بالون کو دفن کر دے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے
شروع کرے یہی مسنون ہی کذا فی فتح القدیر وحل له کل شئ الا النساء قبل الطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے
ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین
مذکور ہی صاحب بحر نے اسکو ضعیف کہا ہی اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہی امام اعظم کا مذہب مشہور
یہی ہی کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہی طحاوی اور دار قطنی کی اس حدیث سے عن عائشة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد
حل لکم الا النساء یعنی رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوائے عورتون کے اور امام
شافعی کے نزدیک رمی محلل ہی بدلیل حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارة یوما من ایام النحر الثلثة بیان لوقته الواجب پھر طواف
الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہی سبعة بیان للاکمل والا فالرکن
اربعة طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہی ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور
طواف الافاضہ بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل هذا الطواف والا فعلهما لان التکرار فیهما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور
بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل و سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارة اول
وقته بعد طلوع الفجر یوم النحر وهو فیه ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقته الی اخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد
طلوع فجر کے ہی قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد الله بن عمر رضی الله عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہی آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا
وحل له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شئ فلو قلم ظفره مثلا کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد
طواف الزیارۃ کے اسپر عورتین حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال
نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہی نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت
نسا مین ظاہر نہین ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاے مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہی کذا فی المنح فان اخره عنها ای ایام النحر ولیالیها
منها کره تحریما ووجب دم لترك الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہی اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین
داخل ہین اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وهذا عند الامکان فلو طهرت الحائض ان قدرت علی اربعة اشواط ولم تفعل لزم
دم والا لا اور یہ یعنی تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہی جبکہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے
سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نکیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اسپر
ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بها للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے
یہی سنت ہی منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وفی بعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا مما یلی
مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے
پاس ہی یہی مسنون ہی اور اسکو جمرہ اولی کہتے ہین خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہی لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم
بما یلیه الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہی جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہین جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین ۳۰۵ ہاتھ کا فرق ہی کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبة سبعاً سبعاً وكبر بكل حصاة پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے تینون جمار کو سات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ
مین و اُن دونون کے درمیان مین ۴۸۴ ہاتھ کا فاصلہ ہی اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نکر سکے تو اُسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی و رمی جمار
مین یہ ترتیب مسنون ہی واجب نہین کذا فی النہر ووقف حامداً مهللاً مكبراً مصلياً قدر قراءة البقرة بعد تمام كل رمي بعده رمي فلا يقف
بعد الثالثة ولا بعد رمي يوم النحر لانه ليس بعده رمي اور ٹھہرا رہے تحمید و تہلیل و تکبیر کہتے ہوے اور درود پڑھتے ہوے بقدر پڑھنے سورۂ بقر کے اور قہستانی مین
مضمرات سے مروی ہی کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہی کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اُس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری رمی ہو یعنی
جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسری جمرے کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہیے تینون دنون مین اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے رمی
کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلیے کہ اُسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنی سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا
لنفسه وغيره رافعاً كفيه نحو السماء والقبلة اور دعا کرے اپنے واسطے و غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول
ہی یہ قول ہی ابو یوسف کا یا دعا کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی النہر ثم رمی غداً كذلك ثم بعده كذلك ان مكث
وهو احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسیطرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسیطرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا منا مین
مستحب ہی وان قدم الرمي فيه اي في اليوم الرابع على الزوال جاز فان وقت الرمي فيه من الفجر الى الغروب واما في الثاني والثالث فمن الزوال
الى طلوع ذكاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہی کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک
اسواسطے کہ اُس دن مین رمی کا وقت فجر سے ہی غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہی آفتاب کے طلوع ہونے
تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہی اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی وله النفر من منى قبل طلوع فجر الرابع لا بعده لدخول وقت الرمي اور جائز ہی کوچ کرنا منا سے
قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز
الرمي كله راكباً ولكنه في الاوليين الاولى والوسطى ماشياً افضل لانه يقف لا في الاخيرة اي العقبة لانه ينصرف والراكب اقدر عليه
واطلق افضلية المشي في الظهيرية ورجحه الكمال وغيره اور کل رمی سوار ہو کر درست ہی لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہی اسواسطے کہ دونون کے بعد
ٹھہرنا ہوتا ہی تو اگر وہان سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہی اسواسطے کہ
انسان اُسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اُسکی رمی کرنے کے بعد پھرتا ہی اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہی اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہی اور
ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہی یعنی تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہی اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی کہ
اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہی علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہونے مین جمار ثلثہ کے رمی مین تو
سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور
اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا سوار ہو کر کذا فی المنح ولو قدم ثقله بفتحتين متاعه وخدمه الى مكة واقام بمنى او ذهب لعرفة كره ان لم يامن وان
امن فلا كذا يكره للمصلي جعل نحو نعل خلفه لشغل قلبه اور اگر اپنے اسباب و خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات گیا
تو مکروہ ہی اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین
اور اسیطرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہی بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ یعنی عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جسمین دل کو کھٹکا
رہے کہ اسمین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الى مكة نزل استناناً ولو ساعة بالمحصب بضم ففتحتين الابطح وليست المقبرة منه جب

بیاتے منا سے مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہی کہ اول محصب مین اوترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول و فتح ثالث وتشدید اس مکان کا
نام ہی جو مکہ اور منا کے درمیان مین ہی اُسمین پتھریان کثرت سے ہین اُسکو ابطح و بطحا اور حصبا بھی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہی محصب مین داخل
نہین ہم محصب مین اوترنا سنت ہی ادنی رتبہ یہ ہی کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہ ہی کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہین پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے
کذا فی الفتح والسیح صحیح بخاری مین انس رض سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ
کا طواف کیا امام شافعی رح نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت موکدہ نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت موکدہ ہی اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی
اسلیے کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے
یعنی محصب مین کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وھو واجب الا علی اھل مکۃ ومن فی
حکمھم فلا یجب بل یندب لکن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے سات
شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہی مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سوا انپر طواف الوداع
واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ اس مسافر آفاقی پر مستحب ہی جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہی مثل طواف القدوم
کے اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہی ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیۃ للطواف شرط فلو طاف ھاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہی سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسیکے پکڑنے کو تو جائز نہوگا لکن یکفی اصلھا
فلو طاف بعد ارادۃ السفر و نوی التطوع اجزأہ عن الصدر کما لو طاف بنیۃ التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت
کرتی ہی یعنی طواف کی نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع
ادا ہو جائیگا چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارۃ ثم بعد رکعتیہ شرب من ماء زمزم پھر طواف
الوداع کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو اگر
تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا ورنہ زمزم
جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہی اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہی کہ زمزم کے پاس آوے اور
خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منھ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہی اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبداللہ بن عباس رض
زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللھم انی اسألک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر وقبل العتبۃ تعظیما للکعبۃ ووضع صدرہ
ووجھہ علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعۃ کالمستشفع بھا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا سینہ
اور منھ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کی طرف ملتجی ہوتا ہی تو اسکا
کپڑا پکڑتا ہی ملتزم اس مکان کا نام ہی جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان مین ہی چار ہاتھ کی اسکی مسافت ہی جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر کہے
والسائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو لم ینلھا یضع یدیہ
علی رأسہ مبسوطتین علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار و دعا مجتہدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر رکھکر کے

یا اللہ مین سوال کرتا ہون تجھسے علم مفید اور رزق فراخ اور شفا ہر ایک بیماری سے

دیوار پر لگاوے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹاوے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور روے یا رونے کی صورت بناوے ہم کافی ہی کہ اپنا رخسار دیوار سے لگاوے اور تتارخانیہ اور قاضی خان میں ہے کہ تکبیر و تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط میں ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور الٹا کعبہ کیطرف کذا فی العالمگیریہ ویرجع القہقری ای الخلف حتی یخرج من المسجد و بصرہ ملاحظ للبیت اور پھرے اولٹے پاؤں روتا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہانتک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ہم رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے (اللہم ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان امنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعل ہذا آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وھو الیسیر من الزمن وھو المحمل عند اطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شیٔ علیہ بترکہ و ساقط ہے طواف القدوم اس شخص سے جسنے عرفات میں وقوف کیا ایکساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اسپر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانا اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں نہ ساعت نجومی ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یوم ہا ای عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر جاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا لو اہل عنہ رفیقہ وکذا غیر رفیقہ فتح بہ ای بالحج مع احرامہ عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی بافعال الحج جاز اور جو ٹھہرا عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہاں ہو کر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کی حالت میں یا بیہوشی کے حال میں اور اسیطرح اگر بیہوش کی طرف سے اسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا بشرطیکہ اسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہو گیا یا سو گیا اور کسی شخص نے اسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب سونے والا جاگا یا بیہوش ہوش میں آیا اور اسنے حج کے افعال ادا کیے تو اسکا حج جائز ہو گیا اسواسطے ظاہر ہو گیا کہ اسکی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دوسرے کی نیابت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء ان الاغماء بعد احرامہ طیف بہ المناسک وان احرموا عنہ اکتفی بمباشرتہم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اسکو لیجانا چاہیے مکانات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ میں اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کرچکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اسکے رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقوں کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج میں لیجانا ضرور نہیں ولو ارسلوا حین فاجر مواعنہ ولطا فوابہ المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح کہتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کتاب فقہ میں حکم اس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے مجنون ہو گیا پھر رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام باندھا اور اسکو مناسک حج میں لیگیا اور کلام فتح القدیر اسکا مفید ہے کہ اسطرح کا حج بھی جائز ہے اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون کا صحیح اور زوال عقل میں برابر ہیں ہم شارح نے صریحا لکھا کہ یہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جاہلا انہا عرفۃ ھو الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات میں ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہیں سو وہاں کا ہونا چلنے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات میں نہ ٹھہرا اسیطرح اسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے ہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات میں ایکساعت ٹھہر رات کو یا دن کو تو اسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی ولو حجہ نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آیندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر ذبح کرنا واجب نہیں ولا المرأۃ فیما مر کالرجل

لعموم الخطاب مالم يقم دليل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہے احکام حج مین جو مذکور ہوچکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت و مرد دونون سب مکلف ہونے کے حکم شرع برابر ہی جبتک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا رأسہا ولو سدلت شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ مین ہی نہ اسکے سر مین تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہی کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے ولہذا برقع ڈالنا مکروہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بناتے ہین عورت اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی اور کپڑا اسپر ڈال لیتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اسطرح کہے کہ آپ سنے اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنی چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نکرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نکالے جیسا مردونکا آتا ہی اور دونون میناروں کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈا وے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر کے بال پور کی برابر کترا وے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہوچکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران کا رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب بجائے ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ مین بنا بر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوائے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزم الدم بتاخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوے اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارہ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کردیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل او بقر ا ور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گائے ذبح کرے تو واجب ادا ہوجاویگا اور امام شافعی گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی منہما ومن الغنم کما سیجیء اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی ہی وہ جانور ہی جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحج وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو اسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے لفظ وانا بالعقیق اور یہ حدیث بین دخل نہین الطحطاوی نے ام سلمہ سے یون روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حج یعنی مین نے سنا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروق سے یوں روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قارن ہو گیا اہل کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تا انکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروزآبادی نے اس مقام کو سفر السعادت میں خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین میں کہ شمار میں ۲۰ سے زیادہ ہیں یوں صریح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا معاً تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اسمین داخل کر لیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع میں شک نہیں کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہو گئیں حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اوتاریں پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرے سے اسیکو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج کرنے عمرے سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف القدوم وان اساء او بعدہ والکراہۃ اشد اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکار کے کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ ہی حقیقی معیت ہو اسطرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اسطرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اسطرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معاً احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی نہ مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ عقیب بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں سو انکو مجھ پر آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول کا ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہو کر اس صورت میں تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کی کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنی قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسیطرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون میں حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولا حتی لو نواہ للحج لا یقع الا لہا اور قران کرنے والا

پہلے عمرے کا طواف کرے یہانتک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اُسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعۃ اشواط یرمل فی الثلاثۃ الاول ویسعی بلا حلق عمرے کا طواف
سات شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان
سو اگر قارن نے بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے
کہ دو احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی تخریج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی
مذکور ہوچکی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات
شوط کیے تو جائز ہے اور اُسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اُسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران
وھو دم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے
بسبب قران کرنے کے اور یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھاوے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے
ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے حکم قرآن مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن
لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ یعنی جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین
روزے حج مین اور سات جبکہ تم پھر کر آؤ یہ پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور درصورت عدم قدرت دس
روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہے وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اخرھا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہے
بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفے کے
دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام حجۃ فرضا او واجبا وھو بمضی ایام التشریق این شاء لکن ایام التشریق لا تجزیہ لقولہ
تعالی وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فمعنی رجع منی واتخذھا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ
واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا
روزہ کفایت نہین کرتا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنی جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی کہ
جسکا منا وطن ہے یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب
ہے رجوع کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثۃ تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنی ایام حج مین یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت حج
تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی تھی اب وہی متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیاں واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ
اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم درصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اُسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے

کیونکہ افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہی اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ مجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہین ہوتا قول صحیح ہی
کذا فی النہر فاوانی باربعۃ اشواط ولو بقصد العدم والتطوع لم تبطل ویتمہا یوم النحر والاصل ان الماتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ یقع عنہ ان ینو
لہ مصرف المتلبس بہ سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کیے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کی نیت سے کیے ہون تو قارن باطل
نہوگا اور عمرے کو پورا کرے یوم النحر مین یعنی باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہی کہ جو چیز لائی جاوے اس جنس سے اسکی جس سے مکلف مشغول
اور شاغل ہو رہا ہی ایسے وقت مین کہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا شاغل ہی اسی جنس مشغول بہا کے فعل سے بیان ہوا تو
مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئے لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہونگی وقضیت العمرۃ وجوبا اور جو عمرہ
کہ باطل ہوگا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کرتا ہی عبادت کو مانند نذر کے وجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا
بسبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ دو عباداتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من المتاع او المتعۃ یہ باب ہی تمتع کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہی یا متعہ سے اور دونون کے معنی نفع لینے کے ہین یا نفع پہونچانے کے وشرعا ان یفعل
العمرۃ اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہ ہی کہ عمرہ کیا جاوے یعنی عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاوین حج کے مہینون مین سو اگر قبل اشہر
حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فتح قال المصنف فلتغیر
النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل شہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر اسی سال حج کیا تو
یہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہوا مصنف نے کہا تو تعریف تمتع کو اس تعریف کی طرف [illegible]
منح الغفار مین تصریح کی ہی کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور تبیین سے معلوم ہوتا ہی کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر حج مین کرنا مشروط ہی حالانکہ فتح القدیر مین تصریح ہی کہ اشہر حج
کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہی کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی
قید نہین لگائی تو اب منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہی کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بعد [illegible]
اختیار کی ویطوف ویسعی کما مرّ اور طواف اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہو چکا امام طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت
ہی پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف مین مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے [illegible]
شرط نہین متمتع کو اختیار ہی چاہے حرم [illegible] منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع
التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے متمتع کو مکہ کا رہنا لازم
نہین خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الماما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے
ایک ہی سفر مین وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کر کے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہی کہ اپنے اہل مین آوے المام غیر صحیح کرا لمام غیر صحیح
اسکو کہتے ہین کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ اسکا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجا ہی وہ احرام نہین اتار سکتا ذی الحجہ
کی آٹھوین تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم مین پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم مین جانا مستحب
اور المام صحیح یہ ہی کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی کو نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل ویحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف
الزیادۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام ویذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ کو اور مسجد حرام سے احرام باندھنا

اور آٹھوین تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہی اور حج کو ادا کرے مانند حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ مین رمل کرے اور صفا مروہ کے سعی طواف الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہی ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہی ولکونہٗ لا اضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہین ہوسکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہین اور یہ ذبح واجب ہی فان عجز عن دم صام کالقران یعنی اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج مین اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہا ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الھدی کما مر اور جائز ہی تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہین اور تاخیر کرنا صوم مین عرفہ کے دن تک افضل ہی ہدی کے پا جانے کی امید پر چنانچہ قران مین گذرا وان اراد المتمتع السوق للھدی وھو افضل احرم ثم ساق ھدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہ افضل ہی اس تمتع سے جسمین ہدی ساتھ نہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہی تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجاے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہی لیکن افضل نہین وھو اولی من قودہا الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہی اسکے کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وھو اولی من التجلیل اور پٹا گلے مین ڈالے اپنے اونٹ یا گاے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہی جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کے واسطے بھی ہوتی ہی بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہی تقلید یہ کہ جانور کے گلے مین پٹا ڈالے یا جوتی اسمین باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہین بلکہ حرم کو جاتا ہی وکرہ الاشعار وھو شق سنامہا الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ فاما من احسنہ فان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہی اشعار یہ ہی کہ اونٹ کے کوہان کو بائین یا داہنی طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہی کہ ہر شخص اسکو خوب نہین کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہی سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ ایسا اشعار مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور بحث احرام مین مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہین کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہی واعتمر ولا یتحلل منہا حتی یحرم ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہی احرام اتارنے سے یہانتک کہ پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان مین جسنے ہدی کو نہین ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر مین اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونون احرام سے یعنی حج اور عمرے کو دونون احرام حلق کے بعد موقوف ہوے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک لکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم مین ہی یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہی وہ فقط حج کرے یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام یعنی وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہی جسکے اہل وعیال مسجد الحرام مین حاضر نہین ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہی اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہی اور اسکو روزے رکھنا واجب نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ کتب معتبرہ مین جو یہ مذکور ہی کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہی نہ صحت کی ومن اعتمر بلا سوق ھدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فیبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے المام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالمفارق اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کرکے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے مین اسکو اختیار ہی اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نکرے تو اسپر کچھ مواخذہ نہین اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے

الامام صحیح نہین تو تمتع اُسکا باطل نہین مانند قارن کی یعنی جیسے قارن کے حق مین قران باطل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لہا اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبارا للاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوطون سے پورا کر دیا حج کے مہینون مین تو اُسکا تمتع صحیح ہی اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل شہر حج کے اور تین شوط اشہر حج مین کیے تو تمتع صحیح نہین بنابر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای افاقی حل من عمرتہ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ غیر بلدہ وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج مین عمرہ کر کے احرام اوتارا اور مکہ مین رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اُسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہی اسواسطے کہ اُسکا سفر ہنوز باقی ہی ولو افسدہا وَرجع من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا لانہ کالمکی اور اگر اشہر حج مین عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنی اُسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملگیا تو متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اُسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باہلہ ثم رجع واتی بہما لانہ سفر آخر فلا یضر کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مگر جبکہ بعد فاسد کر ڈالنے عمرے کے اپنے گھر چلا گیا پھر گھر سے مکہ مین احرام باندھکر پلٹ آیا اور عمرے اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پہنچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ مکہ مین آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہی اُس عمرے کی جسکو فاسد کر چکا واتی النسکین افسدہما اتمہما بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون مین جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اسکو تمام کرے اسواسطے کہ احرام نکلنا بدون افعال مخصوصہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اُسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین تمتع نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اُسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام والحرم یہ باب ہی جنایات کا جنایات جمع ہی جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہی احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع مین جنایت حرام فعل کا نام ہی اور یہان یعنی کتاب الحج مین جنایت اُس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب بہا دمان او دم او صوم او صدقۃ فصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو انھین امور کی تفصیل کی ہی ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شیء علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیجب علی نائم غطی راسہ خون واجب ہی محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی کے اگر بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اُسکی بی اختیاری مین جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اُس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم اختیار مین گناہ ساقط ہی نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوا کاملا ولو فما باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوا لو جمع یعنی ذبح کرنا واجب ہی اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ منہ خوشبودار ہوگیا ہو بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اُسقدر کہ اگر سب کو جمع کیجیے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہی اگر مجلس متحد ہوا اور نہین تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہی یعنی اگر ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہی اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہی کذا فی النہر ولو ذبح ولم یزلہ لزمہ دم آخر لترکہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اُسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے واما الثوب المطیب فالعبرۃ فیشترط للزوم الدم دوام لبسہ یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے مین یہ شرط ہی کہ دن بھر اُسکو پہنے رہے او خضب راسہ بحناء رقیق اما الثخین ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی مین پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر پر لگا دیا تو اُسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایکدن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھوپ لے

کذا فی الطحطاوی عن البحر وهی فی حدیث مرفوع ہی کہ الحنا طیب یعنی مہندی خوشبو ہی چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے
اسکو بھی ذکر کردیا او الذی ای نہر او دہن بزیت او حل ای تقدم المهملة السمسم ولو کانا خالصین لانهما اصل الطیب بخلاف بقیة الادهان
یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن میں ملا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے اسواسطے کہ دونوں تیل اصل ہیں خوشبو کے امام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے
کہ خوشبودار پھول مثل گلاب و بیلا و چمیلی کے انہیں ڈالے جاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہوجاتے ہیں بخلاف اور تیلوں کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہیں ہوتا
ہر حل بفتح حاء مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہی یعنی تلوں کا تیل جسکو عرب شیرج اور دہن السمسم بھی کہتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون و میٹھے تیل کے لگانے
میں صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکله او استعط او داوی به جراحته او شقوق رجلیه او اقطر فی اذنیه لا
یجب دم ولا صدقة اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے
دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسك والعنبر والغالية والكافور ونحوها مما هو طيب بنفسه فانه يلزمه الجزاء
بالاستعمال علی وجه التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسطرح کی چیزوں کے جنمیں ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہی
اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا میں اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحطاوی ولو جعله
فی طعام قد طبخ فلا شیء فیه وان لم یطبخ وکان مغلوبا کره اکله کشم طیب و تفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی
چیز لازم نہیں خواہ کھانے میں خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہی تو اسکا
کھانا مکروہ ہی اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبودار سیب کا سونگھنا مکروہ ہی مع جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ و الایچی اور دارچینی کے جبکہ وہ کھانے
میں مخلوط ہوجاوے تو اسکا کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر به او وضعه علی کتفیه لا شیء علیه یا محرم نے سیا کپڑا پہنا
اسطرح پر جسطرح پہننے کی عادت ہی تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا جامہ اپنے دونوں مونڈھوں پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب
نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسه بمعتاد ولو بحمل اجانة او عدل فلا شیء علیه یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تغار یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں یوما کاملا او لیلة کاملة وفی الاقل صدقة پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو
ذبح کرنا اسپر واجب ہی اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ واجب ہی ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعه لیلا واعاده
نہارا ولو جمیع ملبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس میں ذبح واجب ہی ویسے دس دن میں اگرچہ محرم رات میں لباس کو
اوتار ڈالتا ہو اور دن میں پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو یعنی ٹوپی اور قبا و پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہی مالم یکفر ام علی النزع لیلبسه
عند النزع فان عزم علیه ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول او لا ایک روز او چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہی جبتک محرم نے لباس
اوتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اوتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کرچکا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا
ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما للبسه ثم دام علی لبسه
یوما آخر فعلیه الجزاء ایضا لانه محظور فکان لدوامه حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایکدن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا میں ذبح کیا
پھر اسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتدائے لباس کا ہوا یعنی
جیسے ابتدائے لباس میں جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وهو لابسه کانشائه
بعده ولو مکرها او نائما اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہی گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اس قمیص

کو جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی ایک دن بھر پہنے رہیگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق
ولو تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اُسنے قمیص پہنا پھر اسکو صحت ہوگئی
بعد اُسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اُسنے قمیص پہنا تو اسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین
او الی قلنسوۃ فلبسہا مع عمامۃ لزم دم فقط اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سوا اُسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سوا اُسنے ٹوپی کو پگڑی
کے ساتھ پہنا تو اسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال
العذر مع ذلک فاستمر تعدد الجزاء اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہیں پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دو جزا دیوے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو
تو اسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیۃ ربع الرأس والوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر و چہرہ کے برابر ہے کفارہ میں
ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدیہ علی انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہیں محرم کے دونوں کان اور گدی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے
کے ہاتھ رکھنے میں او حلق ای ازال ربع رأسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو مونڈے یعنی بالوں کو دور کرے کسیطرح خواہ
مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمہ یعنی واحتجم والا فصدقۃ کما فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اُس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے
ہیں ماتن کی مراد یہ ہے کہ وہاں مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنوں کے
یا پچھنے لگا دے بدون مونڈنے کے تو اُسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح بتصریح بحر الرائق میں منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ اسقدر حلق چہارم سر سے کمیل ہے تو
فتح کرنے کو وہ واجب کرنگا کذا فی الفتح او حلق احد ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد
المجلس تعدد الدم الا اذا اتحد المحل کحلق ابطیہ فی مجالس ... او فی ربعۃ یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیرناف مونڈے یا سب گردن کے
بال مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پانوں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پانوں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب صورتوں
میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ
کے اور تیسری مجلس میں ایک پانوں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پانوں کے تو چار بکریاں ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے
تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد
ہوئی کذا فی الطحطاوی او ید او رجل اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پانوں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ چوتھائی
کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پانوں میں ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پانوں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی اور چوتھائی کل کے
قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہوچکا کذا فی الدر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور طواف الصدر کو
جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہوجانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم
کو شروع کیا تو اب اُسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہوگئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا
بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو
جنبا فبدنۃ ان لم یعدہ اور اگر جنابت میں طواف الزیارۃ کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کرلیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور
طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی جزا اُسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابۃ وندبہا فی الحدث وان المعتبر
الاول والثانی جابر لہ فلا یجب اعادۃ السعی جوہرۃ اور قول صحیح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول اصح ہے کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا
اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی البحر والنہر وفی الفتح لو طاف للعمرة جنبًا او محدثًا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطًا لانہ
لا مدخل للصدقة فی العمرة اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور ایسے ہی خون واجب ہے اگر
عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفة ولو بند غیرہ قبل الامام وقبل الغروب یا محرم
چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہان سے آنا اسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنی وجوب ذبح میں اختیاری آنا اور بے اختیاری مساوات
برابر ہین ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح غایة اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہان پھر گیا ہو
کذا فی الغایة او ترک اقل من سبع الفرض یعنی لم یطف غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقة والا فدم
یا طواف فرض کے سات شوطون میں سے کمتر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارة سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنی اسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب
ہوگا جبکہ اسنے طواف الزیارة کے سوا اور کوئی طواف نکیا ہو یہانتک کہ اگر اسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارة کیطرف منتقل ہوجاوینگے
جتنے مین کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے
تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارة کے تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارة کی تکمیل ہوئی
باقی رہے چار شوط کمی ہوئے تین شوط کی اور تین اقل طواف ہین تو اسمین صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہون تو چار شوط کی کمی رہیگی بعد تکمیل کے اور
چار شوط اکثر طواف ہین تو اسمین ذبح کرنا واجب ہوگا وبترک اکثرہ بقی محرمًا ابدًا فی حق النساء حتی یطوفہ فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان
یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارة کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم رہیگا عورتون کے حق میں یہانتک کہ طواف زیارة کو ادا کرے تو جو بار کہ وہ جماع
کریگا اتنی بار اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہون مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا
کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اسنے اصلا
طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعة منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکة یا محرم طواف الصدر کے سب شوط
یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی
او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہوکر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہوکر
سعی کرے بسبب عذر کے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ولو الوقوف بجمع یعنی من دلفة او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ
ای اکثرہ فی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایکدن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرة العقبہ کے رمی کو یا ایکدن کے کثر رمی کو ترک کرے
اور کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرھوین تک رمی نکرے کسی دن اور جبتک کہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا ممکن ہے ترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا
واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ یوم النحر مین جمرة العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار ترک ہوئین یا ایام ثلثہ مین کسی دن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام
رمی اور ایکدن کی رمی ترک کرنے مین ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ جنس ایک ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدھا فدمان او بعمرة
لاختصاص الحلق بالحرم بحج کے محرم نے سر مونڈا حل مین ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے مونڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے محرم نے
حل مین سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم مین لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی ایام
النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہین اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹا پھر اسنے بال کترائے یا

منڈانے اور ایسا ہی حکم حاجی کا ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کترا وے یا منڈا وے تو اسپر ذبح کرنا واجب ہے بسبب تاخیر کے او قبل عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او لمس بشہوۃ انزل او لا فی الاصح او استمنی بکف او جامع بہیمۃ ان انزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اسپر واجب ہے قول اصح میں یا کف دست اپنا سے منی کا نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر او اخر الحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما بہا یا حاجی نے سر منڈانے اور طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق و طواف الزیارہ ایام نحر میں متعین ہیں بنا بر وجوب کے اور صاحبین رح کے نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی اخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کے رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تنہا حج کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم رح کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا شخص آیا اسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ یعنی اب اسکو کر لے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رح کی طرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی ناواقفی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بے علمی کا کیا حاجت تھی اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ترتیب کی مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدا اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے انکو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اسپر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس رض کو ہے ہرچند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی میں اس قول کو عبداللہ بن عباس رض سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جسمیں ابراہیم بن مہاجر کو نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ لباب وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں نہ صدقہ نہ خون اس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے ہاں یہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب و پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں تنہا حج کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اسپر ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اسکو کچھ ضرر نہ کریگی کذا فی الطحطاوی ابتدا باب سے یہانتک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمیں ایک خون واجب ہے ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر و دم القران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ من جعل الدمین للجنایۃ اور واجب ہیں دو خون اس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اسکو منقح کر کے بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کر کے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع ہو گیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب جوابہ قولہ الاتی تصدق اقل من عضو او ستر راسہ اولبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر میں یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھکا لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے ماتن کی عبارت میں ان طیب کا جواب اسکا قول ہے یعنی تصدق فی اخر الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت

لباس پہنے مین نصف صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی ڈھائی
گھڑی جسکو بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر یہ تھا کہ
شارح اسکو ذکر نکرتا او حلق شاربه او اقل من ربع رأسه او لحيته او بعض رقبته یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی
گردن کے تھوڑے بال مونڈے او قص اقل من خمسة اظافير او خمسة متفرقة كالستة عشر متفرقة من كل عضو اربعة وقد استغرقت الكل فعليه لكل ظفر نصف صاع الا ان يبلغ
دما فينقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے
چار اور ایک پاؤن سے چار اور دوسرے پاؤن سے چار جب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ناخن کاٹنے کی جزا ہر ناخن پر نصف صاع کا ہے تو ہر ہر ناخن کا صدقہ آدھ صاع
جسکے تخمینًا کچھ اوپر ۱۷ سیر گیہون ہوتے ہین تو آٹھ صاع ہوتا ہے کہ اس صورت مین جبکہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی
کی جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کہ کتب معتمدہ مین مثل ہدایہ و اسکی شروح مین یہی ہے کہ ہر ناخن کی
جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ و درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترك ثلاثة من سبع الصدر فيجب لكل شوط
منه ومن السعي نصف صاع او احدى الجمار الثلث فيجب لكل حصاة صدقة الا ان يبلغ دما كما مر وافاد [illegible] فينقص نصف صاع
یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے یا طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ
واجب ہے یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے
تو کچھ کم کر ڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے
جو متون مین مذکور ہے یعنی جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق رأس محرم او حلال غيره او رقبته او قلم ظفره بخلاف ما لو طيب عضو غيره او البسه مخيطا فانه
لاشيء عليه اجماعا ظهيرية یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے اگر غیر
کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظهيرية تصدق بنصف صاع من بر كالفطرة
تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے یہ جواب ہے ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا
پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ
کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے جو چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور
یا جو دے لہذا شارح نے صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طيب او حلق او لبس بعذر خير ان شاء ذبح في الحرم او تصدق بثلاثة اصوع على ستة مساكين
اين شاء او صام ثلثة ايام ولو متفرقة اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے
یا تین صاع گیہون چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف
ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہرا خوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع
ضرورت سے زیادتی نکرے یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نلازم
ہوگا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے اور صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے الله علیه وسلم میرے پاس تشریف لائے
اور مین اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئین میرے منہ پر پڑ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا
کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجھکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز

پہلے بتلائی پھر یہ آیت اوتری (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) یعنی جو شخص تم مین سے بیمار
ہو یا اسکو تکلیف ہو اسکے سر سے تو فدیہ ہے صوم سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہے
کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہے اُسنے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم
قرآن مین مجمل تھا حضرت نے اسکی تفصیل بیان فرمائی (وَ) وَطْئُهُ فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ مِنْ آدَمِيٍّ وَلَوْ نَاسِيًا أَوْ مُكْرَهًا أَوْ نَائِمَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَجْنُونًا ذَكَرَهُ الْحَدَّادِيُّ
لكن لا دم ولا قضاء عليه قبل وقوف فرض يفسد حجه اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قُبل مین
جماع کیا ہو خواہ دُبر مین محرم نے عمداً جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور
مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر اس جماع سے ذبح اور قضائے حج لازم نہین طحطاوی نے کہا وطی انسان کی ہر صورت مفسد حج ہے گو
انزال ہوا ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہین لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور جو فتح القدیر مین ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سو یہ قول ضعیف ہے
ولوالجیہ اور مناسک ابن نجیم کے مخالف ہے كذا في النهر وكذا لو استدخلت ذكر حمار أو ذكرا مقطوعا فسد حجها اجماعا اور اسیطرح اگر عورت نے
ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ مین داخل کرلیا تو اسکا حج فاسد ہوگیا بالاتفاق (و) يمضي وجوبا في فاسده كجائزه ويذبح ويقضي ولو نفلا اور واجب ہے
کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنی فاسد جانکر اسکو بالکل ترک نکر دے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہ گئے ہون آخر تک پورا کرے اور ذبح
کرے اور اگلے سال اس حج کی قضا کرے گو یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اور اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کے مراسیل
مین مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونو محرم تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم
دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم کے نزدیک حجت ہے
علاوہ اسکے دارقطنی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہین بلکہ لوگون کے
ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ
بن عمرو بن العاص کا فتوی اسیطرح موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضیٰ اور عمر فاروق اور ابوہریرہ سے
اسی قسم کا فتوی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء هل يجب قضاؤه تكرارا والذي يظهر ان المراد بالقضاء الاعادة اور اگر سال
آیندہ مین قضائے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح کہتا ہے مین نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر
قضا سے مراد یہان اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہین ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین
مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم يتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع اور جب زوجین قضائے حج کو دوسرے سال آوین تو انپر جدا رہنا واجب نہین
بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہے اسواسطے کہ مشقت قضا حج کی ترک جماع مین کافی ہے (و) وطئه بعد وقوفه لم يفسد ويجب بدنة وبعد الحلق قبل الطواف
قبل الطواف شاة لخفة الجناية اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہوچکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا
اسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اُس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار
اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے کہ ہلکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوائے عورتون کے سب چیزین
محرم کو حلال ہوجاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق مین اسکو رد
کیا ہے کذا فی الطحطاوی (و) وطئه في عمرته قبل طوافه اربعة مفسد لها فيمضي ويذبح ويقضي وجوبا (و) وطئه بعد اربعة ذبح ولم تفسد

تنبیہ خلافاً للشافعی در وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے مفسد ہے عمرہ کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرہ کے افعال کو کیے جاوے
اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین
ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رحمہ کے کہ انکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہے اسواسطے کہ عمرہ انکے نزدیک فرض ہے کذا فی الطحطاوی فان
قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقتہ اگر قتل کرے محرم صید یعنی شکار کو تو اسپر جزا واجب ہے صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی
اصل پیدائش سے وحشی ہو پس خشکی کا جانور وہ ہے جسکا توالد و تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہے جسکا توالد و تناسل پانی مین ہو
اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانورون مین
دوسری قید یہ ہے کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہے کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانوون سے خواہ پرون سے تو پالا ہوا ہرن صید مین داخل ہے
اسواسطے کہ اصل مین وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور کا کول اور غیر ماکول دونون کو
شامل ہے تو سب کا قتل محرم کو حرام ہے حل اور حرم دونون مین سوا ان جانورون کے جو مستثنی ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او
دَلَّ عَلَیۡہِ قَاتِلَہٗ مُصَدِّقٌ قَالَہٗ غَیۡرُ عَالِمٍ وَاتَّصَلَ الۡقَتۡلُ بِالدَّلَالَۃِ وَالۡاِشَارَۃِ وَالدَّالُّ وَالۡمُشِیۡرُ بَاقٍ عَلٰی اِحۡرَامِہٖ وَاَخَذَہٗ قَبۡلَ اَنۡ یَّنۡفَلِتَ عَنۡ مَکَانِہٖ
یا محرم نے صید پر اسکے قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتادیا کہ فلانے مکان مین ہے دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے
تصدیق کا یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہے بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہے کہ اسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہے کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی
دلالت سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ قتل کرنا صید کا دلالت و اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے
والا اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اتار چکا ہو تو اسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہے
کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اسنے اسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اٹھ گیا
اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت و اشارہ مین یہ فرق ہے کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہے اور اشارہ سامنے ہوتا ہے بَدَأَ وَعَادَ سَہۡوًا
اَوۡ عَمۡدًا مُبَاحًا اَوۡ مَمۡلُوۡکًا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت
واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھولکر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری
قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فَعَلَیۡہِ جَزَاؤُہٗ وَلَوۡ سَبُعًا غَیۡرَ صَائِلٍ مُسۡتَاۡنِسًا اَوۡ حَمَامًا وَلَوۡ مُسَرۡوَلًا بِفَتۡحِ الۡوَاوِ وَہُوَ مَا فِیۡ رِجۡلَیۡہِ رِیۡشٌ کَالسَّرَاوِیۡلِ
یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اسکی جزا واجب ہے اگرچہ صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ نہین کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسے بلاؤ ہے
یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین و سکون را و فتح واو اس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانوون مین پرون مثل پاجامہ کے امام مالک رحمہ کے نزدیک
مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہے وحشی نہین تو اسکا حکم بطخ کی برابر ہے ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہے لیکن وہ اپنے بھاری پن سے
اڑ نہین سکتا کذا فی المنح اَوۡ ہُوَ مُضۡطَرٌّ اِلٰی اَکۡلِہٖ کَمَا یَلۡزَمُہُ الۡقِصَاصُ لَوۡ قَتَلَ اِنۡسَانًا وَاَکَلَ لَحۡمَہٗ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر
ہو تو بھی اسپر جزا واجب ہے چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہے اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھاوے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہین وَیُقَدَّمُ الۡمُتَقَدِّمُ عَلَی الصَّیۡدِ وَالصَّیۡدُ عَلٰی مَالِ الۡغَیۡرِ وَلَحۡمِ الۡاِنۡسَانِ قَبۡلَ الۡخِنۡزِیۡرِ اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کھانا مقدم ہے
صید پر اور صید مقدم ہے مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہے مردہ پر تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف روایت ہے فتاوی

قاضی خان میں مردار کو تقدیم ہے صید پر اور مبسوط میں صید کو تقدیم ہے مردار پر یہ السراعلم کذا فی فتح القدیر ولو للمیتۃ فیتا الحمل بحال کما لا یحل طعام
مضطر آخر اور اگر میت پیغمبر ہو تو کسی حال میں حلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں وفی البزازیۃ الصید المذبوح
اولی اتفاقاً اور بزازیہ میں ہے کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہے مردار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار میں حرمت ذاتی ہے اور شکار میں عارضی کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء ھو ما قومہ عدلان فی قتل الواحد ولو القاتل یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن فی مقتلہ قیمۃ فاؤ للتنویع
لا للتخییر اور صید کی جزا وہ قیمت ہے جسکو دو عادل مسلمان مقرر کر دیں جس مکان میں کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان میں جو قتل کے نزدیک تر ہو اگر اسکے مقتل میں
قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ او کا مصنف کی عبارت میں تقسیم کے واسطے ہے نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف میں ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے
اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹھہرا دے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے ضعیف ہے کہ ظاہر النص قرآنی کے مخالف ہے اور نص میں ظاہر دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہے
مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جزائے صید میں قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک ہمشکل ہونا صید کا جزا میں ضروری ہے چنانچہ ہرن میں
بکری اور خرگوش میں بکری کا بچہ اور شتر مرغ میں اونٹ اور گورخر کے قتل میں گائے انکے نزدیک لازم ہے حق تعالی نے فرمایا (لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ
مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا)
یعنی صید کو نہ مارو جبکہ تم محرم ہو اور جو تم میں سے قصداً مارے تو جزا ہے مثل اسکی جسکو مارا جانوروں میں سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم میں سے حکم کریں نیاز ہو پہنچا ہو
کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہے یعنی باعتبار قیمت کے
اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہے جو صورۃً اور معنیً دونوں ہو چنانچہ مشترک النوع میں سو مماثلت مطلقہ تو یہاں بالاتفاق مراد نہیں لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے
کہ شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق العباد میں کذا فی الہدایہ وشروحہا والجزاء فی سبع ای حیوان لا یوکل ولو خنزیرا او فیلا لا یزاد علی
قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا الدم وکذا لو قتل معلماً ضمنہ
حق اللہ تعالی غیر معلم ولمالکہ معلماً اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہاں وہ جانور مراد ہے جو حلال
نہیں اگرچہ سور ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیجاوے گی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں سوائے
خونریزی کے کوئی فساد نہیں کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہیں تو اسمیں واجب نہیں مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم
درندے کو قتل کیا مثلاً شکاری چیتا مارا تو حق اللہ میں غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے نفع
کے ہے اور حق شرع باعتبار اسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہ ھدیاً ویذبحہ بمکۃ او طعاماً ویتصدق
بہ علی کل مسکین نصف صاع من بر او صاعاً من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیویں تو قاتل
کو اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ میں جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع
گیہوں یا جو ایک صاع کھجور یا جو جیسا صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی
کو دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں گذر چکا ولا یجزیہ اقل ولا اکثر منہ بل یکون تطوعاً کفایت نہیں کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل
صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوماً یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین امر میں اختیار ہے
کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر کے حرم میں لیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلاً گیہوں مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا ہر
نصف صاع کے عوض ایک روزہ رکھے یعنی اگر پانچ فقیروں کو نصف نصف صاع گیہوں پہونچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہوں تو دس روزے رکھے

وان فضل عن طعام مساكين او كان الواجب ابتداء اقل منه تصدق به او صام يوما بدله اور ایک مسکین کے حصے سے اگر زیادہ بچ رہا اس سے کم بچ رہے یا ابتدا ہی سے اتنا واجب ہوا جو ایک مسکین کے حصہ سے کم ہو مثلاً کنجشک یعنی چڑیا کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کم یا اسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا يجوز ان يفرق نصف صاع على مساكين قال المصنف تبعا للبحر هكذا ذكره هنا وقدم في الفطرة الجواز اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ ایسا ہی فیفید کذلک هنا یہاں یعنی جزاء صید میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہوچکا ہے تو یہاں بھی یہ اطلاق الی ہے ... یہاں مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی کذا فی المنح وتكفي الاباحة هنا كدفع القيمة اور یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنی اطعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیوے دوسری صورت یہ کہ کھانا پکا کر دونوں وقت آنکو پیٹ بھر کے کھلاوے جتنا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ولا ان يدفع كل الطعام الى مسكين وفيه هنا بحار والفطرة لان العدد منصوص عليه اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزائے صید میں تعدد مساکین مصرح ہے قرآن میں بلفظ جمع كما لا يجوز دفعه اي الجزاء الى من لا تقبل شهادته له جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا كاصله وان علا وفرعه وان سفل وزوجته وزوجها وهذا هو الحكم في كل صدقة واجبة كما مر في المصرف ان لوگوں کو جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول و فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول و فروع اور زوجین کو دینا جائز نہیں چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوة میں مذکور ہوچکی ووجب بجرحه ونتف شعره وقطع عضوه ما نقص اذا لم يقصد الاصلاح فان قصده كتخليص حمام من سنور او شبكة فلا شيء عليه وان مات اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ یہ محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں مثلاً کبوتر کے چھڑانے میں بلی سے یا جال سے کچھ پر یا ادھر اکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ثم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۴۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۳۰ درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب بنتف ريشه وقطع قوائمه حتى خرج من حيز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانون کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب اڑ جاتا ہے اور چوپایہ اپنے پانون سے بھاگ جاتا ہے پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے پانون کاٹے تو وہ اب اپنے کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی وكسر بيضه غير المذر اور اسکے انڈے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ ميت به اي بالكسر اور قیمت واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطا قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صيد الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ احرام نہیں باندھے وہ حرم کی شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہے کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبه اور قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشيشه وشجره حال كونه غير مملوك يعني النابت بنفسه سواء كان مملوكا

اولا حتی قالوا الوقت فی ملکہ ثم غیلاً ن نقطعھا انسان فعلیہ قیمتہ لمالکہا ولجزاء لحق الشرع بناءً علی قولہما المفتی بہ من تملک ارض الحرم
اور قیمت واجب ہے حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنے خود جم اٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو
یہان تک فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اٹھے اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو
کاٹنے والے پر دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اسکی مالک کیواسطے اور دوسری قیمت حق شرع کیواسطے اس مسئلہ کی بنا ہے صاحبین رح کے مفتی بہ قول پر کہ
زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہین ہو سکتی ولا مکتبت ای لیس من جنس ما ینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شئ علیہ
اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانے کا درخت نہو یعنی اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر اسکے ہم جنس ہو یعنے
ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اسکے کاٹنے سے اُس شخص پر شرعاً مواخذہ نہین ہان اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ
قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم کتب فقہ علی الخصوص شرح ہدایہ مین مصرح ہے کہ حرم کی گھاس و حرم کا درخت دو قسم مین ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو
لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خودرو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہے اسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے
یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہین ان دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خودرو درخت ہے اسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ
بوتے ہین تو اسکے کاٹنے مین بھی جزا واجب نہین یا ایسا خودرو درخت ہے جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب
ہے کذا فی الدرر اور اس امر مین اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر
حمد الٰہی کی بعد اسکے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ
حلال ہوگیا پھر اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہان کی گیلی گھاس اور حلال
نہین یہان کی گری چیز تو عباس رض نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام
نہین ہے چنانچہ ظاہر حدیث مین سوا اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہین لیکن فقہانے بدلیل اجماع کے اقسام ثلٰثہ مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اسی درخت اور
گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خودرو ہے اور انسان کیطرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کیطرف منسوب ہے گیا
کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار کمقطوع و درخت لم یبق بالشجرۃ فلذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت و توڑنے مین
مواخذہ شرع کا نہین بشرطیکہ سوکھا توڑ درخت کو ضرر نکرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا
اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اسکا پھلنا قائم مقام ہے اُسکے بونے اور جمانے کے قیمتہ فی کل ما ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذھب بحو کانون
او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ کانہ تبع واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے پر اکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہونے جمیع مسائل مذکورہ
مین چنانچہ تفصیل انکی ترجمہ مین منفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اسکے قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت
مین نمو نرہا تو وہ درخت نرہا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب انگیٹھی رکھ دینے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ کہ
اسطرح سے ضائع ہونا بالطبع ہے نہ بالاصالت والعبرۃ للاصل لا لغصنہ اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہے اور شاخین
اسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہے اسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اسکی حل مین ہے اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا
و بعضہ ای الاصل کبعض جمیعاً للحرمۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ لمکان الطیر ان کان

علی غصن بحیث لو وقع الصید لوقع فی الحرم فهو صید الحرم لا لا اور باعتبار اوڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اسطرح کہ اگر شکار گرے تو
حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نگرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائمۃ فی الحرم وراسه فی الحل فالعبرۃ لقوائمه بعضها
لکلها لا لراسه وهذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لراسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانون حرم میں ہون
اور اسکا سر حل میں تو اعتبار اسکے پانون کا ہے یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانون کا حرم میں ہونا سب پانون کے برابر ہے یعنے اگر ایک پانون بھی حرم کی
زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنے اگر اسکے پانون حل میں ہون اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے سواسطے کہ اس حال میں اسکے پانون کا اعتبار ساقط ہے تو یہان دو امر جمع ہوئے یعنی اباحت کا اور دوسرا تحریم کا
تو تحریم کا غالب ہوگا سو اگر صید لیٹا ہو اور اسکا سر حرم میں ہو اور پانون حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ لحالۃ
الرمی لا لا اذا رماه من الحل وفر الصید فی الحرم فتجب الجزاء استحسانا بابائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق
یا تیر مارا شکار کو تو اسپر جزا نہیں تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے جزا ہے لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ اگر رامی اور مرمی دونون حرم میں ہون یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونون حل میں ہون تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نہ نکلا ہو اور یہی
حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا وضمنه لم یحرم اکله وجاز بیعه ولکره ویجعل ثمنه فی الفداء
ان شاء لعدم الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر محرم کا انڈا یا انڈے پکالئے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا
کھانا حرام نہیں اور اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکا اسکی قیمت جزا میں دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ نہیں ذبح
کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا تو خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ
مردار ہوگیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن السراجیه اور محرم کو صید کا زندہ
بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا ہے محرمون کو تم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشه
ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایه اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سوائے اذخر
کے اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیثون میں مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی میں گندھیل
اور گندھیل اور مرانچ کی گھاس کہتے ہین فلا باس باخذ کمأة لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کے کھنبے لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس نہیں ہے
وبقتل قملة من بدنه او القائها او القائه ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کحفنۃ اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اسکے ڈالدینے سے یا اپنے کپڑے کو دھوپ
میں ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ
بدن کی میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا جھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جون کا مارنا یا زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا
دھوپ میں ڈالے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابو داؤد اور ترمذی میں ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق رض سے ثابت
ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی
اسیطرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب حنفیہ یہی میں فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء بفعل ای القملۃ بالدلالۃ
کما فی الصید اور واجب ہے جزا جون بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی

ولا حتی تالوا لو نبتت فی ملکہ او غیرہ ان نقطعہا انسان فعلیہ قیمۃ لمالکہا واخریٰ لحق الشرع بناءً علی قولہما المفتیٰ بہ من تملک ارض الحرم
اور قیمت واجب ہے حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنے خود جم اُٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو
یہان تک فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُٹھے اور کوئی آدمی اُسکو کاٹ ڈالے تو
کاٹنے والے پر دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اُسکی مالک کیواسطے اور دوسری قیمت حق شرع کیواسطے اس مسئلہ کی بنا ہے صاحبین رح کے مفتی بہ قول پر کہ
زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہین ہوسکتی ولا منبتا ای لیس من جنس ما ینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شئی علیہ
اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانے کا درخت نہو یعنی اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر اُسکے ہم جنس ہو یعنے
ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اُسکے کاٹنے سے اُس شخص پر شرعًا مواخذہ نہین ہان اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ
قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم کتب فقہ علے الخصوص شرح ہدایہ مین مصرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم مین ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو
لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خودرو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہے اُسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے
یا ایسا ہے جسکے بونے کی عادت نہین ان دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خودرو درخت ہے اُسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ
بوتے ہین تو اُسکے کاٹنے مین بھی جزا واجب نہین یا ایسا خودرو درخت ہے جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب
ہے کذا فی الدرر اور اس امر مین اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر
حمد الٰہی کی بعد اُسکے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ
حلال ہوگیا پھر اُسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہانکا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہان کی گیلی گھاس اور حلال
نہین یہان کی گری چیز تو عباس رض نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام
نہین ہے ہر چند ظاہر حدیث مین سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہین لیکن فقہانے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنےٰ کیا ہے اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اسی درخت اور
گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خودرو ہے اور انسان کیطرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اُسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کیطرف منسوب ہوگیا
کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار کمقطوع وورق لم یضر بالشجرۃ ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتونمین
مواخذہ شرع کا نہین بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نکرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا
اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اُسکا پھلنا قائم مقام ہے اُسکے بونے اور جمانے کے قیمتہ فی کل ما ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذہب بحفر کانون
او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ کالذی تبع واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے پر اُکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئے جمیع مسائل مذکورہ
مین چنانچہ تفصیل اُسکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہوچکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اُسکے قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت
مین نمو نرہا تو وہ درخت نرا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب انگیٹھی رکھنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہے
کہ اسطرح سے ضائع ہونا بالطبع ہے نہ بالاصالت والعبرۃ للاصل لا لغصنہ اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہے اور شاخین
اُسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہے اُسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اُسکی حل مین ہے اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا
و بعضہ ای للاصل کعوتج حکما الحرمۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ لمکان الطیر ان کان

علی غصنٍ بحیث لو وقع وقع الصید فی الحرم فہو صید الحرم والا لا اور باعتبار اوڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اسطرح کہ اگر شکار گرے تو
حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نگرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائمہ الصید القائم فی الحرم ورأسہ فی الحل فالعبرۃ لقوائمہ بعضہا
اوکلہا لا لرأسہ وہذا فی القائم فلو نائمًا فالعبرۃ لرأسہ لسقوط اعتبار قوائمہ فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانون حرم میں ہون
اور اسکا سر حل میں تو اعتبار اسکے پانون کا ہے یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانون کا حرم میں ہونا سب پانون کے برابر ہے یعنے اگر ایک پانون بھی حرم کی
زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار رہیگا نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنے اگر اسکے پانوں حل میں ہون اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پانون کا اعتبار ساقط ہے تو یہان دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسر اتحریم کا
تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہو اور اسکا سر حرم میں ہو اور پانون حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ لحالۃ
الرمی الا اذا رماہ من الحل ومر السہم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق
یا تیر مارا شکار کو تو اسپر جزا نہیں تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے جزا ہے لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ اگر رامی اور رمی دونون حرم میں ہون یا ایک حرم میں ہو تو واجب ہے اور اگر دونون حل میں ہون تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نکلا ہو اور یہی
حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضًا او جرادًا او حلب لبن صید فضمنہ لم یحرم اکلہ وجاز بیعہ ویکرہ ویجعل ثمنہ فی الفداء
ان شاء لعدم الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانہ میتۃ اور اگر محرم کا انڈا یا انڈے پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا
کھانا حرام نہیں اور اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دے (انڈے اور ٹڈی کا کھانا) اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ انمین ذبح
کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ
مردار ہوگیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل شرعی ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن السراجیۃ اور محرم کو صید کا زندہ
بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشہ
بدابۃ ولا یقطع عنہا الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے مگر سوائے اذخر
کے اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا با ستثنا ابن عباس کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہوچکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی میں گندھیل
اور گندھیل اور بھرانچ کی گھاس کہتے ہیں فلا باس باخذ کمأۃ لانہا کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کے کھنبے لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس نہیں ہے
وبقتل قملۃ من بدنہ والقائہا والقاء ثوبہ فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اسکے ڈالدینے سے یا اپنے کپڑے کو دھوپ
میں ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دینا چاہیے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ واجب ہے یعنے ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ
بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں منہ بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جون کا مارنا یا زمین کی گری جون کا مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا
دھوپ میں ڈالنے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابو داؤد اور ترمذی میں ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق رض سے ثابت
ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے بھی
اسیطرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب نے اسی مذہب اختیار کیا ہے فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء ایضا ای القملۃ بالدلالۃ
کما فی الصید اور واجب ہے جزا جون بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی

با اشارہ کیا اور اسنے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ھو الزائد علی ثلثۃ والجراد کالقمل بجراد اور کثرت سے جوئیں مارنے میں نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہے اور ٹڈی جوں کے برابر ہے قلیل او کثیر کی وجوب جزا میں کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ دس یا زیادہ کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شیٔ بقتل غراب الا العقعق علی الظاہر ظہیریہ وتعمیم البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہیں نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوّے کے قتل کرنے میں سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بحر الرائق میں کہا کہ تینوں قسم کے کوّے کا مارنا درست ہے تو اس میں عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی پیٹھ پر کو جو پیچھے سے کھوتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ بدائع میں ابو یوسف رح سے مصرح روایت ہے کہ حدیث میں اس کوّے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ و نجاست دونوں کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایۃ میں ہے کہ عقعق جانور کو اکثر نہیں ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعوی ممنوع ہو گیا انتہی ظہیریہ میں ہے کہ عقعق میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اسکی آواز عین و قاف کے مشابہ ہے وحِدَاۃ بکسر ففتحتین وجوّز البرجندی فتح الحاء والحیل کے قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہے حداۃ بکسر حا و فتح دال و ہمزہ اور برجندی نے حا کا فتحہ بھی تجویز کیا ہے حداۃ بفتح اول سونک کے تیر کو کہتے ہیں اور ظاہر تو مکسر اول ہے کذا فی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالھمز وجوّز البرجندی التسہیل وکلب عقور وحشی او اھلی فلیس بصید اصلا اور بھیڑئیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہیں شارح کہتا ہے کہ فارۃ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہے اور برجندی نے انمیں تسہیل بھی جائز رکھی ہے یعنی بجای ہمزہ الف کے بیٹیں ہیں پڑھنا اور وحشی کتا ہرچند صید ہے لیکن بسبب اسکی ایذا رسانی کے جزا اسکے قتل کی ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں جتنے ستوط جزا میں علت اسیطرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوّا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہے بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری روایت عبداللہ بن عمر رضہ سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دارقطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع میں محرم کو بھیڑئیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع میں سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہے یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر ونحوہ فی النہر قلت لا یحل قتل ما لا یوذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلی اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح اجالم ینصرا ور بچھو اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا بچھو ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں نہر فی النہر و نہذا فقہا نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنی پالتو کتا جبکہ موذی نہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنی اس صورت میں ہے جبکہ کتے ضرر پہونچتے ہوں اسواسطے کہ ملتقط میں مصرح ہے کہ جب کتے ایک گانوں میں زیادہ ہو جاویں اور وہاں کے لوگوں کو ضرر پہونچاتے ہوں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کریں انتہی کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضمّ ففتح فسکون وفراش وذباب وبعوض ونمل وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصیود ولا متولدۃ من البدن اور پسو اور چچڑے اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بجھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں سے پیدا ہوتے ہیں جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ما صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء کما لو لزمہ قیمتہ لو ملکا اور درندہ یعنی ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنیوالا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا

کہ سبع مملوک مین دو قیمتین لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت ہو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر رکہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابوھا
ظبیا لان الام ھی الاصل فیقر بنعو دجاج وبط اھلی اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ اسمین ماں ہی اصل ہے نہ باپ اور جائز ہے
ذبح کرنا گائی اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہے جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہین اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین رہتی ہے اڑتی پھرتی ہے یہانتک
کہ اسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانتہ علیہ فھذا
حل ھا حق للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہے محرم کو کھانا اس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطے شکار کیا ہو
تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو شکار
غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رحہ کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کرے
محرم کیواسطے تو اسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید حلال ہے
جبتک کہ تم نہ شکار کرو یا تمھارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہے
کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رحہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے
اور بعضے غیر محرم سو مین نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رضہ نے اسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسنے تم مین امر کیا تھا اسکا یا
یا اسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہے کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی
اصحاب نے کہا کہ نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نکیا تھا بلکہ محرم اصحاب کیواسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے
اسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بھا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ
الصوم وقید بالذبح لانہ لا شیء فی الدلالۃ الا انہ صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اسکی واجب ہے تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اس سے ہدی مول
لیکر حرم مین ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر بطور تاوان ہے نہ کفارہ یہانتک کہ اگر ذبح کرنیوالا
صید حرم کا محرم ہے تو اسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رحہ نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اسپر کچھ جزا واجب نہین سواے گناہ کے
ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطلاقہ او ارسالہ للحل وديعۃ قہستانی
علی وجہ غیر مضیع لان تسیب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام
باندھا ہو اور اسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے حسمی ہاتھ مراد ہے جسکو جارحہ کہتے ہین تو اس شخص پر واجب ہے صید کا چھوڑ دینا یعنے اوڑا دینا طائر کا یا حل
مین اسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل مین جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنے چوپائے کو مطلق العنان نکردے
اسواسطے کہ چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلئے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا
کذا فی النہر وفی کراھیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذھا فھی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ
تضییع للمال اشعی قلت وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ قبل در جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے
چڑے مول لئے اور انکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑلے وہ انکا مالک ہے اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہین ہونے
خواہ کلام کو کہے یا نکہے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہے جبکہ جامع الفتاوی کے

یا اشارہ کیا اور اسنے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ویجب فی الکثیر منه بنصف صاع والکثیر هو الزائد علی ثلثه والجراد کالقمل بحر اور کثرت سے جوئیں مارے میں نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہے اور ٹڈی جوئیں کے برابر ہے قلیل اور کثیر کی بابت جزا میں کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ دس یا زیادہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتل غراب الا العقعق علی الظاهر ظهیریة و تعمیم البحر رده فی النهر اور کچھ جزا نہیں ہے محرم پر غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے میں سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بحر الرائق میں کہا کہ تینوں قسم کے کوے کا مارنا درست ہے اور اس میں عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی پیٹھ کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ بدائع میں ابو یوسف رح سے مصرح روایت ہے کہ حدیث میں اس کوے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایہ میں ہے کہ عقعق جانور کو اکثر نہیں ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعویٰ جسمیں منع ہوگیا اور ظہیریہ میں ہے کہ عقعق میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اسکی آواز میں ابرقاف کے مشابہ ہے وحداٰۃ بکسر ففتحتین وجوز البرجندی فتح الحساء او چیل کے قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہے حداۃ بکسر حا اور فتح دال بوہمزہ اور برجندی نے حے کا فتحہ بھی تجویز کیا ہے ہم حاء بفتح اول دو نوک کے تیر کو کہتے ہیں اور ظاہر تو یہ کسر اول ہے کذا فی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالهمزة وجوز البرجندی التسهیل وکلب عقور او وحشی اما غیره فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھوا اور چوہے اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے سوا یعنے اہلی کتا ہرگز صید نہیں شارح کہتا ہے کہ فارۃ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہے اور برجندی نے اسمیں تسہیل بھی جائز کی ہے یعنے ہمزہ اور الف کے بین بین میں پڑھنا اور وحشی کتا ہر چند صید ہے لیکن بسبب اسکی ایذا رسانی کے جزا اسکے قتل کی ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں ستر جزا میں علت اسیطرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوا اور چیل اور بچھوا اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ کو بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری روایت عبد اللہ بن عمر رض سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع میں محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع میں سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہے یعنے وہ درندہ جو حملہ کیسے کذا فی فتح القدیر وبعوض ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاهلی اذا لم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح اذا لم یضر اور مچھر اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی النهر ولهذا فقہا نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنے پالو کتا جبکہ موذی نہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنے اس صورت میں ہے جبکہ کتے ضرر نکرتے ہوں اسواسطے کہ ملتقط میں مصرح ہے کہ جب کتے ایک گانوں میں زیادہ ہوجاویں اور وہاں کے لوگوں کو ضرر پہونچاتے ہوں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کروا ڈالیں ملتقط کذا فی النهر وبرغوث وقراد وسلحفاة بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح اللیل وابن عرس وام حبین وام اربعة واربعین وکذا جمیع هوام الارض لانها لیست بصیود ولا متولدة من البدن اور پسو اور چچڑے اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں سے پیدا ہوتے ہیں جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ما صائل لا یمکن دفعه الا بالقتل فلو امکن بغیره فقتله لزمه الجزاء کما تلزمه قیمته لو مملوکا اور درندہ یعنی ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہوا اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو پھر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النهر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا

کہ مبیع مملوک میں دو قیمتیں لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت ہو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولذا ذبح شاۃ ولو ابوھا
ظبیا لان الام ھی الاصل و بقرٍ و بعیرٍ و دجاجٍ و بطٍّ اھلیٍّ اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ آدمیوں میں ماں ہی اصل ہے نہ باپ اور جائز ہے
ذبح کرنا گائے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت میں وحشی نہیں تو یہ صید میں داخل نہیں کہ محرم پر اُنکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہے جو گھروں میں اور حوضوں میں رہتی ہوں اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہیں بخلاف وحشی بطخ کے جو جنگل میں اُڑتی پھرتی ہیں
کہ اُسکے ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو حِذ
حَدٌّ ما حلّ للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہے محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل میں ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطے شکار کیا ہو
تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سوا گر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار
غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رحمہ کے نزدیک اگر غیر محرم نے شکار کیا
محرم کیواسطے تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہیں بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمہیں حلال ہے
جب تک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہے
کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم کے اصحاب نے محرم تھے
اور بعضے غیر محرم سو میں نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کسنے تم میں امر کیا تھا شکار کا
یا اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہیں حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی
اصحاب نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نکیا تھا بلکہ محرم اصحاب کیواسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے
اُسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلالٍ صیدَ الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزأہ
الصوم وقید بالذبح لانہ لا شیٔ فی الدلالۃ الا اثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہے تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول
لیکر مکہ میں ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہیں کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہے نہ کفارہ یہاں تک کہ اگر ذبح کرنیوالا
صید حرم کا محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اُسپر کچھ جزا واجب نہیں سوائے گناہ کے
ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صیدٌ وجب ارسالہ ای اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی
علی وجہ غیر مضیع لانہ تسبیب الی ابقاۃ حرام اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہو اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام
باندھا ہو اور اُسکے حقیقی ہاتھ میں صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہے جسکو جارحہ کہتے ہیں تو اُس شخص پر واجب ہے صید کا چھوڑ دینا یعنے اڑا دینا طائر کا یا حل
میں اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنے چوپائے کو مطلق العنان نکردے
اسواسطے کہ چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم میں جانور کا چھوڑ دینا اسلئے واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا
کذا فی النہر وفی کراھیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ
تضییع للمال انتہی قلت وحینئذٍ فتقید الاطارۃ بما لا اباحۃ فیہ اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے
چڑیے مول لئے اور اُنکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑ لے وہ انکا مالک ہے اور اسکے چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتے
خواہ کلام کو سیکے یا نکے کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہے جبکہ جامع الفتاوی کے

اذا ثبت طیرہ بحسب حکم معلوم ہوا تو ظاہر کے اڑ جانے کو مباح کر سکیں کرنا چاہیے قبل اُڑانے کے یعنی اُڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہی
اتنا فی المحیط … من قسم مختارات النوازل سیّب دابتہ فاخذھا آخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسییبہا ہی لمن
اخذھا … فلہ اخذھا … هذا القول بیمینہ انتہی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا
سو دوسرے شخص نے … پکڑ لیا اور اسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اُسپر اختیار نہین بشرطیکہ چھوڑتے وقت اُسنے یہ کہا ہو کہ یہ اُسکا ہی جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنے
کیوقت … کہا ہو … حاجت … اول کو اسکا لینا جائز ہی اور مالک ہی کا قول اسمین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلام المجتبیٰ لکن
… اگر صید محرم کے گھر مین ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے
اسمین اجریان عادت … شرعیہ مین سے ایک ہی یعنی صحابہ بہت احرام باندھتے تھے اور انکے گھرون مین صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور
انسے منقول نہین کہ … چھوڑ دیتے ہون تو یہ اجماع فعلی ہو … اور اجماع حجت شرعی ہی دواجن اُس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اُسکی وحشی ہو
یا مانوس ہو جیسے ہرن اور کبوتر اور مرغی کذا فی النہر والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہی کہ انکے حق مین خیر القرون
وارد ہی ورنہ مطلب نہین کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہی واللہ اعلم او فی قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث
یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اسکا چھوڑ دینا واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو
مصحف کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر جزدان مین ہو تو لینا اسکا درست ہی اسیطرح محرم کو صید کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو
تو پنجرے کا لینا درست ہی اسواسطے کہ صید پنجرے مین ہی نہ ہاتھ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرہ کا لینا ہاتھ مین لینے کے برابر ہی اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو
غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ
لانہ لم یخرج عن ملکہ … وہ صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل مین
جائز ہی اور اسکو لینا اس صید کا اس شخص سے جائز ہی جسنے صید کو اس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام یا بعرض
دخول حرم تھا فلو کان جارحًا کبازٍ فقتل حمام الحرم فلا شیء علیہ لفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو جیسے باز سو وہ حرم کے کبوتر کو
مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ جزا لازم نہین سو اسنے کیا اُسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا یعنے محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی
جانور کو مارے تو اسکا کیا قصور فلو باعہ ردّ المبیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے
اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہی اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہی اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہی او
اگر بائع اور مشتری حرم مین ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین رح کے نزدیک بیع جائز ہی کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدًا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ
اتفاقا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اسکا چھوڑ دینے والا اسکے حکمی ہاتھ سے
باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنی اگر گھر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اُس صید کو چھوڑ دیگا تو اسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا
تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور صاحبین رح کا قول ثابت ہی بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہ ہی کہ چھوڑنے
والے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین رح کا قول
لائق فتویٰ کے ہی چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین انہین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ وحینئذ فلو باخذہ
ممن اخذہ اور اگر حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اسکا مالک ہی نہین ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے

اور اسوقت مین یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحطاوی والصید کالمبیع والمحرم بسبب اختیاری کشراء وھبۃ بل السبب جبری والسبب الجبری فی احد عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشارۃ قلت قال تبعاً للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النھر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وھو الظاھر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ و صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنے نے اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہی اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہو گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشرح مذکور ہین اسیواسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہی اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہی لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہی اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم العین ہی مطلقاً لقولہ تعالیٰ (وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہی تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب تھا فان قتلہ محرم اخر او الحلال مسلم ضمنا جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم تو پکڑنیکی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ہم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویساہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ورجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیرلے جسقدر کہ اُسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اُسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط مین تھا یعنی اگر قاتل اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہوگئی وھذا ان کفر بمال وان یصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئاً اور یہ پھیرلینا قاتل سے اُس شرط پر ہی جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور اگر اُسنے اُسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین ہوسکتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہی اسواسطے کہ اُسنے کچھ تاوان نہین دیا جسکو پھیرلے اور زیلعی نے بھی اس قول پر نقل کیا ہی اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہی کذا فی المنح ولو کان القاتل بھیمۃ لا یرجع علی ربھا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالیٰ ولکن رجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالیٰ اور اگر صید حرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرلے اور اگر اسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی سے کافر ہی تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شئ من محظورانہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الھدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے پر ایک خون واجب ہوتا ہی بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہی اور جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہی جو احرام کے ممنوعات سے ہی نہ ہر طرح کی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اس واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلئے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہی جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضا لجنایتہ علی احرامیہ اور ایسا ہی حکم ہی وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کرنیکے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اُسپر ایک خون لازم ہی اسواسطے کہ

۶۲۰

اسوقت مین وہ قادر نہین کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہین باندھا تو یہ استثنا منقطع ہی کہ صید کلام مین داخل نہین ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی جو محرم دو ہین تو جزا بھی دو واجب ہونگی ولو حلالان صید الحرم لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرم حلالون نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنی دونون پر ایک جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہی تو جزا بھی ایک ہی ہوگی وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراءہ ان اصطادہ وھو محرم وان اصطادہ حلال فبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہی اور اسیطرح جمیع تصرفات مانند ہبہ و وصیت کے باطل ہین اور محرم کو اسکا خریدلینا بھی باطل ہی اگر اسکو حالت احرام مین پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت مین نہ گرفتار کیا ہو تو بیع فاسد ہی فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ مین ہلاک ہوگیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہی اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنح وفی الفاسد یضمن قیمتہ ایضا کما مر اور بیع فاسد مین مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اُسکا مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ اسمین بائع مالک نہین ہوتا لہذا اسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہی جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہوگا تو اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی ولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جو حرم سے نکالنے کے بعد اور مان اور بچہ اُسکا دونون مرگئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہی امن کا شرعا و لہذا اُسکا حرم مین پہونچانا واجب ہی تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ مین بھی سرایت کرگئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہوگیا وان ادی جزاءھا ای بلام ثم ولدت لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وھل یجب ردھا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بسبب نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہی اُسکا پہونچا دینا حرم مین ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان واجب ہی کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزۃ المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن فرمنا وجاوز وقتہ ظاہرہ ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر اُسنے احرام باندھا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہی اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق مین جو بدائع سے منقول ہی اُسکا ظاہر مطلب یہ ہی کہ میقات سے بڑھنے کیوقت ارادہ کا اعتبار ہی یعنے بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہین فان عاد الی میقات ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفۃ محرم کطواف ولو شوطا وانما قال لبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کیطرف پھر اُسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہوکر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہوگیا ماتن نے لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہی کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم مین شرط نہین میقات کیطرف پلٹ آنا کافی ہی والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل ہی پلٹ آنا میقات کیطرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونیکا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات

کیطرف نہ پلٹے آیا یا پھر آیا لیکن شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط ہوگا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج من الحل

فاو علیہما دم لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام وکذا الواحر ما بعرۃ من الحرم وبالعکس حکما مر یسقط الدم جیسا نحو مکی حج کا ارادہ کرنے والا

اور تمتع جو اپنی عمرہ سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہی بسبب بلا احرام

بڑھنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کیواسطے حرم ہی نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا اُسپر

واجب ہی اسواسطے کہ میقات عمرہ کا حل ہی اور میقات کیطرف پلٹ آنے سے جسطرح کہ مذکور ہوچکا ذبح کرنا ساقط ہوجاتا ہی دخل آفاقی ای الافاقی البستان ای

مکانا من الحل داخل المیقات لحاجۃ فقصدہ اولا وعند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب دخول غیر محرم یعنی آفاقی داخل ہوا

بستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کیواسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اسکا حسب کا کیا ہو

چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوگیا تو اُس آفاقی سے جائز ہی داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنابر مذہب

صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں ھم بستان بنی عامر ایک بستی ہی داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل

اُسکا نام نخلہ محمود ہی وہان سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہی کذا فی الطحطاوی دوقت البستان ولا شئ علیہ لانہ التحق باھلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں

کسی کام کو گیا بستان ہی یعنے حل میقات ہی حج اور عمرہ کا اور اُسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے اہل

بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہی ویسے ہی اسکو بھی جائز ہی اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرہ کا حل ہی ویسے ہی آفاقی کا

بھی حل ہی چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وھذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہی آفاقی کے حق میں جو مکہ میں

جانا چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں

اُسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہی اس مکان اقدس کی تعظیم کیواسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزأہ عن اخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام

جاکر پھر میقات کیطرف پلٹ آیا سو حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اُسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہی یعنے مثلاً دو بار بلا احرام

داخل ہوئے تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونیسے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اُسپر دین ہوگیا سو وہ بدون

تعیین نیت کے ساقط نہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزأہ عما لزمہ بالدخول ولو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ

ذالک لتدارکہ المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اُس سے یعنے کفایت کر جائیگا اُس حج یا عمرہ سے جو اُسپر بلا احرام

داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگر اُسنے احرام باندھا ہو اُس عبادت کیواسطے جو اُسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اُس

صورت میں ہی جب اُسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اُسکو اپنے وقت میں تدارک کرلیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اُس

سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدھا مضی وقضی ولا دم علیہ لتدارک الوقت بتجدید

الاحرام منہ فی القضاء ایک شخص بڑھگیا میقات سے بلا احرام پھر اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے

اور اُسکو قضا کرے اور اُسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اُسکا تدارک ہوجاویگا مکی یعنی حکمہ

طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق النہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے

عمرہ کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اُس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنابر وجوب کے اسواسطے کہ اہل

مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہی وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفائت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو رفضہ فقضاھا فقط

اور اسپر ذبح کرنا واجب ہی بہ سبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہی اسواسطے کہ مکی مذکور اسکے مانند ہی جسکا حج فوت ہو گیا اور رفات الحج عمرہ کرکے احرام آتار تا ہی اور
دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تا اینکہ اگر مکی مذکور اسی سال حج کریگا بعد عمرہ کرنیکے تو دوسرا عمرہ اسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرے کی
قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمہما صح واساء وذبح وھو دم جبر وفی الآفاقی دم شکر سو اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونون کو ادا کیا تو یہ
صحیح ہی اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کیواسطے ہی تو خود نکھاوے اور آفاقی کے حج اور
عمرہ کو جمع کرنے مین ذبح کرنا واسطے شکر کے ہی تو خود اسکا کھانا جائز ہی کذا فی المنح وھی احرم بحج ثم بحج آخر یوم النحر فان کان قد حلق للاول لزمہ الآخر فی
العام القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج
کیواسطے تو دوسرا حج اسپر لازم ہو گیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنیکے جامع بین الاحرامین نٹھہرا کہ ذبح کرنا
اسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر والا یحلق للاول فعلیہ دم قصر عبر بہ لیعم المرأة اولا لجنایتہ علی احرامہ بالتقصیر والتاخیر اور اگر حج اول کے
واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنیکے بالون کو کترا ہو یا نہ کترا ہو ماتن نے بلفظ تقصیر اسواسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی
شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اسنے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا جب یوم النحر مین قبل حلق کے دوسرے
حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اسپر ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام آتارنے کو اسنے سر منڈایا یا نہین منڈایا اگر منڈایا تو حج
ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے کہ ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادت مین یعنے یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر واقع ہوئی
تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی المنح ومن اتی بعمرة الا الحلق فاحرم باخری ذبح لان الجمع بین الاحرامین لعمرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم لا لجمعین
فی ظاہر الروایة فلا یلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانیکے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہی کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہی
اسواسطے ذبح کرنا لازم ہی اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مین مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا انمین ذبح کرنا واجب نہین اور رعایة البیان مین حج
دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہی صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہی کذا فی المنح آفاقی احرم بحج ثم احرم بعمرة لزماه وصار قارنا مسیئا کما مر والزم بطلت
عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبة علی الحج لا بالتوجہ الی عرفة آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو
دونون اسپر لازم ہوئے اور یہ شخص قارن بدکار ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسیواسطے باطل ہوگا عمرہ اسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرہ کے اسواسطے کہ
عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہوکر نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کیطرف متوجہ ہونیسے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے
تو ممکن ہی کذا فی الطحطاوی فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم لہا فمضی علیہما ذبح وھو دم جبر وندب رفضہا لتاکد بطوافہ فان رفض قضی لصحة
الشروع فیہا واراق دما لرفضہا پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرہ کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہی
کہ حج کے افعال مین عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہی ترک کرنا عمرہ کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنیسے حج متاکد ہو گیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے
بواسطہ صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بہ سبب ترک کرنے عمرہ کے حج فاہل بعمرة یوم النحر او فی ثلثة ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہة التحریم ورفضت
وجوبا تخلصا من الاثم وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکابہ الکراہة فھو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر
مین یا اسکے بعد کے تین دن مین تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہو گیا بہ سبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرہ کا ترک کرنا
واجب ہی تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنیکے ذبح واجب ہی بہ سبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نکرے ادا کرے تو صحیح ہوگا
اور اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بہ سبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کیواسطے ہی فائتہ الحج اذا احرم بہ او بہا وجب الرفض لان الجمع

بین احرامین لحجتین او لعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسلیے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوئے کہ ایک احرام تو یہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اسطرح کہ فائت الحج عمرہ کر کے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی ولما فاتہ الحج بقی فی احرامہ فیلزم ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ یقضی ما اخرم بہ لصحۃ الشروع ویذبح للتحلل قبل اوانہا توضیح جبکہ اسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کر کے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعاً منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین ہی حالانکہ عمرہ مین بھی احصار متحقق ہی لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل ہو اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہوجاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرم بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک ہوجانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا دشمن عام ہی کافر آدمی ہو یا غیر اُسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کیواسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتدا لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر فحینئذ یبعث المفرد دماً او قیمتہ لیحل بفی محرماً حتی یحج او یتحلل بطوف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوماً جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید کر کے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کر کے احرام اُتارے اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا والقارن دمین اور قارن دو قربان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحداً لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کیواسطے تو اُس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متے یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویبقی محرما فی الحرام ولو قبل یوم النحر حلافاً لہما او ذبح ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو اختلاف صاحبین رحمہ کے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرماً حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فیہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو لضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر لوٹ آیا احرام باندھے ہوئے

مین ٹھہرا یہان تک کہ خوف زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کرکے احرام کو اتارے اسواسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہوجاوے کہ اُسپر مشکل پڑجاوے کذا فی الزیلعی ویذبحہ یحل ولو بلا حلق وتقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہوجاتا ہے اگرچہ سر نہ منڈایا ہوا اور بال نہ کترائے ہون لیکن حلق افضل ہے کذا فی المنح فلو ظن ذبحہ ففعل کالمحلل فظھر انہ لم یذبح او ذبح فی الحل لزمہ جزاء ما جنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہوجانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تھی یا حل مین ذبح ہوئی تھی نہ حرم مین تو اُسپر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی وتجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ بالشروع وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہے اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اُسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نکیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اُسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرۃ اور عمرے کا احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اُسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان احدٰھما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہین ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا هم قضا مین اسکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینون کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الھدی والحج معا توجہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی قادر ہے تو اُسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اُسوقت یہ ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی بھیجکر اسواسطے کہ ہدی بجائے بدل تھا حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نرہا کذا فی المنح ولا یقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ وھی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی قادر نہوا تو اُسپر روانہ ہونا لازم نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتون کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونون کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت مین جانا لازم ہے اور باقی تین صورتون مین لازم نہین لیکن اگر تحلیل کیواسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک قبل یوم النحر ذبح کرنا جائز نہین کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات اور احصار نہین بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہین تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمکۃ عن الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ مین ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدھما لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ بہ واما علی الطواف فلتحللہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہوا ایک پر وہ محصر نہین جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہے تحلل مین اور ذبح کرنا ہدی کا اُسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہین

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کیطرف سے حج کرنے کا یعنے بطور نیابت کے دوسرے کیطرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالیۃ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ لظاھر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قراءت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیان تو اسکو جائز ہے کہ اُسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کردے اگرچہ عبادت کرنے کیوقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہ اصل

ثابت ہی دلائل قران اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کیواسطے یون دعا کرے (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا) یعنے اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجھکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہی اور حقتعالی نے خبر دی ہی کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہی اور احادیث تو نیابت اور ثواب سانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھونکو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کیطرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہی اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعا اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزاز اور دارقطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہی تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہی اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہی کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہ بھی آنت علی مرتضی رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردونکو بخشے تو اسکو ثواب پاجاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عکبری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کیطرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہین اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہی طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہی کذا فی الفتح القدیر واما قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى اى الا اذا وهبه له كما حققه الكمال واللام بمعنى على كما فی لعنة للعنة اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو اسنے خود کیا تو مراد یہ ہی کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہی کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنے علی کے ہی چنانچہ لهم اللعنة مین بمعنے علی ہی تو اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوائے اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہی کہ عبادات کا ثواب سوائے فاعل کے غیر کو نہین پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک و شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہی اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرات قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئے ہین جواب اول یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس رض اس آیت سے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ جواب ثانی یہ ہی کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہی جواب ثالث یہ ہی کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہی تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہی کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہی جواب خامس یہ ہی کہ لام بمعنے علی ہی کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہی کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کیطرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین گذر چکی اور تقیید آیت بہتر ہی نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح و شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاهدی عن اعتزاله هنا والله الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالی ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہی مجتبی کی

کتاب الحج مین اموات کی ایصال ثواب کا منکر ہوگیا ہی اور اُسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہی اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کر کے ٹال دیا
پھیرا ہی کذا فی الطحطاوی الٰہی بہ محمد و آلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کیوقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین
العبادۃ المالیۃ کزکوۃ وکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقاً عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیاً لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند
دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہی مکلف کیطرف سے
ہر طرح کی قدرت کیوقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہی اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کیوقت نیت
کی ہو تو بھی صحیح ہی م عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہی کہ عبادات مالیہ مین آزمائش مالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہی سو یہ امر نائب کے
فعل مین بھی حاصل ہی اور ہر چند عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اور کافر ذمی اہل نیت کا نہین لیکن جب غیب کی نیت معتبر ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی
نیابت مین دونون برابر ہوگئے اور منیب کو اختیار ہی نائب کے دینے کیوقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اُسوقت نیت کرے یا درمیان مین
اُسی عبادت کے نیت کرلے کذا فی المنح والطحطاوی والنھر والبدنیۃ لصلوۃ وصوم لاتقبلہا مطلقاً اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ
اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین غرض اصلی یہ ہی کہ افعال
مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پڑے تاکہ روح کو صفائی اور قرب آلہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہوسکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود
نکرے لہذا اسمین مطلقاً نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہی اس حدیث کا کہ لایصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اخرجہ
النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ یعنے کوئی روزہ نرکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنے نیابت صوم وصلوۃ سے
فرض ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہی چنانچہ اُس حدیث مین مصرح ہی کہ جو کہ اپنے والدین کیواسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ
منہما کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہی جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہی عاجز ہونیکے وقت فقط ہر چند کہ
حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبادت ہی وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین ہوتا تو گویا مال کا جزو ہوگیا کذا فی الطحطاوی تو
حج مین عجز کیوقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی مین نیابت حج کی جائز ہی بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام
عمر مین ایکبار فرض ہی یہان تک کہ اعادہ لازم ہی زوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنیسے عاجز ہی سو اُسنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا
رہا تو اُسپر واجب ہی کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی
اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہی کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کیوقت کہ مین نے احرام باندھا فلانے شخص کیطرف سے اور مین نے
لبیک کہا فلانے کیطرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کیطرف سے نیت کرے تو صحیح ہی اور دل کی نیت کافی ہی تو تصریح بلفظ ضرور نہین ھذا ای اشتراط
دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ وان لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقاً
سواء استمر ذلک العذر او لا یعنی مشروط ہونا دوام عجز کا موت تک اُسوقت تک ہی کہ عاجز ایسا ہو جیسے قید اور بیماری کہ زوال کی امید ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اسکے زوال کی امید نہو جیسے
اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اُسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہوجاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہین خواہ یہ عذر عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ باقی رہے
یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجاے موت ہی کذا فی النہر ہم کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتداء صاحب بحر تفصیل محیط اور خزانۃ
قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہی کہ یہی حق ہی واللہ اعلم کذا فی المنح ولو احج وھو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی

طرفسے حالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہوگیا اور ہمیشہ عاجز رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے
یعنی نائب کے حج کرنیکے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب آمر کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وللشرط الاٰمر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرفسے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا
باپ کیواسطے بیدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے مورث کیطرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنی جب ترکہ
مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے امر کیا جب ترکہ سے فرض ادا کیا کذا فی الطحطاوی وبقی من الشرائط النفقة من مال الاٰمر کلها او اکثرها وحج
المامور بنفسه وتعیینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیره لم یجز حج غیره ولو لم یقل لا غیره جاز اور شرائط نیابت سے باقی رہا نفقہ یعنے
شرط ہے کہ کل نفقہ یا اکثر منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کیطرفسے حج نہ ادا ہوگا کذا فی
العالمگیریہ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا شرط ہے اگر اُسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرفسے حج کرے نہ غیر اُسکا تو غیر
زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطاً منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر
رجلا بان قال استاجرتك علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجه وانما یقول امرتك ان تحج عنی بلا ذکر اجارة لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے انمین
سے ایک شرط یہ ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرحپر کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھے نوکر کیا اس پر کہ تو میری طرفسے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض
تو اُسکا حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجھکو امر کیا اپنی طرفسے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ هم شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا
اور خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله ثم انفق کله او اکثره جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین
وضع کر لینے کی گنجایش ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور
ضمانت سے بری ہوگیا کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کیواسطے ہے
نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل مین وسعت ہے تو قادر کو نائب حج نفل کر دینا صحیح ہے ویقع الحج الفرض عن الاٰمر علی الظاهر من المذهب وقیل عن المامور نفلاً
وللاٰمر ثواب النفقة کحج النفل اور حج فرض آمر کیطرفسے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کیطرفسے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو
نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے
اور مامور سے ساقط نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اُسنے
کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرفسے حج کر دون حضرت صلعم نے فرمایا ہان اور بخاری
اور مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت صلعم نے فرمایا
کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا فرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کیطرفسے حج
واقع ہوتا ہے نہ مامور کیطرفسے لکنه تشترط لصحة النیابة اهلیة المامور لصحة الافعال ثم فرع علیه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة
من لم یحج والمرأة ولو امة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کیواسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین
لازم ہے تا کہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اُسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو
اور عبد اور ولد وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کیواسطے تا خلاف شافعی رح نہو صرورہ بصاد مہملہ مفتوحہ اُسکو

کہتے ہین جسنے ہنوز حج نہیں کیا کذا فی القاموس ہر حج نیابت عورت اور غلام اور جسنے کہ اب حج نہیں کیا ... جائز ہے بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن
چونکہ کراہت سے خالی نہیں اور امام شافعی رحمہ کے بھی مخالف ہی تو انکے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہی مناسک طرابلسی مین مذکور ہی کہ جو غیر کیطرف سے حج کرے
بہتر ہی کہ وہ حر عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کرچکا ہو کذا فی البحر ولو امر ذمیا او مجنونا لا یصح اور اگر کوئی کافر یا مجنون کو
اپنی طرف سے حج کیلئے کو امور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور فی الطریق لیس له دفع المال الی غیرہ لیحج ذلک الغیر عن المیت
الا اذا اذن له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له ذلک مرض او لا لانه صار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا امور
راہ مین بیمار ہوجاتا تو اسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کیطرف سے حج کیے مگر اس صورت مین جبکہ اسکو غیر کے مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دیگئی ہو
اسطرح پر کہ اُس سے کہا گیا ہو مال دینے کیوقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو غیر سے حج کروانا جائز ہی خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل
مطلق ہوگیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی وخرج المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخرہ بعد
وجوبه اما لو حج من عامه فلا ۱۵ ایک مرد عاقل بالغ نکلا حج کیواسطے اور راہ مین مرگیا اور اُسنے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی شارح کہتا ہی وصیت کرنا حج کا اُسوقت
واجب ہی جب اُسنے بعد وجوب حج کے ادائے حج مین تاخیر کی ہو ورا اگر اُسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہین فان فسر المال
او مکان فالامر علیه ای علی ما فسرہ والا فیحج عنه من بلدہ قیاسا لا استحسانا فلیحفظ پھر اگر میت نے وصیت مین مال یا مکان تفصیل کردیے
کہ اسقدر مال سے یا یہان سے حج کیا جاوے تو اُسیکے بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اُسنے متعین نکردیا ہو تو اُسکی طرف سے حج کیا جاوے اُسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر
استحسان کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہین اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہین اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہون وہان استحسان مقدم ہوتا ہی
لیکن یہ مسئلہ اس نوع سے ہی جہان قیاس مقدم ہوتا ہی استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کردیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس قول ہی امام کا اور استحسان
قول ہی صاحبین رح کا وجہ قیاس کی یہ ہی کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہوگیا احکام دنیا کے حق مین اگرچہ آخرت کا ثواب قایم ہی اسواسطے کہ مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ جب ابن
آدم مرگیا تو اُسکا عمل منقطع ہوگیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہی تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج حاصل نہوا تو سفر میت کا کالعدم ہوگیا
اور وجہ استحسان یہ ہی کہ قرآن مجید مین ثابت ہی کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کیطرف ہجرت کرکے اور راہ مین مرے تو اُسکا ثواب عند اللہ ثابت ہوگا اور طبرانی اور ابو یعلی
اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کیواسطے نکلا اور مرگیا تو اُسکو حج کرنے والیکا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت
اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اُسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر ولو احج عنه الوصی من غیرہ لم یصح
پھر اگر میت کیطرف سے وصی حج کرادے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہیں ای وفی بدای بالحج من بلدہ ثلثه وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اُسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے پہنچ سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان ثم کرہ لوصی المیت او وارثه ان یسترد المال
من المامور مالم یحرم اور میت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہی مال کا پھیر لینا مامور سے جبتک کہ اُسنے احرام نباندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسیکو جائز نہیں ثم ان ردہ
لخیانة منه فنفقة الرجوع من ماله والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے
سبب سے نہین تو پھرنے کا خرچ میت کے مال مین ہوگا اوصی بحج فتطوع عنه رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانه لم یحصل مقصودہ وهو ثواب الانفاق
وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی طرف سے سو ایک مرد نے اُسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نلیا تو حج کفایت نکریگا یعنے میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا
اگرچہ میت نے اسکو حج کرنیکا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اُسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنے مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنه ابنه لیرجع فی الترکة جاز ان لم یقل
من مالی وکذا الواجح لا لیرجع کالدین اذا قضاہ من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اُسکے بیٹے نے اُسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے

اس نیت سے کہ متروکہ سے بھر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے حج کرواوے اور جائز نہین حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروکہ سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن فرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہے بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کیطرفسے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہین اور فرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل

من امرہ وقع عنہ وضمن مالھما لانہ خالفھما ولا یقدر علی جعلہ عن احدھما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والون کیواسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو شریک کیا تو وہ حج مامور کیطرفسے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہے تو دونونکے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کیواسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہے کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا یعنے آمر کا ذکر نکیا ہو احرام کیوقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابھمہ فان عین احدھما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کیطرفسے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہے طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

بخلاف مالو اھل بحج عن ابویہ او غیرھما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدھما اولھما وفی الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج بحث فی الابر بخلاف سابق یہ مسئلہ ہے اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کیطرفسے یا والدین کے سوا اور جنبی شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت و بدون انکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کیطرفسے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہے چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونونکو دے اور حدیث مین وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرفسے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور ہو گی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا ھم جابر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی مان کیطرفسے حج کرے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور اُسکے لئے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرفسے حج کیا تو مقبول ہوگا اُسکی طرفسے اور اُسکے والدین کیطرفسے اور اُن دونون کی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کیطرفسے حج کرے یا اُنکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دار قطنی نے مذکور کیا ہے یہ جو متن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو تو اُسکی دو صورتین ہین کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کیطرفسے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اُسنے وصیت نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اُسکی طرفسے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رح نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الامر فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ

لتقصیر منہ ضمن وان بافۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہے اُسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین پھانسا تو اُسی پر چھوڑانا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہے جسکی طرفسے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیئے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہوگیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہوگیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس ہے یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہوگیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ودم القران والتمتع

والجنایات علی الحاج لا اذا اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہے نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ لا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہوگیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از طرف والدین

جماع کیا تو ضمان نہین ہے بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہوگیا وان مات المأمور او سُرِقت نفقته فی الطریق قبل وقوفه حج من منزل آمره
بثلث مابقی من ماله فان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرقت ثانیا حج من ثلث الباقی بعدها هکذا الی ان لا یبقی من ثلثه ما یبلغ الحج فیبطل الوصیة
اور اگر مامور راہ مین مرگیا یا اُسکا نفقہ چوری گیا راہ مین قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اُسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے
سو اگر ثلث مابقی کفایت نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مرجاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اُسکے بعد پھر میت کے باقی مال
ثلث سے حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت اتنا نہ باقی رہے جسکے ثلث سے حج ہوسکے پھر جب بقدر حج باقی نرہے تو وصیت
حج کی باطل ہوجاویگی یہ قول امام اعظم رح کا اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے نہ باقی متروکہ سے اور محمد رح کے نزدیک اگر اُس مال سے جو مامور کو دیا کچھ باقی ہے
بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہین تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر والنهر قلت وظاهره انه لا رجوع فی ترکة المأمور فلیراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن
یعنے ثلث مابقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اسکی تصریح کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہئے طحطاوی نے کہا مین نے مراجعت
کی کتب فقہ کیطرف تو اُسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے ھ لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حیث مات خلافا لهما وقولهما استحسان
یعنی اگر مامور راہ مین مرجاوے تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہان سے جہان مامور مرگیا بخلاف صاحبین رح کے اور قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام رح کا قیاس ہے
لیکن یہان استحسان بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **فرع** مسائل المختصر شارح کے یصیر مخالفا بالقران او التمتع کما مر لا بالتاخیر
عن السنة الاولی وان عینت لانه للاستعجال لا للتقیید مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر
کرنے سے اگرچہ آمر نے سال اول کا حج مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ تعیین جلدی کیواسطے ہے نہ تقیید کیواسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہین ادا ے فرض مین لیکن اول سال افضل ہے
کہ شاید نفقہ باقی نرہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان یعود الیه اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کیطرف پھر آوے اور مکہ مین اقامت نکرے
تاکہ آنے جانیکے نفقات کا ثواب آمر کو ملے وعلیه رد ما فضل من النفقة وان شرط له فالشرط باطل الا ان یوکله بهبة الفضل من نفسه او یوصی المیت به لمعین
اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اُسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اسطرح فاضل مال کا
پھیر دینا درست نہین کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کردینے کا وکیل کردیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اُسکے ہبہ کا مین نے تجھکو وکیل کیا تو اُس مال پر اپنی
ذات کیواسطے قبضہ کرلیوے کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کیواسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اُسکا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال کو اپنی
خوشی مامور کو دیکر پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہین ہوگیا حج کروانے سے آنے جانے مین فقط ضروریات کے صرف کرنے مین اُسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال
میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر ولهذا مامور کو اپنے ساتھ کسیکو کھانا اور حمام
کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خرید کرنا اس مال سے جائز نہین الا باجازت میت یا وارث کذا فی النهر والفتح ولوارثه
ان یسترد المال من المأمور مالم یحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لے مامور سے جبتک اُسنے احرام نہ باندھا ہو وکذا ان احرم وقد دفع الیه لیحج
عنه بلا وصیة فاحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اُسکو مال دیا تھا میت کیطرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اُسنے احرام باندھا پھر آمر مرگیا
تو اُسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصی ان یحج بنفسه الا ان یامره بالدفع او یکون وارثا ولم تجز البقیة اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کی
طرف سے حج کرے مگر اسصورت مین اُسکو حج کرنا جائز نہین کہ میت نے اُسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنے یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اُسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث
ہو اور باقی وارث اُسکے حج کرنے کو جائز نرکھین تو بھی اُسکو بذات خود حج کرنا جائز نہین ولو قال منعت وکذبوه لم یصدق الا ان یکون امرا ظاهرا اور اگر
مامور نے کہا کہ مین حج کرنے سے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہوگا تو اُسکو دینا پڑیگا

اگرچہ کوئی ظاہر نہ ہو مگر اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً روشن حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا دست تک منہہ کی جھُری لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججتُ وکذّبوہ صُدِّقَ بیمینہ اذا کان مثلہ یحج المیت وقد اُوصی بالنفل اہ اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کیطرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اُسوقت تصدیق ہوگی جبکہ مامور بھی ایسا ہو جو حج کر سکتا ہو اور میت نے اُسکو وصیت مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثونکے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثونکا یہی ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہی لیکن درپردہ نفی ہی مگر جب ثابت گواہ گذرین مامور کے اسی اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ ملفوظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہی نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپائے حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حقتعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناہ شاۃ ہدی کا ادنے رتبہ بھیڑ بکری وہو ابل ابن خمس سنین وبقر ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہی اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہی اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہی ولا یجب تعریفہ بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا اسکے گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہی یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہی اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہی جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہی کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کما سیجی فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلف اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہی قربانیون مین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہی شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اُس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزای صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہی کذا فی المنح وتجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیء الا فی طواف الرکن جنبا او حائضا ونفساء ووطئ بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہی بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہی چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا ویجوز اکلہ بل یندب کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہی کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہی کھانا نفل کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہی فقط اور سوائے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ہم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اُسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہی ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعین یوم النحر ای وقتہ وہو الایام الثلثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کیواسطے یوم النحر متعین ہی اور یوم کا یہان معنی مطلق وقت ہی تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہی لیکن ترک واجب ہوکہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہی امام رح کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور سوائے تمتع اور قران کے جنایات وغیرہ اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل والفقیر المکی افضل اور سب کے ہدی کے ذبح کرنے کیواسطے حرم متعین ہی منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے مخصوص نہین ہی نہ بوجوب لیکن حرم کا محتاج افضل ہی غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ ای زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین علی رض سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجھکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

اور نہ فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اسمین سے نہ دی جاوے کذا فی الفتح ۔ لایعطی اجر الجزار ای الذابح منہ فان اعطاہ ضمن اما لو تصدق علیہ جاز اور قصاب کی
مزدوری ہدی وغیرہ کے گوشت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خود صدقہ دیوے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبہ مطلقا بلا ضرورۃ
اور نہ سوار ہو ہدی پر بلا ضرورت صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہو لے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ
اس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جس وقت کہ تجھکو حاجت
ہو تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص بہ کو بحمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء
شرنبلالیہ فان علم منہ غنیا ضمن قیمتہ ملتسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کیطرف تو ضمان دے جسقدر نقصان ہوا ہو ہدی میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان
نقصان کو فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کھلا دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی الشمنی ولا یحلبہ
وینضح ضرعہا بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبہ وتصدق بہ اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اسکے تھن کو ٹھنڈھے پانی کے چھینٹے دیتا رہے تاکہ دودھ کا
ٹپکنا بند ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہ لے تاکہ جانور کو تھنوں کے تناؤ سے تکلیف نہو اور اس دودھ کو خیرات کردے ویقیم بدلہ
ھدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا جو
قربانی کا مانع ہے یعنے لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو عیب دار کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچے چاہے ذبح کرکے کھا جاوے ولو کان التعیب نفلا نحرہ وصبغ
قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحۃ سنامہ لیعلم انہ ھدی للفقراء ولا یطعم منہ غنیا بعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہوگیا یا قریب الہلاک
ہو تو اسکو نحر کرے اور اسکا پٹا اسکے خون میں رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھ دے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کے واسطے ہے اور امیر
غنی کو نہ دے کھانیکے واسطے اسلئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہونچی کہ مالداروں کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور اسکے ایک جانب کو رکھدینا اور تو نہ اسمین سے
کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشتہار بالعبادۃ الیق
والستر بغیرھا احق اور صرف نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے
ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنے جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار تر ہے شھدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف
صحیح استحسانا حتی الشہود للحرج الشدید گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنے عرفے کے
دن نہوا بلکہ دسویں تاریخ واقع ہوا تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہے بنابر استحسان کے یہان تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے
یعنے اس قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہین تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد و کوشش کرنیکے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ حق تعالی نے
دین میں سے حرج کو نفی کردیا ہے قال اللہ تعالی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) اور اسیطرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمھارا روزہ
اسی دن ہے جسمین تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمھارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات میں ٹھیرتے ہو اور قربانی کا
دن وہ ہے جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنے وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رای سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اسمیں وقوف
کرتے ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہوجاویگی تمام
اہل موقف میں تو قیل و قال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا سخت مکدر ہونگے کس محبت و مشقت سے
قطع منازل بعیدہ کیے اور زر خطیر اٹھا کر وہان پہونچے ہیں لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آویں تو حاکم انسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمھاری گواہی نہیں سنتے

لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلاً مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہم اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو سب لوگوں کے ساتھ یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس میں بھی اور استحسان میں بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہے تو اگر اُسدن دوپہر ڈھلے وقوف نہوگا تو انکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان میں نہ قیاس میں اور اگر رات کو بھی اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہو سکے تو گواہی مقبول نہوگی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی المنح وغیرہ ورمی فی الیوم الثانی او الثالث او الرابع الوسطی والثالثة ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیة الترتیب ایک شخص نے ذی الحج کی گیارھوین یا بارھوین یا تیرھوین تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب سے رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ و ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ عبادت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہیں کذا فی المنح نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزلہ وجوبا فی الاصح حتی یطوف الفرض لا منتهاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنابر وجوب کے قول اصح میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہو گئے ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری میں موافق اُسکے تصدق لازم ہوگا یعنے اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینة او غیرہما لا شئ علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے انکے اور مساجد کیطرف پیدل جانے کی تو اُسپر کچھ واجب نہیں اور اسیکے مانند ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الطحطاوی اشتری محرمة ولو بالاذن له ان یحللها بلا کراهة لعدم خلف وعدہ بقص شعرها او قلم ظفرها او مس طیب ثم یجامع وهو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خرید کیا محرم لونڈی کو اگرچہ اُسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اُسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اسواسطے کہ اسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکذا لو نکح حرة محرمة بنفل بخلاف الفرض ان لها محرم والا فهی محصرة فلا تتحلل الا بالهدی اور اسیطرح اگر ایک مرد نے اس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اُسکا کوئی محرم ہو اور اسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانے سے اسکو روک بھی نہیں سکتا در صورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اُسکا محرم نہو تو وہ محصرہ ہے یعنے شرعاً وہ بند ہو گئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اسکے ساتھ سفر میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اُسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فوراً تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامرأته بنفل لیس له الرجوع فیه لملکها منافعها وکذا المکاتبة بخلاف الامة الا اذا اذن لامته فلیس لزوجها منعها اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اسکو اسمین پھرنا جائز نہیں اس واسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھرنا درست ہے اسواسطے کہ اسکے منافع کے مالک

مملوک ہین مگر جبکہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے زوج کو اُسکا روکنا جائز نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حَجُّ الْغَنِیِّ اَفْضَلُ مِنْ حَجِّ الْفَقِیْرِ
مالدار کا حج افضل ہی محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہین مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اسپر فرض نہین بلکہ نفل ہی اور مالدار کو وطن سے
فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہی فضیلت نفل سے اور اگر دونون کا نفل حج ہی تو فضیلت نہین کذا فی الطحطاوی حَجُّ الْفَرْضِ اَوْلٰی مِنْ طَاعَةِ
الْوَالِدَیْنِ بِخِلَافِ النَّفْلِ فرض حج بہتر ہی ماں باپ کی فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہین خالق کی معصیت مین بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ
والدین کی طاعت افضل ہی نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہون بِنَاءُ الرِّبَاطِ اَفْضَلُ مِنْ حَجِّ النَّفْلِ بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہی نفل
حج سے اسواسطے کہ اسکی منفعت عام ہی اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسیکو خاص ہی وَاخْتُلِفَ فِی الصَّدَقَةِ وَرَجَّحَ فِی الْبَزَّازِیَّةِ اَفْضَلِیَّةَ الْحَجِّ لِمَشَقَّتِهٖ فِی الْمَالِ
وَالْبَدَنِ جَمِیْعًا قَالَ وَبِهٖ اَفْتٰی اَبُوْحَنِیْفَةَ حِیْنَ حَجَّ وَعَرَفَ الْمَشَقَّةَ اور اختلاف ہی علما مین کہ خیرات افضل ہی یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہی حج کے
افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت اور محنت ہی اور خیرات مین فقط مال کا صرف ہی نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف رحمہ نے اور اسیکا فتوی دیا
امام ابوحنیفہ رح نے جب حج کیا اور اسکی مشقت کو پہچانا اور فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہی کہ امام اعظم رح سے مروی ہی کہ صدقہ افضل ہی نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا
اور مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہی اور مراد امام رح کی یہ ہی کہ نفل کرے اور ہزار صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہی اور یہ
مراد نہین کہ حج بدون خیرات کے افضل ہی فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہی لہذا حج افضل ہی خیرات سے قول مختار مین
انتہٰی کلامہ لِوَقْفَةِ الْجُمُعَةِ مَزِیَّةُ سَبْعِیْنَ حَجَّةً فِیْهَا یُغْفَرُ لِکُلِّ فَرْدٍ بِلَا وَاسِطَةٍ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہی ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہی اسمین
ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہی اور اسیکو عرف مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اسمین مغفرت بلا واسطہ نہین
بلکہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ضَاقَ وَقْتُ الْعِشَاءِ وَالْوُقُوْفِ یَدَعُ الصَّلٰوةَ وَیَذْهَبُ لِعَرَفَةَ لِلْحَرَجِ
تنگ ہوا نماز عشا اور وقوف عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنے دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف
عرفات فوت ہوتا ہی اور اگر وقوف عرفات کرتا ہی تو عشا کا وقت جاتا ہی تو یہان وقوف عرفات مقدم ہی اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ اعلم
خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نرہے پھر آنے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہی هَلِ الْحَجُّ یُکَفِّرُ الْکَبَائِرَ قِیْلَ نَعَمْ کَحَرْبِیٍّ اَسْلَمَ
کیا حج مٹاڈالتا ہی کبیرہ گناہونکو بعضے علمانے کہا کہ ہان حج کبیرہ گناہون کو مٹاڈالتا ہی اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنی
اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اُسپر خون اور مال کا مواخذہ نہین دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہی اگلے گناہونکو اور ہجرت گراتی ہی اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہی اگلے گناہون کو وَقِیْلَ غَیْرُ الْمُتَعَلِّقَةِ
بِالْاٰدَمِیِّ کَذِمِّیٍّ اَسْلَمَ اور بعضے علمانے کہا کہ حج مٹاتا ہی اُن کبیرہ گناہون کو جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہین نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوة کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہی قَالَ عِیَاضٌ اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ اَنَّ الْکَبَائِرَ لَا یُکَفِّرُهَا اِلَّا التَّوْبَةُ
اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع ہی اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوائے توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنے جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہین مثل
زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی وَلَا قَائِلَ بِسُقُوْطِ الدَّیْنِ وَلَوْ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰی کَدَیْنِ صَلٰوةٍ وَزَکٰوةٍ نَعَمْ اِثْمُ الْمَطْلِ
وَتَاخِیْرِ الصَّلٰوةِ وَنَحْوِهَا یَسْقُطُ وَهٰذَا مَعْنَی التَّکْفِیْرِ عَلَی الْقَوْلِ الْاَوَّلِ اور کوئی قائل نہین سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوة اور زکوة کا دین ہان یہ البتہ ہی کہ
ادائے دین مین دیر لگانیکا گناہ اور تاخیر صلوة اور اسیطرح تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہوجاتا ہی حج کرنے سے اور یہی مطلب ہی حج کے مکفر سیئات ہونے کا
بموجب اُس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہین **ہم** خلاصہ یہ ہی کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہی نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہی

بالیقین ثابت نہیں چہ جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جئے تو بھی اُسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ حج سے
لوگون کا قرض وام ساقط ہوجاتا ہی اور اسیطرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہوجاتی ہی بلکہ یہ مطلب ہی کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہوجاتا ہی
بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہین اُنکے عموم و اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی المنح عن البحر وحدیث ابن ماجۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ
حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہان تک کہ خونریزیون و مظالم مین ھم پوری روایت ابن ماجہ کی
عباس بن مرداس سلمی سے یون ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت ہوئی اور ارشاد
ہوا کہ مین مظلوم کیواسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ ای رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُس دن دعا قبول نہوئی پھر حضرت صلعم نے
صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اُسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط
الاحتجاج ہی ہرچند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہین حافظ منذری نے عبداللہ بن مبارک نے روایت کی
سفیان ثوری سے اور اُنھون نے زبیر بن عدی سے اور اُنھون نے انس بن مالک رضہ سے کہا انس رضہ نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وآلہ اصحابہ وسلم نے عرفات مین
وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال رضہ نے کھڑے ہوکر لوگونکو خاموش کیا پھر فرمایا ای لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب کھڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہی حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہی اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو عمر بن خطاب رضہ نے
کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہی اور امام مالک کی موطا مین طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن عرفے سے
زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہین مگر یہ کہ دیکھتا ہی کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور صحیح
بخاری مین حدیث مرفوع ہی کہ جسنے حج کیا سو عورت کیطرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہوجاتا ہی جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا
شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہی یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر
اور کبائر دونون کی مغفرت معلوم ہوتی ہی اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہی لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہی اور شیخ
شہاب الدین رملی شافعی رضہ سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتے کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح
مین عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حقتعالی فرشتون سے فرماتا ہی کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے
آئے ہین میری رحمت کے امیدوار ہوکر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور
ہوکر واللہ اعلم کذا فی المنح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہی اُسمین مذکور ہی کہ حج اُنکے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ
ہین بالاتفاق قطعا ہدم کر دیتا ہی اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم مین اختلاف ہی طیبی قائل ہی کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہی لیکن قول معتمد یہ ہی کہ مظالم اور
کبائر تحت مشیت حاکم علے الاطلاق ہین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ آئمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہی اور احادیث
مغفرت حج مین اور جمہور اہل سنت کے قول مین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین درصورت مشیت حق یا اُن لوگون کے
مغفرت مظالم مراد ہی جنکا حج مقبول ہو چنانچہ روایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہوجاوینگے اسطرح کہ حق تعالی اہل حقوق کو
ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی ہوجاوینگے واللہ اعلم بندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسہ او غیرہ مستحب ہی داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ
اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہ ہو بہجوم مین تکلیف نہونا قلیل الوجود ہی اور اندر جانے والے کو مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ

ابن عمرؓ جب داخل ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت کر کے سیدھے چلے جاتے تھے یہانتک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا پھر وہاں نماز پڑھتے تھے
اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہاں باادب رہے اور اپنا رخسارہ اُس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور حمد الٰہی بجالاوے
پھر چاروں کونوں کیطرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کیطرف نہ اُٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا فی النہر صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ سے
روایت ہے کہ فتح مکہ میں حضرت بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہؓ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں سب سے
پہلے وہاں پہونچا تو بلال رضؓ کو دروازہ پر پایا میں نے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی بلالؓ نے کہا دونوں مقدم ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ اُس وقت
بیت اللہ میں چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ میں مذکور ہے کہ معاویہؓ
بن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہئے کذا فی شرح السعادۃ وما یقولہ العوام من
العروۃ الوثقی والمسمار الذی فی وسطہ انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہاں کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہیں اور اُس کیل کو جو اُسکے درمیان میں ہے
ناف دنیا کہتے ہیں سو بے اصل ہے ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ ۔ اور جائز نہیں خرید کرنا غلاف کعبہ کا بنی شیبہ سے جنکے پاس
کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا اُسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے مترجم بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے
اور بادشاہ کو اُسکا اختیار ہے اور ہمارے علماء نے اسواسطے اُسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بلا شبہہ بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب
بادشاہ نے کسیکو دیدیا تو اُس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعیؒ نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف
بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو بدل لیتے تھے اور پرانا جامہ حجاج کو
تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اسمیں تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہ لبسہا ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے
اُسکو پہننا جائز ہے جنابت و حیض کی حالت میں بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلہ نہ لیا جاوے حرم میں مگر اُسکو
بدلا لیا جاتا ہے جب کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اُسکا قصاص اندر نہوگا اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اُسکا
قصاص حرم میں نہوگا بلکہ خرید و فروخت اُس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اُسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہوکر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور
اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اُسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امامؒ اور صاحبینؒ کا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حرم میں قصاص لینا
ہر طرح درست ہے اور امامؒ کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبینؒ کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اُس سے تعرض کرنا نچاہئے بلکہ
اُسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہئے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے
پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قلیل ہو اور تخریب
عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہیں لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا
مدینہ کیواسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو بدون
احرام باندھے وہاں کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحابؓ سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہیں باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوطہ میں ہے واللہ اعلم ومکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من
الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی ہے
قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقاً افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی

افضل ہی امام اعظم اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کعبہ افضل ہی مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہی کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ
بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہی بلکہ بعضے علما نے اسکو واجب کہا ہی جسکو مقدور اور طاقت ہو ہم انشاء اللہ تعالے عنقریب
طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین شائقین کے ویبدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلوۃ
والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف نقلا عن ابن الهمام الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد
الحرام وکذا بقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہی چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہی جب
مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کیواسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت
کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہی کہ اُسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہی اسکی غیر مسجد مین سوا مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند
اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اُسکا ثواب سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہی مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہی سوا مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین فضل ہی اسکی سو نمازوں سے
یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہی کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کیواسطے نیت کو خالص کرے عزید اجلال اور تعظیم
سید العالمین اسکو مقتضی ہی اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوا میری زیارت کے آوے کا مین شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ
المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسی طرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا مع
مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہی علما کا بعض شافعیہ نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہی مگر جبکہ وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہی صاحبین رح کا اور امام ابو حنیفہ رح
اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہی کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہی اور کثرت مشاہدات
سے جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبًا اور یہ بھی ہی کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہی چنانچہ ابن مسعودؓ سے مروی ہی اگر
یہ روایت صحیح ہو ورنہ اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہی ولہذا عبد اللہ بن عباسؓ نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر
مین ستر گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہی مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ کسی شہر مین سوا مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین
مستنبطا من قولہ تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنے جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دردناک چکھاوینگے
اور عمر فاروقؓ سے روایت ہی کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے تو وہ غالب تر ہی اور شہر کے ستر گناہ ہون ہان بعض خاص بندے اللہ تعالے کے جو کثاکش مقتضائے طبیعت
انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہی ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا اور روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اُسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن
آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف
سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہی کہ وہ مخالف ہی احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر
اور اہل ادب کے واسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہی نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا
میری امت مین سے ہوگا مین اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین ہر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور منا
طرابلسی مین ہی کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب وحرمت قلب تنگ ہونے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین ۱۲

اور محمد رح کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اور یہی افضل او مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہے کذا فی المنح **خاتمہ** مشتمل ہے دو فصل پر

فصل اول کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم ﷺ کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین ہو اور چونکہ کتب حدیث مین مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتداے سفر حج سے آخر تک نہین لہذا اُسیکا ترجمہ کرتا ہون اختصار کے ساتھ مقدمہ جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق رض سے مروی ہے کہ امام محمد باقر رض نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حج کرنے کا طریقہ بتلائیے تو جابر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پھر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ مین آئے ہر شخص چاہتا کہ حضرت صلعم کی پیروی کرے اور آپکے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہان تک کہ ذو الحلیفہ مین پہونچے تو وہان اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماء نے حضرت صلعم کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب مین کیا کرون فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھکر احرام باندھ پھر حضرت صلعم نے مسجد مین احرام کی نماز پڑھی پھر اُس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہان تک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہو گئی میدان مین جابر رض نے کہا کہ مین نے جو اپنے آگے منتہاے نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائین طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور آپ پر قرآن اُترتا تھا اور وہ اُسکے مقصود کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہمنے بھی اُسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے اسیطرح فرمایا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور لوگونے بھی اسیطرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے ہمین لوگون پر کچھ رد و انکار نکیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر رض نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نتھی ہم عمرے کو نجانتے تھے یعنے اشہر حج مین عمرہ کرنا معروف نتھا یہان تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ مین پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنے حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنے طواف مین پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کیطرف پھرے اور حجر الاسود کا استلام کیا پھر دروازے سے صفا کیطرف نکلے جب صفا سے قریب پہونچے تو یہ پڑھا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ہم بھی اُسی سے ابتدا کرتے ہین جس سے اللہ نے ابتدا کی یعنی صفا سے ابتدا کی سو اُسپر چڑھ گئے یہان تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ پھر بابین ان اذکار کے دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا پھر اُترے مروہ کیطرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو بیچ نالہ کے اندر رمل کیا یہان تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہان تک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ پر اُسکے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہان تک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجھکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت کو مین عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اُسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی صلعم اور جنکے ساتھ ہدی تھے وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونون ہاتھ کی انگلیون کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج مین اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رض نے کہا اور علی مرتضے علیہ السلام یمن سے آنحضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہین باندھے ہین اور رنگین کپڑے ہین اور سرمہ لگائے ہین تو علی مرتضیٰ ناخوش ہوئے اُنپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر رض نے کہا کہ علی مرتضے رض عراق کے ملک مین کہتے تھے مین گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کرنے کو بسبب اُس امر کے جو انھون نے کیا تھا اور حضرت صلعم کی اجازت کو دریافت کرنے گیا پھر فاطمہ زہرا رض نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین جو اُنپر ناخوش ہوا تھا سو انھون نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

سچ کہا حضرت صلعم نے فرمایا تونے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضےٰؓ بولے مین نے یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہو جیو جابرؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی سو سب
ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا
ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور اسمین شک نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے
نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہانسے بڑھے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہنچے تو خیمہ استادہ پایا نمرہ مین سو اسمین اترے یہان تک
کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے
مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمہارا دن اس تمہارے شہر مین اس تمہارے مہینے مین حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پانون تلے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی
خونریزیان دبائی گئین یعنی انکا دعوی کرنا جائز نہین اور پہلا خون جو مین دبا تا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہے جو شیر خوار تھا کہ
سعد بن بکر مین ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دبا تا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب
دبا ڈالا گیا پھر ڈر و اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے انکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہون کو حلال کرلیا ہے تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمہارا عورتون پر
یہ حق ہے کہ تمہارے بسترون کو نہ روندا وین اس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین تو انکو مارو ایسی مار جو سخت اور
ضرر اعضا نہو اور عورتون کا حق تمپر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہو گے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے
رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہو گے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور
خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگون کیطرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا
پھر بلالؓ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون کے
درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھے پھر حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا
پیٹ پتھرون کیطرف کو کیا اور جبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کیطرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی
بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی
رسی حضرت صلعم تانے ہوئے تھے یہان تک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ای لوگو آہستہ چلو ای لوگو آہستہ چلو
تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہان تک کہ مزدلفہ مین پہنچے
تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر
ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حق تعالیٰ کی تحمید اور تکبیر اور توحید کھڑے
فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباسؓ کو پیچھے بٹھلایا یہان تک
کہ محسر مین پہنچے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو درخت کے
پاس ہے سو اسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے
اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ نحر کئے اور علی مرتضی علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین انکو شریک
کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو ایک دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰؓ نے اسمین سے گوشت کھایا اور اسکا دونون نے

سو بیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ میں آئے پھر مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبد المطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر اسکا خیال ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کرینگے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت صلعم نے اسمیں سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہے **فصل ثانی** قبر شریف کے آداب زیارت میں سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھکو مگر حق تعالے میری روح کو پھیر دیتا ہے تا اینکہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں روح پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ بمجرد سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کیطرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کیواسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے دور تو مجھکو پہونچتا ہے یعنی فرشتے پہونچاتے ہیں دار قطنی اور ابوبکر بزار نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اسکے واسطے واجب ہو گئی یعنی بالضرور ثابت ہو گئی مخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دار قطنی نے امالی میں اور ابوبکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں بسند معتمد عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کو آویگا اسطرح کہ اسکا کچھ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہ لازم ہو گیا کہ میں اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن اور حضرت کی زیارت عام ہے حیات میں یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث میں مصرح ہے دار قطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نکی تو اسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک رضہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ عذر نہیں جسکو وسعت و مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی المنح وتاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینۃ جب تک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوچکے تو دریافت کرنا چاہئے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات و اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجب سے مقدور والے کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کیواسطے کیسی کچھ ترغیب لائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوچکا کذا فی شرح المختار و منسک الطرابلسی اور مذہب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل ع از دوست یک اشارت و زما بسر دویدن بالجملہ جب بعد ادائے حج کے در دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بمزید شوق اور ادب مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہو اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرلے تاکہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے حضرت صلعم کو اسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہوجاوے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ

اور مستحب ہے کہ قبل داخل ہونیکے غسل کرے اور نہو سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ مین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ اقرب ہی تعظیم سے
اور نئے کپڑے پہنا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ منورہ کو دیکھکر سواریون سے اتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب
مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھکر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ آنکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک
بدلنے کے تبکین تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا اگر باہر شہر کے غسل نہ کیا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور راستے پر ہنیر کرے جو بعضے جاہل
سیا کپڑا نہین پہنتے ہین بشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو آپکی عظمت اور فضیلت کو بیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حقتعالی نے اپنے
حبیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم [illegible] پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہو تو یون کہے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ
مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ
رَحْمَتِکَ وَفَضْلِکَ اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو بیان کرے [illegible] اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس قدر اس ذات
پاک کے رہنے سے شرف و جلالت حاصل ہے وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام [illegible] یہ شہر مہبط وحی اور محل احکام اور منبع
اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور
چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ کیا عجب ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے
موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے ولہذا امام مالک رح مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو حیا آتی ہے کہ جہان وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف
مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنے داہنا پانون پہلے رکھے اور یون کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ
اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ میری قبر اور
منبر کے درمیان مین روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح
کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو ستون لکڑی کا قبلہ مسجد مین ہے وہ دونون آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے
کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور
حق تعالے سے اسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھسے فوت نہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز و انکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو
اور وہانکی آرایش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار فضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک
(یعنے میخ سیمین ۱۲)
نحاسی یعنے تانبے کی جالیان لگی ہین مدت سے اور سابق مین موقف سامنے جالیون کے اندر حجرہ شریفہ کی دیوار کے قریب تھا ولہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ
دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور
اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کیوقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ
فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف
قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کیطرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
انتہے کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کیوقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے
گویا حضرت صلعم لحد مبارک مین آرام فرماتے ہین اور یہ حاضر ہونے کو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات و سماعت حدیث مین منصوص ہے بہ کمال حیا
اور ادب یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ تین بار اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

يا خير الخلائق أجمعين السلام عليك يا سيد المرسلين وخاتم النبيين السلام عليك يا إمام المتقين السلام عليك يا قائد الغر المحجلين

اے بہترین سب خلق کے سلام تمپر اے سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تمپر اے پیشوا پرہیزگارون کے سلام تمپر اے پیشوا منھ اور ہاتھ چمکنے والون کے

السلام عليك أيها المبعوث رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك يا حبيب الله السلام عليك يا خيرة الله

سلام تمپر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگون کے سلام تمپر اے سفارشی گناہگارون کے سلام تمپر اے حبیب اللہ کے ● سلام تمپر اے پسند کیے ہوئے اللہ کے

السلام عليك يا صفوة الله السلام عليك أيها الهادي إلى صراط مستقيم السلام عليك يا من وصفه الله بقوله وإنك لعلى خلق عظيم

سلام تمپر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تمپر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تمپر اے وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے ہو بڑے خلق پر

وبقوله بالمؤمنين رءوف رحيم السلام عليك يا من سبح الحصى في يديه وحن الجذع إليه السلام عليك يا من أمرنا الله بطاعته

اور اس قول سے کہ ایمان والون پر شفقت کرنے والے مہربان سلام تمپر اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکریون نے انکے ہاتھون مین اور مشتاق ہوا ستون چوبی انکی طرف سلام تمپر اے وہ کہ ہمکو حکم کیا خداوند تعالے نے انکی اطاعت کا

والصلوة والسلام عليه السلام عليك وعلى سائر الأنبياء والمرسلين وعلى ذريتك الطيبين وأزواجك الطاهرات أمهات المؤمنين

اور درود و سلام پڑھنے کا آنپر سلام تمپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیون پاک مسلمانون کی ماؤن پر

وأصحابك أجمعين كثيرا دائما أبدا كما يحب ربنا ويرضى جزاك الله عنا أفضل ما جزى به رسولا عن أمته أشهد أن لا إله إلا الله

اور آپکے سارے ساتھیون پر بہت سا سلام ہمیشہ ہمیشہ ہم کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپکو خدا اجر نیک دے ہماری طرف سے بڑھکر اس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کی طرف سے مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین

وحده لا شريك له وأشهد أنك عبده ورسوله وخيرته من خلقه أشهد أنك قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة

وہ اکیلا ہی اور کوئی اسکا شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اسکے بندے اور رسول اور بہترین اسکی خلق کے ہین مین گواہی دیتا ہون کہ آپنے رسالت کو پہونچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی

وكشفت الغمة وأقمت الحجة وأوضحت المحجة وجاهدت في الله حق جهاده وقاتلت عن دين الله حتى أتاك

اور دور کیا غم کو اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب مین حق اسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالی کے دین کیطرف سے یہان تک کہ آپ کو

اليقين فصلى الله على روحك وجسدك وقبرك أفضل وأكمل وأزكى وأنمى صلوة دائمة إلى يوم

موت آئی پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک

الدين يا رسول الله نحن وفدك وزوار قبرك جئناك من بلاد شاسعة ونواح بعيدة قاصدين

اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہین اور آپ کی قبر کی زیارت کرنے والے ہین آپ کے پاس حاضر ہوئے ہین بہت مسافت کے شہرون اور دور کے ملکون سے قصد کر کے

قضاء حقك والنظر إلى مآثرك والتيامن بزيارتك والاستشفاع بك إلى ربنا فإن الخطايا قد قصمت

آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تمسے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤن نے ہماری کمرین توڑ دی ہین

ظهورنا والأوزار قد أثقلت كواهلنا وأنت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة والمقام المحمود وقد

اور گناہ ہمارے مونڈھون پر بھاری پڑ گئے ہین اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کئے ہوئے ہو تمسے وعدہ ہوا ہے سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور

قال الله تعالى ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا

اللہ تعالے نے یون فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے

الله توابا رحيما وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا إلى ربك واسأله

اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان اور ہم آئے ہین برا کر کے اپنی جانون پر بخشوانے والے اپنے گناہون کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجیے

أَنْ يُمِيتَنَا عَلَىٰ سُنَّتِكَ وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ يَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ مین ہمکو اُٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچاوے اور آپ کے پیالے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

وَلَا نَادِمِينَ الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

نہ شرمندہ سفارش کیجئے سفارش کیجئے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تو نے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہمسے پہلے ہوئے ہین ایمان مین اور مت کر ہمارے دلون مین

غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ پھر سلام پہونچاوے اُسکا جسنے حضرتؐ کو سلام کہا ہو اسطرح اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ

کینہ اُن لوگون کا جو ایمان لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان بیٹے فلان کی طرفسے وہ سفارش چاہتا ہے

بِكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ پھر درود پڑھے جتنا ہو سکے پھر اپنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے تا صدیق اکبرؓ کے سامنے ہو اور یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اُسکی سفارش فرمائے اور سب مسلمانون کی سلام تمپر اے نائب

رَسُولِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ فِي الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اُنکے رفیق سفرون مین سلام تمپر اے اُنکے امین

عَلَى الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللهُ أَفْضَلَ مَا جَزَىٰ إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ فَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ

بھیدون پر تمکو خدا تعالی جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہو کر اور تم چلے اُنکے طریق اور راستہ پر

خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ لَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ وَنَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتَّىٰ أَتَاكَ

اچھا چلنا تم لڑے مرتدون اور بدعت والون سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتون کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لئے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

الْيَقِينُ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اللّٰهُمَّ أَمِتْنَا عَلَىٰ حُبِّهِ وَلَا تُخَيِّبْ سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ پھر ایک ہاتھ پھر وہنی

کہ آئی آپکو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت اور اُسکی برکتین الٰہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت مین اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروقؓ کی قبر کے سامنے ہو تو یون کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ جَزَاكَ اللهُ

سلام تمپر اے سردار ایمان والون کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنے والے بتون کے تمکو جزا دے اللہ

عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًا

ہماری طرفسے بہتر جزا اور اللہ راضی ہو اُس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیمون کی اور ملایا ناتون کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانون کے پیشوا پسندیدہ اور راہ بتانے

مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَيْتَ فَقِيرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی

راہ یاب جمع کیا تمنے اُنکے تفرق کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتین

خدمت مین یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيعَيْ رَسُولِ اللهِ وَرَفِيقَيْهِ وَوَزِيرَيْهِ وَمُشِيرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّينِ وَ

سلام تمدونون پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور اُنکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین مین قائم رہنے کے اور

الْقَائِمَيْنِ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ جَزَاكُمَا اللهُ أَحْسَنَ جَزَاءٍ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ

بجالانے والے اُنکے بعد مسلمانون کی مصلحتین جزا دے تم دونون کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہین تم دونون کے پاس وسیلہ پکڑتے ہین تمکو طرف رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کرین ہماری

سعینا و یحیینا علی ملتہ و یمیتنا علیہا و یحشرنا فی زمرتہ پھر اپنے واسطے اور والدین کیواسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین
کیواسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یون کہے اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انہم اذ ظلموا
انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین
امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا ولآبائنا ولامہاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل
فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان
ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہے چاہے بڑھاوے اور چاہے گھٹاوے
اور جس شخص کو اسقدر یاد نہ ہو تو اتنا ہی کافی ہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک ابی بکر الصدیق
وعمر الفاروق اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابولبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین انھون نے آپکو باندھا تھا یہان تک کہ انکی توبہ قبول ہوئی تھی
اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے سو وہان دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑھاتا ہے
سو جبتک ہو سکے وہان نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح و تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے
ہین جسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کیوقت دست مبارک رکھتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین روتا تھا اور
قصہ اسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے بائین اور قرأت
قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جبتک مدینہ طیبہ مین رہے اسپر مستعد
رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی مین نہ فوت ہو کہ سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت مین بلا حساب
داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم
مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاہل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولہم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت
کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام
زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے صفیہ رضی اللہ عنہا
عمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضے کرم اللہ وجہہ کی مان کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج
مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا
علیہما السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑھے اور ایک روایت یون ہے کہ انکی قبر بھی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو
شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھکے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے فوت نہو اور ابتدائے زیارت سید الشہدا حمزہ رضے
اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین ان شاء اللہ
بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث مین آیا ہے کہ احد
پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضے اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر
کی قبر پر گذرے یعنے شہدائے احد مین پھر وہان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے نزدیک زندہ ہو سوائے لوگو زیارت کیا کرو

اور انکو سلام کیا کرو بس قسم ہی اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہی کہ جو انکو سلام کریگا اسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی
فتح القدیر اور مستحب یہ ہی کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہی کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اُس مین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور
نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی
تو اُسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہی جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا
پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ نے اور مستحب ہی کہ قبل دخول مسجد قبا نہ کے یہ دعا کرے یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ
وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ الْکَرْبِ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاکْشِفْ
عَنِّیْ کَرْبِیْ وَحُزْنِیْ کَمَا کَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِکَ کَرْبَہٗ وَحُزْنَہٗ فِیْ ھٰذَا الْمَقَامِ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا کَثِیْرَ الْمَعْرُوْفِ یَا دَائِمَ
الْاِحْسَانِ پھر اُس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا
کنوان ہی مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اُسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہی اور اسی طرح جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع
مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کرکے وہان جاوے اور
انکا پانی پیئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی و فتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد آیے تو یہ مستحب ہی کہ رخصت ہونے کو
قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین انکو اعادہ کرے پھر یون کہے وَدَّعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ وَلَا سَامِیْنَ بِفُرْقَتِکَ وَنَحْنُ نَسْأَلُکَ اَنْ تَسْأَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ لَّا یَقْطَعَ اٰثَارَنَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَاَنْ یُّبَارِکَ
لَنَا فِیْمَا وَھَبَ لَنَا مِنَ الْوَلَدِ وَخَوَّلَ مِنَ النِّعَمِ وَاَنْ یَّرْزُقَنَا الشُّکْرَ عَلٰی ذٰلِکَ مِنْہُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ
مِنْ زِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّکَ اَللّٰھُمَّ فَاِنْ تَوَفَّیْتَنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنِّیْ اَشْھَدُ فِیْ مَمَاتِیْ مِثْلَ مَا شَھِدْتُ عَلَیْہِ فِیْ حَیَاتِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ
رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر مسجد کے اندر روضہ شریف مین
آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعاے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کیوقت پہلے بایان پانون بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے
کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق حضرت سید المرسلین مین رونا علامت ہی قبول کی پھر یون کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِنَبِیِّکَ وَحُطَّ اَوْزَارِیْ بِزِیَارَتِہٖ وَاَصْحِبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی
وَیَسِّرْ رُجُوْعِیْ اِلٰی اَھْلِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پھر ہمسایگان مصطفوی یعنے اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت
اور سلامتی راہ مین اثر ہی پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہی تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے یا حج کا
یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بیس ہین انکو تفحص اور تحقیق کرکے انمین نماز پڑھے کذا فی المناسک الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے
قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور وقفہ کرے علی الخصوص رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہی پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین
دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجالاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے
اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہی کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ نکس اشد ہی مرض سے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بتر ہی اور اپنے مولیٰ کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہوجاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہی کہ آگے سے بہتر ہوجاوے کذا فی فتح القدیر
والکرمانی حق تعالیٰ ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین

فائدہ آداب زیارت

فائدہ جلیلہ بعضے آداب زیارت کیواسطے استفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہی کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہی اسلئے کہ طواف بیت اللہ کے لئے مخصوص ہی اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہی بلکہ مقتضائے ادب یہ ہی کہ دور رہے جسقدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہی اور اسی پر علما کا اجماع ہی اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہی تو یہ اُسکی جہالت اور غفلت ہی اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اسمیں ہی جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہی احیاء العلوم میں مصرح ہی کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہی انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہی تو اُسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہی کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نکرے کہ بدعت ہی اور اُس سے بُرا زیادہ یہ ہی کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ تعظیم کا کام ہی حالانکہ یہ غلط ہی علامہ عزالدین بن جماعہ نے کہا کہ مجھکو جاہلوں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعضے علماسے مجھکو تعجب آتا ہی جو اسکی خوبی کا فتویٰ دیتے ہیں جان بوجھکر اور آداب سے یہ ہی کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرۂ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ محاذی کے آگے کھڑے اور لازم ہی کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کئے رہے اور بیہودہ گفتگو نکرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے اسطرح واجب ہی جیسا کہ حیات میں اسواسطے کہ حیات اور سماعت حضرت صلعم کی حدیث میں مصرح ہی اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کیطرف سے نکلے تو لائق ہی کہ کھڑا ہوجاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن مسافروں کو لازم ہی اور باقی مذاہب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہی مگر بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہی مجدالدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرۂ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہی بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبۂ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہی کہ قیام مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہی کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی رحمۃ اللہ نے کہا علے الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہی کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علے حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہانکے غلام جنمیں کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہاں کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہ انکو ثابت ہی بہرصورت ہمارے حق میں واجب التعظیم ہیں امید ہی کہ خاتمہ انکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ۔ شعر فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم ۔ الی القلب من اجل الحبیب حبیب کذا فی تاریخ السید السمہودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العین ہی

خاتمۃ الطبع الحمد للہ کہ جلد اول **غایۃ الاوطار** ترجمہ اردو در مختار مطبع نامی **منشی نول کشور** مقام لکھنؤ میں باہ نومبر ۱۸۸۶ء عیسوی مطابق ماہ صفر ۱۳۰۴ ہجری نبوی میں طبع ہوئی

کنز الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ
نصیر الدین کرمانی۔

مالا بدمنہ   وصیت نامہ مصنفہ
قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری - علمائے متفق ہو کر
مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کو
ایک اعلی درجے کا ذخیرہ عہد دولت
عالمگیر مین بموجب مجوزہ بادشاہ کے بنایا
جسکی چار جلد ہین کاغذ سفید۔

۱- جلد اول - جسمین مسائل کتاب الطہارۃ
سے تا کتاب الحج ہین۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف مسلسل ہندسہ جلد اول و
دوم یکجائی۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے
کتاب الغصب تک۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے
تا کتاب الفرائض۔

یہ فتاوی کثیر الضخامت کمال درجہ کا مستند
اور مسند اول ہے کہ تمام قلمرو زیر حراست بلاد
اسلامی مین اسی فتاوی کے مسائل پر
خواہ کوئی مسائل عبادت سے ہون یا معاملات
سے عملدرآمد اور احکام عدالت اسلامی کا
اسی کتاب [illegible] مسائل پر موقوف ہے اور
علمائے ہند کا اسپر اتفاق ہے کیا خوب صحت
چھاپہ کی اختراع ہوئی ہے کہ جسکے ذریعے
ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور
صحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس
ارزانی کے ساتھ تمام ملک محروسہ اسلامی
وغیرہ شہرون مین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک
موہبت موہوب عطائے الہی سے تصور کرنا اور شکر
بجالانے کا مقام ہے لہذا اہل علم ایسے گوہر
بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرماوین تو
بجا ہے۔

عینی شرح ہدایہ - حامل المتن اور حاشیہ پر
پورا ہدایہ بھی چڑھا ہے مولفہ شیخ ابا محمد بن
احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب اور نادرات
سے ہے سارے ہندوستان مین تلاش
صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہو کر
بصحت و کوشش تمام چھپی یہ کتاب
چار جلد مین ہے۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارت سے
تا کتاب الحج - دو ٹکڑے - یعنی دو حصے ہین

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف دو ٹکڑے یعنے دو حصے ہین

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے
تا کتاب الغصب۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے
تا مسائل شتی۔

در مختار فی شرح تنویر الابصار بہت
عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل پر
[illegible] کا اس کتاب [illegible]
[illegible]
اور جب اسکی شرح ہوگی پھر تو کوئی مسئلہ
کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا
بالفضل اولنا مشہور خاص و عام گروہ
اسلام محمد علاؤالدین حنفی اسکے مصنف ہین
سبحان اللہ خدائے تعالی نے استخراج
مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت
استعدادی اور ملکہ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا
کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر و فضیلت سے
کوئی بات ناتمام نہین چھوڑی - احتمال سے
احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ
پیدا کیا ہے اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی
مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضی خان
اور فتح القدیر اور عینی اور کنز الدقائق وغیرہ
تصنیف ہوئے ہین اور ہر ایک کی شان علیحدہ
علیحدہ ہے مگر حسن خوبی اور بسط اور انکشاف
مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اسکی
طرز ہی سب سے نرالی ہے عبارت نہایت
صاف اور سلیس ہے جسمین اجنبی اور غریب
لغت نام کو بھی نہین اور فی الحقیقت ایسے
عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم
عبارت ہونی چاہیے۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارۃ سے
کتاب الحج تک

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے
کتاب الوقف تک

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے
[illegible]

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے
تا مسائل شتیٰ۔

فتاویٰ قاضی خان۔ مصنفہ قاضی حسن
بن منصور بن محمود آوز جندی مع فتاویٰ برجیہ
حاشیہ پر پڑے رہتے کا فتاویٰ ہی مقبول العلما
بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی
چار جلد مین

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے
کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے
کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے
کتاب الغصب تک

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے
تا مسائل شتیٰ۔
اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر
عمل ہی۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع
سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبد اللہ
بن احمد النسفی۔

جامع الرموز۔ متداول بین العلماء
از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ

شرح وقایہ۔ مصنفہ محمود بن صدر الشریعہ
بن عبید اللہ بن جمال الدین المحبوبی محشی
مع رسالہ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد
فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہی جلدین اولین
عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا
نہایت مستند ہی کمال درجہ کا محشی ہو کر
چھپا ہی چار جلد یعنے کتاب الطہارۃ کتاب النکاح
وکتاب البیع وکتاب الشفعہ اور جو حواشی
کثرت سے تھے اور کاغذ حاشیہ کا مکتفی نتھا
لہذا علیحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پہ
لگا دیے ہین۔

ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ کا
مصنفہ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ
کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا مٹھہ۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ
ملا اخوند مٹھہ کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک

مختصر وقایہ۔ مصنفہ صدر الشریعۃ عبید اللہ
اسمین کتاب الطہارت وکتاب النکاح و
کتاب البیع وکتاب الشفعہ کے چارون
حصون کا بیان ہی۔

فتاویٰ کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد اللہ
بن مسعود النسفی چار جلد مین کتاب الطہارت
وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ
وما یتعلق بہا سب مذکور ہین دو سرہ حاشیہ کا

قدوری۔ مصنفہ ابو الحسن بن احمد بن
محمود بن جعفر البغدادی تصحیح علمائے فرنگی محل
طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشی چارون جلد
کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین
مذکور ہین۔
جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔
ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔
ایضاً۔ مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے
دودھ پلانے کی حد میعادی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشی۔ متن متین مصنفہ مولانا حسام الحق
بصحت علمائے فرنگی محل لکھنو چھپی۔

کتاب التحقیق۔ معروف بہ غایۃ التحقیق
یہ شرح حسامی کی ہی از مولوی عبد العزیز
بن احمد البخاری بصحت علمائے فرنگی محل
چھپی۔

اصول شاشی۔ محشی۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب
مصنفہ صدر الشریعہ۔
۱۔ حاشیہ چلپی۔ مصنفہ حسن چلپی۔
۲۔ حاشیہ شیخ الاسلام۔ از ملا شیخ الاسلام
۳۔ حاشیہ خسرو۔ مصنفہ ملا خسرو۔

اشباہ النظائر۔ شرح حموی از سید احمد
بن محمد حنفی۔

شرح مسلم الثبوت۔ مصنفہ بحر العلوم
ملا عبد العلی بصحت فرنگی محل چھپی

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف
مشہور از ملا جیون شرح منار عالمگیر محشی بحواشی ذیل
حاشیہ قمر الاقمار و رسالہ احکام النفائس
و رسالہ ترویح الجنان۔